

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله والمنة کہ جدید علم کلام کی کتاب نایاب تطاب مقبول خاص عام

یعنی

سائیں اور اسلام

جکو

حسب الارشاد حضرت مولانا و مقتدا نا جناب حاجی حافظ قاری مولوی شاہ

محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ اللہ العالی بنابر افادہ اہل اسلام حضرت مولانا

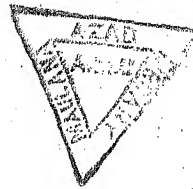
محمد اسحاق علی صاحب مدرس مدرسہ جامع العلوم کان پور نے علامہ حسین

دینوری علیہ السلام ایچسٹر ایلبی کی کتاب حمید یہ سے ترجمہ کیا

خاکسار امیر احمد تھانوی مینجر مطبع کی حسن سی اور استام سے

مطبع روزگار دارالحدیث

KRYN



Ky 9.



07/07  
PV

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U23390



# فہرست مضامین سائنس و اسلام

صفحہ نمبر

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱	مثال سابق کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوے رسالت اور ان حالات پر منطبق کرنا جو آپ کے لوگوں کے ساتھ پیش آئے	۱	انسان مترجم
۱۱	دعوی رسالت کی وقت آپ کی حالت	۵	پہلا فرقہ لوگوں کا شاہی خط پہنچانے کی سفارت کی تصدیق کرنا
۱۳	لوگوں کا اپنی عقل اور طریقہ استدلال کے اعتبار سے چھ حصے میں علیحدہ و علیحدہ کے بارہ میں مختلف فرقوں پر مشتمل تقسیم ہو جانا	۷	دوسرا فرقہ شاہی مہر کو پہنچانے کی تصدیق کرنا
۱۴	فصحی اور ثخار عرب کا قرآن کے محارضہ سے عاجز رہنا اور اسکی حقانیت تسلیم کر لینا	۶	تیسرا فرقہ لوگوں کا بادشاہ کی الشہر داری اور طرہ تخریر اور سلطانی خطابات کو پہنچانے کی تصدیق کرنا
۱۴	ایک فرقہ کا قرآن کے غیبات پر عقل پرستی اور مختلف آداب و اخلاق پر حاوی ہونے سے اسکی حقانیت پر استدلال	۷	چوتھا فرقہ ایسے شخصے طلب کرنا جو بادشاہ کے سوا اور کسیکے پاس نہ
۱۵	مضامین قرآن کی مختصر فہرست	۷	پانچواں فرقہ گذشتہ سفیروں کے قول سے استدلال جو ایک سفیر کے لئے کی ضرورت تھی اور اسکی علامتیں بتلا گئے تھے
۱۶	تیسرا فرقہ جسے فصحاء و بلغار اور مضمون شناس فرقہ کی شہادت کا اعتبار کر کے آپ کی تصدیق کی اور نیز اس کو اسنے قبل قرار دیا کہ بہتر ہے فصحاء و بلغار و عوامیکہ مصیبت میں پڑے لیکن قرآن کا مثل نہ لاسکے۔	۷	چھٹا فرقہ اسکے بتلائے قوانین کو تمام رعایا کے لئے مفید اور نافع عام دیکھ کر استدلال
۱۶	قرآن کی حقانیت پر جاحز کا استدلال	۷	ساتویں فرقہ کافی مدت تک انتظار کرنے کے بعد بھی بادشاہ کی جانب سے اسکے خلاف کوئی کارروائی نہ دیکھ کر تصدیق کرنا
۱۷	چوتھا فرقہ جسے مہجرات طلب گئے اور انوزنار قی عادت سے آپ کی رسالت پر استدلال کیا	۷	اٹھواں فرقہ گذشتہ فرقوں کے اجتماعی طور پر تصدیق کر دینے کی مستقل دلیل قرار دیکر ایک فرقہ کا استدلال کرنا
۱۸	سچہ شق القمر	۸	واں فرقہ جس کو دنیا میں مستغرق ہونے کی وجہ سے بادشاہ اور اسکے قوانین کی خبر نہ تھی تمام سابق الذکر فرقوں کے اجتماعی طور پر تصدیق کرنے سے متنبہ ہو کر اسکی سفارت کی تصدیق کرنا
۱۸	آپ کی رسالت پر درخت کا شہادت دینا	۸	ایک فرقہ جس کو اس شخص کی پجائی کا پورا یقین تھا تاہم اسنے اپنی برائی اور یا سستہ کرم میں اگر اسکی سفارت کے اقرار کرنے سے عار کیا
۱۹	سوسمار کا شہادت دینا	۹	ایک متعصب فرقہ جس نے اندام و جند اور بلا دلیل کے اس شخص کی تکذیب کی اور شاہی انتقام کا مستحق ٹھہرا
۱۹	آپ کی انگلیوں کی گہائیوں سے پانی کا جوش مارنا	۱۱	مثال شروعیت جہاد
۲۸	پانچواں فرقہ جسے رسل سابقہ کی بتلائی ہوئی علامتوں سے استدلال کیا	۱۱	مثال اہل ذمہ و جہاد
	کتب سابقہ کی وہ علامتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانہ کے بعد ظاہر ہوئیں	۱۱	مثال منافقین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱	اس زمانہ تک آپ کی شریعت اور امت کو کس نظام کیساتھ رہنے کے لیے	۳۱	بسم اللہ اور آیات سورہ فاتحہ کے اشارات کی تفصیل اور آیتیں کے معنی
۳۲	اپنے صدق پر ایک عمدہ اور ایک نیا استدلال	۳۲	چھٹا فرقہ جو اخلاق اور آداب کا خلا سفر تھا
۳۳	رسالت کی دو قسم کی دلیلیں ہوتی ہیں عقلی اور حسی	۳۳	رسالت کے استدلال کا اجمالی بیان
۳۴	اس فرقہ کے استدلال کا اجمالی بیان	۳۴	شریعت کے عقائد کے پیرائے ہونے سے انکا استدلال
۳۵	رسولوں کے بھیجے میں کیا حکمتیں	۳۵	شریعت کن اخلاق حسنہ کا حکم کرتی ہے اور کن اخلاق سیئہ سے منع کرتی ہے زبان کی کیا آفتیں ہیں اور کون سے اعمال
۳۶	رسولوں کی کیا شان ہوتی ہے	۳۶	تبیح ہیں ان سب کا بیان
۳۷	شریعت محمدیہ کی عبادتوں کی جو شان ہے اور جو انکی حکمتیں	۳۷	شریعت کن اخلاق حسنہ کا حکم کرتی ہے اور کن اخلاق سیئہ سے منع کرتی ہے زبان کی کیا آفتیں ہیں اور کون سے اعمال
۳۸	نہیں اس فرقہ پر ظاہر ہوئیں انکا اجمالی بیان	۳۸	نماز کے قواعد اور جو لوگ اس سے جی بچتے ہیں اور اسکے فوائد سے محروم رہتے ہیں انکی تہذیب اور رنگے واری تباہی
۳۹	نماز کے قواعد اور جو لوگ اس سے جی بچتے ہیں اور اسکے فوائد سے محروم رہتے ہیں انکی تہذیب اور رنگے واری تباہی	۳۹	مذہبوں کا مقبول جواب
۴۰	مذہبوں کا مقبول جواب	۴۰	زکوٰۃ کے فرض ہونے کی حکمت اور یہ کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے عید یا زبان کرنا خدا کے پاس مقبول نہیں
۴۱	زکوٰۃ کے فرض ہونے کی حکمت اور یہ کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے عید یا زبان کرنا خدا کے پاس مقبول نہیں	۴۱	روزہ کے فرض ہونے کی حکمت اور اسکے فوائد اور یہ کہ خدا سے ملنا انوں کو اسکے تحمل سے ہو سکتی کیسی کچھ قوت دی ہے
۴۲	روزہ کے فرض ہونے کی حکمت اور اسکے فوائد اور یہ کہ خدا سے ملنا انوں کو اسکے تحمل سے ہو سکتی کیسی کچھ قوت دی ہے	۴۲	روزہ کے نہ رکھنے والوں کی تہدید اور روزہ کے فوائد
۴۳	روزہ کے نہ رکھنے والوں کی تہدید اور روزہ کے فوائد	۴۳	حج کے فرض ہونے کی حکمت اور اسکے فوائد
۴۴	حج کے فرض ہونے کی حکمت اور اسکے فوائد	۴۴	اسماء کا بیان کہ اعمال حج کے مقرر کرنے میں انسانی خیالات اور عادات کی جنگ و پٹنے دنیاوی بادشاہوں کے ساتھ
۴۵	اسماء کا بیان کہ اعمال حج کے مقرر کرنے میں انسانی خیالات اور عادات کی جنگ و پٹنے دنیاوی بادشاہوں کے ساتھ	۴۵	برتا کر رہے ہیں بہت کچھ رعایت نظر رکھی گئی ہے اور احرام طواف سعی وغیرہ کی حکمتیں
۴۶	برتا کر رہے ہیں بہت کچھ رعایت نظر رکھی گئی ہے اور احرام طواف سعی وغیرہ کی حکمتیں	۴۶	کعبہ کا نام بیت اللہ اور حجر اسود کا نام بین اللہ رکھے جانے کی حکمت اور نیز غنیمت الاحرام اور قبیل حجر کی حکمت
۴۷	کعبہ کا نام بیت اللہ اور حجر اسود کا نام بین اللہ رکھے جانے کی حکمت اور نیز غنیمت الاحرام اور قبیل حجر کی حکمت	۴۷	نماز کے تکبیر سے شروع ہونے اور شروع کرتے وقت
۴۸	نماز کے تکبیر سے شروع ہونے اور شروع کرتے وقت	۴۸	ایک اور پہلے کی حکمت
۴۹	ایک اور پہلے کی حکمت	۴۹	اسجاگ اللہ علیہ السلام اور انھوں نے اس کے شروع نماز میں پہننے کی حکمت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۹	شریعت کا سیاست بدن کے لئے قواعد پر مشتمل ہونا اور نیز اسکی بھجٹ کہ رسول اللہ صلیم کے احکام کا نفع خاص آپ کی ذرات اور آپ کے کنبہ والوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ انکا نفع عام ہے	۶۲	اعمال حج کے تعمیری ہونے کے سنے اور نیزہ کہ جو دیت حدابی کے لئے ہے اور رسول اللہ صلیم کے اشرف اوصاف میں شریعت شمار ہوتی ہے اسکا مطلب
۶۹	اس فرقہ کے لئے جو مال غنیمت میں سے قبل قسمت صفی کے لئے لینے اور اسکے فقرا کو دیدینے کی حکمت ظاہر ہوئی اس کا بیان اور نیز یہ امر کہ اپنے اپنی ذوات کے بعد کیونکہ اپنا وارث نہیں بنایا اور نہ کسی کے لئے خلافت کی وصیت کی بلکہ یہ مسلمانوں کی سلف پر چھوڑ دیا۔	۶۳	وادی ہنخی میں آنے احرام کو پہنے ایام عید کے وہاں گزرا کی حکمت اور اس بات کا بیان کہ یہ سب کچھ بمنزلہ خداوندی ضیافت کے ہے۔
۶۹	رسول اللہ صلیم نے اپنے اور تمام مسلمانوں کے اہل عیال کے بارہ میں ہمیشہ مساوات ملاحظہ رکھی۔	۶۴	خداوند کے حقوق کی حفاظت کے لئے جو قوانین شریعت میں ہیں ان پر اس فرقہ کا مطلع ہو کر انکو اعلیٰ درجہ کا پانا
۶۹	تقدیر ازواج اور انکا چار میں محصور ہونا اور رسول اللہ صلیم کے لئے چار سے زیادہ نکاح جائز ہونے کا راز اور نیز شخص کے لئے چار سے زیادہ ہی نوٹیاں رکھنے کی اجازت کی عام امت کو چار سے زیادہ نکاح جائز نہیں۔	۶۵	قوانین ازدواج اور ان کا نہایت باقاعدہ ہونا اور یہ بھی تفصیلات کے دفع کر کے لئے طلاق جائز ہونا وغیرہ عورتوں کے پردے میں رہنے کی حکمت اور یہ کہ پردہ انکے حق میں ظاہر نہیں بلکہ پردہ عیاشیوں سے انکی حفاظت کا ذریعہ عورتوں کی بے پردگی اور انکے اجنبی مردوں سے میل جول کر سنے کی غریبیاں
۶۹	تقدیر ازواج کی حکمت	۶۶	قوانین معاملات بیع اجارہ وغیرہ کا شریعت محمدیہ میں نہایت عدل کے موافق ہونا جس سے تنازعات کا بہت کچھ ازالہ ہو سکتا ہے۔
۶۹	چار شاہیوں کی اجازت کی حکمت	۶۷	حدود و قصاص وغیرہ کی حکمت
۶۹	جو اوصاف نہ کر سکے اسے متعدد شاہیوں کی اجازت نہیں	۶۸	حدسرقہ اور اسکی حکمت
۶۹	سیرت بنانے کی حکمت	۶۹	حرم محسن کی حکمت
۶۹	رسول اللہ صلیم کی ازواج سے آپ کے بعد نکاح حرام ہونا اور اسکی حکمت	۶۹	جلد غیر محسن اور اسکے سوہنے کی حکمت
۶۹	اس فرقہ سے تو اپنے بعد آنے والوں کے لئے استدلال کا بہت اچھا دروازہ کھولا یا خصوصاً جو زناہ بعثت نبوی کے مدتوں کے بعد آنے والے ہیں انکے لئے باب استدلال اور ہی وسیع ہو گیا کیونکہ اتنی مدت کے گزرنے کے بعد بھی آپ کی شریعت کے احکام باقاعدہ ہے اور عقل نہیں ہوسکتے	۶۹	حدسرقہ اور اسکے اسی ہونے کی حکمت
۶۹		۶۹	حدسرقہ اور اسکے اسی ہونے کی حکمت
۶۹		۶۹	شریعت محمدیہ شریعت سابقہ کے احکام کی جامع ہے اور اسے انسان کی ہر حالت کے مناسب آداب و قوانین مقرر کر دیا
۶۹		۶۹	انسان کی ہر حالتوں کے موافق شریعت میں قواعد و احکام لکھے گئے ہیں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۲	صحیح سبب قرار دیا		بعض لوگ جو شریعت کی حقیقت سے ناواقف ہیں ان کے
	اس فرقہ کا اس امر کو جانکر کہ ہم تمام چیزوں سے پورے		اس خیال کی غلطی کہ شریعت کے قوانین اس زمانہ کے موافق ہیں
	پورے واقف نہیں اپنے ہی کو سمجھا اور بات کا قائل ہونا		اور اصل یہ ہے کہ دوسری قوموں کے قواعد یا قواعد ناقص ہیں یا
۸۵	کہ اور حقایق ہی وجود ہو سکتی ہیں چنانچہ ہمیں اس بات کا نہیں		اسی شریعت سے غور ہوں اور کم سے کم اتنا ضرور ہے کہ
	لگا ہے		کوئی معینہ قاعدہ ایسا نہیں کہ اور کہیں ہو اور شریعت اس سے
	اس فرقہ کا اپنے اس دعوے پر قائم نہ رہ سکا کہ ہم بغیر حوا	۷۵	خالی ہو
	طسہ کے اور ان کے ہونے کی چیز کو نہیں لسنے اور حقایق		جسے ظاہر عام کے قوانین حاصل کرنا مقصود ہو ان کے
	کے دریافت کرنے سے اپنے ناصر ہونے کا اعتراف کرنا		شریعت کو اس امر کی تکلیف دینا چاہیے
	اور نیز یہ کہ مادی عالم کے علاوہ کسی دوسرے عالم کو نہ ماننا		ہو مسلمان قواعد شریعت کی پابندی نہیں کرتے انکی حالت
۸۶	محض تخمینی بات ہے	۷۶	سے شریعت پر اعتراض کرنا ہی غلطی ہے
	اس فرقہ کا اندیشہ انک کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ		فساد کی مثال
	وسلم کا دعوے بچاری ہو اور پھر اپنی بد انجامی سے خوف		ان لوگوں کے حالات سے جنکو لوگ علماء دین شمار کرتے
	کر کے اس بات کا قطعی فیصلہ کرنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم		ہیں اور انکی حالت غراب ہے شریعت پر اعتراض کرنا غلطی
۸۷	دعوے کی اچھی طرح جانچ کرنا ہی ٹھیک ہے۔	۷۷	ہے اور علماء آخرت و علماء سور میں فرق
	شریعت محمدیہ کے عقائد پر انکا مطلع ہونا جن سے بعض	۷۸	علماء سور
	انہیں اپنے علوم کے مخالف معلوم ہوئے ہیں اور جنکی تہ		مالوں کی صورت بنا کر کہانے کہانے والوں کے فریب
	سے قریب تھے کہ شریعت کے حال سے بحث کرنا چھوڑ		سے بچنا
۸۹	لیکن انہیں بحث کرنے کے بارے میں اپنا قطعی فیصلہ لایا		جامل صوفیوں کی مذمت
	اس فرقہ کا مسائل شریعت کے مذاکرہ کے لئے ایک	۷۹	سچے صوفیوں کے حالات
۹۱	شریعت داں عالم پر اعتماد کرنا کہ حق بات ظاہر ہو جائے		ساتویں فرقہ کا فرق سابقہ کے بالاتفاق رسول اللہ صلی
	اس عالم کا خلا سلفہ جدید کے نہر کا خلا دریافت کرنا اور انکا بیان کرنا		کی تصدیق کرنے سے آپ کے صدق پر استدلال
	سماوات و ارضیات حیات مختل انسان وغیرہ کے بارے میں		انہوں اس سائنس کے اور مادہ کا قدیم اسنے والا دہریہ فرقہ (زنا
۹۲	خلا سلفہ جدید کا خیال		کی ضرورت کے موافق اس فرقہ سے طول طویل اور قریب
	محمدی عالم کا مادہ کے حدوث کو ثابت کرنے کے لئے تہدید	۸۱	تفصیلی گفتگو کی گئی ہے)
۹۳	بیان کرنا		اس فرقہ کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے بحث
	ابطال مذہب خلا سلفی تہدید		کرنے کا کیا باعث ہوا اور اس فرقہ نے ایسی تفتیش کے بعد
	ابطال مذہب خلا سلفی کیلئے انکے مسلمات تین تینوں کو ناپا اور	۹۵	تمام لوگوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کرنے کا کیا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۷	منطقی ہو سکتا ہے۔	۹۸	حدوث مادہ کی اولیٰ دلیل منطقی ہیئت پر
۱۰۸	خدا کے ارادہ اور قدرت کا تعلق واجب اور محال کے ساتھ نہیں ہو سکتا	۹۹	حدوث مادہ کی دوسری دلیل
۱۰۹	خدا ہر شے کو جانتا ہے خواہ وہ موجود ہو یا گزشتہ یا آئندہ	۱۰۰	حدوث مادہ کی تیسری دلیل ثانی منطقی ہیئت میں
۱۰۹	اثبات قضا و قدر اور ان کے معنی کی توضیح	۱۰۱	دلیل اثبات آگہ کے تقدرات میں سے احتمال ترجیح بلا مرجح کی توضیح
۱۱۰	انبیاء اور اولیاء کی پیشین گوئی کی حقیقت	۱۰۱	اثبات آگہ
۱۱۰	خدا زندہ ہے	۱۰۲	ابطالان دور
۱۱۱	خدا مادہ کے تمام خواص سے بہرہ ور ہے	۱۰۲	دور معیت جائز ہے
۱۱۱	خدا اسکان اور محل کا محتاج نہیں	۱۰۳	ابطالان تسلسل
۱۱۱	خدا کے عرض نہ ہونے پر دوسری دلیل	۱۰۳	ابطالان تسلسل کے تقدرات کا بیان
۱۱۱	خدا موجود کا محتاج نہیں	۱۰۳	برہان تطبیق سے تسلسل کا ابطالان ثابت کرنا
۱۱۱	صفات حلاوتی اور صفات النوع مادہ میں محض اسی مشارکت ہے	۱۰۴	برہان علمی سے ابطالان تسلسل کا ثبوت
۱۱۱	خلا سلفہ جدید کے مقابل میں وحدانیت کی دلیل بیان کرنے کی حاجت نہیں	۱۰۴	خدا کا قدیم لذت ہونا
۱۱۱	سلمانوں کے عقیدہ سے بلا دلیل نہیں بلکہ یقینی دلیل پر مبنی ہیں لہذا وحدانیت کی دلیل بھی ضرور ہے۔	۱۰۵	خدا کا مرید اور محتار ہونا
۱۱۱	وحدانیت کے سرفروں کے لئے بھی دلیل وحدانیت کی ضرورت ہے۔	۱۰۵	خدا کے لئے کمال علم و قدرت ثابت کرنا
۱۱۱	قرآن میں توحید کی عقلی برہانی اور فاعلی دونوں قسم کی دلیلیں موجود ہیں	۱۰۶	گہری کی مثال دیکر خدا کے علم و قدرت کو سمجھانا اور یہ ظاہر کرنا کہ حرکت اجزاء مادہ کو انواع کے بننے کا سبب قرار دینا غلطی ہے۔
۱۱۲	وحدانیت کی عقلی دلیل	۱۰۶	اہل سائنس کو یہ بتلانا کہ وہ اپنے اس قاعدہ پر کہ بغیر مشاہدہ کے کچھ نہیں مانتے نہیں رہ سکتے اور اسکے چھوڑنے کی شہادتیں پیش کرنا اور ثابت کرنا کہ وہ عقلی استدلال کے بغیر مانے نہیں رہ سکتے
۱۱۳	دلیل طلوع کی ایسی تقریر جس سے اس کا قطعی دلیل ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔	۱۰۷	خدا کے ثابت ہوجانے کے بعد تنوعات عالم کی پیدائش کے لئے کسی دوسرے موجد کی ضرورت نہیں
۱۱۳	خدا کے لئے سوائے صفات مذکورہ بالا کے دیگر صفات کا کلیہ کے اثبات کی تنہید	۱۰۷	آریہ خانی کل کی مثال دیکر ثابت کرنا کہ اہل سائنس کا مذہب تحقیق عالم کے بارہ میں محض یہ ہے
۱۱۳		۱۰۷	خدا کا علم ارادہ اور قدرت ان میں ہر ایک کن کن اشارے کے ساتھ



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۴	انسان کسی چیز کا خالق نہیں وہ کچھ نہیں پیدا کر سکتا	۱۱۴	انسان جو کچھ تصرفات کرتا ہے وہ حقیقت میں مقرر کردہ قوانین قدرت کو تسلط کرتا ہے اور اس سے کام لیتا ہے خود مستقل طور پر کچھ نہیں کر سکتا۔
۱۲۳	یہ ثابت ہو چکا ہے (خلاف کر سکتا ہے اور فرق عاوت کا وقوع بعض مخصوص حالتوں میں ہوتا ہے جیسے کسی نبی کا مجرہ یا کسی ولی کی کرامت	۱۱۵	کوئی شے اپنے مثل یا اپنے الکل کو نہیں بنا سکتی اور اس کا ثبوت کہ خدا کی تمام صفات کامل ہیں
۱۲۴	علم ہیئت کی بحسب بحث اور عالم کو اگر سب خدا کی عظمت و قدرت پر استدلال	۱۱۶	خدا کا وسیع بصیر متکلم وغیرہ ہونا اور ان کے معنی کی تشریح اور خدا کے اوجہ ذات کے صفات کے ماہر کیا فرق ہے
۱۲۵	علم کائنات جو تعبیر اہل ہوا وغیرہ کی بحسب بحث اور عالم کائنات جو سے خدا کی عظمت و جبروت پر استدلال	۱۱۷	خدا کے لئے شریعت محمدیہ سے کچھ ایسے صفات بھی بتلا ہیں جن کا ثبوت یا عدم ثبوت محض عقل سے نہیں معلوم ہو سکتا
۱۲۶	روشنی کی حقیقت وغیرہ اور اس کے خاص پھر اس کی تفسیر پر اعتراضات جس سے اہل سائنس کو مجبوراً کسی فاعل مختار خدا کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔	۱۱۸	صفات خداوندی کے بارہ میں متشابہات کا حکم
۱۲۸	زمین کے جغرافیہ طبعی کی بحسب بحث	۱۱۹	خدا کے اسماء توصیفی ہیں اور اللہ علم ذات ہے
۱۲۹	سمندر کے حالات اور اس سے خدا کی عظمت و جبروت پر استدلال	۱۲۰	شریعت محمدیہ نے خدا کی عظمت اور اس کے صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہونے پر عقلی قطعی اور اطمینان بخش دلائل قسم کی دلیلوں سے استدلال کرنے کا طریقہ بتلایا ہے
۱۳۰	ہزاروں کا دھسپ بیان اور قدرت خدا کا اظہار	۱۲۱	آثار خداوندی سے خداوندی صفات پر استدلال کرنے کے لئے مقدمہ بیان کرنا چاہیے تاہم یہ کہ اوہ کی عالم اور خاص صفات کی نسبت مسلمان کیا عقیدہ رکھتے ہیں اور اہل سائنس کے ساتھ کس میں موافق یا مخالفت ہیں اور کیوں
۱۳۱	سہرہ نواروں اور دواؤں کی کیفیت	۱۲۲	ہر قسم کی کشش عام اور کشش انصاف اور رافعت پر ایک متفقانہ بحث
۱۳۲	جاوا کے دواؤں موت کا بیان	۱۲۳	قوانین قدرت کا محض عادی اسباب ہونا کچھ حقیقت میں خدا ہی کے پیدا کرنے سے موجود ہونا
۱۳۳	کوہ اور غاروں کا بیان	۱۲۴	سوائے خدا کے مسلمانوں کے اس اعتقاد کی کیا وجہ ہے کہ کسی کو موثر حقیقی نہیں مانتے اور اس کا کافی ثبوت خدا قوانین فطرت کے (جس کا محض عادی اسباب ہونا
۱۳۴	زمین کا بیان جس میں طرح طرح کی نباتات پیدا ہوتی ہیں	۱۲۵	سوائے خدا کے مسلمانوں کے اس اعتقاد کی کیا وجہ ہے کہ کسی کو موثر حقیقی نہیں مانتے اور اس کا کافی ثبوت خدا قوانین فطرت کے (جس کا محض عادی اسباب ہونا
۱۳۵	زمین کا بیان جس میں طرح طرح کی نباتات پیدا ہوتی ہیں	۱۲۶	سوائے خدا کے مسلمانوں کے اس اعتقاد کی کیا وجہ ہے کہ کسی کو موثر حقیقی نہیں مانتے اور اس کا کافی ثبوت خدا قوانین فطرت کے (جس کا محض عادی اسباب ہونا
۱۳۶	معادن کا بیان اور خداوندی قدرت کا اظہار	۱۲۷	سوائے خدا کے مسلمانوں کے اس اعتقاد کی کیا وجہ ہے کہ کسی کو موثر حقیقی نہیں مانتے اور اس کا کافی ثبوت خدا قوانین فطرت کے (جس کا محض عادی اسباب ہونا
۱۳۷	مناطیس کے خواص اور اہل سائنس نے جو انکی وجہ بیان کی ہے اس پر چار نہایت سخت اشکال دار ذکر کے ان کا ناقابل تسلیم کرنا اور خدا کی عظمت اور قدرت پر نہایت نفی استدلال	۱۲۸	سوائے خدا کے مسلمانوں کے اس اعتقاد کی کیا وجہ ہے کہ کسی کو موثر حقیقی نہیں مانتے اور اس کا کافی ثبوت خدا قوانین فطرت کے (جس کا محض عادی اسباب ہونا
۱۳۸	علم نباتات کی کس قدر تفصیلی اور نہایت بحسب بحث اور ذاتی	۱۲۹	سوائے خدا کے مسلمانوں کے اس اعتقاد کی کیا وجہ ہے کہ کسی کو موثر حقیقی نہیں مانتے اور اس کا کافی ثبوت خدا قوانین فطرت کے (جس کا محض عادی اسباب ہونا
۱۳۹	دنیا سے خدا کے صفات کمالیہ پر نہایت واضح استدلال	۱۳۰	سوائے خدا کے مسلمانوں کے اس اعتقاد کی کیا وجہ ہے کہ کسی کو موثر حقیقی نہیں مانتے اور اس کا کافی ثبوت خدا قوانین فطرت کے (جس کا محض عادی اسباب ہونا
۱۴۰	شکری نباتات کا ذکر	۱۳۱	سوائے خدا کے مسلمانوں کے اس اعتقاد کی کیا وجہ ہے کہ کسی کو موثر حقیقی نہیں مانتے اور اس کا کافی ثبوت خدا قوانین فطرت کے (جس کا محض عادی اسباب ہونا
۱۴۱	جوالی نباتات کا ذکر	۱۳۲	سوائے خدا کے مسلمانوں کے اس اعتقاد کی کیا وجہ ہے کہ کسی کو موثر حقیقی نہیں مانتے اور اس کا کافی ثبوت خدا قوانین فطرت کے (جس کا محض عادی اسباب ہونا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات	۱۳۴	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات
۱۴۹	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کے خواص		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کے خواص
۱۵۱	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت کی تشریح		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت کی تشریح
۱۵۲	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات میں خطرہ لونی کیونکر واقعہ ہوئی		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات میں خطرہ لونی کیونکر واقعہ ہوئی
	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کے خواص کے موافق ہلچل کی نظر آتی ہے		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کے خواص کے موافق ہلچل کی نظر آتی ہے
۱۵۳	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کے سیدھی نظر آنے کی قرین قیاس وجہ	۱۳۵	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کے سیدھی نظر آنے کی قرین قیاس وجہ
	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	یہ کہ دماغ کے ادراک کی نیکی حقیقت کے بیان کرنے سے	۱۳۶	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	اہل سائنس عاجز ہیں اور مادہ یا اُس کی خطرناکی کثرت	۱۳۸	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	وغیرہ کا انتظام درویش کے لئے محض ناکافی ہونا		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
۱۵۵	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور	۱۳۹	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	قناتہ و مجہ کے بننے کے لئے مادہ کی غیر ارادی حرکت		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
۱۵۷	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	وغیرہ کافی نہیں اور پھر خدا پرستدلال		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	بنیائی کے اجمالی طور پر منافع	۱۴۰	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	محض خدا کے رویت پیدا کرنے سے ہمیں نظر آتا ہے		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	اور ہر کے متعلق تمام قوانین قدرت عادی شرائط میں		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	کوئی قانون موثر بالذات نہیں اور اُس کے ثبوت میں ایک	۱۴۱	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	امریکا کے واقعہ کا ذکر		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
۱۵۹	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور	۱۴۲	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	جسم حیوانی جن اعضا پر مشتمل ہے اور جو اُس کے افعال		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	میں اُن کا اجمالی بیان اور خدا کی حکمت کا اظہار	۱۴۷	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	علوم کائنات جاننے والے خدا کے وجود پر اُسکی ذی		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	قدرت ذی حکمت ہونے پر اس طرح اور اوصاف پر استدلال	۱۴۸	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	آنکھ کے زیادہ سستی ہیں		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	کاجوں میں جنہیں کہ سائنس و طبیعیات وغیرہ علوم کائنات		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	پر اُسے جلتے ہیں تعلیم پانے والوں کے عقائد بھائے		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	قوت ایمان کے فاسد کیوں ہوتے ہیں اور اُسکی اصلاح		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
۱۶۰	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور	۱۴۹	انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور
	کی کیا تدبیر ہے		انسانی تشکیل رکھنے والی نبات کی کیفیت سے خدا پرستدلال اور

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۷۶	اہل سائنس کی مثال معتزلہ کی سی ہے	۱۶۲	قانون قدرت کے معنی ایک مثال میں سمجھانا
۱۷۷	اسلامی عالم کا اہل سائنس کے مذہب میں سے چار مسئلوں کو ان پر گفتگو کرنے کے لئے انتخاب کرنا	۱۶۳	روح حیات عقل و غیرہ کے مباحث میں خالق کائنات کے وجود نہایت ہی قوی دلائل موجود ہیں اور ان کی عقل ان کی حقیقت کے سمجھنے سے عاجز ہے اور اسکا راز
۱۷۸	.....	۱۶۴	اہل سائنس کو اس بات سے متنبہ کرنا کہ ان کے عقائد کا نتیجہ نہایت ہی خطرناک ہے
۱۷۹	.....	۱۶۵	اہل اسلام اور اہل سائنس کی حالت کو ایسے دو شخصوں کی مثال فرض کر کے دکھلانا جو ایک قصہ میں داخل ہوئے اور ہر ایک نے جداگانہ رائے قائم کی
۱۸۰	.....	۱۶۶	فات خداوندی - تمام عالم کو اس کا عدم محض سے پیدا کرنا اور اس کی مخلوقات میں اس کا حکم جاری ہونا وغیرہ جو امور پر ثابت کئے گئے اہل سائنس کے اوپر اعتراضات اور ان کے معقول جوابات
۱۸۱	.....	۱۶۷	اہل سائنس کی کتب میں کثرت ایسی شکیار کے مذکور ہیں سے جن کی حقیقت نامعلوم ہے انکے اور ان کی حقیقت سے قاصر و عاجز ہونے پر استدلال
۱۸۲	.....	۱۶۸	اہل سائنس کا بارہ کی حقیقت کافی طور پر نہ جملہ سائنس اور نیز جو اس قسم سے ادراک کر سکی جو حقیقت ہے اس سے ناواقف ہونا
۱۸۳	.....	۱۶۹	حیات اور عقل کی حقیقت سمجھنے سے اہل سائنس کا عاجز ہونا
۱۸۴	.....	۱۷۰	روحانی کے قوانین کے موافق ہوا شکیار کا کس نظر آتی جائیں لیکن پھر بھی سیدھی دکھائی دیتی ہیں اور اسکی کوئی قطعی وجہ اہل سائنس نہیں بیان کر سکتے
۱۸۵	.....	۱۷۱	یہ کہنا غلط ہے کہ ایمان علم نہیں ہے کیونکہ ایمان تو علم کے اعلیٰ درجہ (یقین) کا نام ہے
۱۸۶	.....	۱۷۲	خدا کی عظمت کے مقابل میں انسان کی ایسی ہی مثال ہے جیسے ہمارے مقابل میں خود بین سے بانی میں نظر آجائے گی

۱۸۳  
۱۸۴  
۱۸۵  
۱۸۶  
۱۸۷  
۱۸۸  
۱۸۹  
۱۹۰  
۱۹۱  
۱۹۲  
۱۹۳  
۱۹۴  
۱۹۵  
۱۹۶  
۱۹۷  
۱۹۸  
۱۹۹  
۲۰۰  
۲۰۱  
۲۰۲  
۲۰۳  
۲۰۴  
۲۰۵  
۲۰۶  
۲۰۷  
۲۰۸  
۲۰۹  
۲۱۰  
۲۱۱  
۲۱۲  
۲۱۳  
۲۱۴  
۲۱۵  
۲۱۶  
۲۱۷  
۲۱۸  
۲۱۹  
۲۲۰  
۲۲۱  
۲۲۲  
۲۲۳  
۲۲۴  
۲۲۵  
۲۲۶  
۲۲۷  
۲۲۸  
۲۲۹  
۲۳۰  
۲۳۱  
۲۳۲  
۲۳۳  
۲۳۴  
۲۳۵  
۲۳۶  
۲۳۷  
۲۳۸  
۲۳۹  
۲۴۰  
۲۴۱  
۲۴۲  
۲۴۳  
۲۴۴  
۲۴۵  
۲۴۶  
۲۴۷  
۲۴۸  
۲۴۹  
۲۵۰  
۲۵۱  
۲۵۲  
۲۵۳  
۲۵۴  
۲۵۵  
۲۵۶  
۲۵۷  
۲۵۸  
۲۵۹  
۲۶۰  
۲۶۱  
۲۶۲  
۲۶۳  
۲۶۴  
۲۶۵  
۲۶۶  
۲۶۷  
۲۶۸  
۲۶۹  
۲۷۰  
۲۷۱  
۲۷۲  
۲۷۳  
۲۷۴  
۲۷۵  
۲۷۶  
۲۷۷  
۲۷۸  
۲۷۹  
۲۸۰  
۲۸۱  
۲۸۲  
۲۸۳  
۲۸۴  
۲۸۵  
۲۸۶  
۲۸۷  
۲۸۸  
۲۸۹  
۲۹۰  
۲۹۱  
۲۹۲  
۲۹۳  
۲۹۴  
۲۹۵  
۲۹۶  
۲۹۷  
۲۹۸  
۲۹۹  
۳۰۰  
۳۰۱  
۳۰۲  
۳۰۳  
۳۰۴  
۳۰۵  
۳۰۶  
۳۰۷  
۳۰۸  
۳۰۹  
۳۱۰  
۳۱۱  
۳۱۲  
۳۱۳  
۳۱۴  
۳۱۵  
۳۱۶  
۳۱۷  
۳۱۸  
۳۱۹  
۳۲۰  
۳۲۱  
۳۲۲  
۳۲۳  
۳۲۴  
۳۲۵  
۳۲۶  
۳۲۷  
۳۲۸  
۳۲۹  
۳۳۰  
۳۳۱  
۳۳۲  
۳۳۳  
۳۳۴  
۳۳۵  
۳۳۶  
۳۳۷  
۳۳۸  
۳۳۹  
۳۴۰  
۳۴۱  
۳۴۲  
۳۴۳  
۳۴۴  
۳۴۵  
۳۴۶  
۳۴۷  
۳۴۸  
۳۴۹  
۳۵۰  
۳۵۱  
۳۵۲  
۳۵۳  
۳۵۴  
۳۵۵  
۳۵۶  
۳۵۷  
۳۵۸  
۳۵۹  
۳۶۰  
۳۶۱  
۳۶۲  
۳۶۳  
۳۶۴  
۳۶۵  
۳۶۶  
۳۶۷  
۳۶۸  
۳۶۹  
۳۷۰  
۳۷۱  
۳۷۲  
۳۷۳  
۳۷۴  
۳۷۵  
۳۷۶  
۳۷۷  
۳۷۸  
۳۷۹  
۳۸۰  
۳۸۱  
۳۸۲  
۳۸۳  
۳۸۴  
۳۸۵  
۳۸۶  
۳۸۷  
۳۸۸  
۳۸۹  
۳۹۰  
۳۹۱  
۳۹۲  
۳۹۳  
۳۹۴  
۳۹۵  
۳۹۶  
۳۹۷  
۳۹۸  
۳۹۹  
۴۰۰  
۴۰۱  
۴۰۲  
۴۰۳  
۴۰۴  
۴۰۵  
۴۰۶  
۴۰۷  
۴۰۸  
۴۰۹  
۴۱۰  
۴۱۱  
۴۱۲  
۴۱۳  
۴۱۴  
۴۱۵  
۴۱۶  
۴۱۷  
۴۱۸  
۴۱۹  
۴۲۰  
۴۲۱  
۴۲۲  
۴۲۳  
۴۲۴  
۴۲۵  
۴۲۶  
۴۲۷  
۴۲۸  
۴۲۹  
۴۳۰  
۴۳۱  
۴۳۲  
۴۳۳  
۴۳۴  
۴۳۵  
۴۳۶  
۴۳۷  
۴۳۸  
۴۳۹  
۴۴۰  
۴۴۱  
۴۴۲  
۴۴۳  
۴۴۴  
۴۴۵  
۴۴۶  
۴۴۷  
۴۴۸  
۴۴۹  
۴۵۰  
۴۵۱  
۴۵۲  
۴۵۳  
۴۵۴  
۴۵۵  
۴۵۶  
۴۵۷  
۴۵۸  
۴۵۹  
۴۶۰  
۴۶۱  
۴۶۲  
۴۶۳  
۴۶۴  
۴۶۵  
۴۶۶  
۴۶۷  
۴۶۸  
۴۶۹  
۴۷۰  
۴۷۱  
۴۷۲  
۴۷۳  
۴۷۴  
۴۷۵  
۴۷۶  
۴۷۷  
۴۷۸  
۴۷۹  
۴۸۰  
۴۸۱  
۴۸۲  
۴۸۳  
۴۸۴  
۴۸۵  
۴۸۶  
۴۸۷  
۴۸۸  
۴۸۹  
۴۹۰  
۴۹۱  
۴۹۲  
۴۹۳  
۴۹۴  
۴۹۵  
۴۹۶  
۴۹۷  
۴۹۸  
۴۹۹  
۵۰۰  
۵۰۱  
۵۰۲  
۵۰۳  
۵۰۴  
۵۰۵  
۵۰۶  
۵۰۷  
۵۰۸  
۵۰۹  
۵۱۰  
۵۱۱  
۵۱۲  
۵۱۳  
۵۱۴  
۵۱۵  
۵۱۶  
۵۱۷  
۵۱۸  
۵۱۹  
۵۲۰  
۵۲۱  
۵۲۲  
۵۲۳  
۵۲۴  
۵۲۵  
۵۲۶  
۵۲۷  
۵۲۸  
۵۲۹  
۵۳۰  
۵۳۱  
۵۳۲  
۵۳۳  
۵۳۴  
۵۳۵  
۵۳۶  
۵۳۷  
۵۳۸  
۵۳۹  
۵۴۰  
۵۴۱  
۵۴۲  
۵۴۳  
۵۴۴  
۵۴۵  
۵۴۶  
۵۴۷  
۵۴۸  
۵۴۹  
۵۵۰  
۵۵۱  
۵۵۲  
۵۵۳  
۵۵۴  
۵۵۵  
۵۵۶  
۵۵۷  
۵۵۸  
۵۵۹  
۵۶۰  
۵۶۱  
۵۶۲  
۵۶۳  
۵۶۴  
۵۶۵  
۵۶۶  
۵۶۷  
۵۶۸  
۵۶۹  
۵۷۰  
۵۷۱  
۵۷۲  
۵۷۳  
۵۷۴  
۵۷۵  
۵۷۶  
۵۷۷  
۵۷۸  
۵۷۹  
۵۸۰  
۵۸۱  
۵۸۲  
۵۸۳  
۵۸۴  
۵۸۵  
۵۸۶  
۵۸۷  
۵۸۸  
۵۸۹  
۵۹۰  
۵۹۱  
۵۹۲  
۵۹۳  
۵۹۴  
۵۹۵  
۵۹۶  
۵۹۷  
۵۹۸  
۵۹۹  
۶۰۰  
۶۰۱  
۶۰۲  
۶۰۳  
۶۰۴  
۶۰۵  
۶۰۶  
۶۰۷  
۶۰۸  
۶۰۹  
۶۱۰  
۶۱۱  
۶۱۲  
۶۱۳  
۶۱۴  
۶۱۵  
۶۱۶  
۶۱۷  
۶۱۸  
۶۱۹  
۶۲۰  
۶۲۱  
۶۲۲  
۶۲۳  
۶۲۴  
۶۲۵  
۶۲۶  
۶۲۷  
۶۲۸  
۶۲۹  
۶۳۰  
۶۳۱  
۶۳۲  
۶۳۳  
۶۳۴  
۶۳۵  
۶۳۶  
۶۳۷  
۶۳۸  
۶۳۹  
۶۴۰  
۶۴۱  
۶۴۲  
۶۴۳  
۶۴۴  
۶۴۵  
۶۴۶  
۶۴۷  
۶۴۸  
۶۴۹  
۶۵۰  
۶۵۱  
۶۵۲  
۶۵۳  
۶۵۴  
۶۵۵  
۶۵۶  
۶۵۷  
۶۵۸  
۶۵۹  
۶۶۰  
۶۶۱  
۶۶۲  
۶۶۳  
۶۶۴  
۶۶۵  
۶۶۶  
۶۶۷  
۶۶۸  
۶۶۹  
۶۷۰  
۶۷۱  
۶۷۲  
۶۷۳  
۶۷۴  
۶۷۵  
۶۷۶  
۶۷۷  
۶۷۸  
۶۷۹  
۶۸۰  
۶۸۱  
۶۸۲  
۶۸۳  
۶۸۴  
۶۸۵  
۶۸۶  
۶۸۷  
۶۸۸  
۶۸۹  
۶۹۰  
۶۹۱  
۶۹۲  
۶۹۳  
۶۹۴  
۶۹۵  
۶۹۶  
۶۹۷  
۶۹۸  
۶۹۹  
۷۰۰  
۷۰۱  
۷۰۲  
۷۰۳  
۷۰۴  
۷۰۵  
۷۰۶  
۷۰۷  
۷۰۸  
۷۰۹  
۷۱۰  
۷۱۱  
۷۱۲  
۷۱۳  
۷۱۴  
۷۱۵  
۷۱۶  
۷۱۷  
۷۱۸  
۷۱۹  
۷۲۰  
۷۲۱  
۷۲۲  
۷۲۳  
۷۲۴  
۷۲۵  
۷۲۶  
۷۲۷  
۷۲۸  
۷۲۹  
۷۳۰  
۷۳۱  
۷۳۲  
۷۳۳  
۷۳۴  
۷۳۵  
۷۳۶  
۷۳۷  
۷۳۸  
۷۳۹  
۷۴۰  
۷۴۱  
۷۴۲  
۷۴۳  
۷۴۴  
۷۴۵  
۷۴۶  
۷۴۷  
۷۴۸  
۷۴۹  
۷۵۰  
۷۵۱  
۷۵۲  
۷۵۳  
۷۵۴  
۷۵۵  
۷۵۶  
۷۵۷  
۷۵۸  
۷۵۹  
۷۶۰  
۷۶۱  
۷۶۲  
۷۶۳  
۷۶۴  
۷۶۵  
۷۶۶  
۷۶۷  
۷۶۸  
۷۶۹  
۷۷۰  
۷۷۱  
۷۷۲  
۷۷۳  
۷۷۴  
۷۷۵  
۷۷۶  
۷۷۷  
۷۷۸  
۷۷۹  
۷۸۰  
۷۸۱  
۷۸۲  
۷۸۳  
۷۸۴  
۷۸۵  
۷۸۶  
۷۸۷  
۷۸۸  
۷۸۹  
۷۹۰  
۷۹۱  
۷۹۲  
۷۹۳  
۷۹۴  
۷۹۵  
۷۹۶  
۷۹۷  
۷۹۸  
۷۹۹  
۸۰۰  
۸۰۱  
۸۰۲  
۸۰۳  
۸۰۴  
۸۰۵  
۸۰۶  
۸۰۷  
۸۰۸  
۸۰۹  
۸۱۰  
۸۱۱  
۸۱۲  
۸۱۳  
۸۱۴  
۸۱۵  
۸۱۶  
۸۱۷  
۸۱۸  
۸۱۹  
۸۲۰  
۸۲۱  
۸۲۲  
۸۲۳  
۸۲۴  
۸۲۵  
۸۲۶  
۸۲۷  
۸۲۸  
۸۲۹  
۸۳۰  
۸۳۱  
۸۳۲  
۸۳۳  
۸۳۴  
۸۳۵  
۸۳۶  
۸۳۷  
۸۳۸  
۸۳۹  
۸۴۰  
۸۴۱  
۸۴۲  
۸۴۳  
۸۴۴  
۸۴۵  
۸۴۶  
۸۴۷  
۸۴۸  
۸۴۹  
۸۵۰  
۸۵۱  
۸۵۲  
۸۵۳  
۸۵۴  
۸۵۵  
۸۵۶  
۸۵۷  
۸۵۸  
۸۵۹  
۸۶۰  
۸۶۱  
۸۶۲  
۸۶۳  
۸۶۴  
۸۶۵  
۸۶۶  
۸۶۷  
۸۶۸  
۸۶۹  
۸۷۰  
۸۷۱  
۸۷۲  
۸۷۳  
۸۷۴  
۸۷۵  
۸۷۶  
۸۷۷  
۸۷۸  
۸۷۹  
۸۸۰  
۸۸۱  
۸۸۲  
۸۸۳  
۸۸۴  
۸۸۵  
۸۸۶  
۸۸۷  
۸۸۸  
۸۸۹  
۸۹۰  
۸۹۱  
۸۹۲  
۸۹۳  
۸۹۴  
۸۹۵  
۸۹۶  
۸۹۷  
۸۹۸  
۸۹۹  
۹۰۰  
۹۰۱  
۹۰۲  
۹۰۳  
۹۰۴  
۹۰۵  
۹۰۶  
۹۰۷  
۹۰۸  
۹۰۹  
۹۱۰  
۹۱۱  
۹۱۲  
۹۱۳  
۹۱۴  
۹۱۵  
۹۱۶  
۹۱۷  
۹۱۸  
۹۱۹  
۹۲۰  
۹۲۱  
۹۲۲  
۹۲۳  
۹۲۴  
۹۲۵  
۹۲۶  
۹۲۷  
۹۲۸  
۹۲۹  
۹۳۰  
۹۳۱  
۹۳۲  
۹۳۳  
۹۳۴  
۹۳۵  
۹۳۶  
۹۳۷  
۹۳۸  
۹۳۹  
۹۴۰  
۹۴۱  
۹۴۲  
۹۴۳  
۹۴۴  
۹۴۵  
۹۴۶  
۹۴۷  
۹۴۸  
۹۴۹  
۹۵۰  
۹۵۱  
۹۵۲  
۹۵۳  
۹۵۴  
۹۵۵  
۹۵۶  
۹۵۷  
۹۵۸  
۹۵۹  
۹۶۰  
۹۶۱  
۹۶۲  
۹۶۳  
۹۶۴  
۹۶۵  
۹۶۶  
۹۶۷  
۹۶۸  
۹۶۹  
۹۷۰  
۹۷۱  
۹۷۲  
۹۷۳  
۹۷۴  
۹۷۵  
۹۷۶  
۹۷۷  
۹۷۸  
۹۷۹  
۹۸۰  
۹۸۱  
۹۸۲  
۹۸۳  
۹۸۴  
۹۸۵  
۹۸۶  
۹۸۷  
۹۸۸  
۹۸۹  
۹۹۰  
۹۹۱  
۹۹۲  
۹۹۳  
۹۹۴  
۹۹۵  
۹۹۶  
۹۹۷  
۹۹۸  
۹۹۹  
۱۰۰۰



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۰۲	قانون انتخاب طبعی سے مذہب نشو و نما کی منہ نہیں نکلتا		اہل سائنس اگر اسلامی دین کے مقصد ہو جائیں تو وہ عالم کے پیدا ہونے کی کیفیت اپنے خیال کے موافق اسلامی طریقہ پر بھی بیان کر سکتے ہیں اگرچہ وہ صرف بعض علماء ہی کے قول کے موافق ہو اور اتنا بھی انکی ریخت کے لئے کافی ہو سکتا
۲۰۳	انسان کا ہند سے ترقی کر کے بنانا ایک پرجہ خیال ہے اور اس کے خلاف ایک عقلی دلیل موجود ہے	۱۸۵	ان نصوص کا بیان جن سے نظائر ترقی انسان کا طریق خلق کے مستقل طور پر پیدا ہونا معلوم ہوتا ہے اور اہل اسلام کو ان نصوص کی تاویل کرنا ضروری نہیں جب تک کہ طبعی نشو و نما کے لائق قائم نہ ہو جائیں
۲۰۴	حیات اور عقل کے بارے میں شریعت میں جو وارد ہوگا اس میں اور اہل سائنس کے قول کے امین تطبیق دینا	۱۸۹	اگر اہل سائنس اسلام قبول کر لیں اور ان کے پاس طریق نشو و نما کی عقلی دلیل قائم ہو جائے تو نصوص مذکورہ کو طبعی نشو و نما پر منطبق کر سکتے ہیں اور اس مقام کے بارے میں جہاں کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور جہاں کہ وہ صبح بخیر روئے کے رہے علماء اسلام میں سے بعض کے قول پر اعتماد کر لیں جب بھی اسلامی دین سے خارج نہ ہوں گے
۲۰۵	عقل کی تقسیم عریزی اور عقلی کتب کی طرف	۱۹۱	طبعی دلیلوں کی وجہ سے نصوص شرعیہ میں تاویل جائز نہیں اور نہ دین کر سکتا ہو جائیگا
۲۰۶	ان باقی شرعی مسائل کا بیان جن سے اہل سائنس انکار کرتے ہیں۔ یعنی اسمان۔ عرش۔ کرسی۔ لوح۔ قلم وغیرہ حالانکہ عقل اور تحقیقات فکری کے خلاف نہیں اور مسلمان انگوٹیوں پر فرشتوں اور جنوں کا موجود ہونا اور ان کا شکل بدل لینے پر قادر ہونا اور نظر نہ کرنا عقل کے خلاف نہیں اور طبعیات میں سے اس کے نظائر پیش کرنا	۱۹۲	جو دلائل اہل سائنس نے طریق نشو و نما پر قائم کی ہیں وہ طبعی ہیں اور ان کی مشہور دلیلوں کا بیان کر کے ان کی شخصیات جلیج
۲۰۹	روح کا موجود ہونا قیامت کا قائم ہونا جنت و دوزخ میں داخل ہونا وغیرہ عقل کے خلاف نہیں	۱۹۳	ان کے درجہ کی فوج کا اعلیٰ درجہ کی فوج کی جانب ترقی کرنا جائز قدرتی قوانین کے موافق ہے اور ان کا بیان بعض حیوانات میں اعضا کے غیر مکمل نشانات پائے جانے سے طریقہ نشو و نما پر استدلال نہیں ہو سکتا
۲۱۱	تمام عالم کے فنا ہوجانے کے متعلق ایک مضمون	۱۹۴	علم جیولوجی سے بھی طریق نشو و نما پر استدلال نہیں ہو سکتا
۲۱۲	مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور اسکی نسبت مسلمان کیا اعتقاد کرتے ہیں اور ان اعتراضات کا جواب جو خلا دار دہرتے ہیں	۱۹۵	چاروں قوانین قدرت طریق خلق پر بھی منطبق ہو سکتے ہیں اور نیز باجم ثنائیات کے پیدا کئے جانے کی حکمت
۲۱۵	انسان کے دو قسم کے اجزاء ہوتے ہیں۔ اعلیٰ و فضلیہ اور مرے کے بعد زندہ ہونے کی اس بنا پر توجیہ	۱۹۶	قانون ثنائیات کا ایک نسخہ خارج بحث اور اس مذہب نشو و نما کی تہہ ہو سکتا
۲۲۱	انام رازی کا اسباب پر استدلال کہ انسان بدن کا نام نہیں کچھ اور شے ہے اور اس کا مقرر قلب ہے	۱۹۷	
۲۱۸	جس آیت میں اولاد آدم سے عہد لینے کا ذکر ہے اسکی تفسیر توجیہ اور علم فزیالوجی وغیرہ کے موافق ہو سکتا	۱۹۸	
	ثبوت	۲۰۰	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲۰	اس بات کا بیان کہ مولف حمید یہ سنے بعض اوقات کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ امریکہ کا وجود اسلامی دین کے موافق نہیں بنا جاسکتا کیونکہ اس سے زمین کی گردیت لازم آتی ہے۔ اور اس بات کا بیان کہ زمین کی گردیت بلا مخالفت اسلامی دین کے مانا جاسکتی ہے	۲۲۰	اہل سائنس کے علوم کے موافق بحث اور نشر کی تقریر اور علم فزیکس کی جہازات اس کا قریب القرب ثابت کرنا
۲۳۱	اہل سائنس کو اسلامی دین کی حقانیت پر اطمینان ہو جانا اور انکا اسلام قبول کر لینا	۲۲۱	روح کی مثال مقناطیس کی سی ہے جسے کسی بدن سے متعلق ہوتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے جیسے کہ مقناطیس جب فرائض سے متصل ہوتا ہے تو اس میں بھی قوت کششی آجاتی ہے
۲۳۲	اس فرقہ کا ذکر جس کو مادہ جو کہ دلائل کی وجہ سے اسلام کی حقانیت کا یقین ہو گیا تھا پھر بھی اسے اپنی کسر شان سمجھ کر اسلام کا اقرار کرنے سے عار کیا۔ اور پھر تمام فرقوں کے دلائل میں اس کا شبہ نکالنا اور ان فرقوں کا جواب دینا	۲۲۲	خلاصہ اس تقریر کا جو انسان کے دوبارہ زندہ کرنے کا کے بارے میں مذکور ہوئی
۲۳۳	اس فرقہ پر جسے قرآن کے مقابلہ سے عاجز آکر محمد صلی علیہ وسلم کے رسول ہونے کی تصدیق کی تھی ان کا شہادت وارڈ کرنا اور اس فرقہ کا جواب دینا	۲۲۳	بحث و نشر وغیرہ کا اجمالی اعتقاد جمہور کے مخصوص سے معلوم ہوتا ہے نجات کے لئے کافی ہے اور تفصیل محض اس غرض سے کی جاتی ہے تاکہ لوگ ان امور کو محال نہ سمجھیں اور جو شہادت الہیہ پیدا ہو سکتے تھے دفع ہو جائیں
۲۳۴	ان کا اس فرقہ پر شبہ وارڈ کرنا جسے قرآن کو صفات صلیہ پر مشتمل پاکر شریعت کے منتظم اور باقاعدہ ہونے کی وجہ سے تصدیق کی تھی اور اس فرقہ کا جواب دینا اور حضرت کے اسی ہونے کا ثبوت اور حضرت کو کسی دوسرے سے سیکھ لینے کی تہمت لگائی جاتی ہے اسکو دفع کرنا	۲۲۴	بحث و نشر کے واقع ہونے پر عقلی دلائل جو ہر مصلحت کے لئے اطمینان بخش ہیں
۲۳۵	ان لوگوں کا اس فرقہ پر شبہات وارڈ کرنا جسے سابق کے تینوں فرقوں کی حالت دیکھ کر تصدیق کر لی تھی اور اس فرقہ کا انھو کا جواب دینا	۲۲۵	قیامت کی اول دلیل
۲۳۶	ان لوگوں کا اس فرقہ پر شبہات وارڈ کرنا جس نے معجزات اور خوارق عادات دیکھ کر تصدیق کی تھی اور اس فرقہ کا جواب دینا اور آپ کی نسبت ساختہ ہونے کے احتمال کو رد کرنا	۲۲۶	قیامت کی دوسری دلیل
۲۳۷	ان لوگوں کا اس فرقہ پر شبہات وارڈ کرنا جس نے معجزات اور خوارق عادات دیکھ کر تصدیق کی تھی اور اس فرقہ کا جواب دینا اور آپ کی نسبت ساختہ ہونے کے احتمال کو رد کرنا	۲۲۷	مشترک تیسری دلیل
۲۳۸	ان لوگوں کا اس فرقہ پر شبہات وارڈ کرنا جس نے معجزات اور خوارق عادات دیکھ کر تصدیق کی تھی اور اس فرقہ کا جواب دینا اور آپ کی نسبت ساختہ ہونے کے احتمال کو رد کرنا	۲۲۸	مشترک چوتھی دلیل
۲۳۹	ان لوگوں کا اس فرقہ پر شبہات وارڈ کرنا جس نے معجزات اور خوارق عادات دیکھ کر تصدیق کی تھی اور اس فرقہ کا جواب دینا اور آپ کی نسبت ساختہ ہونے کے احتمال کو رد کرنا	۲۲۹	مشترک پانچویں دلیل
۲۴۰	ان لوگوں کا اس فرقہ پر شبہات وارڈ کرنا جس نے معجزات اور خوارق عادات دیکھ کر تصدیق کی تھی اور اس فرقہ کا جواب دینا اور آپ کی نسبت ساختہ ہونے کے احتمال کو رد کرنا	۲۳۰	اس بات کا بیان کہ انکار بحث کے بارہ میں اہل سائنس کا خیال اتنا بڑا شر ہے کہ جس کے برابر کوئی دوسرا شر نہیں آسمان سے پانی نازل ہونے کا مسئلہ اور قوانین عقلی پر اسکی تطبیق
۲۴۱	ان لوگوں کا اس فرقہ پر شبہات وارڈ کرنا جس نے معجزات اور خوارق عادات دیکھ کر تصدیق کی تھی اور اس فرقہ کا جواب دینا اور آپ کی نسبت ساختہ ہونے کے احتمال کو رد کرنا	۲۳۱	اہل سائنس کو جو شرعی امور کو عقلی قواعد کے خلاف معلوم ہوں وہ علماء و افتاء کا پریش کر کے انکی توجیہ دینا کہیں اور ناواقفوں سے بچتے نہیں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۵۲	اور اس بات کا ثبوت کہ جہاں سے پہلے ہی بکثرت لوگ اسلام لا چکے تھے	۲۴۳	ان لوگوں کا اس فرقہ کے پاس اگر شہادت وارو کرنا جسے انبیاء سابقین اور کتب سابقہ کی تہدائی ہوئی ہے آپ پر منطبق ہو جانے سے آپ کی رسالت پر تسلل کیا اور اس فرقہ انکو جواب دینا
۲۵۶	بعض لوگوں کا غلامی کو بڑا کھانا اور اسکا روک شریعت میں جس غلامی کی اجازت ہے وہ حق ہے بلکہ کبھی غلام کے لئے نفع کا باعث ہوتی ہے اور غلام کے موئے پر حقوق شریعت کی وصیتیں جو غلام کے ساتھ سلوک کرنے اور گذران میں مساوات کے لحاظ رکھنے کے بارہ میں کی گئی ہیں اور آزاد کرنے کی ترغیب اور آزادی کے وسائل جو شریعت نے مقرر کئے اور نیز غلام کا اپنے موئے کے ساتھ نسب کی طرح رشتہ قائم ہو جانا وغیرہ	۲۴۴	ان لوگوں کا اس فرقہ کے پاس اگر شہادت وارو کرنا جسے اولہ سابقہ کے آپ کے صدق پر متفق ہو جانے سے استدلال کیا اور اس فرقہ کا انکو جواب دینا اور نیز اس امر کا بیان کہ مجھ کو حکم اپنے افراد کے علاوہ ایک خاص حکم ہی ہوتا ہے
۲۵۸	وہ ذریعہ جو شریعت نے غلاموں کی آزادی کے لئے مشروع کئے ہیں۔	۲۴۵	پہر ان لوگوں کا اہل سائنس اور مادہ کے قدیم ہونے والے فرقہ پر شہادت وارو کرنا جسے بڑی بحث و تفتیش کے بعد آپ کی تصدیق کی تھی اور پہر اس فرقہ کا انکو جواب دینا
۲۶۰	غلاموں کو بدولت غلامی کے بسا اوقات اس قدر نعمت مل جاتی ہے جو بلا غلامی نہ مل سکتی تھی۔ اور اہل اسلام کے غلاموں کے ساتھ سلوک	۲۴۶	ایک محض نا سچہ فرقہ کا بیان جسے دلائل کا کچھ خیال نہ کیا اور ہر ایک مذہب کے تاربا اور اس فرقہ کا معذور نہ ہونا جیسا کہ وہ شخص معذور نہیں سمجھا جائیگا جو شرعی احکام سے غفلت کرے
۲۶۲	غلاموں کے ساتھ بعض لوگوں کے سنگدلی سے پیش آنے کی وجہ سے شریعت پر اعتراض اور اس کا جواب اور اس طریق کا نا درالوجود ہونا اور نیز یہ کہ غیر مالک میں غلاموں پر زیادہ مٹھی کیجاتی ہے چنکا اسلامی مالک میں نشان بھی نہیں	۲۴۸	اس پست خیال فرقہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا نصیحت کرتے رہنا اور انکے لئے دلائل قائم کیا کرنا اور پہر انکے لڑتے پر آنے سے مایوس ہو جانا اور ان کی ایذا رسائی سے تنگ آنے کے بعد جہاد کا مشروع کیا جانا اور اسکا ثبوت کہ شریعت محمدیہ کا جہاد سرالضمان اور آسانوں پر مبنی ہے جو شرائع سابقہ میں نہ تھیں
۲۶۳	عہد عتیق و عہد جدید کی انصوص سے خلاصی کا ثبوت	۲۴۹	طاہر کی عادت ہے کہ گنہگاروں اور کفار کو بغض رکھتا ہے اور انکو دنیا اور آخرت میں مختلف سزائیں دیتا ہے تو پہر جہاد کے مشروع ہونے سے بھی کوئی مانع نہیں
۲۶۵	شریعت کا اصل نامہ کے ساتھ معاملہ اور ان رعایتوں کا بیان جو انکے ساتھ کیجاتی ہیں	۲۵۳	بعضوں کا گمان کہ اسلام تلوار سے قائم ہوا ہے اسکا
۲۶۶	جو لوگ تکذیب پر مصر رہے اور قلعہ بند ہو گئے انکا حکم اور نیز منافقوں کا حکم اور انکی قسمیں اور علامات		
۲۶۷	دین اسلام کے کسل ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دارالبقار کی جانب انتقال فرمانا اور اسکی حکمت		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۸	بعض ناواقفوں کا جو نام کے علماء میں یہ کہنا کہ صرف قرآن کو لینا ہمارے لئے بہتر ہے اور احادیث کے ساتھ شک کر سنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور ان کے اس شبہ کا رد	۲۶۸	خاصہ اس بات کے بیان ہیں کہ اسلام کا اخذ قرآن وحدیث اور اجماع است اور اجتہاد ہے اور اجتہاد مطلق کی شرطیں
۲۶۸	اس شبہ کا رد	۲۶۸	دین اسلام کا فروغ کے اعتبار سے مختلف مذاہب کا ہونا اور سوائے چار مذہب کے اور مذاہب کا باقی نہ رہنا اور یہ کہ آپس میں مسلمان ان چاروں مذہب والوں کو حق پر سمجھتے ہیں
۲۸۳	اس بات پر تنبیہ کہ ناظرین رسالہ ہذا کو اگر کوئی امر یا دی میں غلط معلوم ہوتا ہو تو اسکی تخطیط میں محنت نہ کریں بلکہ سیاق وسباق اور نیز اس امر کو دیکھ لیں کہ یہ رسالہ کیوں لکھا گیا ہے اور مولف کتاب کا اپنے عقائد کی تصریح	۲۸۳	علماء احنفیہ کا چوتھی صدی کے بعد سے باب اجتہاد کے سلسلہ میں ہونے کا قائل ہو جانا اور اس قول کے صحیح اور جلیں حکمت ہونے کا ثبوت
۲۸۶	ترجمہ خاتمہ کتاب تصنیف علام	۲۸۳	علماء ابن اسحاق کے کلام کو چوتھی صدی کے بعد سے باب اجتہاد کے سلسلہ میں ہونے کی تائید میں نقل کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے اقرون نشئہ کی فضیلت ثابت ہونا
۱۹۵	خاتمہ از مترجم	۲۸۳	تقریظ منشی بے بدل فاضل اجل جناب مولوی محمد الخاتم
۱۹۵	تقریظ منشی بے بدل فاضل اجل جناب مولوی محمد الخاتم	۲۸۳	خان صاحب مدرس فارسی مدرسہ جامع العلوم کا ترجمہ
۱۹۵	تقریظ حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب	۲۸۳	تقریظ حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب
۱۹۵	مدللہ الحالی	۲۸۳	مدللہ الحالی

## التماسِ حُبِّہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی رسولہ محمد وآلہ وصحابہ اجمعین

ابھل کا زمانہ ہی عجیب زمانہ ہے کہنے کو تو کوئی شے ہے جس میں موجودہ زمانہ میں ترقی نہیں ہوئی جو بائیں تقدیر کے کبھی خوابِ خیال میں بھی نہ گذری ہوگی وہ ابھل آنکھوں سے نظر آتی ہیں علم کائنات کی جوشاخ لیجیے اسکی تحقیقات کا پایہ بہت ہی بلند نہا سنے گا صنعت میں وہ ایجادیں ہوئیں کہ جسے عقلِ دنگ رہ جاتی ہے صناعاتِ چین کی صنایعِ ہند کی زمانہ میں ضربِ المثل تھیں اب گردِ نظر آتی ہیں علمِ افلاک کو دیکھیے تو بہت سے نئے سیاروں و ستاروں کا ذخیرہ نظر سے گذریگا جو قدما کے خزانہ میں موجود تھا خلاصہ یہ کہ ہر شے ترقی کا دم بھرتی ہے لیکن اگر نظرِ عمیق دیکھا جائے تو جہدِ اور علوم و فنون میں ترقی ہوئی ہے اسی قدر اخلاقی اور مذہبی پہلوِ انحطاط کی جانب گرتا چلا گیا ہے سائنسِ فک دنیا میں یورپ کے لوگ سب سے زیادہ مہذب مانے جاتے ہیں لیکن اخلاقی جرائم کا جس قدر یورپ کے لوگ حصہ لیتے ہیں شاید دوسرے ممالک میں اسکی نظیر شکل سے ملے گی جسکا ادب ثبوت یہ ہے کہ یورپ کے بچوں کی تعداد کے پورا کر لے میں ایسے بہت سے بچے شامل ہوتے ہیں جنکے باپ کا پتہ نہیں اسکو بھی جانے دیجئے شرانچاری کیا کم ہے جسکو تمام اخلاقی جرائم کی جڑ کہنا کچھ مبالغہ نہیں چنانچہ اسی واسطے اسکو امِ انجائٹ کا لقب دیا گیا ہے خلاصہ یہ کہ نئی تہذیب کا جہدِ زیادہ حصہ کسی ملک نے لیا ہے اسی قدر اس میں اخلاقی جرمِ زیادہ شایع ہیں یہی حالت کیا اسلام اور کیا دیگر مذاہب جنھوں نے تہذیبِ اخلاق کا ذمہ لیا ہے سب پر قریب قریب صادق آتی ہے کوئی مذہب والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے مذہب کی آب و تاب کا پایہ بلند ہے۔ بظاہر اگر آپ کوئی ایسا مذہب انتخاب کریں گے تو شاید عیسائیت کا نام لیں گے لیکن اگر آپ عیسائیوں کے خیالات ٹٹولیں گے تو جنکو عہدِ عتیق و عہدِ جدید کے موافق عیسائی کہا جاسکے ایسے لوگوں کی بہت ہی کم تعداد ملیگی جدید سائنس کی بدولت بہت کچھ دہریت کا حصہ آپ انکے خیالات میں شامل پائینگے سائنس کے مقابلہ میں موجودہ مذہب میں سے بہتر ہے تو ٹھہری نہیں سکتے اور اگر کوئی مذہب ٹھہر سکتا ہے تو وہ یا تو اسلام ہوگا یا وہ مذہب جس میں اسی کو قریب قریب باتیں مانی جاتی ہیں بلکہ یہ کہنا بھی بیجا نہیں کہ دنیا بھر میں ایک مذہب اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو سائنس کے ہم پہلو ہو کر چل سکتا ہے چنانچہ دہریت کا غلبہ اثر



جسنا کہ دیگر مذہب پر پڑا اسقدر شاید اسلام پر نہیں پڑا اور حقدار کہ نظام معلوم ہوتا ہے اسکی وجہ یہ نہیں کہ اسلام میں محقق سائنٹفک اصول کے خلاف کوئی بات مانی جاتی ہے بلکہ اسکی صرف یہ وجہ ہوتی کہ مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے علوم کا کتاب اور فلسفہ جدیدہ کو حاصل کیا انہیں اکثر ایسے اشخاص شامل ہوئے جو اپنے مذہب سے بالکل ناواقف تھے یا وہ اسقدر روایت نہ رکھتے تھے جو اسلام اور سائنس کو پہلو بہ پہلو چلنے کے لیے کافی ہوتی چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اکثر تعلیم یافتہ اشخاص اس بلا میں پھنس کر عجب محضہ میں گرفتار ہو گئے بعضوں نے تو یہ کہہ کر اپنا جی بچھا لیا کہ مذہب کو سائنس سے کوئی علاقہ نہیں اور بعضوں نے اپنے سچے مذہب کے مقابلہ میں سائنس کی اسقدر حسد سے زیادہ وقعت کی کہ انھوں نے اسلام کے وہ سلم الثبوت مسائل جو مانی اسلام کے زمانہ سے لیکر آج تک اسلامی دنیا میں برابر مانے گئے تھے اور عقلاً و نقلاً مدلل ہو چکے انکا انکار کر دیا اور اسکا باعث صرف یہ ہوا کہ جدید فلسفہ کی مزاولت کی وجہ سے اسلامی صحیح مسئلہ کو اسلامی لباس میں نہ پہچان سکے اور اسی بنا پر انہیں سائنٹفک اصول کے وہ خلاف معلوم ہوا اور نہ اگر کوئی جامع شخص وہ مسئلہ انکو سائنٹفک لباس پہنا کر دکھاتا تو یہ بدترک اسپر ایمان لے آتے پس اسی وقت کے رفع کرنے کے لیے بہت سخت ضرورت تھی کہ کوئی ایسا شخص ہو جو ہمارے تعلیم یافتہ بھائیوں کو اسلامی مسائل سائنٹفک لباس میں دکھا سکے چنانچہ خدا تعالیٰ نے اسکا غیب سے سامان کر دیا اور مولانا حسین افندی ایچہ طرابلسی کو ایک ایسی عربی کتاب جسکا نام حمیدیہ ہے لکھنے کی توفیق دی جو فلسفہ جدیدہ کے موافق بالکل سائنٹفک اصول پر تالیف کی گئی ہے اور جو جو شبہات ہمارے نوجوان تعلیم یافتہ اشخاص کو اسلامی مسائل میں پیدا ہوتے تھے قریب قریب ان سب کا علوم جدیدہ کے موافق شافی جواب دیا ہے۔

وہ کتاب ہمارے بزرگ حضرت اقدس مقتدا مولانا جناب حاجی حافظ قاری شاہ مولوی محمد اشرف علی صاحب تہانوی مدظلہ العالی کے ملاحظہ سے گذری چونکہ مولانا صاحب موصوف کو اپنے دینی بھائیوں کی اصلاح دل سے مد نظر تھی آپ نے اس عاجز کو اس کے ترجمہ کرنے کا ارشاد کیا یہ سمجھ کر اگرچہ اس قابل نہ تھا لیکن بمقتضائے الامور فوق الادب خدا پر بھروسہ کر کے اس پر آمادہ ہو گیا اور جناب موصوف ترجمہ کو من اولہ الی آخرہ بنظر تصحیح ملاحظہ فرماتے رہے اور جو مقام کتب سابقہ سے نقل و بشارات کا اس کتاب میں تھا اسکو غایت اہتمام کے لیے مولوی رحمہ الہی صاحب کو بھی عاجز نے سنا دیا اور انکی رائے کے اعلیٰ کتاب برائین رحیمہ سے بعض خوشی مفیدہ بھی چڑھا دیے مولوی صاحب کو اس بحث خاص میں کمال دستگاہ حاصل ہے اور بشارات کتب سابقہ کے باب میں مولوی صاحب کی کتاب برائین رحیمہ بھی اپنی آپ نظر ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ وہ ترجمہ اختتام کو پہنچ گیا ترجمہ کرنے کی جن صاحبوں نے کبھی دقت اٹھائی ہوگی وہ اندازہ کر سکیں گے کہ عاجز کو کس قدر کلفتیں برداشت کرنا پڑی ہوگی خصوصاً جبکہ اسکا بھی لحاظ کیا گیا ہو کہ عبارت حتی المقدور با محاورہ رہے اور مصنف کا اصل مطلب بھی فوت نہ ہونے پاسے عاجز نے اپنے مقدور پھر کوشش کرنے میں اگرچہ کوئی کوتاہی نہیں کی لیکن بمقتضائے انسان مرکب من الخطا والنسیان غلطیوں کا واقع ہونا خصوصاً مجھ ایسے کم استقامت طالب علم سے کچھ مستبعد نہیں مگر تاہم ناظرین سے امید ہے کہ یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں میں سے ایک ادنیٰ درجہ کے طالب علم نے اپنے دینی بھائیوں کی خدمت کرنیکے لیے کوشش کی ہے مسامحت سے قطع نظر کر کے اس ناچیز ترجمہ کو محبت کی نظر سے دیکھیں گے اور اصل مقصود کا لحاظ رکھیں گے۔

اور باوجود اسکے جو بزرگوار ملت اسکی بابت کوئی انیک مشورہ دینگے نہایت شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائیگا اور انشاء اللہ آئندہ اچکا  
کی نظر رکھا جائے گا۔

میں اہل اسلام سے عموماً اور تسلیم یافتہ پارٹی سے خصوصاً اس بات کا متحی ہوں کہ اصل کتاب کو یا کم سے کم اسکے ترجمہ کو میں  
اولہ اے آخرہ ضرور ملاحظہ فرمائیں علاوہ تحقیقات مسائل اسلامیہ کے ہمیں بہتیری فلسفہ جدیدہ کی کچھ سچ بنشیں نظر سے  
گزریں گی جو فائدہ سے خالی نہیں۔ کاشش اس کتاب کا ترجمہ کوئی ہی خواہ قوم انگریزی زبان میں کرتا تو زیادہ مفید ثابت  
ہوتا مجھ میں تو اس قدر قابلیت نہیں کہ میں اسکا ترجمہ ایسی انگریزی میں کر سکوں جو آپ لوگوں کے دیکھنے کے قابل ہو سکے ورنہ  
میں اردو کی طرح اس سے بھی ہرگز باز نہ رہتا لیکن امید ہے کہ ہمارے گورنمنٹ سچائیوں میں سے کوئی صاحب اس کتاب  
پر مکرہمت باندھیں گے اور موجودہ اور آئندہ اسلامی نسلوں کو اس بلائے بے درماں سے بچائیں گے اور ہمدردی قوم کا عملی  
ثبوت دینگے فقط والسلام خیر ختام

سید اسحق علی عفی عنہ

مدرسہ جامعہ علوم کانپور

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ جامع علوم عقلی و نقلی حسین بن محمد بحر طرابلسی مؤلف رسالہ حمید یہ نے اپنے دیباچہ میں وجہ تالیف اور وجہ تسمیہ تحریر کی تھی لیکن چونکہ یہ دونوں چنداں مفید اور باعث دلچسپی نہ تھے ایسے اسکو چھوڑ کر اصل مقصود سے ترجمہ نشر و پراکشتنا ناظرین معاف فرمادیں وہو ہذا۔

ایک شہر کے سارے لوگوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اسکی حالت یہ ہے کہ اپنی ابتدا سے پیدائش سے تمام لوگوں میں سچائی اور امانت داری کے ساتھ معروف و مشہور ہے۔ نہ کہ کسی اُسے کوئی جھلسازی کی نہ کہیں ناخوشی جیلہ بازی اُس سے دیکھی گئی اسی طرح لوگوں کو یہ بھی خوب معلوم ہے کہ وہ ناخواندہ محض ہے کچھ لکھا پڑا نہیں تو پھر بھلا دوسرے کے خط کی نقل کرنا تو درکنار اور نہ کبھی اُسے شاہی قوانین اور قاعدے ہی بنانے کی مشقت اٹھائی جنہیں عام رعایا کی مصلحتوں کی رعایت ہوتی ہے پس کھڑے ہو کر اُس شخص نے بادشاہ سارے لوگوں میں ایک آواز دی اور اُس نے کہا کہ اے لوگو! اُن لوگوں میں تمہارے پاس اٹھائے بادشاہ کی طرف سے سفیر نیک آباہوں بادشاہ کا مجھے حکم ہے کہ اُسکا پیغام تمہیں پہنچا دوں اور اُسکے اُن قوانین کی جنہیں اُس نے تمہارے لیے حال ہی میں جاری کیا ہے جوئی تشریح کر دوں۔ اُسکا حکم ہے کہ تم لوگ ان قوانین کے مقتضی پر چلو اور اُنکے مضمون کے موافق عمل درآمد کرو۔ اور یہ کوئی نئی بات تو ہے ہی نہیں اُسے تو گذشتہ زمانہ میں بھی میرے علاوہ تمہارے پاس متعدد سفیر بھیجے تھے اور اُنھوں نے اُس زمانہ کے مناسب جو قوانین تھے تمہیں بادشاہ کی جانب سے پہنچائے بھی تھے لیکن اب بادشاہ حکم دیتا ہے کہ اُن پرانے قوانین میں سے بہت سے منسوخ ہو گئے ہیں اُنھیں چھوڑ دو کیونکہ جو زمانہ اُنکے مناسب تھا وہ گزر گیا آٹھائے ذمہ یہ ضروری ہے کہ ان نئے قوانین کی پیروی کرو جو اُسے میرے ساتھ کر دیے ہیں۔ اسی طرح اُسکا یہ بھی حکم ہے کہ اُن رسموں کو ترک کر دو جو تھے اپنے آبا و اجداد سے سیکھی ہیں یا اپنی خواہش سے اختراع کر لیں ہیں کیونکہ اُس نے اُنکا کسی وقت میں حکم نہیں کیا اور بیچ بوجھ تو وہ ہیں ہی بری رسمیں اور قبیح عادات ہیں جن سے عقل انکار اور طبیعت نفرت کرتی ہے اور انہیں تمہارا اسرار و ضرر ہے اور انہیں سے بہتری رسمیں تو ایسی ہیں جن سے بادشاہ کی بیشمار نعمتوں کی ناشکری ہوتی ہے اور اُسکی ضعیف رحمت پر ظلم پس بادشاہ کا حکم سمجھ کر میری تصدیق کرو اور میری راہ چلنا اپنے اوپر لازم کر لو تاکہ تمہیں بتا دوں کہ بادشاہ کس بات سے خوش ہوتا ہے اور کس سے ناراض ہوتا ہے۔ یہ سن کر سب لوگوں نے اُسے جواب دیا اور اُس سے کہنے لگے کہ اے مقام عظیم اور بے عالی کے دعویدار۔ ذرا ٹھہرا تو نے تو اپنے دس دعوے سے ہمیں ایسی راہ چلنے کی تکلیف دی ہے جس پر چلنا ہمیں سخت دشوار معلوم ہے وجہ تالیف کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی اگر نے عیسائیوں و مسلمانوں کے عقائد میں لطیف دینی چاہی تھی اور اسلامی مسائل کی سختی کا ارادہ کیا تھا لیکن چونکہ ایسی تحقیقات اکانی تھی۔ اور اسوجہ سے اطمینان بخش بھی نہیں سکتی تھی۔ اسلئے یہ رسالہ تالیف کیا گیا۔ اور وہ تسمیہ تو خود رسالہ حمید یہ کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ سلطان معظّم سلطان عبدالحمید خاں ملازالت ایام دولتہ الباہرہ و سلطنتہ القا ہرہ کہم مبارک کی طرف منسوب ہے ۱۲۰۵ ہجری



ہوتا ہے اور ہماری نفوس اس سے نفرت کرتی ہیں عقلمند قبض ہوتی ہیں اور ہماری فکریں اسکے تحمل کے خیال سے مضطرب ہوتی جاتی ہیں۔ ہاں جب ہمارے نزدیک یہ بات تحقق ہو جائے کہ ہمارا بادشاہ جسکے ہم پر کثرت احسانات ہیں اور جو ہماری جانوں کو اپنی بخشش سے غلام بنائے ہوئے ہے وہی اسکا حکم کرتا ہے اور اسی نے ہمارے لیے یہ ساری باتیں پسند کی ہیں تو اسوقت تو سوائے اطاعت کرنے کے ہمیں کوئی گنجائش نہ رہیگی اور تیری بات ماننا تیری سفارت کی تصدیق کرنا اور تیری پیروی کرنے پر مجبور ہو جانا ہمیں ضروری ہو جائے گا۔ ایک تو اسوجہ سے کہ ہمارے بادشاہ کو ہم پر احکام نافذ کرنے کا استحقاق حاصل ہے اور اسکی ہم پر زور دار حکومت بھی ہے اور دوسرے اسوجہ سے کہ ہمیں خوب معلوم ہے کہ وہ ہمارے لیے ایسی ہی چیز پسند کرتا ہے جیسے ہماری سرسبز ظاہری و باطنی مصلحت ہی مصلحت ہو لیکن یہ تو بتا کہ تیرے دعوے کے صحیح ہونے کی کوئی بران کوئی دلیل بھی ہے؟ جو ہمیں تیرے سامنے ثابت ہو جائے اور تیری بات کے یقین کرنے پر مجبور کر دے تو اس شخص نے کہا کہ ہاں اسے عقلمند ہے اور عقلمند کو کیا یہ زیبا ہے کہ بلا کسی حق تک پہنچانے والی دلیل کے کسی کے دعوے کی تصدیق کرے؟ اور دیکھو بادشاہ کے خط کا بادشاہ کی مھر کا بادشاہ کی طرز تحریر کا جسے تم بھی پہچانتے ہو میرے پاس ایک فرمان ہے اس میں وہ کہتا ہے کہ فلاں شخص یعنی میرے اس فرمان کا حامل فلاں فلاں صفات سے آراستہ جو معاینہ کرنے کے وقت اس میں ظاہر ہیں جو کچھ میرے خط سے تمہیں پہنچائے سب میں سچا ہے اور میں نے تمہارے پاس اسے سفیر بنا کر بھیجا ہے تاکہ ان قوانین کی تمہارے لیے تشریح کر دے جنہیں میں نے تمہارے نفع کے لیے مقرر کیا ہے پس اس کے حکموں کی تعمیل کرو اور اس کے منہیات سے بچتے رہو۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ اچھا تو پھر وہ فرمان جسکا تو دعوے کرتا ہے ہمارے روبرو پیش کر ہم دیکھیں تاکہ تیرا جھوٹ سچ کھلیا ہے اور ہمارا شبہ بٹ جائے پس اسوقت اس نے وہ فرمان نکالا اور اس کے سامنے ڈال دیا اور ہر ادب سے اور اعلا اس میں غور کر کے لیے جمع ہو گئے اور سب کے سب نے اس میں غور کیا اسکو بڑا اس کے معانی سمجھے تو بادشاہ کی طرف سے اس کے کہنے کے موافق لوگوں کے لیے صاف ہی فرمان نکلا کہ شخص میرے اس فرمان کا حامل فلاں فلاں علامات سے آراستہ جو میں نے ظاہر میں تمہارے پاس میرا سفیر بنا کر آتا ہے اور جو چھوٹی بڑی بات میری طرف سے تمہیں پہنچائے سب میں سچا ہے اس کے حکموں کو مانو اور اسکی منہیات سے بچو اور جو قوانین میں نے تمہارے لیے جاری کیے ہیں اس سے سیکھو اور اس طرح جس جس بات کا وہ دعوے کرتا تھا کہ بادشاہ نے فلاں فلاں کام میرے سپرد کیے ہیں ان میں اول سے آخر تک سب کے سب مکمل اور چونکہ وہ سب لوگ قوت اور پاک اور طرق استدلال کی شناخت میں متفاوت تھے اس لیے کئی فرقوں میں منقسم ہو گئے کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ سارا عالم شخص واحد کے پاس نہیں مل سکتا البتہ پوری جماعت کے پاس مل سکتا ہے چنانچہ ان میں سے ایک فرقہ کے لوگ شاہی خط کو کما حقہ پہچانتے تھے اور سفیر و ہواکانہ کھا سکتے تھے اور اسکا بھی انہیں یقین تھا کہ وہ شخص نقل نہیں کر سکتا پس جب انہوں نے یہ فرمان دیکھا تو کہنے لگے یہ تو ہمارے بادشاہی کا خط ہے اس لیے ہونا ہو بلاشبہ یہ اسی کا بھیجا ہوا فرمان ہے اس لیے تو جو کچھ اس میں ہے پورے طور سے اسکا یقین کر لیا اور اس شخص کے دعوے میں اسکی تصدیق کر لی۔

اور ان میں سے ایک فرقہ کے لوگ شاہی مھر پر سے طور سے پہچانتے تھے اور یہ بھی انہیں خوب معلوم تھا کہ یہ شخص نقل نہیں کر سکتا پس جو انہیں انہوں نے اس فرمان کو دیکھا تو وہ بول اٹھے کہ بیشک یہ ہمارے بادشاہ کی مھر ہے اس کی طرح کما

خط کو کما حقہ پہچانتے تھے اور سفیر و ہواکانہ کھا سکتے تھے اور اسکا بھی انہیں یقین تھا کہ وہ شخص نقل نہیں کر سکتا پس جب انہوں نے یہ فرمان دیکھا تو کہنے لگے یہ تو ہمارے بادشاہی کا خط ہے اس لیے ہونا ہو بلاشبہ یہ اسی کا بھیجا ہوا فرمان ہے اس لیے تو جو کچھ اس میں ہے پورے طور سے اسکا یقین کر لیا اور اس شخص کے دعوے میں اسکی تصدیق کر لی۔

خط کو کما حقہ پہچانتے تھے اور سفیر و ہواکانہ کھا سکتے تھے اور اسکا بھی انہیں یقین تھا کہ وہ شخص نقل نہیں کر سکتا پس جب انہوں نے یہ فرمان دیکھا تو کہنے لگے یہ تو ہمارے بادشاہی کا خط ہے اس لیے ہونا ہو بلاشبہ یہ اسی کا بھیجا ہوا فرمان ہے اس لیے تو جو کچھ اس میں ہے پورے طور سے اسکا یقین کر لیا اور اس شخص کے دعوے میں اسکی تصدیق کر لی۔

نہیں ہو سکتا پس ہنہ بھی اس شخص کی بلاچون و چرا تصدیق کر لی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ بادشاہ کی انشا پر داری اسکے شاہی طرز تحریر اور سلطانی خطایات سے بخوبی واقف تھے جسکی بلاغت سے اور لوگ عاجز محض ہیں وہ لوگ کہنے لگے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس فرمان کا طرز تحریر ہمارے بادشاہی کا طرز تحریر ہے اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ یہ طرز اسی کے ساتھ خاص ہے اور یہ خطاب بھی اسی کا سا خطاب ہے جسکو ہنہ نے اپنی رعایا کی مخاطبات میں استعمال کرتے ہوئے بار بار دیکھا ہے ایسے ہنہ بھی اس شخص کی اسکے دعوے میں تصدیق کر لی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ امور مذکورہ بالا میں سے تو کچھ بھی نہ جانتے تھے لیکن انہیں یہ معلوم تھا کہ ہمارے بادشاہ کے پاس قسم قسم کی نایاب چیزوں کے ذخیرے ہیں کہ اسکے سوا بڑے بڑے مالداروں اور بادشاہوں کے پاس بھی نہیں مل سکتے تو وہ لوگ اس شخص سے کہنے لگے کہ ہمارے نزدیک تو تیرے سچے ہونے کی یہی دلیل ہے کہ اسکے خزانہ خاص کی فلاں فلاں نادر اشیاء بادشاہ کے پاس سے لاکر حاضر کر دے تو اس نے انہیں جواب دیا کہ انشاء اللہ میں یہ بھی کروں گا اور پھر تھوڑی مدت کے بعد جو کچھ انہوں نے مانگا تھا اس نے لاکر حاضر کر دیا اور لوگوں نے اسے دیکھا اور پہچان لیا اور انہیں یہ بھی خوب معلوم تھا کہ بادشاہ کی اجازت اور ارادہ کے بغیر ان نادر اشیاء کا حاضر کر دینا بالکل ناممکن ہے کیونکہ وہ سب انہما درج کی حفاظت کے ساتھ رکھے خزانوں میں محفوظ ہیں پس اس وقت اس فرقہ نے اس شخص کے دعوے کی کامل طور پر تصدیق کر لی۔

اور ان میں سے ایک فرقہ بولا کہ ہمارے بادشاہ نے گزشتہ زمانہ میں کچھ سفیر بھیجے تھے اور اس زمانہ کے مناسب قوانین کے ساتھ کر دیے تھے جو اس زمانہ کی ضرورت کے لیے بالکل کافی تھے اور انہوں نے اپنے دعوے کے ثابت کرنے کے لیے دلائل قائم کر کے یہ امر دلائل کر دیا تھا کہ انہیں بادشاہی نے بھیجا ہے اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ بادشاہ اس بات کو ٹھان چکا ہے کہ ہمارے اس زمانہ کے بعد وہ ایک اور سفیر بھیجے گا اور ایسے قوانین اسکے ساتھ کر دے گا جو ہمارے حالات کی اصلاح کے پورے کفیل ہوں گے اور جس زمانہ میں اسے بھیجے گا اسکے مناسب اور اسکی ضرورتوں کے کافی طور پر ذمہ دار ہوں گے۔ اور اس سفیر میں فلاں فلاں علامتیں موجود ہوں گی چنانچہ وہ ہیں بہت سی علامتیں بتلا بھی گئے تھے کہ جن سب کا اجتماعی طور پر وہ شخصوں میں بھی پایا جانا عقل نہیں مان سکتی ہیں اب ہم کچھ یہ شخص لایا ہے اور جسکی نسبت اسکا دعوے ہے کہ ہمارے بادشاہ کے پاس سے اسے ملا ہے اس میں غور کرنے میں اگر یہ سفیران گزشتہ کے قول کے موافق نکلا اور اس شخص میں ان سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتیں پائی گئیں تو ہم جان لیں گے کہ یہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور اگر معاملہ بالعکس ہوا تو بے شک اسکے دعوے کو الگ کریں گے پس یہ کہہ کر جب انہوں نے ان قوانین میں تامل کیا جسکی نسبت اسکا دعوے تھا کہ بادشاہ کے بھیجے ہوئے ہیں تو اسے سفیران گزشتہ کی خبر کے سلسلہ موافق پایا اور جب ان سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتوں کی تفتیش کی تو بلا کسی بناوٹ کے کہہ گئے کہ ہمیں نظر آئیں ہیں جب انہوں نے ہر طرح سے اپنا اطمینان کر لیا تو اس وقت وہ بھی اسکے دعوے کے مصدق بن گئے اور انہوں نے بھی کامل طور پر اسکی بیرونی اختیار کر لی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ کہنے لگے کہ احتیاط کی بات یہ ہے کہ اس شخص کے اہم دواہی میں ہم غور کریں اور ان قوانین کو جس جگہ بادشاہ کے پاس سے ہونے کا یہ مدعی ہے اگر ایسی چیزوں کا حکم کر جسکو ہم بادشاہ کی مرضی کے موافق سمجھتے ہیں

اس شخص کی بلاچون و چرا تصدیق کر لی۔

جو قانون سے قطعاً کرنا ہوتا ہے

انہوں نے اس وقت اس فرقہ کے دعوے کی کامل طور پر تصدیق کر لی۔

انہوں نے اس وقت اس فرقہ کے دعوے کی کامل طور پر تصدیق کر لی۔

اور ایسی ہی چیزوں سے منع کرے جسکو اسکی مرضی کے خلاف جانتے ہیں اور اسکے لئے ہوسے قوانین کو بھی ہم انھیں قوانین کی طرح  
جسکو ہم شاہی قوانین سمجھتے ہیں اصلاح کا محفل اور لوگوں سے مشقت کی غراہیوں کا دفع کرنے والا دیکھیں خصوصاً جب کہ ہم یہ بات کہہ  
لیں کہ کسی ایسی شے کا حکم نہیں کرتا جسکا نفع اُن کی ذات کے ساتھ خاص ہو بلکہ اُسکے مقاصد کا مال کار تمام فرقوں کے لیے عام طور پر  
نفع پہنچانا ہو تو ہم جان لیں گے کہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور اگر معاملہ بالعکس ہوا تو ہم سمجھ لیں گے کہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹا  
ہے پس جب یہ کہہ کر انھوں نے اُسکے احکام میں نظر کی تو انھیں اُن احکام کے بالکل موافق پایا جنھیں وہ اپنے بادشاہ کی مرضی کے  
موافق سمجھتے تھے۔ اور اسی طرح اُسکے قوانین کو بھی ممالک کی اصلاح اور لوگوں کی کامیابی اور رفع فساد کا پورا مشغول دیکھا اور اُسکے تمام  
اوامر و نواہی میں کوئی ایسی بات نظر نہ آئی جسکا نفع اُن کی ذات کے ساتھ خاص ہو تا بلکہ اُسکی ساری باتیں ایسی ہی دیکھنے میں آئیں  
کہ جسے عام نفع حاصل ہو اور ضرر دفع ہو اور اُس میں یہ تعلیم بھی تھی کہ وہ اپنے بادشاہ کے انعامات کا شکر ادا کیا کریں اور حقیقت  
میں اُس شکر کا نفع آخر کار انھیں کو ملنے والا ہے پس اسوقت تو اُن لوگوں نے اُس شخص کے صادق ہونے کا یقین کر لیا  
اور اُسکے سامنے پورے طور سے فروتنی اختیار کر لی۔

اور انھیں سے ایک فرقہ کے لوگ کہنے لگے کہ یہ یقینی بات ہے کہ ہم لوگوں میں جن جن باتوں کا یہ دعوے کرتا ہے اور جو قوانین  
یہ شائع کر رہا ہے اور آیندہ شاہی رہا ہا کے لیے جو کچھ جاری کرے یہاں یہ ارادہ کرتا ہے ہمارے بادشاہ کو ضرور اسکی خبر پہنچے گی  
اور یہ ناممکن ہے کہ اس بات کی اسے اطلاع نہ ہو کیونکہ یہ بات تو گویا عام اور کیا خاص سب میں شائع ہو چکی ہے اور ایسی بات تو  
دور دراز مقامات کے لوگوں سے بھی نہیں چھپ سکتی سو اگر اسکا دعویٰ صحیح ہوگا تو بادشاہ اسکو اسکے کاموں پر بحال دیکھ گا  
اور کسی ایسے کو نہ بھیجے گا جو اسکی بیانی ظاہر کرے اسکی تکذیب کرے اور اسکو اس کے ساتھیوں کے گرفتار کرے اور ان سب  
کو سخت سزا دے اور اگر جھوٹا ہوگا اور بادشاہ پر اسکا خط کا اسکی مھر کا حمل باندھا ہوگا اور اسکی رعیت کو اپنی خواہشوں کا  
کھیل بنا رکھا ہوگا تو اُس میں کچھ شک نہیں کہ بادشاہ خبر پاتے ہی بہت جلد کسی ایسے کو بھیجے گا جو اسکی تکذیب کرے اور اسکو  
اُسکے ساتھیوں کے گرفتار کرے اور ان سب کو بڑی عبرت ناک سزا دے۔ ایسے کہ ایسا حمل اور ایسی افترا پر داڑی ہمارے  
دانا اور عاقل بادشاہ کے نزدیک کوئی چھوٹی بات نہیں ہے بلکہ وہ بڑی ہی سخت بات ہے ممکن نہیں کہ ایسی بات کو وہ مٹا  
کرے یا تباہل اور چشم پوشی سے کام لے پس یہ سوچ کر یہ لوگ ایک کافی زمانہ تک توقف کیے رہے تاکہ بادشاہ کو اسکی خبر  
معلوم ہو جائے اور اتنا زمانہ گزر گیا کہ کسی طرح اتنے زمانہ تک بادشاہ سے اُس خبر کا مخفی رہنا عقل میں نہیں آسکتا اور باوجود اسکے  
بادشاہ کی جانب سے کوئی نہ آیا جو اُس شخص کی تکذیب کرتا اور اسکو اُسکے ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیتا اور اُنکو سزا دیتا اور لوگوں کو  
اُسکے شائع کردہ قوانین پر عمل کرنے سے باز رکھتا بلکہ وزیر و زرا کے ساتھی بڑھتے ہی گئے اور وقتاً فوقتاً اسکی حالت میں ترقی  
ہوتی رہی جب اُن لوگوں کا سب طرح سے اطمینان ہو گیا تو انھوں نے بھی اُس شخص کی تصدیق کر لی اور اُسکے پورے پورے  
پیروں ہو گئے۔

اور انھیں سے ایک فرقہ کی سمجھ بیا یہ ساری دلیلیں تو آئی نہیں لیکن انھوں نے اُس شخص کی اور اُسکے ساتھیوں کی حالت  
میں غور کرنا شروع کیا اور اُن دلیلوں کو سمجھنے لگے جنکی وجہ سے یہ سارے فرقے اُس شخص کی اطاعت پر کمر بستہ ہو گئے تھے

ساتھ ان لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ انھیں بادشاہ کی طرف سے ایسے قانون کی ضرورت ہے

یہاں ان لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ انھیں بادشاہ کی طرف سے ایسے قانون کی ضرورت ہے

پس وہ کہنے لگے یہ سب لوگ تو بڑے دانشمند ہیں نہ معلوم انھوں نے محض اس شخص کی تصدیق کے پیچھے اپنی آباہی نہیں اور قدیم شاہی قوانین کیوں چھوڑ دیے بیشک یہ بڑا مشکل امر ہے کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر پہلے بادشاہ کے قانون کا چھوڑنا اسکی مرضی کے خلاف پڑا تو انہیں بڑی مصیبت نازل ہو جائے گی ہو نہ وہی بات ہے کہ اس شخص کی رستی کو 'میں انھیں خاطر خواہ معلوم ہو گئی ہیں جنہیں یہ بھروسہ کر بیٹھے ہیں ورنہ انھیں کیا ہوا تھا جو اپنی عادتوں کو چھوڑتے اور ایسی جرأت کر کے ناحق خطرہ میں پڑتے اور انکی عقلیں انھیں اسکی اجازت دیتیں پس بیشک اس شخص کی رستی پر ان سب کا اتفاق کر لینا اسکی بچائی کی کافی دلیل ہے اور یہ کہتا کہ ساری دلیلوں کا جمع ہو جانا اور ان سب کا اتفاق کر لینا اتفاقی بات ہے عقل میں کسی طرح نہیں آتا اور اسکا کوئی سمجھ دار قابل نہیں ہو سکتا ایسے ہمارے نزدیک تو اس شخص کی رست باز ی پورے طور سے ثابت ہو گئی اور ہم نے اسکی تصدیق کر لی اور بلاترود اسکی سفارت کا اقرار کر کے اسکے مطیع بن گئے اور ہمیں سے ایک فرقہ اپنے دنیاوی کاروبار میں بھٹنا ہوا تھا اور ملازمتوں میں ایسا مستغرق تھا کہ انھیں اسکی خبر ہی نہ تھی کہ لوگوں کا کوئی بادشاہ بھی ہے اور اسکو پورے غلبہ حاصل ہے اور انصاف کو مد نظر رکھ کر اسکے ساتھ جو معاملہ چاہے کر سکتا ہے اور چونکہ اسکے لوگ دل و جان سے مطیع ہوتے ہیں اسلئے اگر وہ چاہے تو بہت کچھ مال بھی جمع کر سکتا ہے اور انکی قوتوں کو بچائی طور پر کام میں لاسکتا ہے پس اسوجہ سے اسکی کوئی برابری نہیں کر سکتا اور اپنی غفلت سے وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ لوگوں کے کاروبار میں چل رہے ہیں اور سارے قانون اور قاعدے انکے ہاتھوں میں ہیں کسی بادشاہ یا حاکم کا کوئی انتظام نہیں ہے بلکہ انکا ہاتھ گمان تھا کہ یہ سب معاملات بطور عادت کے زمانہ کی گردش کے موافق جاری ہیں گویا کہ یہ ایک قدرتی قانون جگیا ہے جسکے خلاف ہو ہی نہیں سکتا پس وہ اسی قابل تھے کہ انھیں شاہی سفیروں اور سلطانی قوانین اور اختیارات کی اطلاع نہ ہو لیکن جب انھوں نے اس شخص کا علی الاعلان دعوے سنا اور لوگوں کو دیکھا کہ پہلے تو اسے جھٹلاتے تھے پھر اس سے گفتگو کر کے اسکے پیرو بن گئے تب تو یہ لوگ چونکے اور انکے کان کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اس بات کا تحقیق کرنا نہایت ضروری ہے اگر فی الواقع لوگوں کا کوئی بادشاہ ہو جو انہیں حاکم ہے اور اسی نے اس شخص کو بھیجا ہے تاکہ ہم اسکا کہا نہیں اور پھر بھی ہم غفلت میں پڑے ہیں اور اسکی بات نہ سنیں تو بیشک ہمارا انجام ہوگا کیونکہ یہ شخص ضرور ہماری بے پروائی کی خبر پہنچا دینگا اور پھر وہ شاہ ہماری ایک نہ سنے گا اور بڑی سخت سزا دیگا ایسے ہماری بہتری ہی میں ہے کہ ہم اسکے دعوے اور ان لوگوں کی حالت میں غور کریں جو پہلے اسکے مخالف تھے اور پھر اسکے ساتھی بن گئے کیا عجب کہ ہمیں حقیقت حال کا پتہ چل جاوے پھر اگر وہ بچا ہوگا تو ان لینے ورنہ اسکی کلمہ نہ لکھنا کذب کرینگے یہ کہہ کر وہ سوچنے لگے اور بڑی غور و فکر کے بعد انھوں نے نتیجہ نکالا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ ہم بادشاہ کو نہیں جانتے اور نہ ہمکو اسکے خط یا مہر یا اسکی طرز تحریر کی خبر ہے اور نہ اسکے قانون سے ہم آگاہ ہیں جن سے اس شخص کے قانون کا مقابلہ کریں اور نہ پہلے سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتیں ہی ہیں معلوم ہیں تو کیا ہم اس سے بھی گذر گئے کہ ان تمام لوگوں کی شہادت پر جتنا کر لیں جنھوں نے کہ ان سب باتوں کی تحقیق کر کے اسکی پیروی اختیار کر لی ہے لہذا ہمارے لیے اس شخص کی رستی پر اتنے دانشمندان کا اتفاق کر لینا اور بلاترود تمام دلیلوں کا یقین کر لینا اور اپنی آباہی رستوں کو چھوڑ بیٹھنا کافی دلیل ہے کیونکہ یہ سب باتیں اتفاقی نہیں ہو سکتیں اور نہ یہ کلامی یا اور کسی شخص سے

فواں فرم ہو گیا  
میں مستغرق ہو گیا  
وہ جسے بادشاہ  
اور اسکے وزیر  
کی خبر نہ تھی تھا  
سابقہ اور  
کے اختیارات  
تقدیر کر رہے  
نتیجہ ہرگز  
سفارت کی تصدیق  
کرنا

ظہور میں آسکتی ہیں اور اچھا اگر ہم یہ سب دلیلیں اور استنباط لوگوں کی شہادت ہی جانے دیں تو یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اس شخص کے  
لائے ہوئے شاہی تحفوں کا بھی جو بغیر اسکی اجازت کے نہیں مل سکتے تھے کچھ خیال کریں کیونکہ یہ تو یقینی بات ہے کہ  
اسکے پاس تو ایسے تحفے نہیں پاس کئے جاسکتے تھے ہاں کوئی ایسا ہی ذی اختیار ہو جو لوگوں کے جان و مال میں جیسے چاہے  
تصرف کر سکے اسکے پاس ہو سکتے ہیں اس شخص کے یہ تمام تحفے حاضر کر دینے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا  
ضرور ہے جس میں ایسے باتیں پائی جاتی ہیں جسکا نام یہ بادشاہ بتلاتا ہے اور وہ نہ تو اسی نے اسکو یہ تحفے دیکر ہمارے پاس  
بھیجا ہے پس ان سب باتوں پر غما کر کے ہم نے تو فیض کر لیا کہ لوگوں کا ضرور کوئی بادشاہ ہے جس نے اس شخص کو ہمارے  
پاس بھیجا ہے اور وہ بھی اسکے پورے پورے پیرو جگئے۔ اب اور سینے ان سب فرقوں میں چند شک اور اپنی آبائی رسموں پر جا  
دینے والے لوگ بھی تھے اور بعض اپنی قوم کے سردار تھے انھوں نے خیال کیا کہ اگر ہم نے اس شخص کے دعوے کو مان لیا  
تو اس سے دیکر ہمارے گا اہل یہ ہر حکومت کر گیا یہ سوچ کر بظاہر تکذیب ہی کرتے تو ہے اگرچہ اس کے دل اسکی تصدیق کے مضمون  
سے پرستھے اور انکی خواہشوں نے انکی عقلوں سے بازی حبشیائی اور انکو شاہی انتقام آسان معلوم ہونے لگا اور کیوں نہ  
ایسے بہتر سے حق میں گئے جو تکبر یا تعصب کی وجہ سے یا غصہ اور غیرت کے مارے حق سے انھیں بند کر کے ناحق باتوں  
کی حمایت کرنے لگے۔ یہی بھڑا کر انہیں نشان ہونا پڑا ہے جس سے پھر کوئی نفع نہیں ہونا خلاصہ یہ کہ ان لوگوں نے غما  
کے مارے ان دلیلوں کی طرح طرح کی تاویلیں شروع کیں کبھی اصل اور ساقط الاعتبار باتوں سے کامیابی حاصل کرنی چاہی  
کبھی دہوکے بازیوں سے کام کالنا چاہا اور وہ اپنی ایسی ظاہر باتوں سے انکار کرنے لگے جن کو ہر عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے  
اسی کو یہ سمجھ لے کہ اگر تمام دلیلوں کی علیحدہ علیحدہ تاویل انکی خاطر سے مان بھی لیا دے تو عقل سلیم اور انطباعیت اسے کیوں مانے لگی  
کہ ساری دلیلیں اتفاق سے جمع ہو گئیں اور یہ شخص تمام غلط دلیلوں کو یہ صحیح دلائل کا جامہ پہنا سکا اور اتنے لوگوں کو دھوکا  
دیکر اپنی رہنمائی اور حقانیت کا کیونکر یقین دلا سکا اور طرہ تو یہ ہے کہ بہتری دلیلیں اسکے اختیار سے ہاتھ نہیں نہ اُس نے انھیں  
قائم کیا نہ اُس نے جمع کرنے کی کوشش کی بلکہ لوگوں کو غور فکر کیسے خود ہی معلوم ہو گئیں انہیں علامتوں کو دیکھتے جو پہلے سفیر بیان کر  
تھے بھلا یہ ساری علامتیں وہ اپنے ہی کیونکر پیدا کر لیتا اور پھر امتحان کرتے وقت سب کی سب ٹھیک اترتیں خوبی تو یہ ہے  
کہ ان لوگوں کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ چند چیزیں جب مجتمع ہو جاتی ہیں تو انکا کچھ اور ہی اثر ہو جاتا ہے اور علیحدہ علیحدہ یہ بات نہیں ہو  
اجتماعی قوت کی کچھ بات ہی اور ہے اور یہ قاعدہ تو محسوسات اور محمولات دونوں میں مسلم ہے جماعت کثیر کی شہادت سے جتنا  
ہوتی ہے وہ ایک شخص سے نہیں اگر کسی دعوے پر بہت سی دلیلیں قائم ہو جائیں تو انھیں ذرا بھی شبہ نہیں رہتا اور ایک دلیلوں  
سے یہ بات نہیں پیدا ہوتی پس جب یہ ہم مان بھی لیں کہ شاید اس شخص نے شاہی خط کی نقل کر لی ہوگی تو عقل میں یہ سب باتیں  
کیسے آئے لگیں کہ سلطانی مہر کی نقل بھی اُنارنا سے آسان ہو گیا شاہی طرز تحریر بھی اُسے یکے لیا کے قوانین بھی شاہی قوانین  
کے موافق ہو گئے اور اسے وہ تحفے بھی مل گئے جو بے سلطانی اجازت کے دستیاب نہیں ہو سکتے اور پہلے سفیروں کی بتلائی  
ہوئی علامتیں بھی اسیں سب آپ سے آپ جمع ہو گئیں اور اسکا حال گودمانہ بھر میں شلیح ہو گیا تھا لیکن تاہم بادشاہ کو اتنی کافی  
دقت گذرنے پر بھی نہ معلوم ہوا اور نہ بادشاہ نے اسکو سزا دینے اور اسکی تکذیب کرنے کے لیے کسی کو بھیجا یا اسے حق تو یہ ہے کہ ان

فصل  
کی چالیسویں اور پچاسویں  
خاتما ہوئے ہیں  
انسانی اور سماجی  
وہمیں اسکی صفات  
کے ذکر کیلئے جا



وہی تباہی ناولوں کا وہی قائل ہو گا جو اپنی بڑائی مارنے پر تیار تھا۔ اور ان سب باتوں کے اتفاقی طور پر جمع ہونے کا وہی اعتقاد  
 کرے گا جسے تعصب نے اندھا بنا دیا ہو یا آدمی گفتگو کے لائق نہیں اور نہ ایسے کو جواب دینا مناسب ہے اور ان لوگوں میں  
 ایک ایسا بھیکوگر وہ بھی تھا جسے اس شخص کے صدق و کذب کے بارے میں اپنی عقل سے کام ہی نہیں لیا بڑی بات انھوں نے  
 یہ کہ وہ اپنی بانی رسوں پر اندھوں کی طرح جمے رہے اور یہی کہتے رہے کہ ہم تو ان رسوں کو چھوڑیں گے اور جب ان سے کوئی  
 یہ کہتا تھا کہ اگر یہ آدمی اپنے دعوے میں سچا نکلا تو اس کی نافرمانی کی وجہ سے بادشاہ کہیں تھے انتقام نہ لے فرا اس سے تو ڈرتو تو  
 اٹھتا یہ جالاندہ جواب ہوتا تھا کہ اچھی وہ تو جھوٹا ہے ہم اس کی بات نہیں مانتے ایسا جواب دینا سراسر مکی بے عقلی اور نافرمانی نہیں تھی  
 تو اور کیا تھا اب یہ تو بتلاؤ کہ ایسے لوگوں سے انتقام لینے پر بھی کیا بادشاہ ظالم قرار دیا جاسکتا ہے؟ تم جو چاہو کہو ہم تو متنبہ کہہ سکتے  
 ہیں کہ جب بادشاہ انہیں سزا دینے لگے اور اس سے کوئی یہ کہے کہ یہ بیچارے تو اس سفیر کے ماننے میں معذور ہیں کیا کریں انکو  
 اس کی رستی کی کوئی دلیل ہی نہیں ملی تو وہ بیشک یہ جواب دے سکتا ہے کہ اگر یہ اپنی معاش کے بارے میں بے شعور ہوتے  
 اور اسے نہ سمجھ سکتے تو البتہ میں انہیں معذور سمجھتا اور ان کی خطا سے درگزر کرتا میں تو انہیں صاف دیکھتا ہوں کہ اپنے کارروائیوں  
 نفع و نقصان کے سمجھنے میں بڑے بیدار مغز اور دانشمند ہیں انہیں اپنی حاجتوں اور ارادوں میں کامیاب ہونے کے لیے بڑی  
 کافی عقل ہے پھر انھوں نے اپنی انھیں قوتوں کو جسے اپنے معاملات میں کام لیتے ہیں اس شخص کے صدق اور کذب درخت  
 کرنے کے لیے کیوں نہیں استعمال کیا اور جیسے کہ وہ جھگڑے کے وقت اپنے معاملے والوں کے سامنے اپنے اغراض ثابت  
 کرنے کے لیے استدلال پیش کرتے تھے ویسے ہی ان قوتوں کو اس شخص کے بارے میں بتا ہوتا میرے نزدیک تو وہ اب معذور  
 نہیں ٹھہر سکتے بلکہ انھوں نے میرے سفیر کی بات سننے میں کاپی کی اور اسی وجہ سے انکی آنکھوں پر پردے پڑ گئے اور انھوں نے  
 اسکی تکذیب کی لہذا بیشک وہ سزا کے مستحق ہیں اور انصاف کے موافق میں اسے ضرور انتقام لوں گا پھر اس سفیر کے اتنے آدمی طبع  
 ہو گئے تب بھی وہ ہمیشہ بری فکریں نگار ہا اور سچی طبع گزرتار ہا کہ کسی طرح ان ضدی متکبر وہی تباہی بائیں بکنے والے اور جلد بازوں کو  
 فروں کا بھی اطمینان کر دیا جاسے اور فیض خواہی کے مارے طرح طرح کی دلیلیں انکے سامنے پیش کرتا رہا انکی بھلائی کی باتیں انھیں  
 سمجھا کرتنبہ کرتا رہا اور وہ تھے کہ انکی ضد اور نفرت دن بدن بڑھتی گئی آخر کو یہاں تک نہایت بھینچی کہ وہ سفیر کو سمجھاتے سمجھاتے تنگ  
 گیا اور اسکو اپنے اصلاح پذیر ہونے سے بازو سی ہو گئی اور یقین ہو گیا کہ اب سمجھانے سے کام نہ چلے گا اور وہ لوگ اسکی اور اسکے  
 ساتھیوں کی عداوت پر کمر باندھ چکے اور انکی ایذا رسانی کے لیے موقع و محل کے منتظر ہیں آخر ناچار اپنے بادشاہ کی اجازت سے  
 وہ بھی لڑائی پر آمادہ ہو گیا اور اسے بھی تلوار کھینچ لی کیونکہ ظاہر ہے کہ جب آدمی کو نصیحت کا اگر نہیں ہوتی اور وہ باز نہیں آتا تو اسکو کڑے  
 کے لیے مار پیٹ سے کام لینا پڑتا ہے پس اس شخص نے اپنے ساتھیوں سے مدد لیکر دشمنوں کا مقابلہ کیا اور تپیں بڑی گرانی  
 سے لڑائی ہونے لگی پھر کچھ دنوں پہنچا ہوا کہ کبھی میدان انکے ہاتھ رہا اور کبھی انکے ہاتھ جیسا کہ خدا کے یہاں کا قاعدہ ہے فتح و  
 اسی سفیر کی فتح ہوئی اور کیوں نہ ہو یہ ہزیمت گاروں کا انجام اچھا ہی ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ جب اسے سولے قتل کے انکی ایذا رسانی  
 سہو کر نیک کوئی چارہ نہ دیکھا تو اسے بعضوں کو قتل کیا کیونکہ عقل کا یہی فتوہ ہے کہ مفسد اور مودی قتل کیے جائیں تاکہ ملک  
 کے اور لوگ ہلاکت سے نجات پائیں اس لیے کہ بیا عرض کا کاٹ ڈالنا نہایت ضروری ہے اگر اس سے آدمی کی جان بچتی ہو اور اسے نصیحت

ایک تعصب و توجہ نے اندھا بنا دیا ہوا آدمی گفتگو کے لائق نہیں اور نہ ایسے کو جواب دینا مناسب ہے اور ان لوگوں میں

مال شرمندہ

سوال نمبر ۱۲  
درجہ ۱۲

سوال نمبر ۱۲

گرفتار کر کے غلام بنالیا کہ بچہ نہ اٹھا سکے اور بادشاہ سے بغاوت کرنے کی اچھی طرح سنراہیں اور نصیحتوں کو اپنا مطیع بنالیا کہ اسی طرح اُسکی اور اُسکے ساتھیوں کی ایذا رسانی سے باز رہیں۔ اور اس خیال سے کہ کہیں اُسکے ساتھی دیکھا دیکھی گزرتے نہ جائیں اور اُسکی شان و شوکت میں فرق نہ آئے پائے اُسنے کہل کھلا کندھ سے منع کروا اور یہ حکم دیدیا کہ وہ اپنی کھائی کا بہت تھوڑا حصہ دیتے ہیں تاکہ اُس سے کچھ مدد ملتی رہے اور ملک کے انتظام میں خلل نہ پڑنے پائے اور بادشاہ کی روکاری تاکہ اُسنے اُسکی ہی سزا مقرر کی۔ اور بعض اُس ملک سے نکلا کھلے اور پہاڑوں میں جا کر پناہ گزین ہوئے وہ اُسنے اس امید پر کہ کہیں اب بھی اُسکی تصدیق کرنے لگیں اور اس خیال سے کہ مبادا وہ موقع پا کر اسپر چڑھائی نہ کریں لڑتا رہا اور ڈسٹا رہا کہ سمجھ لو کہ اگر تم اب قلعہ بند ہونے کی وجہ سے مجھے محفوظ بھی رہے لیکن بادشاہ جب آجودہوگا اور پڑھائی کرے گا تو اُس سے ہرگز نہیں بچ سکتے وہ عدل اور حکمت کے موافق بغیر سزا دیے نہیں رہے گا اور اُن سے بعض خوف یا لالچ کے مارے محض اوپر کے دل سے تصدیق کرنے لگے اور جی میں اُسے جھوٹا سمجھتے تھے۔ اُسے اُنھیں بھی اپنے ساتھیوں کے زمرہ میں داخل کر لیا اور وہی بیٹاؤ اُنکے ساتھ بھی برتاؤ نہ کیا سکا تو یہ قول تھا کہ جو کوئی بظاہر اطاعت کرے بادشاہ کا حکم ہے کہ اُسے بھی اپنے ساتھیوں میں داخل کر لو اُسکے کشمکش کرنے سے بہتر ہے سچے لوگ بھی کھٹک جائیں گے اور دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ اِس اپنے ساتھیوں پر اطمینان نہیں اُنکی نسبت شک کیا کرتا ہے اور بادشاہ پر جب حال کھلیگا کہ یہ لوگ محض خوف یا طمع کی وجہ سے بظاہر مطیع بنے ہوئے تھے اور بخدا دلی ارادہ یہ تھا کہ موقع پا کر اُسکو اور اُسکے ساتھیوں کو خوب ایذا دیں تو وہ خود اُنکو خوب سزا دے لیگا اور اُنکو اُنکے بغض و عداوت کا مزہ اچھی طرح چکھا دے گا کیونکہ یہ لوگ اوروں سے عداوت میں جڑے ہوئے اور گھر کے بھیدی تھے اور ہر وقت اُسے کھٹکا لگتا رہتا تھا۔ اور بعض لوگ گودل میں جھوٹا سمجھتے تھے لیکن اُس مال کی طرح سے جو وہ شخص ملک کی اصلاح کے لیے جمع کرتا تھا انظام اُسکے مطیع بن گئے اور اس طرح انھیں اُسکی جانچ کا موقع ملا اور جب اُسکے معاملات اور قوانین کو سستی پر مبنی پایا اور دیکھا کہ وہ پہلی باتیں بتلاتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے تو اُنکے جی کو یہ سب باتیں اُنکے اور دل کھول کے ظاہر و باطن سے اُسکی تصدیق کرنے لگے اور اس طرح اُسکی خیر خواہ اور مددگار بن گئے۔ پھر جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ طرفدار ہی اور تعصب کی پابندیوں سے چھوٹی ہوئی اور آزار و عقاب اپنے شخص کی سفارت میں ذرا بھی شک نہ کرے گی اور اُسکے سفیر ہونے کا بلا تدریقین کر لے گی کیونکہ دانا اور بیدار مغز کے نزدیک یہ سب بلبلیں اتفاقی طور پر جمع نہیں ہو سکتیں تو آپ نے اپنے کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خبر سنا تو اتنے سے معلوم ہوئی تو اتنے ایک اصطلاحی لفظ ہے اُسکے معنی سمجھ لیجئے یعنی آپ کی خبر اتنے زیادہ آدمیوں کے نقل کرنے سے ہم تک پہنچی کہ ان سب کا جھوٹ متفق ہو جانا عقل میں نہیں آتا اور یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ تشریف نہ لائے ہوں اور سب آدمی جھوٹے ہوں یہ ایسی ہی بات ہے کہ اگر کہ یا لندن موجود نہ ہوتا تو اتنے بہت سے آدمی اُسکے موجود ہونے کی خبر بالاتفاق نہ دیتے چلے آتے پس اسی طرح اُنکو بھی سمجھ لیجئے کہ آپ کے احوال کے بھی ہتیار لوگ ہر زمانہ میں یہ اُسے اور وہ اُسے جسے کہ فرس اُن لوگوں سے خبر دیتے چلے آئے جنہوں نے اپنی کھلی آنکھوں سے آپ کو دیکھا تھا اور آپ کے جملہ حالات کی اُنکو خبر تھی اور جو کچھ آپ کو مختلف فرقوں کے ساتھ اپنی زندگی بھر پیش آیا تھا اُس سے بھی وہ بخوبی واقف تھے بہر حال ہر کوئی یہی طور پر یہ خبر پہنچی کہ آپ اُن لوگوں میں چاہیں

سوال نمبر ۱۲  
درجہ ۱۲  
علیہ السلام کے وقت  
رسالت اور ان حالات  
پر مبنی ہونا چاہیے کہ  
اسے سنا پیش آئے

سوال نمبر ۱۲  
درجہ ۱۲

برس کے ہو گئے تھے اور برابر سہارا داری اور امانت داری کے ساتھ شہرہ آفاق رہے یہاں تک کہ امانت داری کی وجہ سے لوگ آپ کو محمد بن کہا کرتے تھے اور اس مدت میں آپ کو کبھی کسی سے لکھنے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی نہ کبھی لکھنے پڑھنے کو آپ کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا کہ آپ ان سے لکھ پڑھ لیتے یا مختلف اقوام کے احوال دریافت کر لیتے یا گذشتہ امتوں کی شریعت پر مطلع ہوتے یا مختلف ملکوں کے قوانین سیکھتے باوجود ان سب باتوں کے آپ سارے عرب اور عجم کے لوگوں میں اٹھ کھڑے ہوئے اور حالت یہ تھی کہ نہ آپ کو کچھ ذاتی ثروت حاصل تھی اور نہ کچھ بہت لوگ آپ کے مددگار تھے اور نہ آپ کے خاندان سے سلطنت زائل ہو گئی تھی ورنہ شاید لوگ شبہ کرتے کہ انہی حیلہ سے آپ کو اپنی آبائی سلطنت کا پر اپنے قبضہ میں لانا مقصود ہے اس حالت سے کھڑے ہو کر اپنے یہ دعوئے ظاہر کیا کہ سارے عالم کے معبود اللہ نے مجھے تمام لوگوں کے پاس بھیجا ہے کہ میں انکو خدا کی ایسی شریعت پہنچا دوں جو دین اور دنیا دونوں کی بھلائی کی ذمہ دار ہے اور یہ شریعت وہ قانون ہے کہ اس زمانہ سے قیامت تک کے لیے تجویٰ مناسب اور موزوں ہے اور سارے واقعات کے لیے کفایت کرے گا اور پیٹے رسولوں کی شریعت کے بہتر ہے احکام کو منسوخ کر دے گا کیونکہ جس زمانہ کی مناسبت کا لحاظ کر کے وہ قواعد آتے گئے تھے اب وہ مانا نہیں رہا اور ہکو یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ جبری تمہوں اور عاداتوں سے بھی منع فرماتے تھے جو لوگوں نے اپنے آباؤ اجداد سے سیکھی تھیں یا شیطان نے انکی خوبی انکے ذہن نشین کر دی تھی سب سے قبیح تر آپ نے یہ بات قرار دی تھی کہ بتوں کی پرستش کیجائے یا آگ اور پتھروں اور درختوں کو معبود بنایا جائے اور آپ کی تعلیم یہ تھی کہ خدا کو ایک سمجھو اسکو تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف مانو سارے عیوب اور نقائص سے پاک اور مبرا جانو اور علاوہ بریں انکو اپنے پیدا کر نیوالے نعمتوں کے شکر کا طریقہ بھی تعلیم فرمایا تھا گو حقیقت میں اس شکر کا نفع انہیں کوٹنے والا تھا اسکے سوا اور بہت سی ایسی باتیں بتائی تھیں جنہیں سرسرا نکالنے اور نقصان سے بچاؤ تھا پس جب وہاں کے اوسنے اور اعلیٰ لوگوں نے آپ کا اتنا بڑا دعوئے سنا تو آپ کی بات ماننے سے نفرت ظاہر کرنے لگے اور سب کے سب درپے عداوت ہو گئے یہاں تک کہ آپ کے بھائی بندوں نے بھی آپ کا ساتھ نہ دیا اور سارے دوست دشمن نظر آنے لگے اور آپ کی تکذیب کے لیے ہر شیخ و شاب نے زبان درازی کی اور آپ سے عداوت کرنے پر آمادہ ہو گئے اور ہر ایک آپ سے طالب دلیل ہوا اور کوشش کرنے لگا کہ کسی طرح آپ کو عاجز کر دے اور آپ کا یہ حال تھا کہ انکے لیے دلیل بر دلیل بیان کرتے تھے اور ہر سوال کا معقول جواب دیتے تھے اور ہر طرح سے انکو اطمینان دلانے کے لیے سعی یلغ فرماتے تھے اور اپنے اپنے دعوئے کے اثبات میں سب سے بڑی نہایت مستند اور قابل اعتماد جو دلیل پیش کی وہ عربی کلام کا ایک مجموعہ تھا جسکو آیت قرآن شریف کے مبارک لقب سے یاد فرماتے تھے اسکی نسبت آپ کا یہ دعوئے تھا کہ یہ کلام خدا نے مجھے بطور سند کے دیکر بھیجا ہے اوس میں اس بات کی تصریح ہے کہ آپ تمام لوگوں کی جانب بھیجے گئے ہیں او سب کے رسول ہیں اور جن باتوں کی آپ خبر دیں وہ سب سچ ہیں اور قرآن میں ان قوانین کا بیان ہے جو خدا نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کیے ہیں قرآن شریف کے چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے کو جسے آپ صورت کہتے تھے مقابلہ کے لیے پیش کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کلام کی حقانیت اور منجانب اللہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ تم لوگ اگرچہ عربی زبان کے بڑے ماہر اور فصاحت و بلاغت میں بیکانہ روزگار ہو لیکن کوئی ایسا کلام ہرگز نہیں لاسکتے جو قرآن شریف کی چھوٹی سی چھوٹی سورت کے



ساتھ بھی فصاحت و بلاغت میں لگا کہا سکے چنانچہ ایسا ہی ہوا گو عربی زبان کے ایسے کالمین موجود تھے کہ فصاحت و بلاغت  
 جتنے قبضہ اقتدار میں تھی اور وہ اُسکے مالک کہلانے کے مستحق تھے بلکہ انہیں ایسے لوگ بھی ملتے تھے جنکو اس فن میں دستگاہ  
 کامل حاصل تھی اور تمام لوگ انکے مقابلہ سے عاجز تھے اور انسانی قوت کے لیے اُس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ حال کرنا ممکن نہ تھا  
 تاہم کسی کو یہ جرات نہ تھی کہ قرآن کی ہیئت چھوٹی سورت کی مثل بھی بنا لیتے پھر اس حص میں حص کے بعد تمام لوگ حضرت محمد  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہونے لگے اور آپ کے مطیع ہو کر انھوں نے آپ کا دین اختیار کرنا شروع کیا اور گروہ کے  
 گروہ آپ کے پیرو بن کر آپ کو خدا کا رسول ماننے لگے ہاں وہی لوگ اس سے محروم رہے جنہیں خدا نے نہ جاکر نہ جو  
 معاملہ آپ کے ساتھ پڑا۔ چونکہ ہکوانکے حالات کی حیثیت تک کہ اخبار صحیحہ سے معلوم ہو سکا یا عقل نے تجویز کیا تخیل و بنا  
 مقصود تھی ایسے ہونے آپ کے ساتھ اُن لوگوں کے معاملات غور کیے تو وہ لوگ اپنی عقلوں کی بلند پروازی اور کم فہمی  
 کے اعتبار اور استعدادوں کے اختلاف سے مختلف فرقے نظر آئے انہیں سے بعض عربی فصاحت و بلاغت بظاہر  
 نکلے جسکا اُس زمانہ میں ملک عرب میں بہت کچھ رواج تھا اور جنکو وہ اپنے علوم میں سب سے زیادہ شریف سمجھتے تھے اور  
 جنکو انھوں نے اپنا مایہ ناز بنا رکھا تھا اور وہ لوگ فصاحت و بلاغت کے جملہ اسلوب سے بخوبی واقف تھے اور  
 اُسکے اسرار کو خوب جانتے تھے یہاں تک کہ اُسکے اُن سارے مرتبوں پر پورے طور سے حاوی تھے جسقدر کہ انسانی  
 طاقت میں آسکتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ اُنکے بڑے زور شور کے خطبے اور قصیدے بھی ہوتے تھے بہر حال یہ سب کچھ تھا  
 لیکن اسوقت اُنکے کچھ بھی نہ بن پڑا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی چھوٹی سی چھوٹی سورت پیش کی کہ  
 اُنکے عجز کا بڑے شد و مد سے دعوائے کیا اور عام طور سے خصوصاً اُنکے حلیوں میں اُسکی تشہیر شروع کی کہ تم سب  
 ملکر چاہے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرو لیکن اس کلام کی مثل لانے سے ہمیشہ عاجز اور قاصر رہو گے اور صرف اسی پر  
 اکتفا نہیں کیا بلکہ اُنکی بُری رسموں کی قباحت دکھا دکھا کر انھیں بیوقوف بنا یا اُنکے ہل خداؤں کی خوب میجو کی اُنکی  
 پرستش میں طرح طرح کے نقص ثابت کیے اور ہر طرح سے انھیں غیرت و لائی کہ سیطرہ قرآن کے مثل لانے کی سعی  
 کریں لیکن ہونا کیا تھا آخر کو قرآن میں غور کرنے کے لیے جھک پڑے اور زبانذاتی کے اصول کے موافق اُسکی خوب  
 جانچ و پرتال کی اور اُسے خوب اُلٹ پھیر کے دیکھا اور بڑی غور و فکر سے پرکھا یہاں تک کہ اُسکے امتحان میں کوئی دقیقہ  
 فرو گذاشت نہیں ہونے پایا بالآخر انھوں نے یہ رائے قایم کی کہ قرآن شریف فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ایسے  
 عالی مرتبہ پر پہنچ گیا ہے کہ وہاں تک انسانی قوت کی کسی طرح رسائی نہیں اور جس کسی نے اپنی بڑائی کے زعم میں کچھ لکھا بھی  
 تو وہ قرآن کے سامنے بالکل پھیکا کلام ثابت ہوا اور خود انہیں لوگوں نے اُسکی ہزلیات سے زیادہ قدر نہیں کی کیونکہ ظاہر  
 ہے کہ کوئی چیز فی نفسہ کسی ہی عالی کیوں نہ ہو لیکن جب اُسکا کسی ایسی چیز مختلف کیا جائے گا جو اس سے بدرجہا بڑھ چکی ہو  
 ہو اور شرف و فضل میں اُسکا پایہ بلند ہو تو خواہ مخواہ وہ نظروں سے گرجائے گی اور عقل اُسے دنی اور سب سے سمجھنے لگے گی  
 پس یہ معاملہ قرآن شریف کے سامنے اُسکے زیادہ سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام کا ہوا اور اچھی طرح سے ثابت ہو گیا کہ وہ فصاحت  
 و بلاغت میں فرسہ اور سارے کلام اُسکے مقابل میں گرد نظر آتے ہیں اور اُسکی چھوٹی سی سورت کی مثل بھی لوگ نہیں بنا سکتے

لوگوں کا اپنی عقل  
 پروردگار کے فضل سے  
 سے محروم ہو گیا  
 کے بارے میں مختلف  
 منقسم ہو جاتا ۱۲

ف  
 فصاحت و بلاغت عرب  
 قرآن کے معیار سے  
 رہتا اور اُنکی حقانیت  
 تسلیم کر لیتا ۱۳

اور ان لوگوں کو اقرار کرنا پڑا کہ ہم کیا بلکہ سارے آدمی بھی ایسا کلام ہرگز نہیں بنا سکتے اور یہ اس بات کی پہلی دلیل ہے کہ قرآن خدا کے پاس سے آیا ہے پھر ان سب نے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسول ہونے کی تصدیق کی اور آپ کا حکم ماننے کے لیے گردن جھکا دی اور انہیں سے ایک گروہ ایسا تھا جو بات کو خوب پرکھتا تھا اور کلام کے جیسے اور بچھے مضمون کی اسے خوب شناخت تھی اور اس کے عجیب و غریب اسلوب سے خوب واقف تھا پس جب ان لوگوں نے قرآن میں انصاف کی نظر سے تامل شروع کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ اس میں اسلئے درجہ کی خصوصیتیں موجود ہیں جو عقل کے نزدیک کسی کلام میں ہرگز نہیں پائی جاسکتیں گو اسکا بنانے والا نہایت کامل اور بڑا نایاب داں اور تمام علوم و فنون کا پورا ماہر اور حکیم اور سیاست پر پورے طور سے حاوی ہی کیوں نہ ہو اور اسنے اس بات کا اہتمام بھی کیا ہو کہ اس کے مضامین میں کہیں مخالفت اور مناقضت نہ ہونے پائے اور عرب کے سارے اسلوب سے اسکا طرز زالا اور انوکھا ہو یا اہل بیتہ جب اسکا قائل خدا کو مانا جاوے جو ان سب باتوں کو جس کلام میں چاہے جمع کرنے پر بخوبی قادر ہے تو سب کچھ ہو سکتا ہے اور اس کے اس خیال کی یہ وجہ ہوئی کہ انہوں نے دیکھا کہ قرآن آئندہ کے واقعات کی من و عن خبر دیتا ہے جیسا کہ اس میں پیغمبر دی گئی کہ کسی نہ کسی دن محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھی مکہ میں با من و امان جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ پہلے لوگوں کے حالات اور متقدمین کے واقعات اس طرح بیان کرتا ہے گو یا کوئی اس موقع پر موجود تھا اور انکھوں دیکھی باتیں سنا رہا ہے اور وہ لوگوں کے دل کی بات صاف صاف بتا دیتا ہے جیسا کہ ان واقعات سے ظاہر ہے جو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھیوں اور آپ کے دشمنوں کو پیش آئے چنانچہ اہل حال حدیث و تفسیر کی کتابوں میں شرح طور پر موجود ہے اور وہ اتنے شمار مضامین پر مشتمل ہے کہ اسکی نسبت یہ کہنا بھی بجا نہیں کہ اسنے متقدمین اور متاخرین کے علوم میں سے کسی کو نہیں چھوڑا کہیں نہ کہیں یا تو صراحتاً اسکا ذکر کیا یا کسی عجیب و غریب اسلوب سے جو بالکل بے لوث ہو اسکی طرف اشارہ کر دیا ہے اس کے مضامین کی بہت مختصر فہرست سے آپ کو کچھ نہ کچھ انداز ہو جائیگا لیجئے سنیئے اس میں گذشتہ اور آئندہ لوگوں کی خبریں ہیں طرح طرح کے احکام ہیں نصیحتیں ہیں لوگوں کے سمجھانے کے لیے مثیل بیان کی گئی ہیں اخلاق اور آداب کا ذکر کیا گیا ہے نیک کاموں کی ترغیب دلائی گئی ہے بری باتوں سے خوف دلایا ہے نیکوں کی تعریف کی ہے نافرمانوں کی مذمت بیان کی ہے بری خصلتوں اور کینگی سے بچانا چاہا ہے انتظام ملی کی تدبیر سکھائی ہے دوستوں کی رعایات کرنے اور دشمنوں کو دفع کرنے اور اسنے گفتگو کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور سرکشوں کی سرکوبی کی ہدایت کی ہے خدا کا وجود اسکی وحدانیت اور حشر و نشر کو دلائل سے ثابت کیا ہے اور سارے شکوک اور بہتان کا معقول جواب دیا ہے اور جنت اور اس کے ساکنین کا حال کہہ سنایا ہے جہنم اور اسکی ہولوں سے مطلع کر دیا ہے اس میں عالم ملوات اور اس کے سوا کچھ عالم علوی میں آثار قدرت اور عجائبات مثل ستاروں یا شمس و بادل رعد اور برق وغیرہ کے پائے جاتے ہیں اسکا تذکرہ ہے ہی طرح زمین اور عالم سفلی کی چیزیں خواہ وہ میدان ہاڑ دریا چشموں اور نہروں کے قبیل سے ہوں یا نباتات حیوانات پہل پھول درخت چرند پرند تاریکی اور روشنی میں انکا شمار ہو اس میں مذکور ہیں خلاصہ یہ کہ اس میں سبھی کچھ ہے اور پھر اسکا طرز بیان ایسا انوکھا ہے کہ کوئی شبہ نہ کر ہی نہیں سکتا کہ کسی دوسرے کی پیروی کی گئی ہے کیونکہ نہ اس میں عربی قصیدوں کا خاکہ آتا ہے نہ کسی کو شش کی سہ نہ اس کے بلیغ خطبوں کا طرز

ف  
ایک فرقہ کا قرآن کے  
غیبات پر مشتمل ہونے  
اور مختلف ایک اور  
اخلاق پر حاوی  
ہونے سے ملکی  
حقانیت پر ہدایت

ف  
مضامین قرآن  
کی مختصر فہرست  
۱۳

اختیار کیا ہے اور ہر بھی عقلوں کے نزدیک پسندیدہ ہو گئی۔ شہر میں اور ہر پارکلام ہے اور کانوں کو تو اس کے ساتھ کچھ ایسی اہم تعلیم  
ہوتی ہے کہ جوں جوں سنیے قند کر کا مزہ آتا ہے اور اسے کوئی کیوں نہ پڑے لیکن اسکی قدر قیمت میں کیا مجال کہ ذرا فرق آجائے  
اور ہاں خدا اگر سجدے کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب باتیں اتفاق سے جمع ہو گئی ہوں گی کیونکہ صحیح اور آزاد عقل میں ان سب باتوں کا  
اتفاق جمع ہو جانا ہرگز نہیں آتا پس جب ان لوگوں نے قرآن کے یہ اوصاف دیکھے تو بول اٹھے کہ سارے آدمی مل کیوں نہ جائیں  
لیکن ایسا کلام بنانا انکی قوت سے باہر ہے اور یہ بات تو عادیہ محال ہے کہ ایسا کلام کوئی بڑا بھاری عالم نہایت ہی ماہر فلسفی بڑا نایاب  
وال اور امور ملک میں اعلیٰ درجہ کا مدبر بھی بنا سکے اور جب یہ پٹری تو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے پڑھے لکھے شخص کا ایسے زمانہ  
اس بات کی کہانی کہی دیا ہے کہ خدا نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور یہ کلام آپ کا معجزہ قرار دیا ہے پس ہنسنے آپ کی رسالت کی  
تصدیق کی اور آپ جو کچھ فرمائیں بجا اور درست ہے اس طرح یہ لوگ بھی آپ کے مطیع بن گئے۔ اور انہیں سے ایک فرقہ کا یہ حال تھا کہ  
اود فصاحت و بلاغت سے واقف تھا اور نہ اس میں اتنی قوت تھی کہ قرآن شریف کے مضمون میں غور و فکر کر کے سمجھتا کہ تنہی صفات  
آدمی کے کئے نہیں جمع ہو سکتیں اس لئے یہ خدا کے پاس سے آیا ہے لیکن ان لوگوں نے یہ سارا قصہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا  
محمد خلیل علیہ السلام نے اپنے رسول ہونے کا دعوے کیا اور قرآن شریف کو خدا کے پاس سے بتلایا اور اسکی چھوٹی سے چھوٹی  
سورت پیش کر کے کہلے فرما نہ یہ ظاہر کر دیا کہ اسکی مثل کوئی نہیں لاسکتا اور عام لوگوں میں اہل فصاحت و بلاغت کو ایسے  
کلام کے مثل لانے سے عاجز اور قاصر ثابت کر کے اس کے برسر بازار لٹے پٹے اور بعضوں کو دیکھا کہ کہنے کو تو فصاحت و بلاغت  
میں انکا نمبر بہت بڑھا ہوا تھا لیکن اس کے مقابلہ سے انھوں نے منصفانہ اپنے عجز کا اقرار کر لیا اور اپنے آبائی مذہب اور  
قدیم رسوم کو چھوڑ بیٹھی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی پیروی کے پیچھے اسی راہ اختیار کر لی کہ اگر انھیں آپ کی رستا  
کافیین کامل نہ ہوتا تو انھیں یہ طریق نہایت ہی دشوار گزار نظر آتا اور نیز انھوں نے بعضوں کو دیکھا جنھیں کھوٹے کمرے کی  
اچھی پرکھ تھی اور کلام کی عمدہ صفات کو خوب پہچانتے تھے کہ انھوں نے اس بات کی کافی شہادت دی کہ اگر یہ قرآن خدا  
کے پاس سے نہ ہوتا تو اتنی کامل اور عمدہ صفات پر ایسا حاوی ہونا ناممکن تھا اور اس بنا پر انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور  
اپنا طریق چھوڑ کر آپ کے پیرو ہو گئے اور بعضوں کی یہ حالت دیکھی کہ گو وہ فصحاء و بلغاء کے نزدیک فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے  
مسلم انبوت تھے لیکن قرآن کے سامنے انکی ہمت پست ہو گئی اور اس کے مقابلہ سے انھیں جان چڑھتا ہے ہی بن پڑا اگرچہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکی چھوٹی سے چھوٹی سورت پیش کر کے انکا عجز ثابت کرتے رہے اور کیا جلسہ خاص کیا مجمع عام دونوں  
میں پکار پکار کر غیرت دلاتے ہے کہ کسی طرح ایسا کلام نہ آؤ اسے یہ تو ہوسکا خدا کے مارے لڑنے پر آخر مجبور ہو گئے  
اور یہ گوارا کر لیا کہ انکی خورنری کیجائے انکا مال لوٹ لیا جائے انکے ہال بچے قید کر دیے جائیں انکے گھر بار اچاڑے جائیں  
اور اپنا وطن چھوڑ کر مارے مارے پھریں بھلا سمجھو تو یہی کہ اگر انکی وحشت میں یہ ہوتا کہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثل  
بھی بنا سکتے تو نہانہ لاتے اور اس سے کیوں باز رہتے اور بیٹھے بٹھائے اپنے کو مصیبت میں پہنچاتے یہ تو بڑی آسان بات  
تھی کہ قرآن کی کسی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی برابر کوئی فصیح و بلیغ کلام بنا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دیتے کہ لیجئے صاحب  
ہنسنے آپ کے قرآن کا مقابلہ کر لیا اور آپ کی دلیل ہل کر دی بہت کہا کرتے تھے کہ قرآن کا ایسا کلام تم نہیں لاسکتے دیکھو کیسے

تیسرا فرقہ جسے فصحاء و بلغاء  
اور مضمون شناس نزدیکی تھا  
کا اعتبار کہ آپ کی تصدیق  
کی اور نیز اسکو اپنے دلیل قرار  
کہ ہنسنے نصی و ملنا باوجود  
مصیبت میں پڑے لیکن  
قرآن کا مثل نہ لاسکے

بنالائے اور یہ بات پہل گئی کہ قرآن کی طرح آدمی بھی بنا سکتا ہے اور حق تو یہ ہے کہ اُسے ہو ہی نہ سکا کیونکہ اگر اُسکا ایسا تو کیا اُسکے قریب قریب بھی اگر کوئی کام کہی لائے ہوتے تو بہلا یہ بات ممکن تھی کہ اتنی طرفداروں کے ہوئے پر بھی ہم تک خبر نہ پہنچتی لوگ اُسے ضرور نقل کرتے جس طرح اور سب باتیں نقل کی ہیں مثلاً اُنھوں نے آپ کی بھوکی آپ پر اتہام باندھا آپ کے ساتھ سفاهت اور دوستی سے پیش آئے آپ کے متبع شاعروں اور خطیبوں سے مقابلہ کیا۔ وہ کیا کریں اس بات میں مجبور تھے ورنہ اتنی بڑی مصیبت میں کیوں گرفتار ہوتے اور اپنے کو خطرہ عظیم میں ڈالنے کچھ نا سمجھ تو تھے ہی نہیں عقلمند تھے پہر پہلا اُنکی عقلیں ایسے آسان ستارے کو جھپٹ کر نہایت مشکل اور خطرناک راہ کو اختیار کرنے کی کیوں اجازت دیتیں علاوہ بریں دنیا میں کون عاقل ایسا کرے گا کہ بلا کسی ضرورت شدیدہ کے جس سے کہ اُسکا پس چل ہی نہ سکے اور خواہ مخواہ مصیبت اُٹھانا ہی پڑے اپنی جان مال اور بال بچوں کو ہلاکت میں ڈالے گا اور اپنے گھر بار کی خرابی اور ترک وطن کو پسند کر گیا ہاں جب اور کچھ بن ہی نہ پڑے تو بیکار ایسا ہی کرے گا بقول شخصے وقت ضرورت جو ناند گریز پد دست لگیہ و شمشیر تیز پس یہاں بھی اگر وہ مجبور نہ تھے تو اپنے کو وقت میں ڈالنے پر کیوں آمادہ ہو گئے پس یہی ہے کہ اُنھوں نے اپنے کو قرآن کے مقابلہ کرنے سے عاجز پایا اور اُنکی ہمت دہمیری نے جس سے وہ بخیرت ہو رہے تھے اس بات کی اُنکو اجازت نہ دی کہ اپنے عجز کا اقرار کر لیتے۔

پس جب اُن لوگوں نے ان تینوں فرقوں کے حالات میں غور کیا تو خوب سوچ سمجھ کر یہ کہنے لگے کہ ایک فرقہ جو بڑا فصیح و بلیغ تھا جسکی نسبت بے پرواہی اور کابلی کا گمان ہو ہی نہیں سکتا قرآن کے مقابلہ سے اُنفر اپنے عجز کا اقرار کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر ہی چکا اور دوسرے فرقہ نے بھی جو مضمون شناسی میں ہنگامہ کامل رکھتا تھا اس بات کو مان لیا کہ قرآن میں اتنی صفات کمالیہ موجود ہیں جو سوائے خدا کے اور کسی کے جمع کیے نہیں جمع ہو سکتیں اور یہ کہ سوائے اطاعت کرنے کے کوئی چارہ نہ دیکھا اب رہا تیسرا فرقہ جسکی فصاحت و بلاغت میں تو کچھ بھی کلام نہ تھا اُسے اپنے کو عاجز یا قرآن کے معارضہ سے ٹوٹنا کشتی کی اوتھ صوب نے اقرار عجز کی اجازت نہ دی اُنفر کو مجبور ہو کر اپنے کو مصیبت میں ڈالنا گوارا کیا پس یہ کہنے لگے ہونہ ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور سچے رسول ہیں اور ان تینوں فرقوں کا تصدیق کر لینا ہمارے لیے کافی دلیل ہے اب میں کچھ کہتا ہوں اسے بھی سن لیجیے اہل عرب کے قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہو جانے سے جا خطہ جس طرح استدلال اپنی کسی کتاب میں بیان کیا ہے اسی طرز پر اس فرقہ نے بھی اپنا مطلب حاصل کیا جو کہ اُنکا کلام جی کو گلتا ہوا ہے اور اُس سے سارے شبہ دفع ہو جاتے ہیں تو اس موقع پر اسکا ذکر نا فائدہ سے خالی نہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس زمانہ میں بھیجا جبکہ عربی شاعری اور خطبہ کوئی نہایت عروج پر تھی اُنکی لغت کو بہت کچھ استحکام حاصل ہو چکا تھا سارے ساز و سامان سے درست تھے پس آپ نے نہ نصرت لاکر اُنکے اونٹے اور اعلیٰ کو خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی تصدیق کی طرف متوجہ کیا اور بلیس قائم کر کے اپنا دعوے ثابت کر دیا اور سارے شبہ دفع کر دیے اور اُنکے لیے ناواقفی کے عذر کرنے کا کوئی موقع چھوڑا اب اُنکا اعراض کرنا محض ہواؤ ہوس یا نافی طرفداری کی وجہ سے رہ گیا اور پھر آپس لڑائی ٹھن گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکے عالم اور فاضل اور کنبے والوں کو قتل کیا اور آپ اُسے رات دن ہی کہا کرتے تھے اگر میں جھوٹا ہوں تو تم اس قرآن کی سی ایک سہوٹہ یا چند آیتوں ہی کی مثل سے کہیں نہیں آتے اور آپ جبہ کسی اس طرح نہیں عاجز کرتے تھے تو کوئی دلیل تو اُسے بیان

قرآن کی صفات پر عاجز کرنا تھا

نہیں کیجاتی تھی یہ جیکہ کیا کرتے تھے کہ صاحب آپ کو تو امتوں کے حالات معلوم ہیں اور ہم جانتے نہیں ہر اگر آپ نے ایسا کلام بنایا اور ہم نہ بنا سکے تو کمال کیا ہوا تو آپ نے فرمایا اچھا اپنے جی سے کچھ بنا کر لے آؤ سپر بھی نہ کسی خطیب نے ارادہ کیا نہ کسی شاعر نے بہت باہمی اگر کوئی بہت کرنا تو کچھ تو دکھلائی دیتا اور پھر اسکی طرف داری کرنے والے بہتیرے کھڑے ہو جاتے اور ضرور شور مچ جاتا کہ لیجئے عزیز کا مقابلہ کر لیا اور ویسا کلام بن گیا پس اس دانشمند نے ان سب باتوں سے قوم عرب کا عجز سمجھ لیا اور یہی انکی عاجز ہونے کی دلیل ٹھہرا کیونکہ جب انہیں سے بہتیرے آپ کے ساتھیوں کی ہجو کرتے تھے مسلمان شاعروں اور خطیبوں سے مقابلہ کرتے تھے اور انہیں ذرا بھی وقت نہیں معلوم ہوتی تھی تو پھر یہ کیا شکل امر تھا کہ قرآن کے مقابلہ میں کچھ کہہ دیتے ایک چھوٹی سی سورت یا چند آیتوں میں تو قصہ پاک ہوتا تھا اتنے ہی میں تو آپ کا دعوے پل ہوتا تھا اور سارا بنا بنا یا کھیل بگڑتا تھا آپ کی جہیت منظر کرنے کے لیے اس سے سر بیچ الاخر تو کوئی نسخہ ہی نہ تھا اسکی کیا ضرورت تھی کہ اپنی جان و مال کو معرض ہلاکت میں ڈالیں اور گھر بار چھوڑ کر مارے مارے ہر پر قریش تو قریش وہ تو بڑے فہیم و بین تھے اُننے چھوٹے چھوٹے قبیلوں پر بھی یہ امر دشوار نہ تھا اگر اُنکے اختیار میں ہوتا تو یہ کونسی بڑی بات تھی آخر بڑے عیب و غریب قصیدے نہایت طویل و عریض خطبے خلاصہ یہ کہ انکا ہر طرح کا نظریہ کلام شور ہی نہ تھا پھر یہ کب ہو سکتا ہے کہ ایسی ظاہر بات کسی کی سمجھ میں بھی نہ آتی اور قرآن کے مقابلہ سے انکا عجز بیان کر کے ان وطن کرنے پر بھی انھیں غیرت نہ معلوم ہوتی اور وہ چپ چاپ بیٹھے سنا کرتے اور پھر انکا حال یہ کہ اپنی آن بان میں بڑے کڑے تھے اور دنیا بھر سے زیادہ فخر کرتے تھے خصوصاً کلام کی فصاحت و بلاغت پر تو انکو ناز تھا اور بجا تھا پس جس طرح کہ یہ بات صحابہ کے تئیں پیش ہر تک انھیں ایسے ظاہر اور کثیر انفعات امر کی خبر نہ ہوئی اور غلطی میں پڑے رہے یہی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ جان بوجھ کر اس سے پہلو ہتی کرتے اور قرآن کے مثل بنانے پر قادر ہونے کی صورت میں بھی کچھ نہ بنا لاتے حالانکہ اس سے کہیں زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں کوشش کیا کرتے تھے اور انہیں سے ایک اور گروہ تھا جس میں اکثر ایسے ہی لوگ تھے جو نہ فصاحت و بلاغت میں بصیرت رکھتے تھے اور نہ قرآن کے عمدہ صفات کو سمجھ سکتے تھے کہ یہ سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جمع کر سکتا اور نہ انھوں نے اسکا خیال کیا تھا کہ یہ دونوں فرستے قرآن کے مقابلہ سے اپنے عجز کا اقرار کر چکے ہیں اور بعینے عجز و جبر سے لڑائی کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں انکی بڑی توجہ غلامطبیعات اور قوانین قدرت کی جانب مصروف تھی جن کے موافق عالم کا کارخانہ چل رہا ہے اور وہ جانتے تھے کہ ان قوانین کے خلاف عمل درآمد کرنے پر کوئی آدمی قادر نہیں ہے پس وہ کہنے لگے کہ آؤ کچھ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم اپنی باتیں طلب کریں جن سے قوانین قدرت ٹوٹ جائیں یعنی اس عالم میں جو خدا کی عام طور پر عادت جاری ہے اس کے خلاف لازم آئے پس یہ اگر ایسا کریں گے تو بیشک سچے ہوں گے کیونکہ جب ہماری طلب کے موافق کوئی امر خارق عادت آئے ظاہر ہو گا تو ہم سمجھ لینگے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دعوے رسالت کی تصدیق کے لیے عادت کے خلاف کر دیا اور یہ امر خدا کے اس قول کے قایم مقام ہو جائے گا کہ جو بات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں انھیں نہیں سچا سمجھو آپ اسے اس طرح سمجھیں کہ اگر کوئی بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو کر حاضریں سے یہ کہنے لگے کہ یہ بادشاہ انھیں میری اطاعت کا حکم دیتا ہے اور لوگ کہیں کہ ہم جو بات جانیں کہ بادشاہ اپنی جگہ سے اٹھ کر فلاں جگہ جا بیٹھے اور فرض کیجئے کہ بادشاہ یہ سننے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر اُس جگہ جا بیٹھے پھر اسی طرح انھوں نے کسی دوسری بات کی اس شخص کی تصدیق کے لیے درجوست کی مثلاً وہ یہ کہ بادشاہ اپنے سر کا تاج فرسا دیر کے لیے کسی

چوتھا فرقہ بننے  
سجرات طلب کیجے  
اور لہو خارق  
عادتیں آپ کی  
رسالت پر نشان  
کیا ۱۳



دوسرے شخص کو پناہ دے یا چھ سات قدم چکر بھرائی جگہ بیٹھ جائے اور بادشاہ نے یہ بھی کر دیا اب اس صورت میں کچھ شک نہیں رہ سکتا کہ ان لوگوں کے کلام کو سنتے ہی بادشاہ کا ایسے افعال کر دکھانا ہرگز اتفاقی نہیں ہے بلکہ اس کے اس قول کے قائم مقام ہے کہ میں تم سب کو اس شخص کی اطاعت کا حکم کرتا ہوں اور جو کوئی اس بات کے اتفاقی ہونے کا قائل ہوگا تو لوگ ضرور اسے جہنم خیال کرینگے پس وہ لوگ یہ منصوبہ باندھ کر کہنے لگے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طلب کے موافق خلاف عادت باتیں ظاہر نہ کریں گے تو یہ کئی کذب کی دلیل ہوگی اور ہم سمجھیں گے کہ خدا نے انہیں جھوٹا کر دیا پس وہ ایسی باتیں آپسے طلب کرنے لگے جو اس عالم میں عادت ستم کے خلاف تھیں پس بعضوں نے آپ سے چاہا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں چنانچہ آپ نے اُنکے کہنے کے موافق اُسے بھی کر دکھایا اور فقط حاضرین ہی نے نہیں بلکہ ان سب لوگوں نے بھی جو کہیں دور سے آ رہے تھے اور ہلکا اتنی وہاں کے لوگوں کے موافق تھا اپنی کھلی آنکھوں سے اُسے دیکھ لیا اور اگر اس بات کی خبر دی کہ تم لوگوں کی طرح ہنسنے بھی چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا ایسا ہی سمجھیے جس طرح زلزلہ کے وقت اکثر بڑے بڑے پہاڑ پھٹ جاتے ہیں اور وہ خطہ کا خطرہ نہ دہلا ہوتا ہے یا جس طرح بعض حال کے سائنس جہاننے والوں کا خیال ہے کہ زمین اور اسی طرح اور ستارے آفتاب سے جدا ہو رہے ہیں اور پھر ایک نہ ایک دن آفتاب سے جا ملیں گے اور یہ سب کچھ عقل کے نزدیک خواہ اُس کے لیے کوئی نظریہ سب ٹھہرے یا نہ ٹھہرے ممکن اور خدا کی قدرت میں داخل ہے اگرچہ ہوتا نہیں ہے اور عادت کے خلاف ہے اور طرح طرح کے کام کرنے کے لیے جو طول زمانہ کو زیادتی قوت کے عوض بننے کے لیے لازم قرار دیا ہے وہ صرف قوت ناقصہ یعنی مخلوقات کی قوت کے لیے شرط ہے خدا کی کمال قوت کے واسطے شرط نہیں اور خدا نے اپنے عجیب و غریب کاموں میں یہ زمانہ اور سبب اس لیے مقرر کیے ہیں کہ ذرا عقل مندوں کی آزمائش کرے اور بکنے والے بہک جائیں اور دوسروں کی امر و اُچی تک رسائی ہو جاوے اور بعضوں نے یہ طلب کیا کہ آپ کی طرف درخت دوڑنے لگے آپسے بائیں کرے اور آپ کی رسالت کی شہادت دے آپ نے اُسے بھی کر دیا اور بعضوں نے سو سار کے ہونے کی درخواست کی اور کہا کہ یہ بھی آپ کی رسالت کی شہادت دے تو ہم جانیں آپ نے اُنکی یہ درخواست بھی پوری کر دی ان چیزوں کا بول اٹھنا محال نہ سمجھیے کیونکہ اگر حیات اور اک اور آلات لطف وغیرہ کو ہونے کے لیے شرط عادیوں سے شمار کیا جائے یعنی بغیر انکے بھی ہونا ممکن ہے تب تو ظاہر ہے کہ خدا نے کلام پیدا کر دیا ہو اور اُسے صادر ہو گیا ہو اور اگر ان چیزوں کو بالفرض لازمی شرط بھی قرار دیا جائے جیسا کہ بعض کا گمان ہے تب بھی کچھ شکل نہیں اس لیے کہ خدا ان شرط کو بھی پیدا کر سکتا ہے اور اُنکی قدرت سے باہر نہیں ہیں اور بعضوں نے یہ دیکھا کہ جب آپ کے ساتھیوں کے پاس پانی ختم ہو گیا اور انہوں نے آپ سے پانی کی درخواست کی تو آپ نے تھوڑے سے پانی میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی نکلیا یوں سے کثیر پانی جوش مار کر ٹھکانا شروع ہوا یہاں تک کہ جماعت کثیر اس سے سیراب ہو گئی اور ان سب کے لیے پانی کافی ہو گیا۔ اور یہ بات بھی کچھ متعجب نہیں اس طرح ہو سکتی ہے کہ خدا نے پانی کی ایک مقدار پیدا کر دی ہو جو اس تھوڑے پانی سے مل گئی ہو اور لوگوں کو نظر آتا ہو کہ انگلیوں کے بیچ سے پانی نکل رہا ہے اس لیے کہ خدا نے وہیں اتنا پانی پیدا کر دیا اور پیدا کرنا لا تو خدا ہے وہی سب کچھ پیدا کرتا ہے اس میں تعجب کی کوئی بات ہے اور علاوہ اس کے جب ہو کہ پانی سے منقلب کر دینا

عصا چنانچہ آؤ تو نوکرات میں سے بعینہ انسان کی آواز نکلتی ہے حالانکہ ادراک نہ بان وغیرہ نہیں ہیں ۱۷ ختم

سورۃ نوح

ف  
اگر رسالت  
وقت کا نشانہ  
دہنا ۱۲  
من  
سورۃ سجاد  
نوح و نوح

اگر انگلیوں  
کی گمانیں  
سے پانی کا  
جوش نازا  
۱۲

علم کیا دینے کی شری جاننے والوں کے اختیار میں ہے تو پھر خدا کا کیا پوچھنا ہے وہ تو کیا عناصر اور کیا علم کیا اور کیا وہ بھی  
 کا پیدا کرنا والا ہے۔ اور اسی طرح بہت سی خارق عادت باتیں لوگوں کے درخواست کرنے پر آپ سے صادر ہوئیں جنکی ہرکو معتبر ذریعہ  
 سے خبر پہنچی ہے اگرچہ انہیں اسی خبر میں بھی ہیں کہ تہا تہا تو ان کو نہیں پہنچیں لیکن ہمیں تو ذرا بھی شک نہیں رہا کہ یہ سب بل ملا کر تو ان کے  
 مرتبہ سے کسی طرح کم نہیں ہیں بلکہ ہم بلا تردد کہہ سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کرنے پر خوارق عادت کا صادر  
 ہونا جہاں لامتناہی ہے اور ایسے تو ان کو تو ان معنوی کہتے ہیں جسکے معتبر ہونے پر محققین عقلاء کا اتفاق ہے اور اسکا انکار وہی  
 کر سکتا ہے جسکو وہی باتوں کے انکار سے بھی شرم نہ معلوم ہوتی ہو اور لوگوں میں اپنی وقت ثابت کرنے کی غرض سے بید ہر  
 بدیہیات کا انکار کر بیٹھتا ہو پس اس گروہ نے جب یہ دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوارق عادت اور ان قوانین کے خلاف  
 کر دکھایا جنکے خلاف کرنے پر سوائے خدا کے کوئی قاطع در نہیں ہے تو انھیں یقین ہو گیا کہ وہ نہو درخواست کرنے پر خدا ہی نے  
 آپ کی تصدیق کے لیے ایسی باتیں آپ سے کرا دی ہیں اور پھر آپ کی تصدیق کر لی اور آپ کی رسالت کے معتقد ہو گئے اسکو  
 خوب سمجھ لیجئے کہ ایسے معجزات صرف انھیں لوگوں کی عقلوں کے سمجھانے کے لیے ہیں جنکے افہام معجزات ادبیہ کے سمجھنے سے تھا  
 ہیں اور اسکی قابلیت نہیں رکھتے ورنہ سب داروں کے لیے تو معجزات ادبیہ ہی موزوں ہیں جیسا کہ قرآن کے احوال میں اٹکا کچھ  
 تو ذکر ہو چکی ہے اور اب بندہ بھی اٹکا بیان آٹکا جہاں کہ شریعت محمدیہ کے حسن انتظام کی شان دکھائی ہے اور ظاہر کیا ہے  
 کہ خدا کے پاس سے ہونے کی ایسی فلاں فلاں دلیلیں موجود ہیں اور جہاں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تقدیر کی کتابوں میں  
 جو علامتیں مذکور ہیں منطبق کر دکھائی ہیں اور ہمیں مان لوگوں سے جو اپنے ادراک کو معجزات ادبیہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں یہ ہم سیکھ  
 اس خیال سے کہ یہ ہر ایک ان علوم کے مخالف ہیں جنکو انھوں نے اپنے اسکو لوں میں حاصل کیا ہے اور انکی عقلیں انھیں قبول  
 نہیں کرتیں دہو کے میں نہ پڑینگے اور معجزات حسیہ کو اپنے ایمان کے طریق میں سد راہ نہ بنائینگے بلکہ انکی شان کے لحاظ سے حق او  
 اور انکی حرم و احتیاط کے مناسب تو یہ امر ہے کہ ان خوارق کو انھیں لوگوں کے سمجھانے کے لیے خیال کریں جنھیں معجزات ادبیہ کے  
 ادراک کا سلیقہ نہیں اور خود اسی اختیار کریں جنھیں انکی عقلیں قبول کرتی ہوں اور پھر اگر کوئی ایسی چیز پیش آئے جو انکی عقلوں  
 میں نہیں آتی اور یقینی دلیل عقلی کے خلاف ہو تو ایسا طرز اختیار کریں جو نقل اور عقل کا جامع ہو اور تاویل کر کے دونوں کو موافق بنایا  
 جیسا کہ آئندہ ذکر ہو گا کہ شریعت محمدیہ کا یہ عام قاعدہ ہے کہ اگر کوئی چیز انکے یہاں منقول ہو اور نظام بشری دلیل کے خلاف ہو  
 تو اس میں تاویل کر دیتے ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ کریں تو انکی حالت اس شخص کی مثل ہو جائے گی جو دن دوپہر آفتاب کو دیکھ رہا ہے  
 اور گمان کرے کہ اسوقت رات موجود ہے اس لیے کہ اسکو یہ خیال بند گیا ہے کہ کسی نکلے ہوئے ستارے کو وہ دیکھ رہا ہے  
 پس وہ دن کے موجود ہونے کی واضح دلیل کو یعنی آفتاب جو صاف نظر آ رہا ہے چھوڑ دے اور اس خیالی ستارہ کو جسکا کہیں نہ  
 بھی نہیں بے بیٹھے۔ ایسا آدمی غلطی کے سبب میں سے کسی نہ کسی سبب سے ستارہ کے دیکھنے اور اسکو موجود سمجھنے میں مبتلا ہوتا  
 غلطی کر سکتا ہے ایسی حالت میں چاہے یہ تھا کہ اگر ستارہ کے ہونے کا اسکو یقین بھی ہوتا ہم اپنے دیکھنے کی کوئی تاویل ضرور  
 کرے اور اس آفتاب و رخشاں کو جو دن کے وجود کی پہلی دلیل ہے مہل نہ جانے دے اصل یہ ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے  
 اسی کو راہ راست دکھاتا ہے اور انہیں سے ایک فرقہ یہ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ زمانہ میں بھی رسولوں کو بھیجا تھا





بنی اسرائیل ہی ہیں (۲۵) اور یہ کہ آپ مونس علیہ السلام کے شاہیں یعنی شریعت اور مشرعیّت احکام اور ہوا کے اعتبار سے انکی طرح ہیں (۲۶) اور یہ کہ خدا کا کلام انکے منہ میں رکھا گیا ہے، اور وہ یہی باکمال قرآن ہے جسکو آپ لائے ہیں انکی سوا جو یوحنا میں ہے وہ بھی آپ پر صادق آتا ہے یعنی وہ آپ فارقلیط اور معزی ہوں گے جو تمام چیزوں کو سکھائیں گے مطلب یہ ہے کہ تمام حقایق اور معارف کو سکھائیں گے جیسا کہ آپ کے تبعین کے حالات سے ظاہر ہے (۲۸) اور یہ کہ آپ جیسے علیہ السلام کی کہی ہوئی باتیں یاد دلائی گئے اور وہ

### بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰

کے یعقوب کی مان رہتے تھے یہ خبر اگر اپنے بیٹے یعقوب کے ہاتھ ان کو عیص کا جیسے بدلہ اگر اسٹی علیہ السلام کے پاس کھائے لیکن بھیجا چون کہ نابینا تھے پہچان نہ سکے اور عیص سمجھ کر یعقوب علیہ السلام کو ساری برکت بخشی جب عیص علیہ السلام آئے اور انھوں نے بھی برکت مان کی تو بجائے برکت دینے کے انہیں یعقوب علیہ السلام کی اطاعت کا حکم دیا اور برکت نہیں دی جس کی وجہ سے وہ یعقوب کے دشمن ہو گئے اور آمادہ قتل ہوئے رہتے یہ بات معلوم کر کے یعقوب کو اپنے بھائی لایون کے پاس حاران جلتے کی حکم کیا پس حضرت عیص تو اپنے حق کے یعقوب علیہ السلام کے ہاتھ بچنے اور نیز یعقوب علیہ السلام کے سختی علیہ السلام سے حق عیص نے لینے کے باعث اس عموم سے خارج ہوئے۔ رہی ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹوں کی اولاد وہ ابراہیم علیہ السلام کے خارج کر دینے کی وجہ سے پہلے ہی سے خارج ہے سند اس کی کتاب پیدایش باب ۲۵ ورس (۵) اور ابراہیم اپنا پھر نجات کو دیا لیکن جن کو کوٹھو کو جو ابراہیم سے ابراہیم نے کچھ انعام دیکر اپنے بھائی کو اپنی بیوی انھوں نے کچھ کچھ دیا اور ابراہیم کی حیات کے برسوں کے دن جن میں وہ جیتا رہا ایک سو پچتریس تھے تب ابراہیم جان بحق ہوا اور اچھی عمر و رازی میں بوڑھا اور آدھ ہو کے مرا تو اپنے لوگوں میں جا ملا اور اس کے بیٹے اخفاق اور اسمعیل نے کفیلہ کے مفارہ میں حتیٰ صغرا کو ٹیٹھی غصروں کے کھیت میں جو قبر کے آگے ہے گاڑا ۱۲۱ برہمین رحیم رحیم ہمار

اطاعت کریں گے اور اسکے مصداق امت کے وہ مالدار ہیں جو آپ کے ارشاد کے موافق اپنے مال کی ذکوۃ دیتے ہیں اور علاوہ بریں (۲۶) شعیان میں یہ جو واقع ہوا ہے کہ آپ کی نماز ایک نئی طرز کی عبادت ہوگی، شریعت محمدیہ کی نماز پر پورے طور سے صادق ہے کیونکہ اس نماز کے مشابہہ شریع سابقہ میں کوئی عبادت نہ تھی اور یہ کہ (۲۷) آپ اس نماز کو علیہ السلام پر ہی بڑی بڑی درجہ کے رہنے والوں پر بھی واجب کریں گے جسے گزائر اور بیا بانوں میں بننے والے بھی اس سے مستثنیٰ نہیں گئے، پس ظاہر ہے کہ بعد ایمان کے سب سے اول درجہ نماز ہی کا ہے کہ جس سے کوئی عاقل بالغ مستثنیٰ نہیں (۲۸) اور یہ کہ ایمان یعنی وہ مقامات میں قیدار سکونت پذیر تھی آپ کے ذکر سے گونج اٹھے گا، اور قیدار اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور آپ کی بیٹی محمد صلیع کی اجداد کا انھیں کے ذریعہ سے سلسلہ نسب اسماعیل علیہ السلام سے جانتا ہے اور وہ مقامات ہی عرب کے شہر ہیں جسکو ہر کو جہاں دیکھو آپ ہی کا ذکر ہے (۲۹) اور



بنی اسرائیل ہی ہیں (۱۵) اور یہ کہ آپ مولیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہیں یعنی شریعت اور مشروریت احکام اور جہاد کے اعتبار سے انکی طرح ہیں (۱۶) اور یہ کہ خدا کا کلام نکلنے میں رکھا گیا ہے، اور وہ یہی باکمال قرآن ہے جسکو آپ لائے ہیں اسکی سوا جو لو جن میں سے وہ بھی آپ پر صادق آتا ہے یعنی (۱۷) آپ فارقلیط اور معزی ہوں گے جو تمام چیزوں کو سکھلائینگے مطلب یہ ہے کہ تمام حقایق اور معارف کو سکھلائینگے جیسا کہ آپ کے تبعین کے حالات سے ظاہر ہے (۱۸) اور یہ کہ آپ علیہ السلام کی انکی ہونے والی باتیں یاد دلائینگے اور وہ باتیں توحید اور ایمان اور دنیا سے بے رغبتی کی تعلیم اور آخرت کی ترغیب دینا ہیں (۱۹) اور یہ کہ آپ جیسے علیہ السلام کے پہلے شہادت دینگے یعنی انکی نبوت درسات اور لوگوں کے افراء سے انکی برات کے شاربینگے (۲۰) اور یہ کہ آپ جیسا کہ علیہ السلام تشریف نہ لیجائینگے تشریف فرما ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا (۲۱) اور یہ کہ گناہوں پر لوگوں کو سرزنش کریگے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ مظلما کار اور گناہ کرنے والے کو سرزنش کرتے ہیں اور جو کچھ مزامیر میں ہے وہ بھی آپ پر منطبق ہے (۲۲) اور یہ کہ آپ غمخوار ہوں گے چنانچہ آپ اعلیٰ درجہ کا حسن رکھتے تھے (۲۳) اور یہ کہ حکمت آپ کے لبوں سے نکلے گی جوگی، اور یہ بات آپ کے قرآن جسکی آپ تلاوت فرماتے تھے اور آپ کی معارف و حکم کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے (۲۴) اور یہ کہ آپ تلوار لٹکائے ہوں گے، چنانچہ آپ اعداؤ بن کے ساتھ لڑائی میں برابر لگے رہے (۲۵) اور یہ کہ آپ قوی ہوں گے، پس ظاہر ہے کہ آپ قوت دلیل انتظام ملی اور قوت جہانی ہر اعتبار سے قوی تھے یہاں تک کہ آپ نے اپنی جسمی قوت سے بڑی بڑی پہلوانان عرب کو گرا دیا اور یہ کہ آپ (۲۶) حق کے پیرو (۲۷) طبیعت کو قابو میں رکھنے والے (۲۸) اور بہت تباہ ہوں گے چنانچہ یہ تینوں باتیں آپ میں واضح طور پر موجود تھیں (۲۹) اور یہ کہ تیر اندازی آپ کا طریق ہوگا چنانچہ دشمنوں کے لیے آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا سامان تیر اندازی سے تیار رہنا مشہور بات ہے اور آپ کی لشکر میں لوگوں کو حکم ہے کہ تیر اندازی کیسیں اور اگر کوئی سیکہ کر بھول جائے تو وہ گنہگار سمجھا جاتا ہے اور یہ کہ (۳۰) زمین کا بہت بڑا حصہ آپ کے تحت تصرف میں ہوگا چنانچہ آپ قریب قریب تمام ملک عرب پر قابض تھو (۳۱) اور یہ کہ آپ خیر دوست (۳۲) اور گناہ سے بیزار ہوئے ہوں گے چنانچہ یہ دونوں باتیں بھی آپ میں ایسے کچھ طور پر ثابت ہیں جتنا آپ کے دشمن بھی اقرار کرتے ہیں (۳۳) اور یہ کہ شہزادیاں آپ کی خدمت کر بگی ہیں یہ بھی ہو گیا کیونکہ سرداران عرب کی لڑکیاں جو آپ کے پاس مقید کر کے لائی جاتی تھیں شہزادیوں سے کچھ کم نہیں علاوہ بریں صفیہ بنت قطیب جو ایک یہودی بادشاہ کی صاحبزادی تھیں آپ کی زوجہ ہی تھیں (۳۴) اور یہ کہ بادشاہوں کے یہاں سے آپ کے پاس مددے لینگے، چنانچہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی اور نفوس شاہ مصر وغیرہ نے آپ کے پاس مددے بھیجے (۳۵) اور یہ کہ مالدار بھی آپ کی اطاعت کریں گے اور اسکے مصداق امت کے وہ مالدار ہیں جو آپ کے ارشاد کے موافق اپنے مال کی ذکوہ دیتے ہیں اور علاوہ بریں (۳۶) شعیان یہ جو واقع ہوا ہے کہ آپ کی ناز ایک نئی طرز کی عبادت ہوگی، مشرعت محمدیہ کی ناز پر پورے طور سے صادق ہے کیونکہ اس ناز کے مشابہ شریع سابقین کوئی عبادت نہ تھی اور یہ کہ (۳۷) آپ اس ناز کو علیہم بڑی بڑی دور کے رہنے والوں پر بھی واجب کریں گے جسے جزائر اور سیاحانوں میں بسنے والے بھی اس سے مستثنیٰ نہ ہوں گے، پس ظاہر ہے کہ بعد ایمان کے سب سے اول درجہ نازی کا ہے کہ جس سے کوئی عاقل مانع مستثنیٰ نہیں (۳۸) اور یہ کہ ایمان لینے وہ مقامات جس میں قیدار سکونت پذیر تھو آپ کے ذکر سے گونج اٹھے گا، اور قیدار اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور آپ کی بیٹے محمد صلعم کی اجداد کا انھیں کے ذریعہ سے سلسلہ نسب اسماعیل علیہ السلام سے جاملتا ہے اور وہ مقامات یہی عرب کے شہر ہیں جسکی ہر ہر کوچ میں جہاں دیکھو آپ ہی کا ذکر ہے (۳۹) اور



اگرچہ انکو بھی اولاد میں آپ ہیں بنی اسرائیل حقیر سمجھتے تھے اسلیئے کہ آپ باجرہ کی نسل سے ہیں اور انکی اولاد بنی اسرائیل کو بنی اسرائیل  
 حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور کھا کرتے تھے کہ یہ لوگ کنیزک زادے ہیں اور خدا نے انھیں میں سے آپ کو نبی بنا دیا اور  
 جو کچھ مشاہدات انجیل میں ہے وہ بھی آپ پر نبوی صادق آتا ہے (۳۶) اور یہ کہ آپ کی حکومت بڑے بڑے فرلوں پر ہوگی اور  
 آپ لوہے کی چھڑی سے انکی گھمبائی کرینگے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ آپ کی اپنی حکومت ہو چکی ہے بڑی سے بڑی متکبر قومیں آپ کے  
 سامنے گردن جھکا تھیں اور لوہے کی چھڑی ہی آپ کی تلوار ہے جس سے آپ بچکی کرنے والوں کو ڈاڑھے ڈٹتے تھے (۳۷)  
 اور جب ہم آپ کے لئے ہوئے قرآن میں غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلا نبی کی راہیں بتلاتا ہے اسلیئے اسکو وہی صبح کا ستارہ  
 سمجھنا چاہیئے جو آپ کو ملنے والا تھا (۳۸) اور فرما میر میں یہ جو ہے کہ جلد سے آپ کے سامنے گھٹنوں کے بل گر پڑے گا وہ بھی آپ کا  
 صادق ہے کیونکہ جلد سے کا بادشاہ نجاشی آپ پر ایمان لے آیا تھا (۳۹) اور سلاطین بن قریانیوں کی خدمت میں حاضر ہوئے  
 (۴۰) اور تمام قومیں آپ کی اطاعت اختیار کرتی تھیں (۴۱) اور یہ کہ آپ مظلوم بیچاروں کو قومی لوگوں سے چڑا دینے والے ہوئے  
 کیونکہ آپ کے نزدیک زبردستوں کا کمزوروں پر ظلم کرنا گناہ ہے اور آپ اس سے بہت سختی سے منع فرماتے تھے اور ظالم کو ظالم کہتے  
 ہر طرح سے باز رکھتے تھے (۴۲) اور یہ کہ آپ ایسے کمزوروں کو جن کا کوئی یار و یاور نہ ہو (ظلم وغیرہ سے) چڑا دینگے چنانچہ سب  
 جانتے ہیں کہ آپ ایسے ہی تھے (۴۳) اور یہ کہ آپ ضعیفوں اور مسکینوں کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے ہوں گے جیسا  
 کہ آپ کے حالات سے ظاہر ہے اور آپ کو انہی نہایت محبت تھی یہاں تک کہ اپنے آپ کو مسکینوں ہی میں شمار کرتے تھے اور اپنے  
 رب سے یہ دعا مانگا کرتے تھے یا اللہ مجھے زندگی میں بھی مسکین ہی بنا دے رکھ اور مرتے دم ہی مجھے مسکین ہی رکھو اور قیامت میں  
 بھی مجھے مسکینوں ہی کے زمرہ میں اٹھائیو (۴۴) اور یہ کہ آپ لوگوں سے سود لینا چھڑا دینگے چنانچہ آپ سود سے نہایت سختی کے  
 ساتھ ممانعت فرماتے تھے اور اسکا باعث حاجت مندوں کے حال پر شفقت فرمانا تھا جو قرض لینے کی ضرورت پڑتی ہے اور  
 دولت مندوں کو اس بات پر بھیجئے کہ نام مقصود تھا کہ یہ اہل حاجت کو قرض دے دلا کر انکے ساتھ سلوک کیا کریں اور آپ نے اپنے بعض  
 خطبوں میں یہاں تک فرمایا کہ تمام سود میرے قدموں کے تلے پامال ہیں (۴۵) اور یہ کہ آپ شہر سہا کا سونا جو بین کے اطراف میں  
 کسی طرف واقع ہے لوگوں کو دینگے اور یہ اس طرح صادق ہوا کہ آپ کے پاس اسکا خراج آیا کرتا تھا (۴۶) اور یہ کہ آپ کے لیے  
 روز بروز برکت کی دعا کی جائے گی جیسا کہ یہ آپ کے مطیعین کی عبادت میں داخل ہے چنانچہ وہ روزانہ اپنی نماز میں میں مرتبہ سے  
 بھی کچھ زیادہ پڑھا کرتے ہیں السلام علیک ایہا بنی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی اسے نبی آپ کو ہمارا سلام پہنچے اور آپ پر خدا کی نوازیں  
 اور برکتیں نازل ہوں اور ہر روز دس بار سے ہی زیادہ خدا سے یہ دعا کرتے ہیں کہ بارک علی محمد وعلی آل محمد یعنی لے خدا محمد  
 صلے اللہ علیہ وسلم اور انکے کنبے والوں پر برکت نازل کر دے (۴۷) اور یہ بات ہم صاف طور پر شاہدہ کر رہے ہیں کہ جس دن سے آپ نے  
 نبوت کا دھولے کیا ہے اس دن سے لیکر آج تک برابر آپ کے متبعین سب کو کی طرح روئے زمین پر پڑھتے چلے جاتے ہیں مصلیٰ  
 اشعیاء میں آپ کی نسبت واقع ہے وہی نبی آپ پر صادق آتا ہے (۴۸) کہ آپ موبد اور پسندیدہ ہوں گے اور سکا پتہ اس طرح گستا  
 ہے کہ دن بدن آپ کا عروج ہوتا چلا جاتا ہے (۴۹) اور یہ کہ جس دین کو آپ خدا کا دین کہیں گے اُسکے اظہار میں نہ گمراہیگی  
 نہ انکے لینگے اور اشعیاء میں جو آپ کی نسبت جہانی علامتیں مذکور تھیں وہ بھی آپ میں نبوی ظاہر ہیں (۵۰) یعنی کبوتر کے بیضے کے برابر

آپ کے شانہ پر شاہی مہر ہوگی اور آپ اسکو ہر نیت سے تعبیر فرماتے تھے (۵۱) اور یہ کہ آپ نے عام سے پکارے جائیں گے چنانچہ آپ کا اسم مبارک محمد تھا کہ یہ نام آپ کے اجداد میں کسی کا بھی نہ ہوا تھا اس کے علاوہ آپ کا نام احمد بھی تھا اس کے ساتھ ہی آپ سے پہلے کوئی مومن نہیں ہوا تھا (۵۲) اور یہ کہ خدا سے مشورہ کرینگے اس لیے کہ آپ دعوے سے کہتے تھے کہ میں کوئی بات اپنی خواہش نفسانی کے موافق نہیں کہہ دیا کرتا ہوں جو کچھ میں تم لوگوں کو تعلیم کرنا ہوں وہ خدا کے پاس سے وحی ہی آیا کرتی ہے (۵۳) اور یہ کہ تمام عالم کے آپ باپ ہوں گے اور یہ بات بھی کچھ جھوٹ نہیں کیونکہ آپ کے متبعین آپ کی اطاعت کے اعتبار سے بیٹوں ہی کی طرح ہیں اور آپ بھی شفقت اور تربیت کے لحاظ سے گویا بائبل باپ ہی ہیں (۵۴) اور یہ کہ آپ ان قائم کرنے والے سردار ہوں گے چنانچہ آپ نے جاہلیت کی لڑائیوں کو جو عرب میں ہوا کرتی تھیں اور جن کا نتیجہ سوائے لوگوں کے ہلاک کرنے کے اور کچھ بھی نہ تھا بالکل سدود کر دیا رہا آپ کا دشمنوں سے لڑنا وہ محض اس غرض سے تھا کہ وہ دین جس کی نسبت آپ دعوے سے کہتے تھے کہ یہ خدا کا دین ہے حکم ہو جاوے اور عالم میں ان قائم ہو پس یہ تو اسی عربی مثل کے موافق ہو گیا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قتل کرنا ہی قتل کرنے کو خوب روکتا ہے یعنی فساد یوں کو قتل کرنے سے اور لوگ محفوظ رہتے ہیں (۵۵) اور یہ کہ آپ کی حکومت کو دن بدن عروج ہوتا رہے گا چنانچہ یہ کہانی آنکھوں نظر آتا ہے (۵۶) اور یہ کہ آپ کی وجہ سے بہت کچھ ان قائم ہو جائے گا چنانچہ حیوں حیوں آپ کے مطیعین بڑھتے گئے لوگوں کی حالتیں درست ہوئی گئیں اور جاہلیت کے فتنے ٹٹے گئے (۵۷) اور یہ کہ آپ شہر سوار ہوں گے اس لیے کہ آپ اہل عرب سے ہیں جو لوگ بڑے شہر سوار مشہور ہیں جس طرح کہ عیسیٰ علیہ السلام دما ز گوش پر سوار ہوئے تھے (۵۸) اور یہ کہ آپ کے تسلط کے بعد ثبوت ٹوٹ جائیگا اور زمین پر پھینک دئے جائیگا جیسا کہ آپ نے مسوقت کیا جبکہ کہ فخر ہوا اور آپ کہیں داخل ہوئے پس آپ بتوں کو کعبہ پر سے گرا دیتے جیسے اور بت نمکست ہو رہے تھے اور جو کچھ روحنا کے خواب کے بیان میں ہے وہی آپ پر صادق آتا ہے (۵۹) کہ آپ امین کے لقب سے مشہور ہوں گے چنانچہ آپ اس نام سے دعوے رسالت کے قبل ہی مشہور ہو چکے تھے اور آپ کو لوگ محمد امین کہا کرتے تھے (۶۰) اور یہ کہ آپ کا حکم کرنا اور جنگ کرنا عدل پر مبنی ہوگا چنانچہ آپ کو جسے ایسا ہی پابند ہے کہ آپ نے اپنی امت پر یہ بات فرض کر دی کہ اپنے پر یا اپنی اولاد ہی پر کیوں نہ حکم کرنا ہو لیکن کسی طرح اس کے ہاتھ سے عدل نہ جاسے پاوے علیہذا القیاس آپ کا جنگ کرنا بھی محض عدل کے موافق تھا کیونکہ عہد کرنے کے بعد بد عہدی جانتے ہی نہ تھے اور نہ جہاد میں کسی عورت اور لڑکے کو قتل کرنے تھے اور نہ کسی ایسے کو مارتے تھے جو طاعی لڑنے اور مدد پر تیار تھے عاجز ہو اور نہ اس شخص کو مارتے تھے جو اپنے زعم کے موافق گوشت عبادت میں بیٹھا ہو (۶۱) اور یہ کہ آپ لشکر کا لباس سفید اور پاکیزہ ہوگا جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کو سفید لباس اور سب لباسوں سے زیادہ پسند تھا اور آپ کی امت نے بھی اسے اختیار کیا ہے اور جمعہ کے روز جو گویا مسلمانوں کی ہفتہ واحد ہے آپ کی شریعت میں سفید لباس پہننا بہت مناسب خیال کیا گیا ہے (۶۲) اور یہ کہ آپ کے منہ سے ایک تیغ رواں نکلے گی تاکہ آپ لوگوں کو اس سے ماریں یہ آپ کے لائے ہوئے قرآن پر پورے طور سے منطبق ہے کیونکہ آپ نے عرب کے لوگوں کو اس کے مقابلہ کرنے سے عاجز کیا کیونکہ حج اس سے انھیں تھرا ہی دیا (۶۳) اور یہ کہ پرندے ان بادشاہوں کا گوشت کھائیں گے جو آپ سے لڑ کر مقتول ہوں گے یہ بات بھی سب جانتے ہیں کہ آپ نے کتنے ہی میدانوں کو بادشاہوں کی لاشوں سے بھر دیا اور انھیں پرندوں کی خوراک بنا دیا (۶۴) اور یہ کہ شاہان رولنے زمین مع اپنے خدم و شتم کے اتفاق کر کے آپ سے جنگ کرینگے پس شاہان خیر اور عرب کی دیگر قوموں کا متفق ہو کر آپ سے مقابلہ کرنا ایسی کافی ہمت



ہے اور آپ کے مطیعین پر وہ مضمون بھی جو قرآن میں صادق آتا ہے (۶۵) کہ مکنے پاس دو دھاری تلوار ہوگی اور بڑے بڑے جاہل و ستم  
انعام لیں گے (۶۶) اور یہ کہ بادشاہوں کو طوق اور زنجیروں میں گھسیٹینگے پس بلا شک یہ دونوں باتیں بھی وہ لوگ کر چکے ہیں (۶۷)  
اور یہ کہ وہ لوگ اپنی خواجگاہوں میں خوش خوش آرام کریں گے چنانچہ انکا طریقہ یہ ہے کہ سوتے وقت وہ یا خدا سے انباجی خوش کیا  
کرتے ہیں یہاں تک کہ سو جاتے ہیں (۶۸) اور یہ کہ ہر وقت خدا کی عظمت بیان کرینگے پس اسکی مصداق انکی نماز ہے کہ اُس سے پہلے  
بھی اذان میں تکبیر کہتے ہیں اور بغیر تکبیر کے تو انکی نماز شروع ہی نہیں ہو سکتی اسکے علاوہ ایک کن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل  
ہوتے وقت بھی وہ تکبیر کہتے ہیں اور عید الفطر کی تکبیر ات تو مشہور ہی ہیں بہر حال انکی نماز کے ہر ہر فعل سے خدا کی عظمت ظاہر  
ہوتی ہے اور ان پر وہ مضمون بھی صادق آتا ہے جو تفسیر میں ہے (۶۹) کہ خدا نبی اسرائیل کو اُسے غیرت دلائیگا اور ایک جاہل  
فرقہ سے اُن کو غیرت دلا کر غضبناک کر دیا سیلے کہ قوم عرب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی سے پہلے نہایت ہی جاہل تھی سولہ نبی تھے  
کے اُسے کسی دین کی خبر ہی نہ تھی اور اسوقت کے یہود کا حسد مسلمانوں کے ساتھ مشہور ہے (۷۰) اور یہ کہ وہی لوگ ایسے ہوں گے  
جنہیں بے مانگے مراد ملیگی اسیلے کہ انھوں نے کسی شریعت کی درخواست نہیں کی تھی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کہ پر وہ مضمون  
جو انبیاء میں ہے صادق آتا ہے (۷۱) کہ وہ باجندہ ہوگا کیونکہ بعد اسمعیل علیہ السلام کے اُسین کوئی نبی نہیں ظاہر ہوا تھا (۷۲) اور وہ  
وحشی دینے خانہاں برباد عورت کے بیٹے ہی عرب کے لوگ ہیں کیونکہ یہ باجندہ علیہا السلام کی اولاد میں ہیں جو بنجرانہ مطلقہ کے ہورہی  
تھیں اور دوسرا قرینہ اسکا یہ ہے کہ اسمعیل کے حق میں یہ واقع ہوا ہے کہ وہ وحشی آدمی ہوں گے جیسا کہ سفر کنوین میں مذکور ہے اور انکو  
والی عورت کے بیٹوں سے سارا علیہا السلام کی اولاد مراد ہے پس کہ جو باجندہ عورت کے لقب سے پکارا گیا ہے اس خطاب کرینکا  
رازا ظاہر ہو گیا کہ تو خدا کی پائی اور وحدانیت بیان کر دیا اور شکر کا اظہار کر دیا کہ یہ نہ کہ خانہاں برباد ہورہی کی اولاد سے جو بنجرانہ مطلقہ کے  
ہورہی تھیں بہتیرے سارا کی اولاد سے افضل نکلے جو شوہر دار کے مبارک لقب سے یاد کی جاتی تھیں (۷۳) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے  
طفیل سے کہ جو جو محبت حاصل ہوئی ہے وہ عبادت گاہ پر نہیں سے کسی کو بھی حاصل ہوئی ہوگی (۷۴) اور ہر سال قربانیاں لیجائے گی  
وجہ سے جو کہ کی توقیر ٹہری ہے وہ شاید ہی کسی عبادت گاہ کو نصیب ہوئی ہو۔

پس یہ فرقہ قریش کا ماضیہ کی بتلائی ہوئی علامتوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مطیعین کے حالات سے مقابلہ کرچکا اور بلا استغناء تمام  
عہد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس محل جو اس موقع پر نبیل میں لفظ وحشی پایا جاتا ہے وہ تحریف ہے بجائے اسکے شاید کوئی اور لفظ ہوگا۔ چنانچہ مولوی  
رحم الہی صاحب نے ایک دوسری نشارت کے ذیل میں براہین رحیم میں اسکی تفسیر کر دی ہے ہم انکی عبارت نقل کرتے ہیں اس سے ایک اور  
نشارت بھی معلوم ہو جائے گی صحیفہ سعید علیہ السلام باب ۲۸۔ کوس ۱۱۰۔ ہاں وہ وحشی کے سے ہونٹوں اور چینی زبان سے اس گروہ کے ساتھ آتے  
کر گیا اور پیدائش کے ۱۰ ہویں باب کے کوس ۱۲ میں نسبت اسمعیل علیہ السلام کی مذکور ہے وہ وحشی آدمی ہوگا اسکا ہاتھ سب کے اور سب کے ہاتھ اسکے پر چلا  
ہوں گے اور وہ وحشی نعوذ باللہ من الخریف یعنی اسماعیل علیہ السلام عربی اللسان تھے اور کلام اللہ اور کلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہے تو اسمعیل  
سیسی اور نہ زبان سیم علیہ السلام انتھے مولوی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ کوس ۱۲ میں وحشی تحریف ہے لیکن خبر ہمارا اصل مطلب اب بھی ثابت  
ہو چکا کہ یہ کہ جب وحشی اسمعیل علیہ السلام کا وصف نہیں لڑ کوس ۱۱۰ میں وحشی اسکے سے ہونٹوں اور چینی زبان الخ سے مراد اسمعیل کی زبان ہوگی  
اور انکی زبان عربی تھی پس اسکے بولنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر اسمعیل علیہ السلام اور چینی زبان میں جو کہ باقی نازل ہوئی قرآن شریف ہے نہ کہ  
کیونکہ وہ چینی ہی ۱۲ انتھے جس

علامتیں آپ کے حالات میں مطبق ہیں اور علامتیں بھی ایک دو نہیں تشریح سے بھی کچھ زیادہ اور پر مشترک عدد ہی کثرت کے اظہار میں بہت کچھ بڑھا ہوا بہا تک کہ مبالغہ کے موقع میں زبان زد ہے نہ تو ان میں سے ایک دوسرے سے یوں کہنے لگا کہ جب کہ یہ علامتیں کتب سابقہ میں بیان کی گئی ہیں اس زمانہ سے آج تک کوئی ایسا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نہیں گذرا کہ میں آپ کی طرح ساری علامتیں موجود ہیں اگرچہ بعض رسولوں میں کچھ کچھ علامتیں پائی بھی گئیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہوا ہے کہ بعض علامتیں پائی ہی رہ گئی ہیں اور یہ نوبت نہیں آئے پائی کہ ساری علامتوں کے جامع ہو چکا اطلاق ہو سکے کیونکہ ان کے حالات اور ان علامات میں کچھ نہ کچھ مخالفت اور منافات ہمیشہ پائی گئی مثلاً یہ بات پائی گئی کہ نیکی کو پسند اور گناہ کو کٹا کرتے تھے لیکن سلاطین ان کے مطیع نہیں ہوئے اور نہ انھوں نے لوہے کی چٹری سے لوگوں کو راہ راست پر چلا یا اور نہ وہ دشمنوں سے بڑے لڑائیوں کے لئے ایسے نیکے ایسی طرح اور علامتوں کا حال سمجھے اور پھر ان سب علامتوں کا باوجود اپنی کثرت اور گوناگون ہونے کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں محض اتفاقی طور پر جمع ہو جانا کسی طرح عقل میں نہیں آتا اور کوئی منصف ان سب کے اتفاقی طور پر جمع ہونے کا ہرگز قائل نہیں ہو سکتا ہاں کوئی اپنی وقت ثابت کرنے کے لیے یا عداوت کی راہ سے کہہ دی تو بات ہی دوسری ہے۔ پھر بعد اسکے کہ اتنی زیادہ علامتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہو جائیں اور سب بات کا کوئی عقلی یا عرفی مانع بھی نہ پایا جاوے اور نہ عادت یا شرع کی مخالفت لازم آئے کہ جنکی نسبت یہ علامتیں بتلائی گئیں تھیں وہ آپ ہی ہیں تو اب بھی اگر کوئی یہ کہے کہ شاید وہ کوئی دوسرے شخص ہوں گے جو ابھی آئے نہیں امید ہے کہ ان کے تو یہ بات نا عاقبت اندیشی اور عداوت پر مبنی نہیں تو اور کیا ہے اور ایسا کہنا محض لغو اور سراسر بے سود ہے اور یہ کہہ کر ایسے شخص کی اطاعت سے جس میں کہ ساری علامتیں محقق ہو چکیں روگردانی کرنا اور کسی دوسرے کا انتظار کرنا جسکی آمد مشکوک اور محض ایک گمان ہی گمان ہو نہایت بے عقلی کی بات ہے پہلا غور تو کیجئے کہ اگر کوئی شخص اپنے نوکر کو ایک خط دیکر اس سے یہ کہے کہ اس شخص کو بدینا جو نوٹھے عرصہ میں تیرے پاس آئیگا اور کہے گا کہ میں ہی وہی شخص ہوں جسے تیرے مالک نے خط دلوایا ہے اور اسکو اس شخص کی چند علامتیں بھی بتلاوے جبکہ دو آدمیوں میں بھی مجتمع ہو جانا عقل کے نزدیک مستبعد خیال کیا جاتا ہو اور پھر وہ شخص نوکر کے پاس آکر اسکے مالک کے بتلانے کے موافق وہ خط طلب کرے اور نوکر ان میں اپنے مالک کی بتلائی ہوئی علامتیں دیکھنے پر بھی اسے خط نہ دے اور اس اندیشے کی وجہ یوں بیان کرے کہ شاید میرے مالک کا بتلایا ہوا شخص تو نہیں ہے کوئی اور ہوگا اب بتلائیے کہ کونسا ایسا عاقل ہوگا جسے اس بات میں ذرا بھی شبہ ہو کہ اس نوکر نے اپنے مالک کے کہنے پر عمل نہیں کیا اور نہ اس کا مستحق ٹھہرا اور محقق بات کو چھوڑ کر ایک امر مہموم کا منتظر ہو بیٹھا جسکی وجہ سوائے اسکے دوسرے یا ایسی ہی کوئی دوسرے شخص کے اور کیا ہو سکتی ہے پس ہلوگ ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ساری علامتیں مطبق ہوئیے بعد ہی اگر آپ کا اتباع نہ کریں اور کسی دوسرے کا انتظار کرنے لگیں (خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب سیکڑوں برس کا زمانہ گزر ہی گیا ہو اور کوئی دوسرا عہد مقرر نہ کیا ہے کہ علامہ علامت مذکورہ کے کتب سابقہ میں اسے بخت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا پتہ ہی لگتا ہے چنانچہ جناب مولوی رحمہ الہی صاحب نے اپنی کتاب ”تذکرہ حقیمہ“ کے باب اول فصل سوم میں صفحہ ۱۱ سے لیکر ۱۶ تک اس بحث کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور متعدد دلائل و براہین کے ساتھ علامتیں مطبق ہونے کو بخوبی ثابت کر دیا ہے جو عرف و ادب میں اسکو بیان نقل نہیں کر سکتا شائقین انہیں دیکھ لیں ۱۲ حسبہ

آیا ہو تو بیشک عقل سلیم ہو کہ بھی اسی کو کر کی طرح راہ راست سے منحرف ہو نہیو الا ٹھہرنے میں تامل نہ کرے گی پس اگر بعد اس بات کہ  
یہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صادق بیہر چکے اور ان میں ساری علامتیں بھی ہم لوگوں نے دیکھ لیں ہم آپ کی تصدیق نہ کریں  
اور کسی دوسرے کے انتظار میں رہیں تو خیالیئے کہ اپنے رب کو ہم کیا جواب دے سکتے ہیں کیا اللہ سبحانہ کے سامنے جس سے ایک  
ذرہ بھی مخفی نہیں یہ کہہ سکتے کہ آپ کی بتلائی ہوئی علامتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم منطبق نہیں ہوتیں اور اس طرح جھوٹ بول کر  
نجات پا جائیں گے یا ہم یہ کہہ سکیں گے کہ ہم نے تو ان کی تصدیق سوجہ سے نہیں کی تھی کہ ہمیں انتظار تھا کہ اُس کے بعد کوئی دوسرا  
شخص آئیگا اور پھر اگرا خدا ہم سے پوچھنے لگے کہ ایسا تھے کیوں کیا اور کس دلیل سے تم ان کی تصدیق جھوٹ کر کسی دوسرے کے انتظار  
میں بیٹھے تو بھلا سوائے اس کے ہم کیا جواب دے سکتے ہیں کہ صاحب اب تو ہم نے ایسا ہی کیا محقق امر کو جھوٹ دیا اور امر موہوم کا انتظار  
کرنے لگے اور کیا ایسا جواب دینا ہمیں نجات دلانے کے لیے کافی ٹھہر سکتا ہے ہرگز نہیں پس ہمارے حق میں بیشک بات  
یہی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کریں اور آپ کے دعوے کو صحیح جانیں اور اگر اسطور پر جیسے کہ حق پرست دلال کر نیکی لیے  
کبھی محال ہی فرض کر لیا جاتا ہے ہم یہ بھی فرض کر لیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ شخص نہیں ہیں جنکی خدا اور اُس کے رسول نے علامتیں  
بتلائی تھیں اور آپ میں علامتیں جمع ہونے پر ہم چونکہ ہی جائیں تو بیشک ہو کہ عذر کرنے کا موقع مل سکتا ہے اور ہم اس وقت اپنے سے  
سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اے ہمارے رب تجھے تو سب کچھ معلوم ہے تو سچے اور جھوٹے رسولوں سے بھی خوب واقف تھا اور  
سارے آئندہ واقعات کی ہی تجھے پوری پوری خبر تھی پس جب تو یہ جانتا تھا کہ اس سچے رسول سے پہلے جنکی علامتوں سے  
تو نے ہمیں اپنے رسولوں کے ذریعہ سے مطلع کیا تھا کوئی جھوٹا داعی نبوت بھی ہو گا کہ جس میں ساری بتلائی ہوئی علامتیں پائی جائیں  
تو کیا تیری حکمت کا ظہور ہر مانی اور حجت کا یہ مقتضی نہ تھا کہ انہیں رسولوں کے ذریعہ سے اس جھوٹے شخص سے بھی آگاہ  
کر دیتا اور زیادہ نہ بھی ایک ہی آدہ کوئی ایسی علامت بتلا دیتا جس سے ہم سمجھ لیتے کہ یہ شخص سچا رسول نہیں ہے اور ہمیں سچے اور جھوٹے  
کا پتہ لگ جاتا اچھا اسے ہی جانے دیجئے وہ رسول جہاں انھوں نے اور ساری علامتیں بتلائی تھیں اُنسا اور کہہ دیتے کہ یہ  
جھوٹا داعی نبوت بھی ہو گا جس میں سب علامتیں موجود ہوں گی اُس سے ذرا ہوشیار رہنا پس اے ہمارے رب جب ان لوگوں  
سے ہو کہ کچھ بھی نہیں بتلایا گیا تو تیری حکمت کا تو صاف یہی مقتضی ہے کہ تو مواخذہ کرنے سے ہو کہ معاف رکھ دیا اور اپنے  
مقصود کے خلاف اس دوسری رسول کی اطاعت کرنے سے ہو کہ عذاب نہ دے گا کیونکہ ہمارا تو کہلا ہوا عذر ہے لیکن یہاں  
تو جو ہی نہیں سکتی خدا لوگوں کو وہ ہو کہ میں ڈالنے سے پاک اور مبرا ہے ایسے کہ وہ ہو کہ میں ڈالنا اسکی حکمت کے نقصان کا  
باعث ہے اور اسکی حکمت میں سارے نقصانات محال میں پس نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کا بندوں کو وہ ہو کہ میں ڈالنا ہی محال ہے  
اور کسی طرح نہیں ہو سکتا پس اگر ان علامات سے سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کا بتلانا مقصود ہوتا تو ہم اسی حالت  
میں ضرور وہ ہو کہ میں پڑتے اور اسی ثابت ہو چکا ہے کہ خدا کا بندوں کو وہ ہو کہ میں ڈالنا ممکن ہی نہیں میں یقینی طور پر معلوم  
ہو گیا کہ سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور مراد نہیں ہو سکتا آپ ہی مراد ہیں جس میں شک و شبہ نہیں پس ہمیں ان کو  
پر نہایت اطمینان سے اعتماد کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنی اور آپ کے مطیع بن گئے کیونکہ ان دنیوں کو دیکھ کر ہر  
صیرج عقلوں نے صاف ہی حکم دیا کہ آپ کسی طرح جھوٹے نہیں ہو سکتے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر اس فرقہ کو اس کے سوا اور علامتیں بھی جو انہیں کتب سابقہ میں موجود ہیں دیکھنے کا موقع ملتا جو آپ کے زمانہ کے بعد آج تک ظہور پذیر ہوئی ہیں تو انکو ان سب علامتوں کے پورے پورے سے بڑی خوشی حال ہوتی اور مخالفین کے مقابلہ میں انکی دلیل اور ہیبتی ہو جاتی۔

کتب سابقہ  
کی وہ علامتیں  
جو رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کے  
زمانہ کے  
بعد ظاہر  
ہوئیں

بیان اسکا یہ ہے کہ آپ پر وہ مضمون بھی صادق آتا ہے جو فرمایا (زبور) میں ہے (۵۷) کہ بہت سی قومیں آپ کے تحت تصرف میں ہو جائیں گی۔ چنانچہ فارس۔ روم۔ بربر اور ان کے علاوہ اور لوگ بھی آپ کی امت کے مطیع بن گئے اور ان کے ممالک پر ان کا تسلط ہو گیا اور اس موقع پر یہ نہ کہیے گا کہ یہ تو آپ کی اطاعت نہ ہوئی بلکہ آپ کی امت کی اطاعت ہوئی اسلئے کہ یہ مجازاً تعبیر کیا گیا ہے ایسی تعبیرات رسولوں کی کتابوں میں بہت ملیں گی اسی کو نہ دیکھیں کہ خدا نے بنی اسرائیل سے جبکہ انھیں مصر سے نکالا ہے یہ وہ کیا تھا کہ انھیں بیت المقدس کا مالک بنا دیا اور یہ صرف انکی اولاد کو مالک بنایا تھا کیونکہ خود وہ لوگ جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تھے وہی انہیں ہی ہلاک ہو چکے تھے جیسا کہ ان کتابوں سے معلوم ہوتا ہے علاوہ اسکے اس مجاز کی اور بہت سی نظیریں ملیں گی۔

(۵۸) اور یہ کہ آپ کے بیٹے اپنے آباء کے عوض میں زمین میں سرور انہیں گئے چنانچہ آپ کی اولاد میں سے ستیرے بن حجاز اور غیرہ میں سرور گذرے ہیں اور انکے بیٹے انکے قائم مقام بنے ہیں (۵۹) اور یہ کہ آپ کا نام ہر دور میں برابر لیا جاوے گا چنانچہ باوجود اتنا زمانہ منقضي ہونے کی آپ کی امت کے در بیان اذان میں تائیدیں ہر خطبہ کے افتتاح میں ہر دعا کے خاتمے میں آپ کا برابر نام لیا جاتا ہے (۶۰) اور یہ کہ مختلف فرشتے آپ کی شاکر گئے چنانچہ آپ کی امت سے عرب۔ ترک۔ فارس۔ ہند۔ و غسان افغان۔ قزاق اور بربر بڑوں وغیرہ کے فرشتے اپنی اپنی زبانوں میں آپ کی توصیف و ثنا کرتے ہی ہیں (۶۱) اور یہ کہ آپ کی مبارکت رہیں گے اور آپ اس زمانہ تک بابرکت کے متعدد معانی میں سے جس لحاظ سے ہم دیکھیں برابر مبارکت ہی رہے ہیں اور جو کچھ نبوت نصبر کی خواب کی تعبیر و خیال سے بتلائی ہے وہ بھی آپ پر صادق ہے۔ (۶۲) کہ آپ کو اور آپ کے متبعین کو حکومت ملے گی چنانچہ مسلمانوں کا شرق سے لیکر غرب تک خصوصاً بلاد فارس پر جسکے بارہ ہیں یہ خواب نہایت توڑے بنی مانڈ میں تسلط ہو گیا (۶۳) اور یہ کہ آپ کی مثال اس پتھر کی سی ہے کہ جو کسی پہاڑ سے جدا ہو گیا ہو اور پھر اسے ٹھیکری ہو ہے۔ تانبے۔ چاندی اور سونے کو پس ڈالا ہو۔ ان سے مراد فارس کی سلطنتیں ہیں جنکا تاریخ سے پتہ چلتا ہے کیونکہ وہ آپ کی امت کے زمانہ میں بالکل پس گئیں اور شیت و نابود ہو گئیں کسی کا نشان ہی باقی نہیں رہا (۶۴) اور یہ کہ آپ کی مثال اس پتھر کی سی ہے جو بہار لگیا ہو اور اسے بہت کچھ زمین گیر لی ہو چنانچہ آپ کی امت کا تسلط عظیم ہی قبل سے ہے اور آپ کی شریعت پر وہ مضمون صادق آتا ہے جو سنی میں ہے (۶۵) اور یہ کہ اسد کا لکونی حکم اس رائی کے دانہ کے مشابہ ہو گا کہ جسے کسی آدمی نے لیکر کسیت میں بویا ہو اور پھر وہ بڑا کر بڑا سا درخت بن گیا ہو پس اسی طرح آپ کی شریعت کا حال ہو گا کہ پہلے نہایت ضعف کی حالت میں تھی اسلئے کہ آپ مختلف فرقوں اور بادشاہوں کے خلاف تنہا کھڑے ہو گئے تھے اور اسکے رفیع الشان بنانے میں آپ نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں ہونے دیا یہاں تک کہ یہ نوبت پہنچی کہ آپ کے دین کی مدد ہوئی آپ کی شریعت کو شیعہ نصیب ہوا۔ اور وہ بہت کچھ بڑھ گئی اور اسکے حرم کا پایہ نہایت بلند نظر آنے لگا خصوصاً اس حالت کے بعد تو کچھ پوچنا ہی نہیں جبکہ آپ کی امت کے علماء نے اسکی تشریح کی۔ اس سے احکام

مستطاب کے اور اسکے حلال و حرام کو واضح کر دیا (۸۴) اور یہ کہ شریعت غیر قوموں سے چھین کر آپ کی امت کو دیدی جائے گی جو اسکے ثمرات کے موافق عمل درآمد کرے گی پس ظاہر ہے کہ آپ کی شریعت ایسی ہے کہ احکام - عدل - اور آداب کے اعتبار سے کوئی شریعت اسکے ہم پل نہیں اور آپ کے متبعین اعتقاد اور عمل دونوں کے لحاظ سے اسکا اہتمام کرتے ہیں اور جو مضمون قرآن میں ہے وہ آپ پر صادق آتا ہے (۸۵) یہ کہ آپ ایک بھر سے لیکر دوسرے بھر تک مالک ہو جائینگے چنانچہ آپ کی امت بھر ہند سے لیکر بحر طنجہ کے اس سر سے تک مالک ہو چکی (۸۶) اور یہ کہ آپ نہر سے لیکر زمین دینے خشکے کے سر سے تک مالک بن جائیں گے پس آپ کی امت نہر ازدن سے لیکر جو داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے نزدیک بڑی ہی شہرہ منور تھی بلاد عرب کی انتہا تک مالک رہ چکی اور یہی زمین کا سر ہے کیونکہ خشکی یہیں ختم ہوتی ہے اسکے بعد بحر اوقیانوس جنوبی مشرق ہوتا ہے اور جو مضمون اشعیا میں مذکور ہے وہ بھی آپ کی امت پر صادق آتا ہے (۸۷) کہ ان لوگوں کی دینے مسلمانوں کی اتوار تیر و گنا

عہ جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب کی تحقیق کے موافق ہے کہ مصنف حمید یہ سے اس مقام (بشارت ۷۸ و ۸۹) پر شائع واقع ہوا ہے ویسے ہم نہیں کی کتاب براہین رحیمہ سے نقل کرتے ہیں (صفحہ ۱۵۱) ترجمہ میل ہندی مطبوعہ مرزا پور شمسہ صحیفہ یسعیاہ (اشعیا) باب ترجمہ عربی سلسلہ - اخیر فی العرب ونبی قیدار پہلے باب کی دوسری فصل میں ان درسوں کا ہی بیان ہو چکا ہے اور خلاصہ اسکا یہ ہے کہ جنگا ذکر پاک اس بشارت کے پچھلے درس میں ہے ان شہر سوار کے وطن کا بیان ان درسوں میں ہے یعنی عرب میں پیدا ہوں گے اور نبوت ہی آپ کی عرب میں ہی ہوگی اور آپ قیداری ہوں گے یعنی سینا ذبیحہ اعلیٰ علیہ السلام کے بیٹے قیدار کی اولاد میں آپ پیدا ہوں گے یہ ترجمہ میل ہندی مطبوعہ مرزا پور شمسہ درس (۱۳۲) پانی لیکے بساتے کا استقبال کرنے آؤ گے تیار کی سرزمین کے مانند دروٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔ درس ۱۴۱ کیونکہ کھٹے تلواروں کے سننے سے ننگی تلوار سے اور کچی ہوئی کھان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگنے میں درس ۱۶۱ خداوند نے مجھے یوں فرمایا نہر ایک برس ہاں مزدور کی ٹھیک ایک برس میں قیدار کی شمت جاتی رہی گی درس ۱۶۲ اور تیرا نذرانہ کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خدا نے اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا ہے۔ سنتے چڑھو دس میں ذکر ہجرت سید ازل صلعم طیبہ یعنی مدینہ منورہ کی جانب ہے اور آپ کو اس سفر میں سخت تپش آئی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بکری کا دودھ چروا کر اسے ڈال کر سب کو پانی پلایا اور موافق ارشاد الہی درس کے ”اے نبی کی سرزمین کے مانند دروٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو اور یہاں سے کا استقبال کرنے آؤ تھیں دنوں میں کہ آپ کی مدینہ منورہ میں آمد کی خبر گرم تھی تیار بیٹھے طیبہ والے ہر روز آپ کے استقبال کے واسطے آتے اور کہ مظلوم کے رستہ پر منتظر طرح روشنی جمال احمدی کے ہر روز چڑھتے تک بیٹھے رہتے لہذا درس ۱۵۱ کیونکہ دسے تلواروں کے سامنے سے لائیں بیان سبب ہجرت کا ہے اور وہی بنا جو بیان فرمایا بیٹھے کہ تمام قبیلے عرب کے آپ کی شہادت میں جو محال ہے شریک ہو گئے تھے اور وہ ہزاروں تلواریں گویا کہ ایک تلوار بن گئی ہیں اسی سبب سے جمع کو صیغہ ۱۲ کے ساتھ تعبیر کیا اور نیز لفظ جمع ”بھاگے ہیں“ شہر صیغیت صدیق رضی اللہ عنہ اور ہادی کا بھی ہے۔ درس ۱۶۲ خدا نے انہیں اس ارادہ بد کی سزا کا بیان ہے یعنی ہجرت سے برس روز کے بعد قریش وجو قیدار کی اولاد میں ہیں اس ارادہ بد کی سزا پائیں گے اور ہلاک ہوں گے اور ہلاک جائیں گے چنانچہ پوری برس روز کے بعد ہجرت سے اذن قتال ہوا اور انہیں چھینے ہجرت رسولی تعقلین صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ بدر ہوا اور اس میں کے والے قریشی مارے گئے اور ہلاک ہوئے اور قید ہوئے اور اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔



اور سخت لڑائی کے سامنے دشمن ہواگ کھڑے ہوں گے (۸۸) اور یہ کہ قیدار کی عظمت جو عجب کے مورث اعلیٰ ہیں نیست و نابود ہو جائے گی اور ان کھانوں کی نقد اوگھٹ جائے گی اور یہ بات آپ کی امت کے غالب ہونے سے صادق ہوئی جن کی باہم اعانت کرنے کی بنا محض اتحاد دین ہے نہ علاقہ قومیت اور آپ پر یہی صادق ہے کہ (۸۹) آپ کی وجہ سے اندھیری آنکھیں اور بہرے کان کھل جائیں گے اور اس سے آپ کی شریعت کی بدولت ان جاہل قوموں کا ہدایت پانا مراد ہے (۹۰) اور یہ کہ خشک صحرائوں میں چٹے پھوٹ نکلیں گے اور میدانوں میں نہریں جاری ہو جائیں گی اور بجائے رنگینانوں کے باغ کھل جائیں ہوں گے اور جن میدانوں میں لوگ پیاسوں مرا کرتے تھے وہاں پانی کے چشمے ہیں گے اور یہ اس طرح صادق ہے کہ خلفائے نے راہ حجاز میں تالاب تعمیر کرائے اور نہریں جاری کیں (۹۱) اور یہ کہ وہاں ایک کوچہ یا راہ ہوگی جو مقدمہ کہلائے گی یہ طرح کہ اسکے مذہب کے موجد جو شرک سے مقدس اور پاک ہیں انہیں گزرتے ہیں۔ (۹۲) اور یہ کہ اُنہیں کوئی ناپاک نہ چلے گا کشتیاں مشرکین کو مسکی اجازت نہیں ہے (۹۳) اور انہیں چلنے والا سوچے کہی کہ تہ نہ ہونے کا کہ انہیں بہت سے نشانات ہوئے اور حاجیوں کے آثار پائے جائیں گے جو ہزاروں کے ہزاروں ہی ہر سال بغرض حج انہیں چلیں گے (۹۴) اور یہ کہ انہیں ہر کے مہمان چلیں گے اور یہ لوگ کعبہ کا حج کر نیواسے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کر نیواسے ہیں جسکا ہر سال مجمع ہوتا ہے (۹۵) اور یہ کہ لوگ وہاں سے لوٹتے ہوئے صہیون کو آئیں گے اور وہ بلاد قدسیہ کے شہروں میں ایک شہر ہے جو داؤد علیہ السلام کی بادشاہت میں داخل تھا اور اس سے سرحد کے وہ حاجی مراد ہیں جو حجاز کے شہروں سے لوٹ کر اپنے شہروں میں آتے تھے اور انہیں میں سے صہیون بھی ہے اور اس طرح کی دوسری اس وقت نہایت ہی ظاہر ہو جاتی ہے جب اُن حاجیوں کو لیا جاتا جو بلاد قدسین کی جانب واپس ہوتے وقت میز رب سے ہو کر آتے تھے جیسا کہ تاریخ سے پتہ لگتا ہے اور اسکے آثار میں سے بڑی بڑی حوضیں جو قدس اور حیرتوں کے قریب دیکھنے میں آتی ہیں ہمیشہ پائی گئی ہیں۔

(۹۶) اور وہ لوگ گاتے ہوں گے اور اُن کا گانا یہی اپنی مولا کی اس بات پر یاد کرنا ہے کہ اُنہیں انکو حج کا فرض ادا کرنے اور اپنے نبی کی قبر کی زیارت کرنے کی توفیق دی ہے (۹۷) اور یہ کہ وہ لوگ ابدی خوشی میں ہوں گے اور اس بات سے ہر وہ شخص بخوبی واقف ہے جسے اسلامی فرقہ سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوتا ہو کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ حاجیوں کو انتہا درجہ کی مسرت ہوتی ہے جسکا مقابلہ کوئی خوشی نہیں کر سکتی یہاں تک کہ بہتیرے کے نزدیک تو اسکے مقابلہ میں شادی کی خوشی بھی کوئی حقیقت نہیں کہہتی اور لوٹتے وقت حاجیوں کے دل اور اسکے ساتھ ہی اُنکے عزیز واقارب اور دوست و احباب کے دل بھی سرور سے معمور نظر آتے ہیں وہ ہر بے تقسیم کرتے ہیں دعوتیں کہلاتے ہیں خلاصہ یہ کہ ہر شخص اپنی حسب حیثیت لکھول کر خیرات اور صدقات کرتا ہے اور حاجیوں کے دل سے تو یہ خوشی مرتے دم تک نہیں جاتی اسی وجہ سے اسکا نام ابدی خوشی رکھا گیا اور جتنی شقیں سفر حج میں اُٹھانی ہوتی ہیں اتنا ہی اس مبارک سفر کو یاد کر کے حاجی لذت حال کیا کرتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ دوبارہ بھی اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ یاب ہوں اور اگر دوبارہ بھی وہ کامیاب ہو گئے تو تیسری بار بھی انہیں یہی تمنا ہوتی ہے ہر حاجی انکا بھی نہیں بہرتا۔

اگر کوئی کسی حاجی سے جب وہ دوبارہ حج کوئے کا ارادہ کر رہا ہو یہ کہے کہ صاحب آپ تو ایک مرتبہ حج کر چکے ہیں کافی ہے آپ کا



فرض تو ادا ہو چکا تو وہ اس بات کو نہایت تعجب کی نظر سے دیکھے گا اور بے ساختہ کہہ اٹھے گا کہ وہ جناب کیا یہ ایسی چیز ہے جس سے آدمی کا جی بہر جائے اور کیلایا سیاحت ہے جس سے تشنہ کو سیرانی حاصل ہو جائے اور پہرچی تقاضا نہ کرے۔  
اب آپ نے سن لیا کہ اپنے نبی کی قبر اور کعبہ کی زیارت کی خوشی میں اسلامی فرقہ کا تو یہ حال ہے کہ باوجود اسکے کہ انہیں گراں بار مہربا پڑتا ہے اور قرطینہ کی مصیبتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں اور ان کے معذرت بڑھ چائے ہیں۔ بختیشت آدمی تلف ہو جاتے ہیں یا ڈاکو گمشدوں سے ٹھکر مار ڈالتے ہیں پہر ہی تمام اطراف عالم سے رحیبہ کہ کا شفر بخارا غرار زم۔ افغانستان بلخستان۔ ہند۔ چادی۔ افغانستان۔ کرج۔ قوقاز۔ فارس۔ رومی۔ اصفہر۔ ملاو کوکس عراق۔ مغرب یمن۔ سوڈان اندرون فی افریقہ مصر اور شام وغیرہ کے گروہ چلے آتے ہیں۔

دن کو گرمی کی شدت بہتے ہیں راتوں کو سوناہرام کرتے ہیں میدانوں میں چلنا گوارا کرتے ہیں بھری سفر کی تکلیفیں اٹھاتے ہیں اپنے اہل و عیال سے جدائی اختیار کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ حج کے پیچھے اپنے کو بڑے بڑے خطرات میں ڈالتا ہی ان کو بہت ہی آسان معلوم ہوتا ہے اور بعض بعض پر یہاں تک نوبت گذر جاتی ہے کہ دو دو سال کے بعد اپنے گھر واپس ہونا نصیب ہوتا ہے اور اتنی مدت کے بعد دوستوں کی صورت نظر آتی ہے اور تیر سے پیادہ یاادیہ بیانی اور دشت نوردی کر کے حج کو جاتے ہیں اور ساری مصیبتیں محض خدا کی رضا اور مغفرت کی طلب میں جھیلنا گوارا کرتے ہیں اور انکو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ وہ پہلے دیندار ہیں (۹۸) اور انہیں صہیون کی جانب لوٹنے والوں کی نسبت ادن کا یہ قول سہم کہ اُنکے سروں کے اوپر حجت و سرور پایا جائے گا جو حاجیوں کی اس مسرت پر بخوبی صادق آتا ہے جو انکو اپنی نبی علیہ السلام کی قبر اور کعبہ مکہ کی زیارت سے حال ہوتی ہے کہ یہ کہ وہ لوگ خدا کی اس عطا سے نہایت ہی ہشاش بشاش نظر آتے ہیں اور انکا یہ قول ہی (۹۹) ان کا غم دور ہو جائے گا ظاہر ہے یعنی اس مبارک زیارت کے حال ہونے سے پہلے جو ان کے دل میں غم و الم ہو گا دور ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

اور ان کا یہ قول ہی صادق آتا ہے وہ ۱۰۰ کہ انکی بے سرو سامانی جاتی رہے گی یعنی وہ بے سرو سامانی جو ناداری یا دیگر موانع کی وجہ سے قبل حج انہیں لاحق ہو رہی تھی۔ پس یہ پوری سوغاتیں ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی امت کے احوال پر منطبق ہو گئیں اور اہل نظر کے لیے انکا انطباق سپیدہ صبح کی طرح ظاہر ہو باہر ہو گیا جس میں تردد کی ذرا بھی گنجائش باقی نہیں رہی۔

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس زمانہ تک ہی باقی رہتے تو انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر انہیں کتب سابقہ سے نہایت ہی واضح طور پر استدلال کر نیکا موقع ملتا۔ تا بیان اسکا یہ ہے کہ انہیں کتابوں میں یہضمون ہی واقع ہوا ہے جیسا کہ زبور میں موجود ہے کہ زنا فقوں کی راہ ماری جائے گی اور سارے جہوٹ بولنے والے ہلاک ہو جائیں گے اور رب کا اسی جانب رخ ہو گا کہ جس سے عمل کرنے والوں کا ذکر زمین سے بالکل مٹا دیگا اور خطا کرنے والوں کی کلائیاں ٹوٹ جائیں گی وہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور رب کے دشمن جیب بڑھنے اور بزرگ ہونے لگیں گے۔ تا بود ہو جائیں گے اور وہوئیں کی طرح فنا ہو کر رہ جائیں گے اب دیکھئے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود دیگر تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں لیکن کس ن آپ کا ذکر مٹ گیا آپ کی امت میں سے آپ کے نام لینے والے تو ہزاروں ہلاک لاکھوں ہی موجود ہیں جو اطراف عالم میں مشرق سے لیکر غرب تک کہاں تک اور کیا سڑی قریب قریب ہر شہر میں نماز اور حج عطا ہو تیری عبادت میں شادون ہر پر کچا کو کیا کرتے ہیں اور کوئی مبراوان کا دیشی لگی ہے کہ نام پکا اجاتا ہو لایا اتفاق ہے کہ تو انکو حکام کے ساتھ لکھا جائے

فمن انما ایکلی لثقت  
وہم کے حق پر نظام  
کے ساتھ رہتے سے  
آپ کے صدق پر ایک  
عمرہ اور نیا استدلال

اور پھر یونہی نہیں اس کے ساتھ ہی آپ کے اسم مبارک کی بڑی تعظیم و تکریم کی جاتی ہے۔ آپ کے پہلے پہلائی کی دعا مانگی جاتی ہے۔ آپ کی تعریف و بان پر اور محبت دل میں جاگزیں ہوتی ہے۔ لوگ اپنی جانیں آپ کے اسم شریف پر فدا کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے منصب و مقام کی نگہداشت میں بڑی حفاظت اور رعایت سے کام لیا جاتا ہے اور ہر سال حضرت کی قبر شریف پر سلاطین امراء و سی عزت و اہمند اور فقرا خلاصہ یہ کہ ہر درجہ کے لوگ ہزاروں ہی حاضر ہوتے ہیں۔ آپ پر سلام بھیجتے ہیں آپ کی شفاعت کے طالب ہوتے ہیں استثناء عالی کو بوسہ دینا اپنے لیے برکت کا باعث خیال کرتے ہیں اور وہاں کی خال پاک کو اپنے دلی دوایہ سمجھتے ہیں شاعروں کے مدحیہ قصیدے اور فصحا کی تعریفیں آپ کے اوصاف حمیدہ اور حسن و خوبی کے ذکر سے مزین کی جاتی ہیں اور آپ کے حضور میں ان کی نذر گزرائی جاتی ہے۔ آپ کی شریعت کو دیکھنے کے ہمیشہ سی عزت اور بلند مرتبہ رہی ہے اس کے مدد کرنے والے بکثرت پائے گئے ہیں تمام فرقے اسی کے خوشہ چین رہے ہیں اسی کے چمکتے ہوئے آفتابوں کی روشنی کے طفیل عرب و عجم کو راستہ سوا ہے آپ کے متبعین کی طرف نظر اٹھائیے تو خدا کے فضل سے ساری زمین ان سے معمور دکھلائی دیتی ہے جو کہ آپ نے سنت و فرض کے لیے مقرر کر دیا ہے سب اس کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں اگرچہ کہیں کہیں باہم کس قدر اختلاف کی جہلک بھی معلوم ہوتی ہے لیکن یہ بات مقصود کی توضیح کرتے وقت اس طرح پیدا ہو گئی کہ آپ کی شریعت کی بعض احکام کو لوگ مختلف طرح سے سمجھ و نہ خدا خواستہ اصول میں ان میں اختلاف نہیں سب متفق ہیں خدا کی توحید کے قائل ہیں قرآن کی تصدیق کرتے ہیں حشر و نشر کو مانتے ہیں جنت و دوزخ کو تسلیم کرتے ہیں۔ باوجودیکہ اتنا زمانہ گزر گیا لیکن اُن کے دل آپ کی محبت اور تعظیم سے مملو پائے جاتے ہیں جس جب یہ حال ہے تو ہر ایک کو مسلمان کہہ کر سے ہلکے ہوئے کیوں کر ان کی کلائیاں ٹوٹیں اور وہ دہوئیں کی طرح کس طرح فنا ہوئی غایت سے غایت یہ ہوا کہ کسی انکو اس عالم میں کچھ آزمائش اور مصیبت سے سنا کرنا چاہو خدا کی عادت کے اعتبار سے اس عالم کا خاصہ ہے اور خدا کی عادت تو بدل ہی نہیں سکتی جو یہ اس سے مستثنیٰ ہو جاتے۔

اب یہی بات کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اس فرقہ کا کیونکر استدلال ہو سکتا ہے اس کی تقریر یوں بھیجیے کہ اگر وہ لوگ اس زمانہ تک رہتے تو اس طرح کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبعین اگر ان خطا کار جھوٹوں اور رب کے دشمنوں کے مصداق ہوتے جن کا کہ فرامیر کے کلام میں ذکر ہے تو ضرور یہ ساری مصیبتیں ان کو پیش آتیں خدا ان کے ذکر کو نسبت و نابود اور ان کو ہلاک کر دینا وہ دھوکے کی طرح فنا ہو جاتی اور ان کی کلائیاں ٹوٹ جاتیں وہ لازم آئیگا کہ داؤد علیہ السلام کی ربانی رب نے جو ضروری تھی اس کے خلاف واقع ہو لیکن ظاہر ہے کہ خدا نے ان باتوں میں سے ان کے سادہ کچھ بھی نہیں کیا پس اب بیشک یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہ لوگ دینے مسلمان ان خطا کاروں وغیرہ کے ہرگز مصداق نہیں ہو سکتے اور جب یہ لوگ اس کے مصداق نہ ہوئے تو ضرور مطیع بچے اور خدا کے دوست ہو گئے اب اس وقت اگر ہم ان کی تکذیب کریں گے اور جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اس کو توڑیں گے تو بلاشبک خدا سے لڑائی کر نیوالے ٹھہریں گے جس طرح کہ یہود کے معلم مالکیل نے حواریں کے حق میں کہا ہے جیسا کہ اعمال میں مذکور ہے کہ اگر وہ دینے حواریں کی رائے اور ان کا عمل خدا کی جانب سے ہو گا تو اس کے توڑنے پر ہرگز قادر نہ ہو گئے تاکہ تم خدا سے لڑائی کر نیوالے نہ ٹھہرو۔

اور جب اس فرقہ کا استدلال اس طرح مرتب ہو گیا تو تم ان کو ضرور خیال کرو گے کہ وہ بڑے کامل باطن والے ہیں جنہوں نے اپنے دل کے شے مٹا دیے اور یہ کہنے لگے کہ خدا بے شک شیطاں اور خواہش نفسانی کا بڑا کرے ہم تعصب سے کیسے چھوٹ گئے در نہ ہم اپنے

خیالات سابقہ کی باندی کے پیچھے بکھر کر فقیر بنے رہتے۔ پہلا حق یہی کوئی شرمائے کی چیز ہے عقل ایسی چیز کو کوئی اختیار کر سکتی تھی جو شے اگرچہ سر و دست ہی مجاہدے لیکن بالکل بقدر اور فانی ہو اور ایسی چیز کا ترک کر دینا کیسے ممکن ہو سکتی ہے جو چاہے کچھ دنوں بعد ہی ملے لیکن نہایت ہی نفیس اور باقی رہنے والی شے ہو یہ کس طرح دیکھا تھا کہ ہم انجام کو نہ دیکھتے اور ناحق طرفداری کے پیچھے غفلت میں پڑے رہنا گوارا کرتے؟ یہ بات ایسی ہے کہ جسے ذرا بھی عقل ہوگی اسے کبھی پسند نہ کرے گا۔ اور ہمارا تو لچا و ماوے خدا ہی کے پاس ہے پھر ہم کیونکر انکی طرف متوجہ نہوتے اور یہ بھی ایک کہنے کی بات ہے در نہ اصل تو یہی ہے کہ خدا ہی راہ راست دکھاتا ہے کسی دوسرے کی کیا مجال ہے جو کچھ دعوت کر سکے۔

اور امین سے ایک گروہ کے لوگ اخلاق و آداب کے فلاسفر تھے شرعیہ سابقہ سے بخوبی واقف تھے انکے اسرارہ فواید کی شناخت میں ان کی نظر نہایت ہی دقیق تھی بڑے باریک بین تھے انکو فطرت سلیمہ کا بھی بہت کچھ حصہ ملا تھا جسکی بدولت بڑے بڑے کاموں میں چھی طرح تمیز کر سکتے تھے انتظام ملی اور دیگر مختلف اوصاف و امور کے حسن و قبح کو خوب پہچانتے تھے وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو ظاہر بات ہے کہ خدا کے ہر رسول کے صدق ثابت کرنے کے لیے دو قسم کی دلیلیں ہوتی ہیں ایک تو وہ دلائل جنکے سمجھنے میں کچھ عقل و درکار ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اگر انکو عقلی کہا جائے تو نہایت ہی سزاوار ہے کیونکہ انکو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جو نہایت دانشمند اور فہم ہوتے ہیں اور یہ باتیں نہایت ہی پاکیزہ اصول پسند یہ طریقہ عمدہ حالات فتح پانے والے علوم اور مضبوط دلیلیں ہیں جو رسولوں کے لیے ثابت ہو کر تھی میں مری قسم معجزہ یا خارق عادت امور میں جتنا جو اس سے اور کم ہوتا ہے اسکے طلب کرنے پر وہی قسم کے لوگ ہو کر نہتے ہیں یا تو وہ جو پاکیزہ عقلی اصول وغیرہ کے سمجھنے کا سلیقہ نہیں رکھتے اور اس سے قاصر ہوتے ہیں اسوجہ سے ایسی چیز کے طالب ہوتے ہیں جسکو وہ اپنے حواس سے دریافت کر لیں یا وہ لوگ ہوتے ہیں جو باوجود اس نقص کے بغیر پر ہی کمزور ہوتے ہیں اور انکا مقصود محض یہ ہوتا ہے کہ ناحق جھگڑا کریں پس وہ اس رسول سے لایعنی باتوں کی فرمائش کیا کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم آپ پر یوں تو ایمان نہیں لائینگے ہاں یا تو آپ زمین سے پانی کا چشمہ جاری کر دیجیے یا آپ ایسے باغ کے مالک بن جائیں جس میں کجوروں اور انگور کے درخت لگے ہوں جا بجا ہمیں بہرہی ہوں ورنہ آپ ہمارے اوپر آسمان ہی گرا دیجیے یا خدا اور فرشتوں کو بلا لائیے یا تو ہم دیکھیں کہ آپ کا مکان سونیکا بن جائے یا اور کچھ نہیں تو آسمان ہی پر چڑھ جائیے اور آپ کے چڑھنے کو ہی ہم جب مانیں گے کہ آپ وہاں سے کوئی کتاب لیتے آئیے تاکہ ہم اسے پڑھ سکیں اور ان معاندوں کا ہوتا رسول کے پاس یہ ہوتا ہے کہ سبحان اللہ تو ایک آدمی ہوں خدا نے مجھے رسول بنا دیا ہے مجھے یہ پہل سوال کیسے؟ مطلب یہ ہے کہ آدمی ہونے کی حیثیت سے میں عاجز ہوں یہ سب باتیں خدا کے اختیار میں ہیں خدا ہی جب چاہتا ہے اس قبیل کی چیزوں کو ایجاد کر کے میری تائید کرتا ہے اور جب اسے منظور نہیں ہوتا تو کچھ بھی نہیں کرتا یہ ضرور ہے کہ اسے مجھے منصب سالت عطا کیا ہے میرا کام اتنا ہے کہ جو کچھ اس نے مجھے حکم دیا ہے نہیں پھینچا دوں سو وہ میں کر چکا اب نہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔

پھر وہ کہنے لگے کہ ہم لوگ تو خدا کے فضل و کرم سے رسولوں کی ان علامات کے سمجھنے سے کسی طرح قاصر نہیں ہیں جو عقلی دلائل کے قبیل سے شمار کی جاتی ہیں بلکہ ہم تو دانشمندوں اور سجدہ داروں کے زمرہ میں داخل ہیں کچھ تو عمدہ اوصاف جو ان رسولوں میں ہو کر نہ

جسٹافردہ خلاق اور  
آداب کا فلاسفر تھا

رسالت کی دو قسم  
کی دلیلیں ہوتی ہیں  
عقلی اور حسی

جنہیں خدا خلق کی ہدایت کے لیے پہنچاتا ہے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھ رہے ہیں مثلاً آپ کا شریف نسب ہونا خوبصورت اور خوش اخلاق ہونا نہایت تیز اور زود فہم ہونا۔ آپ کی دلیل کا قوی ہونا اور آپ کے طریق کا ستقیم ہونا اب میں مناسب یہ ہے کہ آپ کے دعوے کو سوچیں اور آپ کی مشہدیت میں غور کریں پس اگر آپ کی شہادت میں یہ سب باتیں پائی جائیں گی کہ وہ ہر گوارا کیے صحیح عقیدوں کے یقین کرنے کا حکم دیتی ہوگی جو صحیح دلیل عقلی کے موافق ہوں اور جسے یقینی باتوں کے خلاف نہ ماننا پڑتا ہو اور اس کی تعلیم ہوگی کہ ہم اخلاق حسنہ اور آداب مرضیہ کے ساتھ اپنے کو مزین کریں عمدہ صفات اپنے میں پیدا کریں۔ ایسے عمدہ عمل اور تدبیریں اختیار کریں جن سے ہمارے باہم معاشرت کرنے کے انتظام میں خلل نہ آنے پائے اور ہماری عبادتیں ایسی ہوں جن سے خالق اکبر کی نعمتوں کا شکر نہایت خوبی سے ادا ہوتا ہو۔

(اور بات یہ ہے کہ ان سب باتوں کے وجہ کرنے میں مختلف حکمتیں ملحوظ ہوتی ہیں جن کا نفع آخر کو کہیں لوگوں کو ملتا ہے جیسا کہ رسولوں کی سکھائی ہوئی عبادتوں میں اس راہ کی ضرورت عاید کیجاتی ہے کیونکہ خود خدا کو انکی کیا حاجت ہے وہ تو ان سب چیزوں سے بالکل بیبردار ہے اور آپ کی شریعت محض خرافات اور غلط عقیدوں سے روکتی بھی ہوگی جس سے آدمی کو خواہ مخواہ اپنی باتیں ماننی پڑتی ہیں جو شاہدہ اور یقینی دلائل کے باطل خلاف ہیں۔ اور یہی عادتوں سے منع کرتی ہوگی اور رسالت کو جائز نہ کرتی ہوگی کہ آدمی مجاہدے آداب کے ساتھ موصوف ہونے کی ایسی ذیل اوصاف میں آلودہ ہو جائے جو نہایت مبہوت اور ناموس خیال کیے جاتے ہیں اور یہی بات اختیار کرے جس سے ہماری باہم معاشرت میں رخنہ پڑی اور انتظام درہم و برہم ہو جائے اور ہر گوارا عبادتوں کی تکلیف نہ دیتی ہوگی جس سے ہم اپنے رب کی ناشکری کریں اور بے ادب بنیں اگر یہ سب کچھ ہوگا تو ملینک

آپ یقینی اندر کے سچے ہوئے ہیں کیونکہ رسولوں کی یہی شان ہوتی ہے اور انکی شریعتوں کا یہی حال ہوتا ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ آپ کی شریعت میں کوئی ایسی بات ہی نہ ہو جس میں آپ کا کوئی واقعی نفع ہو اور عام مصلحت کے خلاف ہو پس ہر وقت ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کر لینگے اور اگر کریں گے کہ خلاف ثابت ہوا تو آپ کے دعوے کو الگ کرینگے اور پھر نہایت سختی سے مقابلہ برآمد ہو جائینگے یہ کہہ کر وہ آپ کی شریعت کی باتوں میں غور کرنے لگے اور انتہا درجہ کی تقیث اور آزمائش کی

بعد انھوں نے دیکھا کہ آپ کی شریعت انہیں واقعی اعتقادات کو بتلاتی ہے جو خرافات اور بے اصل باتوں سے بالکل الگ ہیں اور انکے ماننے سے کسی یقینی بات کی مخالفت ہی نہیں لازم آتی اور اسکا یہ ہی حکم ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے میں پسندیدہ خلاف پیدا کرے آداب اور صفات حسنہ کے ساتھ موصوف ہو۔ اسلئے درجہ کی تدبیروں کو اختیار کریں جس سے انتظام عالم میں خلل نہ پڑے پائے اور وہ رخنہ اندازی سے محفوظ رہے اہل عالم کو فائدہ پہنچے اور انکے نقصانات سے انکی حفاظت ہو جن عبادتوں کا اُن سے حکم کیسے وہ بھی ایسی ہیں جن سے خدا کی نعمتوں کا نہایت خوبی سے شکر ادا ہوتا ہے۔ ہمیں اور بھی بہت سی حکمتیں نظر آئیں گی جس سے

لوگوں کو تدارقہی نفع حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ بے اصل اور غلط عقیدوں سے جو یقینی امور کے خلاف ہیں منع کرتی ہے۔ آداب سے بے بہرہ ہو کر بری اوصاف اور معیوب خصلتوں کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اور نہ ایسے بے تدبیری کے کاموں کو جائز رکھتی ہے جن سے عالم کا انتظام مختل ہو۔ اور یہی باطل عبادتوں سے روکتی ہے جن سے خدا کے ساتھ بے ادبی لازم آئے اور ناشکری اُن کا ثمرہ ٹھہرے اسکی تفصیل یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کا یہ حکم ہے کہ خدا کو ذات و صفات اور افعال کے اعتبار سے منفرد

اس فرقہ کے  
استدلال کا  
اجمالی بیان ۱۱

شریعت کے  
عقائد مختصر  
مسلک موعیدہ کا  
استدلال ۱۲

اور کیا سمجھو اور اس بات کا یقین اور عقائد کرو کہ وہ تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہے اور سارے نقائص سے پاک ہے  
چنانچہ ہر عاقل بالغ کے ذمہ یقین کرنا ضروری بتلاتی ہے کہ خدا موجود ہے۔ زندہ ہے اسکا علم نہایت ہی کامل ہے۔ اسکا ارادہ  
نہایت ہی تام ہے۔ اسکی قدرت نہایت ہی عظیم ہے اس کے سوا تمام چیزیں اسی کی محتاج ہیں اسکو ان ساری چیزوں میں سے کسی  
کی ہی حاجت نہیں۔ نہ وہ کسی مخلوق کے مشابہ ہے اور نہ کوئی اس کے مشابہ ہو سکتا ہے وہ ازلی اور ہمیشہ سے ہے ابدی اور ہمیشہ  
رہیگا۔ نہ اسکی ازلیت کی کوئی ابتدا ہے اور نہ اسکی ابدیت کی کوئی انتہا ہو سکتی ہے۔ وہ حکیم ہے سارے کام محض اپنے قصد و  
اختیار سے حکمت کے موافق کرتا ہے اگرچہ اسکی پابندی اس کے ذمہ ضروری نہیں۔ بندوں کو کسی ایسی چیز کی تکلیف نہیں دیتا جو اسکی  
دست سے باہر ہو اس کے سوا نہ کوئی پیدا کر سکیا لایا ہے اور نہ تذبذب کرنے والا اس نے خلق کو عدم سے پیدا کر دیا اور پہلے ہی سے  
اس کے سارے حالات کو تجویز کر دیا ظلم سے بالکل پاک ہے اور نہ اسکی نسبت ظلم کا اطلاق صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ ظلم صرف دو چیز  
ملک میں بغیر اسکی مرضی کے بجا تصرف کرنا یا نام ہے اور اللہ بجا تمام کائنات کا علی الاطلاق حقیقی مالک ہے اس دیکھ  
حلا وہ اس نے دو اور ایسے مقام پیدا کیے ہیں جن میں سے ایک میں تو مطیعین کو آرام و آسائش میں رکھنا اور دوسرے میں  
نافرانوں کو سزا دینا اس نے جس طرح کہ تمام خلق کو عدم سے پیدا کیا ہے اسی طرح بعد فنا ہو جانے کے ان سب کو پھر زندہ کر دیا  
تاکہ مطیع کو جزا دی اور نافرمان کو سزا دی ورنہ لازم آئیگا کہ مرنے کے بعد وہ شخص جو دو تہذیبوں کا حامل ہے۔ وہ سب کو پھر زندہ کرنا اور اللہ کے  
ساتھ کفر کرنا اور اس شخص کے ساتھ برابر ہو جائے جو محتاج ضعیف بچارہ مظلوم یا مہربان ہو اور ان دونوں میں کوئی فرق باقی  
نہ رہے حالانکہ یہ خداوندی حکمت کے خلاف ہے خدا کو اختیار ہے کہ اپنی مخلوق میں جس طرح چاہے تصرف کرے لیکن خدا  
اس سے پاک ہے کہ اس کے کام حکمت کے خلاف واقع ہوں بلکہ اسکا جو فعل ہوگا عین حکمت ہی ہوگا اور جو کچھ اس سے  
صاف ہوگا اس اعتبار سے کہ خدا سے صاف ہو اسے ضرور مستحسن ہوگا اس نے لوگوں کے پاس رسولوں کو بھیجا ہے تاکہ وہ  
خدا کی نسبت صحیح اور واقعی عقیدوں کی تعلیم کریں کیونکہ انکی عقلیں اگرچہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خدا موجود ہے اور تمام  
صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہے جیسا کہ اسکی آلوہیت کا مقتضا ہے لیکن خدا کی بہت سی ایسی عظیم صفات ہیں کہ جب تک  
وہ رسولوں کے ذریعہ سے اسکی اطلاع نہ دے محض انسانی عقل اسکو سمجھ نہیں سکتی اسی طرح رسولوں کے بھیجنے سے یہ بھی مقصود ہے  
کہ لوگوں کو انکی مصلحت کی باتیں سکھائیں اور ان کے تمام حالات کی تکمیل کریں کیونکہ مقتضا ہے حکمت خداوند تعالیٰ نے ان کو  
کے دو قسم کے اخلاق دینے تو ہیں یا خواہشیں پیدا کیے ہیں ایک تو اخلاق حسنہ جس نے ان کے حالات درست ہوتے ہیں اور دوسرے  
اخلاق ان کے خلاف ہیں جو محض اس غرض سے پیدا کیے گئے ہیں کہ لوگ ان کے ذریعہ سے اس عالم کے آباد کر سکیں اور ترقی کریں  
جہاں کہ انھیں ایک خاص زمانہ تک رہنا ہے لیکن اگر ہر خواہش کو ترقی اور زیادتی کے لحاظ سے کسی حد کے ساتھ محدود کر دیا  
جاتا تو ہر خواہش کو ان کو اسی حد تک پہنچ کر رکھنا پڑتا اور آگے قدم بڑھانے سے باز رہنا پڑتا جس سے ترقی کی رفتار  
میں فرق آتا اسی لحاظ سے مطلق دینے قوتوں یا خواہشوں کی اصل فطرت میں اعتدال نہیں رکھا گیا بلکہ ان کو اس قابل بنایا کہ  
اپنے قصد و اختیار کے موافق ان قوتوں سے اعتدال کے ساتھ کام لیا جاسکے اس لیے ان اخلاق سلیمہ کی نسبت یہ اندیشہ پیدا  
ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تھا ۱۲

رسولوں کے  
بھیجے ہیں کیا  
حکمت ہے ۱۲



ہو گیا کہ کہیں یہ اعتدال سے بڑھ کر بجائے نفع کے نقصان کا باعث نہ ہو جائیں اور زیادہ ضرر رساں نہ ثابت ہوں پس اب مصلحت اسی کی مقتضی ہوئی کہ ان قوتوں کی جولانی کی ایک حد مقرر کر دی جائے اور اسے باقاعدہ کام لیا جائے تاکہ ضرر کا اندیشہ جاتا رہے اور نفع حاصل کرنا آسان ہو جائے اسی وجہ سے خدا نے رسولوں کو بھیجا تاکہ وہ اسے باقاعدہ کام لیں اور ان کے بیوقوف جوش و جولانی کو روکنا سکھائیں یہاں تک کہ وہ ایسی حد پر آگئیں جسے ان کا ضرر دفع ہو جائے اور نفع ہی حاصل ہوتا رہے اور اس طرح سے اخلاقی سستہ بھی اخلاق حسنہ بن جائیں اس کام کے لیے رسول و مؤثر ذریعوں سے کام لیتے ہیں لوگوں کو رغبت دلانا اور انکو ڈرانا اور اس کے ساتھ ہی وہ عمدہ چیزوں کی خوبی اور قبیح اشیاء کی بُرائی ثابت کر کے لہو و لائل ہی قائم کرتے ہیں جس سے ان دو نوظریقوں کی اور بھی تقویت ہو جاتی ہے اسکو ایک مثال میں آپ اطح بھیجے کہ لالچ ایک جڑا وصف ہے لیکن اگر یہ نہ ہوتا تو لوگ کسب معاش کرنے باغ لگانے اور مکانات بنانے وغیرہ کی تکلیف ہرگز نہ اٹھاتے اور اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جب لالچ بے اعتدالی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے تو نفع طرح کے جگہ لے اور بُرائیاں پیدا ہو جاتی ہیں پس رسول کی شریعت کا کام یہ ہے کہ اس قوت سے باقاعدہ کام لیں لوگوں کو تعلیم کری اور یہ سکھائی کہ بجائے زیادہ مال جمع کرنے اور دوسرے کے نقصان پر اپنے نفع کو مقدم رکھنے کی اس قوت کو زندگی کی ضرورت کے حال کرنے اور مناسب امور کی کوشش میں استعمال کریں اس طرح سے انکی ترقی کی رفتاریں فرق ہی نہ آئے پانچواں اور اسی ضرر کے دنیا کی آبادی کا باعث ہوگی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے کہ میں تمہارے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا ہوں، اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر خدا نے رسولوں کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ نہایت کامل صفات کے ساتھ موصوف ہوں۔ سچائی امانت داری ہمنشا شعار ہو۔ ہر حال میں حق کے حامی لوگوں کے خیر خواہ اور ان کے ساتھ نیکی اور سلوک سے پیش آئی والی ہوں اور جو امور منصب رسالت کے خلاف ہوں اس سے مبرا اور پاک رہیں اسی بنا پر وہی تباہی انہیں نہیں پانی جاتیں گناہ نہیں کرتے اور نہ ان میں کوئی ایسا امر ہوتا ہے جس سے لوگوں کو ان سے نفرت اور انکی طرف توجہ نہ کریں اور جہاں کہیں اُسے کوئی بات معصیت کے مشابہہ سرزد ہوگئی ہے اور خدا نے اُسے معصیت کا طلاق کیا ہے وہ حقیقت میں معمولی امور ہیں جسے نہ اُن کا مرتبہ ہی گھٹتا ہے اور نہ اُنکی شان میں کچھ کمی آتی ہے اور خدا کا ایسے امور پر معصیت کا اطلاق کرنا اور اس کے جانب سے باز پرس ہونا محض اُنکے منصب عالی اور مقام رفیع کے لحاظ سے ہے۔ یہی یہ بات کہ اُسے ایسے امور صادر ہونے میں حکمت کیا ہے وہ یہ ہے تاکہ لوگ اس بات سے متنبہ ہو جائیں کہ خدا کی کتاب ہے اور وہی اکیلا علی الاطلاق کمالات کے ساتھ موصوف ہو سکتا ہے کوئی مخلوق کیسی ہی عالی کیوں نہ ہو لیکن خدا کے ہم مرتبہ نہیں ہو سکتی خلاصہ یہ کہ وہ ساری معاصی سے مبرا ہیں کیونکہ گناہ سے تو انہوں نے اپنے متقی پر بھیج دیا کرتے ہیں رسولوں کا تو مرتبہ ہی بہت بڑا ہے وہ تمام لوگوں میں کامل اور برگزیدہ ہو کر تھے ہیں پر کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ معاصی سے محفوظ رہیں پس بدکاری کرنا اپنے لوگوں کی آبروریزی کرنا بھیجا اور توں سے خطا کرنا جھوٹ بولنا دغا بازی کرنا کفر کرنا بت پرستی کرنا یا اور ایسے ہی گناہ ان سب سے رسول بالکل پاک و صاف ہیں۔ شریعت محمدیہ اِستات کا حکم دیتی ہے کہ ہم تمام رسولوں

عندنا حدیث یہ ہے انھیں لا یمسکنا ریم الا خلاق ۱۲

رسولوں کی  
کیا شان تھی  
پہ ۱۲

کی تعریف کریں انکے نام تعظیم و تکریم سے لیں انکے ساتھ توقیر سے پیش آئیں انکا ادب کریں اور جو کچھ وہ لائے ہیں اس پر عمل کریں  
 ہاں وہ احکام اس سے مستثنیٰ ہیں جو انہیں رسل سابقہ کے زمانہ کے مناسب تھے اور اس شریعت میں زمانہ کی مناسبت کے  
 لحاظ سے خدا تعالیٰ خیر و حکیم کے حکم سے بدل دیے گئے ہیں جسے پہلے ہی ہر زمانہ کے مناسب احکام تجویز کر لیے تھے۔  
 اور شریعت محمدیہ ہر شخص کو کم سے کم قدر ضروری علم سکھانے کا بھی حکم کرتی ہے جو عقیدوں کی تصحیح عبادات - اخلاق - اور آداب  
 میں نافع ہو اسکا سب سے پہلا اور نہایت ہی مہتمم با نشان حکم ایمان و اسلام قبول کرنا ہے یعنی جتنی چیزوں کی نسبت محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا لانا قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے انکی تصدیق جائز کرنا اور جو کچھ احکام آپ لائے ہیں انکی بجا آوری بلا چون و چرا  
 کرنا۔ اسی طرح اسکا حکم ہے کہ اخلاق و عادات حسنہ کو اختیار کرنا چاہیے چنانچہ وہ حکم دیتی ہے کہ آدمی تقویٰ کے لیے اپنے  
 تمام ان چیزوں سے احتراز کرے جو اسکے دین میں مضرت ثابت ہوں اور خدا کے واسطے خالص نیت سے عمل کرے۔ نیکی کرے  
 عمل میں احسان کی رعایت کرے اور احسان یہ ہے کہ آدمی اس طرح اپنے رب کی عبادت کرے گویا کہ وہ اسکی آنکھوں کے  
 سامنے ہے خلق اللہ کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آئی صبر کیا کرے یعنی دشمن اور الم کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے جو چیز  
 خدا کی پسندیدہ ہو اس پر رضی رہے جیسا کیا کرے اور جیسا ارتکاب افعال شنیعہ کے خوف سے جی ترک جانے کا نام ہے۔ علم سے  
 پیش آئی یعنی جو شخص غضب میں نرمی سے کام لے عفو کیا کرے اور عفو کے معنی خطا کار سے باوجود قدرت کے بدلہ لینا  
 ہے مگر حد و دوج مضرت عام ہونے کے اس سے مستثنیٰ ہیں اچھے کاموں میں لوگوں کی حرص کرے۔ سخاوت و کرم میں کوتاہی  
 نہ کرے۔ شجاعت کرنے میں پیشقدمی کے ساتھ موصوف ہو بغیر کیا کرے یعنی دین و آخرت کو کھت سے محفوظ رکھے۔ ثابت قدم  
 رہے یعنی خوف کے وقت نہ گھبرا کر دوسروں کو اپنے فائدے پر ترجیح دے مروت سے پیش آئے اور وہ بقدر امکان لوگوں کو  
 نفع پہنچانے کی سعی غربت کا نام ہے ضبط نفس کو ہاتھ سے نہ جانے دے یعنی خواہش نفسانی کے بچان کے وقت اپنا جی  
 قابو میں رکھے۔ قناعت کرے۔ صاحب وقار بنے یعنی مطالب کی طرف متوجہ ہونے کے وقت سنبھلا رہے۔ سکون سے  
 پیش آئے یعنی لڑائی جھگڑوں میں جلد بازی سے کام نہ لے رفتی کا برتاؤ کرے اور وہ امیر جمیل تک پہنچا منوالی چیز کی عمدہ طلب  
 سے پروری کرنے کا نام ہے جس میرت کو اختیار کرے یعنی جو چیز نفس کے کمال کا باعث ہو اس سے محبت کرے محبت  
 کے ساتھ موصوف ہو۔ شکر کرتا رہے خدا سے ڈرتا رہے اسکی ذات سے امید رکھے۔ اپنے سارے کام خدا کے سپرد اور  
 اس کے حوالہ کر دے اُلفت کا برتاؤ رکھے اور وہ اصطلاح میں تدبیر معاش میں متفق الرائے ہو کر سعی کرنا کا نام ہے وفادار بنے صلہ  
 رحم یعنی اپنے اہل قرابت سے سلوک کرتا رہے خلق اللہ پر شفقت کیا کرے اسکے بندوں کی اصلاح میں مصروف رہے۔ انابت  
 بنے وعدہ اور عہد کو پورا کرتا رہے دینی اور دنیوی جو کچھ کرے خدا کے واسطے کرے لوگوں کے ساتھ نیک گمان رکھے۔ سلامت  
 روی اختیار کرے۔ کوشش پیرا تا وہ رہے ہماری بہر کم ہمارا ہے۔ نیک کاموں میں جلد باز ہو۔ دین کے معاملہ میں مضبوط ہو خدا کے  
 ساتھ ہنس حال کرے دل میں اسکی محبت اور شوق پیدا کرے یا سانی اپنا شمار رکھے ورنہ ضروری سمجھے نیچے اعمال جلیلہ  
 کو اپنے ذمہ لازم کرے۔ انتقامت اور رزائی اختیار کرے۔ عالی حوصلہ رہے یعنی اسی چیزیں اختیار کرے جس سے نیک نام  
 دل کا نرم رہے یعنی دوسرے کی تکلیف پر غلے اعموم اسکا جی دیکھے۔ پاک کمائی حاصل کرے یعنی بغیر کسی قسم کی ذلت و شائستگی

شریعت کن چاروں  
 حصہ کا حکم کرتی ہے  
 اور کن اخلاق  
 سے منع کرتی ہے  
 زبان کی بجا آفرین  
 ہیں اور کوئے  
 اعمال قبیح ہیں ان  
 سب کا بیان

اور بدوں کسی ظالمانہ کارروائی کے مال حاصل کرے۔ مال اپنے موقع پر خرچ کیا کرے غصہ کو ضبط کرے۔ خدا کے ساتھ ہستی اور  
 بندگی سے پیش آئے آزادی اختیار کرے اور وہ شہوتوں اور خواہشوں کی پابندیوں سے اپنے نفس کو آزاد رکھنے کا نام ہے  
 اپنے نفس کا حساب لیتا رہے۔ اور اسکی جانچ کیا کرے اور نازیبا امور سے طاعت کرتا رہے خلاصہ یہ کہ جتنے خصائل حمید ہیں  
 شریعت نے سبھی کا حکم دیا ہے وہیں آدمی کو چاہیے کہ ان عمدہ خصائل کو اختیار کر کے اپنے نفس کا ہمیشہ علاج کرتا رہے  
 اور یہاں تک کوشش کرے کہ کمال کی حد تک پہنچ جائے اسی طرح یہ شریعت برائیوں سے بھی روکتی ہے چنانچہ وہ کفر کی اجازت  
 نہیں دیتی عبادت میں کسی کو خدا کا شریک ٹھہرانا ناجائز قرار دیتی ہے بدکاری سے منع کرتی ہے اسکا حکم ہے کہ خدا کے اوامر و  
 نواہی کی مخالفت نہ کی جائے خواہش نفسانی کی پیروی سے آدمی باز رہے۔ رہا کو چھوڑ دے یعنی لوگوں کے دکھلانے کی  
 غرض سے عمل نہ کرے بلکہ محض خدا کے لئے اپنے کو بڑا نہ سمجھے کہ نہ رکھے۔ خود بینی سے کنارہ کش رہے اور خود بینی یہ ہے  
 کہ آدمی عمل کر کے اپنے کو کچھ سمجھنے لگے حالانکہ چاہیے تو یہ کہ اسکی نظر خدا کے فضل پر ہو جسے اسے عمل کر نیکی توفیق عنایت  
 کی حمد نہ کرے اور وہ دوسرے سے نعمت نائل ہو جانے کی آرزو کا نام ہے لوگوں کی مصیبتوں پر خوش نہ ہو کر کے کیسی  
 عداوت براقدا م نہ کرے ہاں جو محض خدا کے لئے ہو اسکا مضائقہ نہیں تو اسے باز رہے اور وہ ایسی شے ہو جو اس کے  
 قابو کی نہ ہو بجا دلیری کر بیٹھنے کا نام ہے خدا کے ساتھ بدگمانی نہ کرے۔ بدگمانی اور بدفالی جبکی شریعت میں کوئی سند نہیں  
 نہ کیا کرے بخل کو چھوڑ دے نہ لالچ کے مارے خرچ میں انتہا درجہ کی تلگی کرے اور نہ فضول خرچی اور روپیہ اڑانے پر آمادہ  
 ہو جائے نازیبا امور کے لئے مال سے محبت نہ کرے۔ کاہلی اور بیکار پڑے رہنے سے احتراز کرے جلد بازی سے کچھ  
 سنگدلی اور کوششی اختیار نہ کرے بے شرمی اور بھیاٹی کے پاس نہ پیشگاہے انتقامی نہ کرے کسی کی نعمتوں کے ساتھ  
 انکار اور ناشکری سے پیش نہ آئے غضب و غصہ کی عادت نہ ڈالے علماء سے عداوت نہ رکھے خدا کے مقابلہ میں دلیری نہ کرے  
 اس کے غصہ اور عذاب سے بچوٹ نہ ہو۔ امور دنیاویں سے اگر کوئی چیز فوت ہو جائے تو اس پر افسوس نہ کرے دین کے معاملہ  
 میں ٹھیسلا نہ ہو سبکی اور اوچھے پن سے اپنے آپ کو بچا کر ہے ناحق کسی کی الزام دہی کے درپے نہ ہو۔ حق بات سے  
 جان بوجہ کر انکار نہ کرے اور نہ اپنی بڑائی کے زعم میں اس کے مقابلہ پر آمادہ ہو۔ سرکشی اور انکار کرنے سے باز رہے لالچ اور  
 حرص نہ کرے فہم وہ دلی سے علحدہ رہے گناہوں پر اصرار نہ کرے یہ موقع غصہ نہ کرے خدا کے دین کی حمایت کے سوا جو  
 میں نہ آجائے۔ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو ظالموں اور مجرموں سے محبت نہ رکھے نیکوں سے عداوت نہ کرے۔ ایسا دل  
 سخت نہ کرے کہ کسی مضطر کی مدد نہ کر سکے۔ زبان کی بہتری آفتیں ہیں جسے آدمی کو چاہیے کہ ہمیشہ بچتا رہے مثلاً چلچلیزی نہ  
 کرے یعنی کسی کی ایسی بات ظاہر نہ کرے جسکا ظاہر سونا اسے ناگوار ہو کسی کا راز فاش نہ کرے مسخرہ پن اور دل لگی بازی  
 نہ کرے لوگوں کی باتوں میں دل نہ ڈالے درپے نہ ہو یعن طعن اور گالی گلوچ کرنے سے اپنے کو محفوظ رکھے یہودہ چیزوں کو سہلے  
 کھلے الفاظ میں نہ کہہ بیٹھا کرے۔ لوگوں کے حسب و نسب میں عیب نہ نکالا کرے۔ ناحق نہ جھگڑے یعنی دوسرے کی بات  
 میں بلا اس قصد کے کہ حق ظاہر ہو جائے خواہ فحواہ اعترض نہ کرے۔ محض دوسرے کے تنگ کرنے کے لئے گفتگو نہ  
 کرے۔ بجا باتوں میں دخل نہ دیا کرے۔ مذیدہ پن نہ کرے ہاں جو جھوکوں مرنے لگے وہ معذرت ہے منہ دیکھی باتیں نہ کرے

لوگوں سے دو فصلی باتیں نہ کہیے۔ بیوقوف سفارش نہ کرے نیکی سے منع اور جزائی کا حکم نہ کرے سخت کلامی اور دشمنی سے باز رہے۔ مانگنے سے بچے لوگوں کے عیبوں کی تفتیش نہ کرے ظالم کی زندگی کی دعا نہ مانگے مسجدوں میں دنیاوی باتیں نہ کرے لوگوں کے نام بگاڑ بگاڑ کے نہ لیا کرے۔ خدا کی سوائے کسی کی قسم نہ کہائے زیادہ قسم کہانے سے اگرچہ سچی بات پر کیوں نہ ہو خدا کے نام کی عظمت قائم رکھنے کے لیے احتراز کرے۔ اپنے بھائی کی معذرت قبول کرے رو نہ کرے قرآن شریف کی من گھڑت تفسیر نہ کرے بغیر کسی مصلحت شرعی کے دوسرے کی بات نہ کائے ہر شخص جسکے ماتحت ہو اسکے کلام کے قبول کرنے سے جب تک کہ شرع کے خلاف نہ ہو انکار نہ کرے اور اسکی مخالفت کیجے کسی تفسیر کے سامنے وہ شخص سرگوشی نہ کریں جس سے اُسے بوج ہو پرانی جوان عورت سے باتیں نہ کرے جو گناہ کر سکا ارادہ کرتا ہو سکو گناہ کا راستہ نہ بنائے ایسی خوش طبعی نہ کرے جسکی شرع نے اجازت دی ہو یا جس سے شرارت کثرت پیدا ہو لایعن باتوں کے مکمل سے علحدہ رہے غلام کو اسکے مالک سے اور عورت کو اسکے شوہر سے ہکا کر گشتہ خاطر نہ کرے چھوٹی شہادت نہ دے سچی گواہی دینے سے جان نہ چراتے بھولی یا ر سا عورتوں کو تہمت نہ لگائے مردوں کو گالیاں نہ دے بادشاہوں کو دشنام سے یاد نہ کرے انکی صلاحیت کی دعا سے باز نہ رہے۔ علم نہ چپائے۔ جان بوجھ کر خدا و رسول چھوٹ نہ باندھے مفسدہ پردازی کی باتوں سے اجتناب کرے تاکہ لوگ فخر سے محفوظ رہیں۔ بیچاری کی باتوں میں بہت نہ رہا کرے جس سے کہ لوگ اندیشاںک ہو جائیں۔ مانگنے میں ایسا بھی الحاح نہ کرے جس سے دینے والے کو انداز پنچے خیرات کر کے احسان نہ جتائے مخلوق کے احسان کی ناشکری نہ کرے جس سے کہ خدا کی نعمت بکا ناشکر ٹھہرے۔ مریض پر جو کچھ فرض ہو اُسے نہ چپائے بلکہ صاف اقرار کر دے کسی کے نسب کا نہ جھوٹا اقرار ہی کرے اور نہ اُس سے انکار کرے۔ لوگوں کی آبروریزی میں زباں درازی نہ کرے اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کو باپ نہ بنائے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ نہ کرے غیبت سے بچے اور وہ کسی کی نسبت اُسکی غلیبوت میں ایسی بات کہنا ہے جو اُسے بُری معلوم ہو اور یہ زباں کی ایسی ہفت ہے کہ لوگ اسیں اکثر مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس سے ضرر بھی نہایت ہی عظیم ہوتا ہے اسکے علاوہ اور بہتیرے قبیح اعمال وافعال سے بھی شریعت منع کرتی ہے۔ مثلاً وہ عہد کو توڑنے اور وعدہ خلافی کرنے سے ممانعت کرتی ہے دعا بازی اور تمکاری اور دھوکے بازی کی اجازت نہیں دیتی فتنہ پردازی کی سخت مخالفت ہے اور وہ لوگوں میں گڑبگڑ پکڑنے کا نام ہے خلل اندازی اور بغیر کسی دینی مصلحت کے اختلاف کرنے کو جائز نہیں رکھتی غور بزی خود کشی حرام کاری اور لوٹ کو اگرچہ اپنی ہی عورت کے ساتھ کیوں نہ ہو ناجائز تبلاقی ہے کیونکہ ان امور میں خداوندی حکمت کی مخالفت لازم آتی ہے اور انسانی نسل گہشتی ہے خصوصاً ناسے تو لوگوں کے نسب محفوظ نہیں رہتے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باہم ہمدردی نہیں رہتی نسب کے بارے میں لوگ دبو کا کہاتے ہیں مال و متاع کے ایسے لوگ مالک بنائے جاتے ہیں جسکا ذرا بھی استحقاق نہیں بچا۔ سوجہ سے کہ گناہ یورے طور سے کوئی پرورش کرنے والا نہیں ہوتا جدا ضلیع ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ اسیں طرح طرح کی قباحتیں پائی جاتی ہیں کہ انک کوئی بیان کرے شریعت میں اسکی اجازت نہیں ہے کہ پرانی عورت کو کوئی چوڑے یا تنہائی میں اُسکے پاس ٹیڑے کیونکہ اس سے ناجائز تعلق کا اندیشہ ہے علیٰ ہذا القیاس بے ریش لڑکے کے بارہ میں بھی یہی کہا جاسکتا ہے ایسی طرح اسکا حکم یہ بھی ہے کہ عورتوں کے معمولی آیام میں اُسے مقاربت نہ کیا جائے کیونکہ اس سے کہ اسیں سرسرا گندگی ہے۔ اور نہ کسی عورت کو ایسی جگہ سفر کرنیکی

اجازت ہے جہاں اُسے اپنی آبرو کے جانے کا اندیشہ ہو۔ مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی وضع اختیار کر سکتی ہے اور اس بات کا امر کرتی ہے کہ صحبت کے وقت ذرا ہی بے پردگی نہ ہونے پائے اور اُسکے حکم کے موافق جو کچھ پر قدرت رکھتا ہو اور اُسکو کوئی وجہ عذر کی نہ ہو تو وہ بے نکاح نہیں رہ سکتا کیونکہ اس میں نسل کی افزائش کے اعتبار سے خداوندی حکمت کی مخالفت لازم آتی ہے اگر کسی کے اختیار میں کوئی عورت ہو یعنی وہ اُسکا ولی ہو تو نکاح کرینے اُسے ہرگز نہ روکے۔ مرد اپنی عورت کا اور عورت اپنے مرد کا راز افاش نہ کرے بن سونکر کوئی عورت نہ بچلے کوئی مرد اپنی عورت کے معاملہ میں بغیر قی نہ اختیار کرے۔ اسی طرح کوئی پرانی مرد اور عورتوں میں متوسطانہ بنے کوئی نشہ نہ پئے کیونکہ اس میں عقل اپنی فضل نعمت جو خدا نے انسان کو عنایت کی ہے جاتی رہتی ہے اور نشہ باز جو کچھ نہ کر گذرے تھوڑا ہے کسی گناہ یا فعل شنیع سے بند نہیں۔ ہر اُسکے نقصانات کے مقابل میں جو کچھ اُس سے نفع خیال کیا گیا ہے کیا حقیقت رکھتا ہے۔ کوئی تھار بازی نہ کرے کیونکہ اس سے مال ناحق خطر میں پڑ جاتا ہے اپنے اسباب کی نکاسی کے لیے کوئی جھوٹی فتیں نہ کہا یا کرے۔ ناپ تول میں کمی نہ کرے حسد و حسد باوجود مطالبہ کے کسی کا حق نہ ٹالاکرے بیجا موقع نہ پال نہ اڑائے اپنے پڑوسی کو اگرچہ غیر مذہب والا کیوں نہ ہو قسم کی تکلیف نہ دے۔ چوری ڈاکہ زنی نکرے سود نہ لے کیونکہ سود لینے سے دائن جو قرض دیکر لوگوں کے ساتھ احسان کرتا تھا اور حاجتمند کا اس طرح پر آسانی سے کام نکل جاتا تھا اُسکا دروازہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔ تجارتی مال لانیوالوں سے بالا بالا مکر دام نہ توڑ لیا کرے۔ اگر کوئی کچھ سودا چکارا ہو تو اُسپر ہمارا نہ کرنے لگ جایا کرے۔ آپس میں شرکاء ایک دوسرے سے خیانت نہ کریں مالک کی بلا اجازت عاریت میں کوئی بیجا تصرف نہ کرے۔ مزدور سے کام کر اگر اُسکی مزدوری نہ مارے بلکہ اُسکے ادا کرنے میں دیر بھی نہ لگائے جن چیزوں کی عام طور پر یا کسی خصوصیت کے ساتھ اجازت ہو اُس سے لوگوں کو نہ روکے کسی خاص راستہ میں مالک کی بلا اجازت کوئی تصرف نہ کرے۔ سبط عام رہتوں میں کوئی ایسا امر نہ کرے جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے۔ امات میں خیانت نہ کرے جانداروں کی نہ تصویر کھینچے اور نہ انکی تصویروں کو اپنے مکان میں رکھے تاکہ جوتا اور انکی تصویر کی پرستش کرنیوالوں کی مشابہت سے بچا رہے کما نا اتنا زیادہ ہی نہ کہائے کہ جس سے صحت میں فرق آجائے اور ضرر پہنچے ظلم اور قہر کسی کی راہ سے اپنی کئی عورتوں میں سے بعض کو بعض پر ترجیح نہ دے ناراض ہو کر کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ بول چال نہ چھوڑے۔ آپس میں جگاڑ کرنے اور عداوت کرنے سے باز رہے۔ اپنے بال بچوں کو ضیاع نہ ہونے دے بلا اجازت شرعی نہ کسی کو مارے اور نہ کسی کو ہتھیار سے دھمکائے جادو کے سیکھنے سکھانے اور اُسکے عمل پر کچھ لینے سے باز رہی۔ فال گوئی اور نجوم سے پرہیز کرے اور اُسکے جاننے والوں کی طرف رجوع نہ ہو۔ اپنے حاکم سے بغاوت نہ کرے اور نہ کسی دنیاوی غرض کے فوت ہونے کی وجہ سے اُس سے عہد شکنی کرے۔ ایسی حالت میں ہرگز حکم امت نہ قبول کرے جب یہ جانتا ہو کہ مجھے ضرر و خیانت ہوگی۔ سبط کوئی انتظام کسی ظالم یا فاسق کے ہرگز سپرد نہ کرے کسی لاپرواہ کو معزول کرے اُس سے کم درجہ والے کو مقرر نہ کرے۔ ذی اختیار لوگ ظلم نہ کریں کوئی حاکم ایسے موقع پر اجلاس نہ کرے جہاں متغیثوں کو رسائی ششکل ہو نہ اپنے مذہب والے پر اور نہ کسی غیر مذہب والے پر ظلم کریں متاخر و ستم سے نہ پیش آئیں کوئی حاکم ہونے پر کسی ایسے کا مذاق نہ قبول نہ کرے جس سے اس ستم کے پہلے سے مراسم نہ ہوں۔ سبط اُس دعوت میں شریک



نہ ہوں میں اسکی خصوصیت مد نظر رکھی گئی ہوگی سے خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر رشوت نہ لے ایسے ہی وہ شخص جو دعا بازی کے واسطے  
ہو رشوت دے ہاں جو شخص حق پر ہو اور وہ اپنی پریشانی دفع کرنے کے لیے مجبوراً کچھ دے دلا کر کام نکال لے تو کچھ گناہ نہیں  
کی لینے دینے میں دلائی نہ کرے۔ اگر مظلوم کی مدد کرنے کی قوت ہو تو اس سے علیحدگی نہ اختیار کرے فضیلت کیلئے کسی  
عیوب کی جستجو اور پردہ درسی کے درپے نہ ہو۔ بغیر اذن کے کسی کے گھر کی دیکھ بھال نہ کرے۔ یہاں تک کہ دراز سے بھی نہ جائے  
ایسے لوگوں کی باتیں نہ سنے جو اسکو سنا ناپسند نہیں کرتے جب دشمن اگر سرسہی پر آ پڑے تو اسوقت کم مہمتی نہ کرے اور بالمشور  
اور نہ ہی عن المنکر کو نہ چوڑے۔ جو لوگ عہد و پیمان کر کے مسلمانوں کی امان میں آگئی ہوں عہد شکنی کر کے نہ انہیں قتل کرے اور نہ کسی  
قسم کا مظہر ظم رو اسکے۔ فنون حرب سیکھ کر نہ بہلا دے۔ ایسے شخص کو اختیارات نہ سپرد کرے جسے جانتا ہو کہ اپنی جہالت یا  
ظلم کی وجہ سے کارِ منہی کے ادا کرنے میں قاصر رہیگا۔ ناحق نہ جھگڑے اپنے مقابل پر قابو حاصل کرنے یا ستانے کے لیے جھوٹ  
نہ بولے براہِ عناد اپنے مقابل کو ہرا دینے کی غرض سے جھگڑا نہ کرے بلشتیں میں متمم کر نہیو الا بلے انصافی نہ کرے۔ اسطرح  
اشیا مشترکہ کی قسمت لگانے میں بے انصافی سے بچے۔ بد وضع اور آوارہ لوگوں کے پاس نہ بیٹھے کسی بارہ اخوت کے پیچھے  
یا دریا یا نہر کے کنارہ قضا کے حاجت نہ کرے گناہوں سے توبہ کرتا رہے توبہ سے باز نہ رہے خلاصہ یہ کہ جتنی چیزیں نظام عالم  
ہماں و مال عقل یا آبرو کو ضرر پہنچا نیوالی ہیں سب کی سب ممنوع ہیں کہانتک کوئی بیان کرے کیونکہ اگر ان سب کو منع کر  
دلائل کے جو فرقان و حدیث سے معلوم ہوئے ہیں بیان کیا جائے تو کتنی ہی ضخیم جلدیں بہر جائیں اور پڑھی ختم نہ ہوں۔

شریعت محمدی کی  
عبادتوں کی جو  
شان ہے اور جو  
ان کی حکمتیں ہیں  
پر ظاہر ہو رہی  
ہیں اعلیٰ بیانات

اسکے بعد ان لوگوں نے ان عبادتوں میں خود کرنا شروع کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مطیعین پر واجب کی ہیں پس انہوں  
نے دیکھا کہ میں ایسے اعمال بائے جاتے ہیں جن سے خالق کی سرِ عظمت ظاہر ہوتی ہے اسکی بشپہفتوں کا تھوڑا بہت شکر  
ادا ہوتا ہے علاوہ بریں انہیں اسرارِ حقیقت اور طرح طرح کے فائدے بھی موجود ہیں جنکی بدولت عبادت کرنیوالے کو کامیابی اور سعادت  
کے بڑے سے بڑے مرتبے تک سانی نصیب ہوتی ہے اسکی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو مہذب بناتا ہے اخلاق و مہر  
تذکر کے حمد و خصلتیں اختیار کرتا ہے جو اسکی زینت کا باعث ہوتی ہیں۔ اپنے خالق کی یاد میں لگا رہتا ہے تاکہ شغلِ دنیا  
جو اسکے دل کو گیر سے رہتے ہیں کہیں اسکو غضب میں نہ ڈال دیں جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گناہ سے بچتا ہے اور خطیاتی مہر  
کو الگ کرتا ہے وہ اسبات کا وہ بیان کیا کرتا ہے کہ اسکا کوئی نہایت ہی شفیق نگہبان ہے جو گو باہر وقت اسکے قریب ہی رہتا  
ہے۔ ان عبادتوں میں یہ فائدہ ہی مد نظر رکھا گیا ہے کہ اوقات عبادت میں تمام لوگ یکجا جمع ہو جایا کریں جس سے آپس میں محبت  
بڑھے ایسے لوگوں کے حالات معلوم ہوں جنکو مدد کی ضرورت ہے حاجت مندوں کی مدد کرنے میں سہولت ہو اسکے دردناک  
حالات معلوم ہو سکیں تاکہ اذراہ شفقت و احسان اسکے کام نکال دے جائیا کریں مثل سابقہ اور اسکے کنبہ والوں کے حالات  
یا دیا کریں جنہوں نے کہ اپنے رب کی عبادت کی ہے اسکے حکموں کو مانا ہے اسکے منہیات سے احتراز کیا ہے تاکہ اسی طرح سے  
لوگوں کو انکی اقتدار کرنے کی غرضت پیدا ہو اور یہ بھی انہیں کی ہی روش اختیار کریں۔ پھر انکی اور اسکے مطیعین کی تعریف کرتے  
رہیں مسلمانوں کی جماعت بڑھانے میں کوشش کر سکیں مخالفین کو راہِ راست دکھائیں۔ خداوندی دین کی اشاعت کریں۔  
اسطرح بران عبادات میں جا بجا طرح طرح کے ثمرات مفیدہ اور تداویر نافعہ موجود ہیں جنہیں شخص نہیں سمجھ سکتا اسکا سمجھنا کچھ اہل علم

ہی کا حصہ ہے جو شخص ان عبادتوں پر ظاہری نظر ڈالے اور ان کے حکم اسرار اور فوالم سے غافل رہے تو انکی ایسی ہی مثال ہے جس طرح کہ کوئی نفیس موتیوں سے بھری ہوئی سیپ کو بہر کا گڑا خیال کر کے بے توجہی سے ہینک دے اور انکی کچھ قدر کرے انکی نظروں کو ان کے ساتھ کچھ بھی دلچسپی نہ ہو۔ آپس کچھ شک نہیں کہ ایسا نادان بڑی قیمتی شے کو جسکے حال کرنے میں سیکڑوں روپے صرف ہوتے ہیں بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے ہاتھ سے ضائع کرتا ہے بہتر سے نادان ایسے ہی ہیں گے جنہیں نیز تو خاک نہیں لیکن ان عبادتوں میں نقص نکالنے کے لیے لانا وہ ہیں انہیں خوبیاں ہی عیب نظر آتی ہیں ایسے لوگوں کی ٹھیک مثال اس مریض کی ایسی ہے جسکو بانی ہی بد مزہ معلوم ہوتا ہو اور شیرینی کو تلخ مٹانا ہو کاش یہ لوگ ہی جب انہیں عبادت کی خوبیاں نظر نہ آئیں تو اسی مریض کی طرح کریں جو کڑوی دوا کو مفید سمجھ کر نہ روک سکی گئے سے ہمارے ہی جاتا ہے اگرچہ اس میں کچھ کلفت ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے خدا اس حالت کا بڑا کرے سارے گل رسی کے کھلائے ہوئے ہیں ان لوگوں کو تو اس نے اپنا کھلونا بنا رکھا ہے ایسی ہی کی وجہ سے انکو طرح طرح کے نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں۔

اب آئیے اب کو اس فرقہ کے لوگوں کو جو شریعت محمدیہ کی عبادتوں کے اسرار نظر آئے ہیں اس کی تھوڑی سی تفصیل کہہ سنالیں پہلے دو شخصوں نے دیکھا کہ یہ ہر عالمی بالغ کو بخیر اور عبادت اسکے ایک عبادت ادا کرنے کا جسے نماز کہتے ہیں حکم دیتی ہے نماز چند مخصوص اقوال و افعال کے مجسمہ کا نام ہے جو خدا کی عظمت کے اظہار یعنی تکبیر سے شروع ہو کر سلام پر ختم ہو جاتی ہے نماز پڑھتے والا اسکو اس طرح پرا داکر تاسے گو یا کہ وہ خدا کے سامنے حاضر ہے اپنے مقرر کیا ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو ایک سناو دی۔ یعنی مؤذن سارے نمازیوں کو نہایت فصیح الفاظ میں بلایا کرے چنانچہ اس کے حکم کے موافق وہ چار مرتبہ خدا کی عظمت کا اعلان کرتا ہے گو یا وہ کہتا ہے کہ اے لوگو تم جو دنیا اور آخروی مرغوبات میں پسے ہو یہ میری خبر ہے کہ خدا نہایت ہی بڑا اور سب بات کا زیادہ مستحق ہے کہ سارے مخلوق کو چھوڑ کر انکی جناب کی طرف رغب ہو جاؤ پھر دو مرتبہ گو یا کہتا ہے کہ خداوند تعالیٰ معبود و کلتا ہے جسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں گو یا وہ یہ بتاتا ہے کہ تمہاری دنیوی اور آخروی حاجتوں کو وہی پورا کر سکتا ہے کہ جو معبود حقیقی ہو اور اپنے سامع سے بے نیاز ہو نہ میں سچائی اس کے خص اوصاف میں شمار ہو اور ساری خلق اس کی محتاج ہو اور ایسا معبود اللہ ہی ہے جسکی ذات واقعی معبودیت کے نمایاں اور اس امر میں کیا غمی کے ساتھ موصوف ہے پس تمہیں چاہیے کہ اپنی ساری حاجتیں خواہ دنیوی ہوں یا آخروی سب اس کی جناب میں لیجاؤ اور اس کی درگاہ کی طرف رجوع کرو۔ پھر دوبارہ حمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہاد دیتا ہے گو یا وہ یہ کہتا ہے کہ یہی رسول تمہارے اور تمہارے ذمی عظمت معبود کے درمیان میں واسطہ ہیں انہیں کے ذریعہ سے تمہیں اپنی دنیوی اور آخروی مصلحتوں کی اطلاع ہوئی ہے اپنی اپنی اگلی اگلیوں سے دیکھ چکے ہو ورنہ کم سے کم دلیل سے تو ضرور تمہیں اس بات کا یقین ہو چکا ہے کہ یہ تمہارے بڑے ہی خواہ اور تمہیں پہلانی کے طریق سکھائیے ہیں پس اب تمہیں چاہیے کہ تم اس عبادت کے ادا کرنے میں بدل و جان کوشش کرو جو انہوں نے تمہارے لیے مقرر کی ہے اور جس میں تمہارا سرفہر متصور ہے۔ اسکے بعد وہ دو دفعہ نماز کی طرف متوجہ کرتا ہے اسکو اس مضمون کی تفریح سمجھنا چاہیے جسکی طرف وہ بحیرہ شہد میں اس سے پہلے اشارہ کر چکا ہے

نماز کے قیام  
اذان اور اقامت  
میں کیا حکمت ہے  
اور اذان و اقامت  
میں چراغ افشا  
میں آیتیں کیا  
اشارہ مخصوص  
ہے چنانچہ  
اسکی کیا جواب  
دیتے ہیں

کہ اس ذی عظمت خدا کی درگاہ میں نہیں ضرور التجا کرنا چاہیے۔ یا یوں سمجھیے کہ پہلے کلام کا یہ نتیجہ ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ یہ خدا سارے بڑوں سے بڑا اور معبودیت اور تمام خلق کی حاجت برآری کے اعتبار سے بیجا نہیں اور اس خیر خواہ رسول نے نہیں اس کی عبادت کی تعلیم کی اور یہ وعدہ کیا کہ تم اس کی بدولت اپنی امیدیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گے تو گویا یہ کہتا ہے کہ تم کو چاہیے کہ ناز کی طرف ضرور متوجہ ہو جاؤ خدا سے جلیل کی درگاہ میں حاضر ہو اور ناز ادا کر کے اس کے وسیلہ سے خدا کی درگاہ میں اپنی چھوٹی بڑی حاجتوں کی درخواست پیش کرو۔ پھر وہ ناز کے فوائد و ثمرات کی طرف اجمالی طور پر روحی علم اخلاق اور ایسے کامیابی اور شگفتگی کی طرف دھڑکھڑکا کر اشارہ کرتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے آدمی کے لیے فلاح ساری مرغوبات سے بڑھ کر ہے اور فلاح خواہ وہ نبوی ہو یا اخروی اسی طابقت سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس سے اخلاق درست ہوتے ہیں خلاق کی عظمت کا نقشہ پیش نظر ہو جاتا ہے۔ قیامت میں اس کی جزا کے سننے کی امید ہو جاتی ہے پس اس فلاح و کامیابی کو غنیمت سمجھو۔ اور اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اس کے بعد وہ مرغوبات میں سے جو نہایت ہی کمال شے ہے اس کی طرف نازیوں کے خیالات کو متوجہ کرتا ہے اور بات پر انکو متنبہ کرتا ہے کہ وہ جب اس عبادت کی طرف متوجہ ہوں تو کہیں خدا کے سوا کوئی دوسری چیز کو مقصود اصلی نہ ٹھہرائیں بلکہ اس کی شائق نظریں اسی کی جناب کی طرف رہیں اسی کا تقرب نہ نظر ہو اور انکا مقصد اصلی اور مدعا اے دلی کیا دنیا اور کیا آخرت دونوں خدا ہی خدا ہو اسی وجہ سے وہ اس پر دومرتبہ تنبیہ کرتا ہے اور خدا کی معبودیت کے لحاظ سے یکتائی ظاہر کرتا ہے یہ تو موزن کی کیفیت ہی اب پہچنے سننے والے کیا کرتے ہیں وہ لوگ بھی موزن کے اقوال کو دہراتے جاتے ہیں گویا کہ وہ اس کی ہر بات میں تصدیق کرتے ہیں اور بات کی تصریح کرتے ہیں کہ وہ بھی اس کے ساتھ متفق ہیں لیکن جب وہ انکو ناز اور فلاح کی طرف بلاتا ہے تو اس کے الفاظ کو نہیں دہراتے کیونکہ بلاتوالے کے الفاظ جواب میں ہی کہتا تو مسخرہ پن کی بات ہوتا ہے ایلے وہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کرتے ہیں گویا وہ کہتے ہیں کہ نازیوں و ظل ہو کر اس خیر عظیم کا حاصل کرنا اور فلاح کا پالینا سوائے خدا وندی مدد اور قوت کے کسی اور طریق پر ممکن نہیں ہم تو اسی کی مدد کے طلبگار ہیں اور ان کا یہ قول بطور استکراہ و تنفر کے نہیں ہو کر تاجیسا کہ بعض نادان قضا یہ سمجھا کر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ بہر حال اس موقع پر جو کہ اسی عبادت کے ادا کرنے کے لیے مخصوص ہوتا ہے لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو ناز کی نوا مزید تاکید کے لیے انیس الفاظ کا اعادہ کرتا ہے تاکہ یہ سب باتیں لوگوں کے غوب و فہم نشین ہو جائیں اور وہ شخص ہی جس نے اپنے اذان نہیں سنی تھی اور بلا اذان سننے ہی آگیا تھا یہاں تک کہ اس بارگاہ عالی کی حضور ہی کے وقت یہ سارے مضامین پورے طور سے پیش نظر ہوں اسی واسطے وہ اب کے مرتبہ الفاظ سابقہ ہی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ قد قامت الصلوۃ اور بڑا دانا ہے یعنی ناز کا قلم ہو گئی۔

شرعیہ نے اس عبادت کے ادا کرنے کے لیے جو شرطیں لگائی ہیں اور جو آداب مقرب کیے ہیں وہ یہی سن لیں چنانچہ پہلے یہ مقرر کیا ہے کہ ناز پڑھنے والے کا بدن پاک ہو اسکا لباس ظاہر ہو اس مکان میں جہاں وہ ناز ادا کرے گا کسی قسم کی نجاست نہ پڑی ہو اسکا بدن چمکی ناپاکی سے ہی پاک ہو اور اس سے ایسے حالات مراد ہیں جو حدث کے نام سے موسوم ہوتے ہیں اور انکا احوال وقت اعتبار کیا جائے جب بدن سے کسی قسم کی نجاست نکلے۔ اور اس طہارت سے نازی کو اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہوتی ہے کہ اسکا نام نہ داخل ہونا گویا اپنے موزن کے سامنے اور اس کی بارگاہ عالی میں اس کے احسان کا اُمیدوار بن کر شکر

ناز کے لیے  
طہارت کے  
شرط و نیک  
حکمت اور

یہ حاضر ہوتا ہے جس طرح کہ شاہان دنیا میں سے کسی کے دربار میں جب جانا مقصود ہوتا ہے تو اس بات کا بڑا اہتمام کیا کرتے ہیں کہ کہیں بادشاہ کی نظر کسی چیز پر نہ چاڑھے جو اسے ناگوار خاطر ہو اسی طرح یہاں بھی یہ نہایت ضروری امر ہے کہ خداوندی دربار میں حاضری کے وقت سارے اعضا تمام ایسے ناپسندیدہ اعمال سے بالکل پاک و صاف ہوں جیسا کہ خداوندی خواہش نفسانی اور میلان طبع ہو یا دوسروں کی وسوسہ اندازی سے انکام تنجب ہو اور جملہ اخلاق و سمیہ سے اسکا دل ہی پاک ہو یہاں تک کہ سارے میل کھیل کو توبہ اور پشیمانی کے پانی سے دھو دھلا کر صاف و ستھرا بن گیا ہو علاوہ بریں بدن کو پالنے سے دھوئے کی وجہ سے جن خوشی کا اثر روح تک پہنچتا ہے وہ بھی مخفی نہیں کیونکہ روح اور بدن میں جو علاقہ پایا جاتا ہے اسکا کوئی انکار نہیں کر سکتا اسی لیے جب ان دونوں میں سے ایک میں بھی کوئی چیز اثر کرتی ہے تو دوسرے میں اسکا اثر نمایاں ہو جاتا ہے چنانچہ روح بدن دھوئے کے وقت کیسی شاداں و فرحاں نظر آتی ہے اور اسکی ساری کسلندی دور ہو جاتی ہے گویا کسی نے اسکے سارے بدن میں کھول دیے جس میں وہ جگڑی ہوئی تھی خصوصاً اس حالت میں جب کھورتوں سے صحبت کرنے کے بعد غسل کیا جائے اور طبی فوائد اسکے علاوہ ہیں جو کسی پر چنداں مخفی نہیں۔

شرعیہ کے ان اعتباری حالات سے طہارت حاصل کرنے کو جو حدث کے نام سے موسوم ہیں دو قسموں پر منقسم کیا ہے ایک کا نام طہارت کبرئ ہے جس سے سارے بدن کا دھونا یعنی غسل مراد ہے دوسرے کو طہارت صغریٰ یا وضو کہتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ بعض اعضا کو دھویا جائے اور بعض کا مسح کیا جائے۔

اب اسنے ساری بدن کا دھونا اسوقت واجب کیا ہے جب مٹی نکلے چاہے حکماً ہی کیوں نہ ہو اور حکماً مٹی نکلنے کی یہ صورت ہے کہ جماع کرنے سے مٹی نکلنے کا پتہ نہ لگے یا جب عورت کے رحم سے حیض یا نفاس کا خون جاری ہو۔ چونکہ ان نجاستوں کا کچھ نہ کچھ حصہ سارے بدن سے آتا ہے اسلئے شریعت نے بھی اس اعتباری حالت یا نجاست کے ساتھ جو انکے نکلنے سے پیدا ہوتی ہے سارے بدن کو طوط قرار دیا اور ایسوجہ سے انکا نام حدث اکر کہا گیا پس گویا سارے بدن کے دھونے اور پاک کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان سارے گناہوں سے توبہ کر کے پاک ہونا چاہیے جسکو تمام بدن سے علاقہ ہے نہ کسی خاص عضو سے خصوصاً اخلاق سیئہ سے پاک ہونا تو اور بھی ضروری ہے۔ دوسری

حکمت اس میں یہ بھی ہے کہ یہی چیزیں ہیں جسے بچہ قبلہ چنانچہ مٹی حل ٹھہرنے اور بچہ کی صورت بننے کا مادہ ہے اور خون رحم سے بچہ کو غذا پہنچتی ہے اور اسکو نمو حاصل ہوتا ہے اور ظاہر ہے جو بچہ اس سے پیدا ہوا کرتا ہے وہ کبھی نیک نخت ہوتا ہے اور کبھی بد نخت بچہ کے نیک نخت ہونے کے لحاظ سے بچہ کا پیدا ہونا شرعاً قابل تعریف اعمال میں سے شمار کیا جاسکتا ہے اور یہ امید ہو سکتی ہے کہ ان دونوں میاں بی بی کو جنکی مباشرت سے نیک بچہ ہوا ہے بہت عمدہ جزائے خصوصاً اسوقت جبکہ ان دونوں کی نیت ہی نیک ہو اور یہ مقصود ہو کہ یہ سطح نسل میں خدا کے مطیع موجدوں کی ترقی ہو اور بچہ کے نیک نخت ہونے کے لحاظ سے ان چیزوں کے خارج ہونے کے وقت مکلف کے لیے گویا یہ اشارہ نکلتا ہے کہ یہ شے جو تیرے بدن سے خارج ہوئی ہے اور جس میں تیرا سارا بدن شریک ہے بچہ کے پیدا ہونے کا مادہ ہے اور ممکن ہے کہ اس سے ایسا بچہ پیدا ہو جو خدا کی نافرمانی اور اسکے ساتھ کفر کرے پس سارے بدن کے دھونے سے اس بات پر ناگاہی حاصل کرنا چاہیے کہ ایسے ہر

عضل و مضاف  
اعضا و وضو کو  
خاص تر ہے  
دھونے اور مسح  
کرنا کی حکمتیں اور  
تہم کی بیان

یہی تو بہ کرنا مناسب ہے جس گناہ کی سمیت کا احتمال ہی ہو۔ اور وہ گناہ زبان حال سے یہ کہتا ہے کہ ان چیزوں کے خارج ہونے سے  
 جن میں میرا بدن شریک ہے مجھے اس بات کی تشخیص ہو گئی کہ اگر ایسا بچہ پیدا ہوا جو تیری نافرمانی کرے تو میں ضرور اس کا سبب  
 بنوں گا۔ پہلے میں اپنا سارا بدن دھوئے ڈالتا ہوں اور میں اس کو اپنی اُس توبہ کا عنوان قرار دیتا ہوں جو مجھے اس سمیت سے  
 تیرے سامنے کرنا چاہیے اور یہ بات گناہ سے اتنا درجہ کی عظمت کی اور توبہ میں نہایت ہی مبالغہ اور اتہام کرنے پر مبنی ہے اگرچہ  
 حقیقت یہ کہ کوئی گناہ نہیں ہے محض گناہ کا امکان اور اندیشہ ہے اب میں ایسی نجاستیں جو تمام بدن سے نہیں آتیں خواہ وہ حقیقتاً  
 خارج ہوں جیسے کہ بدن سے خون ہے یا قصائے حاجت کے دونوں مقاموں میں سے کسی سے سوائے منی خون حیض یا نفاس  
 کے کوئی اور نئے خارج ہو اور خواہ کچھ اٹکا فروج پایا جائے جیسے کہ اس طرح سونے کے وقت جب اعضاء ڈھیلے ہو جائیں اعتقاد  
 کیا جاتا ہے پس ان کے پائے جانے کے وقت شریعت نے اُس اعتباری نجاست سے جو حدث اصغر کے نام سے موسوم ہے خاص  
 خاص اعضاء کو طہارت قرار دیا ہے گویا اس طہارت صغرے کے حکم سے جسے وضو کہتے ہیں اور وہ بعض اعضاء کے دھونے اور  
 بعض کے مسح کرنے کا نام ہے اُس کا یہ اشارہ ہے کہ انہیں خاص خاص اعضاء کے گناہوں سے توبہ کرنا چاہیے اور ان  
 اعضاء کی تخصیص اور اس ترتیب میں جو ان کی طہارت میں اعتبار کی گئی ہے عجیب سخت کی رعایت مد نظر ہے بیان اُس کا یہ  
 ہے کہ سارے بدن میں یہی ایسے اعضاء ہیں جو مخالفت کر نیکی کے لیے نہایت سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں ایسے اُن کے  
 دھونے سے اُن کی طہارت باطنی کے اتہام پر تینہ ہو جائے گی اور مقصد اس سے یہ ہے کہ اُن کے کثیر الوجود گناہوں سے توبہ  
 کی جائے۔ اعضاء کے دھونے میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے یہیں پچاٹا ہے کہ جو عضو مخالفت میں نہایت سرعت سے حرکت کرتا  
 ہو اسی کو سب سے مقدم کیا جائے پھر اُس کے بعد اُس سے کم سی طرح آخر تک بھنا چاہیے پس سب سے پہلے چہرہ کے دھونیکا  
 حکم ہے جس میں منہ ناک اور آنکھیں پانی جاتی ہیں اور چروہیں سے پہلے منہ سے دھونا شروع کیا جاتا ہے۔ ایسے کہ تمام اعضاء میں سے  
 زبان مخالفت کرنے میں زیادہ جیتی ہے کیونکہ اُسی سے کلمہ کفر کا کہا جاتا ہے اُسی سے فیعت چنلوری کیجاتی ہے فحش کا جاتا ہے  
 اسکے علاوہ ہی زبان کی بہت سی آفتیں ہیں جن میں سے کچھ پہلے ہی بیان ہو چکی ہیں پس منہ کے دھونے سے جب یاد آ جاتا ہے کہ  
 طہارت ظاہری سے باطن کی تطہیر کی طرف اشارہ ہے تو خدا کی طرف وہ توبہ کرنے لگ جاتا ہے اور زبان سے جو کچھ اُس نے  
 پچا کھاتا اُس سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے اسی طرح ناک میں پانی ڈالنے کے وقت یاد کر کے اُن چیزوں سے خلکو اُس نے بلا اجازت  
 شرعی سونگھا ہے توبہ کرتا ہے اسی طرح اُن چیزوں سے بھی توبہ کرتا ہے جن کا دیکھنا حرام تھا اور اُس نے انہیں دیکھا ہے چہرہ کے بعد  
 کہنی تک دونوں ہاتھوں کے دھونے کا حکم ہے ایسے کہ جہاں زبان سے کوئی بات نکلی اور کسی پر نظر میں پڑیں تو فوراً دست و رازی کر کے  
 پہلے ہاتھ بڑھتا ہے اور کسی نہ کسی موقع پر جہاں لگتا ہے پس جب اُن دونوں کی نوبت آئیگی تو خواہ مخواہ اُن کی طہارت باطنی کا بھی خیال  
 پیدا ہو گا اور اپنی دست و رازیوں سے توبہ کرے گا اسکے بعد سر کے مسح کر نیکا حکم ہے اور غسل کا حکم نہیں دیا گیا اور محض مسح ہی گویا  
 ایسے کافی سمجھا گیا کہ نفس سر سے تو کوئی مخالفت سرزد نہیں ہوئی تھی اگر ہوئی تھی تو زبان اور آنکھ سے ہوئی تھی جو سر سے علی  
 ہوئی ہیں اس وجہ سے سر کے لئے متوسط درجہ کا حکم یعنی مسح تجویز کیا گیا اور غسل کا حکم نہیں دیا۔ اسی طرح چونکہ کان میں باادوات  
 عہ یعنی کلی کیجاتی ہے اور کلی سے پہلے جو بات گٹے تک دھو جاتے ہیں وہ اہل میں کلی ہی کرنے کے لیے صاف کر لیے جاتے ہیں ۱۲ منہ پر



با قصد کوئی بات اُڑتی ہے اسکے لیے ہی مسیح ہی پر اکتفا ہوا اور غسل کی طرح اب مسیح کرتے وقت بھی توبہ کی یاد آجائے گی کانوں  
 نے جو کچھ پہچاننا ہو گا اور سر سے باعث محاورت ان اعضا کے جو کچھ سرزد ہوا ہو گا اُس سے ہی اپنے کو پاک کر لے گا گر  
 کے مسیح کی سنت ہی اسی طرح کہا جاسکتا ہے۔ اسکے بعد پیروں کے دھونے کا حکم ہے۔ اسلئے کہ جب انھیں دیکھ چکتی ہیں یا ان سے  
 کچھ باتیں ہو جاتی ہیں ہاتھ بڑھ چکتے ہیں کانوں میں آواز آتی ہے سو ق پیروں کی باری آتی ہے اور آدمی اُسے چلتا ہے پس  
 مخالفت میں سب سے پیچھے پیر ہی ٹھہرے اسلئے سب سے پیچھے اُسکے دھونیکا حکم ہوا اور اُنکے دھونے سے ہی پیروں کے  
 لحاظ سے باطنی طہارت کی فکر ہوتی ہے اور جہاں کہیں اُس سے پہچا قدم اٹھا ہوتا ہے اُس سے توبہ کرتا ہے۔ پھر اعضا کے تین  
 تین مرتبہ دھونے میں ایک عجیب و قریب نکتہ پایا جاتا ہے گویا کہ توبہ کے تینوں ارکان کا پورا پورا مقابلہ ہے اور توبہ کے تینوں رکن  
 یہ ہیں ۱۔ جو گناہ ہو چکا ہو ۲۔ اُس گناہ سے باز آئے اور ۳۔ اس بات کا پختہ قصد کر لے کہ آمیزہ اُسکا مرتب  
 نہ ہو گا پس ہر مرتبہ دھونے سے توبہ کے ایک ایک رکن پر تسمیہ ہوتی ہے۔ وضو کرنے والا جب وضو سے فارغ ہو چکا ہے  
 اور توبہ کر کے طہارت باطنی حاصل کر لیتا ہے تو اُسے مناسب ہے کہ یہ دعا پڑھے ۱۔ اَللّٰہُمَّ جَلِّیْ مِنْ اَتُوْبُ مِنْہِمْ وَجَلِّیْ مِنْ اَلْمُتَطَهِّرِیْنَ  
 اسلئے اسلئے اب مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک و صاف بننے والوں کے زمرے میں کر دے کہ میں اُسکے لیے گویا یہ اشارہ پایا جاتا ہے  
 کہ خدا سے وہ یہ ہندھا کرے کہ اُسے جہاں توبہ اور تہذیب باطن کی توفیق دیکر اُس پر احسان کیا ہے اُسے قبول ہی کر لے۔ اور جب ناپی  
 کو پانی کا مہیرا شکل ہو یا وجہ مرض کے اُسکے افعال پر قدرت نہ ہو تو اسوقت شریعت نے بجائے غسل یا وضو کے تیمم مقرر کیا  
 ہے اور وہ کسی پاک چیز سے جو کہ مٹی کے قبل سے ہو نہایت تطہیر کے ساتھ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے کہنیوں تک مسح کرنے کا  
 نام ہے اور یہی ایسے اعضا ہیں کہ انسان کو جتنکے پاک کرنے کی اور اعضا سے زیادہ حاجت ہوتی ہے اور اس میں گویا آمیزہ  
 کے لیے یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جب اُس پر توبہ کے سارے ارکان ادا کرنا دشوار ہوں اور اُن کے حاصل کرنے کی اُسے  
 توفیق نہ ہو تو اس سے تو گویا گذرانہ ہو کہ اپنے گناہ و گنہگاروں اور احمدا کرنے لگے کیا عجیب کہ اسی بہانہ خدا اُسکے گناہ و گنہگاروں  
 چنانچہ کہا کرتے ہیں کہ گناہ و عجز و ہمار پیدا کرے وہ اسی اطاعت سے تو چاہی ہے کہ جس سے آدمی عجب و تکبر کرنے لگے علا  
 بریں جب اس مسح کے اس اشارہ کی طرف لحاظ کیا جاتا ہے تو یہ بھی کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا کہ اُس پر توبہ کے تمام ارکان  
 کا حاصل کرنا ہی آسان ہو جائے اور وہ حقیقتہً توبہ ہی کر لے پھر چونکہ اعضا وضو میں سے پیروں کے دھونے میں زیادہ پانی  
 صرف ہوتا تھا اور کچھ شقت کا بھی اندیشہ تھا اسوجہ سے اگر چہ جی مودے پہن لیے جائیں تو بغیر آسانی خاص شرطوں کے  
 ساتھ اُن پر پانی سے مسح کرنا ہی جائز نہ کہا گیا اور اس طرح اُنکے گناہوں سے توبہ کرنے کی طرف اشارہ ہی فوت نہیں ہونے پایا  
 شریعت نے یہی مقرر کیا ہے کہ نازنگے ہو کر نہ پیر ہی جائے بلکہ نازی بدن ڈھانک لیا کرے اور اس سے جو کچھ ادب کی رعایت  
 پائی جاتی ہے وہ تو ظاہر ہی ہے علاوہ اسکے کہ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ کو گناہوں اور اخلاق ذمیرہ سے اگر پورے  
 طور پر توبہ کر کے پاک و صاف بننا نصیب نہ ہو تو جب ناز پڑے لگے یا یوں کہیے کہ اپنے مولے کی بارگاہ میں حاضر ہونے لگے  
 تو کم سے کم باقتضائے ادب اتنا تو کرے کہ ان ساری مخالفتوں کو دبا کر رکھے تاکہ اُنکا زور و شور گھٹا رہے اور انکی یہ حالت  
 ہو جائے کہ گویا انہیں پر وہ میں چھپا دیا ہے اگرچہ خدا سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

ستر کا چپان  
 ہی تاریں  
 شرط نہ لانا  
 عورت کو  
 نہایت مزہ  
 کے زیادہ  
 بدن چھپا  
 حکم نہ لانا

بدن چھپانے میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ جب اسکی نظر اعضا پر نہ پڑے گی تو اوپر ہر جہت نہ بیکٹے پائیکامہ اور چونکہ عورتوں کے سارے بدن میں یہ قباحت پائی جاتی تھی کہ اسکی نظر پڑنے سے طبیعت بگڑتی تھی ایسے اسے حکم ہے کہ سارا بدن چھپائے ہاں آزاد عورت کے لیے اتنے بدن کے کھولنے کی اجازت ہے جسکے کھولنے کی اکثر احتیاج پڑتی ہے جیسے چہرہ۔ کلائی۔ گتھ دونوں ہاتھ اور قدم ان کا چھپانا ضروری نہیں اور وہ عورت کو لڑھی ہو تو چونکہ کام کرنے میں ان اعضاء کے علاوہ اور اعضا بھی اکثر کھلتے ہیں اور انکے چھپانے کے واجب کرنے میں حرج متصور نہلا ایسے اسکو اسکا علاوہ ہی کسی قدر اور بدن کھلا رکھنے کی اجازت دی گئی۔

شریعت نے یہ بھی مقرر کیا ہے کہ نازی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے ایسے کہ انسان کے لیے کسی جہت پائی جاتی ہیں جنکا کہ وہ اپنے کاروبار میں عادی ہے اور ان جہتوں کے نام یہ ہیں کہ گیسے و سنے بائیں۔ اوپر نیچے پس اگر اسے اختیار دیدیا جائے کہ جہت چاہے منہ کر کے نماز پڑھے حالانکہ نازی میں مقصود یہ ہے کہ خدا کی طرف بک سو ہو جائے اور اپنے خیالات کو مجتمع کر کے خدا ہی کے کام میں لگا دے تو اسکا جی پریشان ہو جاتا اور کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑتا اور اسی حیرت میں رہتا کہ کہ ہر شہنشاہوں کے دربار میں معلوم نہیں کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے لیے لائق تر کونسی جہت ہے کہ جس سے میری دعا مقبول ہو جائے پس خدا نے بنظر مطلق انسانی عقل و فطرت کا لحاظ کر کے کعبہ مکرمہ کو مقرر کر دیا کہ اسکی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے کیونکہ خدا نے اس قلعہ عزیز کو مشرف و مکرم بنا دیا ہے اور خدا کو اختیار ہے کہ اپنی ملک میں سے جس شے کو چاہے فضیلت دیکر معظم و مکرم بنا دے ایسے کہ وہ فاعل مختار اور تمام چیزوں کا علی الاطلاق مالک ہے۔ خدا نے کعبہ کا بیت اللہ یعنی خدا کا گھر نام رکھا ہے اگرچہ خدا کو مکان کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ وہ اس سے بالکل پاک و منزہ ہے لیکن اس تعین سے مقصود یہ ہے کہ نازی کا دل خدا سے عرض و معروض کرتے وقت یکجا رہے اور اسکی جی کو اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے اعتبار سے اسنے تمام جہتوں میں سب سے افضل اور نہایت ہی مناسب جہت اختیار کی ہے جس سے امید ہے کہ اسکی دعا ضرور مقبول ہو جائے گی پس یہاں سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو گئی کہ نماز اور جو کچھ کہ نازی میں رکوع و سجدہ وغیرہ کے پایا جاتا ہے اگرچہ اسوقت منہ کعبہ کی طرف رہتا ہے لیکن اس سے مقصود جناب باری تعالیٰ ہی ہے کعبہ ہرگز مقصود نہیں ایسے کہ جو شخص خدا پناہ میں رکھے اپنے سجدہ سے غیر خدا کو قصد کرے اسکی نسبت شریعت کفر کا حکم بھی ہے پس اس عبادت سے کعبہ کی مقصودیت کا گمان کرنا نہاد صحت کی ناواقفی پر مبنی ہے۔

پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ نماز خدا کی تعظیم و تکریم سے شروع ہوتی ہے اور اس سے مقصود بندہ کا اللہ اکبر کہنا ہے اور اسوقت نازی اگر مرد ہو تا ہے تو اپنے کانوں تک ہاتھ اٹھاتا ہے اور عورت اپنے منہ پر ہاتھ تک ہاتھ اٹھاتی ہے اللہ اکبر کہنے میں اول تو تعظیم پائی جاتی ہے دوسرے اس طرح بارگاہ شاہی میں گویا تحییت و سلام عرض کیا جاتا ہے اور حاضری کی اجازت مانگی جاتی ہے اور باوجود ان باتوں کے ہمیں یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ کو یہ مضمون پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اسکا موئے بیکسے سنا وہ حاضر ہونے کو ہے تمام چیزوں سے بڑا ہے کوئی شے اسکی کبر بانی و عظمت کو نہیں پہنچ سکتی پس مناسب ہے کہ اپنے حوئے کے سوا خواہ دنیاوی تعلقات ہوں یا اخروی مرغبات سب سے اپنے دل کو پاک کر کے اسکی حضور میں حاضر ہو اور دونوں ہاتھوں

نازی میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا اور اگر اسے اختیار دیدیا جائے کہ جہت چاہے منہ کر کے نماز پڑھے

خدا  
نازی میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا اور اگر اسے اختیار دیدیا جائے کہ جہت چاہے منہ کر کے نماز پڑھے

کے اٹھائیسے ہی وہی بات کی تاکید ہوتی ہے جیسے کہ کوئی شخص اعراض کر کے اسے سمجھنے سے جو اس کے سامنے ہو ہاتھ کھینچتا ہے گویا کہ غازی نے یہ فرض کیا ہے کہ خدا کے سوا تمام اشیاء اسکی آنکھوں کے روبرو حاضر ہیں اور یہ کہ ہر خدا جملہ اشیاء سے بڑا ہے وہ ان سے ہاتھ اٹھاتا ہے اور یہ کہ ہاتھ ہے کہ میں خدا کے سوا کسی چیز کو نہیں لیتا اسی کو اختیار کرتا ہوں اور میں اپنی ساری مرغوبات کو چھوڑ دیتا ہوں میں تو کسی کی بارگاہ عالی میں حاضر ہونے کا بچہ قصد کر چکا۔ مرد کے خلاف بھالے کا نون تک کے عورتوں کے شانوں ہی تک ہاتھ اٹھانے میں بہت کی طرف اشارہ ہے کہ اپنی جی کو قابو میں رکھنے پر قادر ہونے کے لحاظ سے مردوں سے عورتوں کا مرتبہ ذرا گھٹا ہوا ہے گویا کہ مرد و عورت دونوں اپنے اپنے مرتبہ کو زبان حال سے بیان کرتے ہیں علاوہ بریں عورت کے لیے محض شانوں ہی تک ہاتھ اٹھانا کافی سمجھ جانے میں اس کے پردہ کی ہی رعایت ہو جاتی ہے۔ پرہیزگارہ تکیہ کر کے غلامی طرح اپنے مالک کے سامنے نہایت ادب سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے اسکی نظر ہے کہ زمین کی طرف لگی ہوئی ہے وہ دو قدم برابر رکھے ہیں نہ کوئی عضو ہٹنے پاتا ہے نہ اوپر نہ ادھر ہر جگہ ہے۔

اس کے بعد وہ نماز شروع کرنے کی دعا پڑھتا ہے جس میں پہلے تو اپنے رب کی پاکی اور تمام عیوب سے برات بیان کرتا ہے۔ پھر اسکی تعریف کرتا ہے اسکا نام نہایت تعظیم و تکریم سے لیکر اسکی سلطانی عظمت و جبروت کو ظاہر کرتا ہے اسکی وحدانیت کا مقرر ہوتا ہے اسکیوں سمجھے جیسے کہ بادشاہوں سے کچھ عرض کرنے کے پہلے ہندو القاب ذکر کیا کرتے ہیں جسے اسکی عظمت ظاہر ہو اسبطح خدا سے بھی عرض کرنے کے وقت اسکی رعایت کی گئی پس تکیہ کر گویا کہ خداوندی میں حاضر ہونے کے وقت آداب بجالاتا ہے اور یہ دعا گداز کر نیے پہلے ہندو القاب ذکر کرنے کے ہے پھر چونکہ انسان شیطان مسلط کیا گیا ہے اور اسے یہی فکر رہتی ہے کہ شیطان اس کے دیس و سرور ڈاکر خدا سے عرض و معروض کرے جس میں جی نہ لگنے دے اور اسے پریشان کر دے ایسے شیطان کی عداوت سے بچنے کے لیے اعدا و باس من شیطان الرحیم پڑھتا ہے یعنی میں اس مرد و شیطان کے شر سے بچنے کے لیے خدا کی پناہ میں آیا جاتا ہوں۔ اس طرح اپنے دشمن شیطان سے بچنے کے لیے خدا کی پناہ مانگ کر ذرا اس کے دل کو سہارا ہو جاتا ہے اب خدا سے عرض و معروض کرنے کا وقت پہنچتا ہے چنانچہ وہ قسم انداز پر کہ سورہ فاتحہ پڑھنا شروع کر دیتا ہے اس کے پڑھنے سے جن امور کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اسکا بیان یہ ہے کہ پہلے تو وہ خدا سے توسل حاصل کر نیے کے لیے نہایت ہی شریف و سید کو ذکر کر کے برکت حاصل کرتا ہے اور وہ وسیلہ اسکا نہایت ہی با عظمت اہم مبارک ہے کہ اس کے سوا کوئی اس کے ساتھ موصوف نہیں اور چونکہ وہ اپنے کو ایسے مقام میں پاتا ہے کہ جس کے اعتبار سے اسکو اس بات کی نہایت احتیاج ہوتی ہے کہ خدا اپنی رحمت اور احسان کے صدقہ میں اسکو طرح طرح کی نعمتیں عنایت کرے کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں کہ خدا کی بخششوں کی امید کی جاتی ہے۔ ایسے اپنے رب کی تعریف میں یہ ذکر کرتا ہے کہ وہ جن درجہ پستے بلے نہایت وبے پایاں رحمت والا ہے گویا کہ یہ اشارہ ہے کہ اسکی دعا مقبول ہونے کے لیے سوائے خدا کی کامل اور عام رحمت کے کوئی ذریعہ نہیں۔

پھر حق سبحانہ تعالیٰ کی عظمت اور اسکی نعمتوں کی وسعت خصوصاً اس کے پرورش کرنے کے احسان کو کہ جو ابتداء سے پیدائش سے ہر عہد اور وہ دعا یہ ہے سبحانک اللہم وبحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ جلالک و لا اله الا انت ترجمہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنے کی حکمت ۱۲

ترجمہ یہ ہے بسم اللہ رب العالمین کہنے کی حکمت ۱۲

ف  
بسم اللہ الرحمن الرحیم  
اور اعدا و باس من  
شیطان الرحیم  
نماز میں پڑھنے  
کی حکمت ۱۲

ف  
بسم اللہ الرحمن الرحیم  
سورہ فاتحہ  
کے اشارات  
کی تفصیل اور  
آمین کے معنی  
۱۲

اُس پر ہوتا رہا خیال کر کے اُسکی ذات عالی کی جو کہ تمام اعلیٰ سے اعلیٰ معاد کی شایاں ہے تعریف کرتا ہے اور اُس کے کامل احسان کی توصیف میں مشغول ہوتا ہے جن میں سے سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ خدا اُس کو فنا ہونے سے بچاتا ہے اور ظاہری و باطنی رزق برابر جاری رکھ کر اُسکی پرورش کرتا ہے۔

پھر یہ دیکھ کر کہ بہتیرے لوگ اُسکی افس نعت کی بقیدری کرتے ہیں اور اُسکا کما حقہ شکر ادا نہیں کرتے اور اس خوف سے کہ کہیں اُسکا بھی انہیں لوگوں میں شمار نہ ہونے لگے خداوندی رحمت کی طرف متوجہ ہو کر انہیں اُنکے لئے لگتا ہے اور اپنے رب کو رحمت کے ساتھ منہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تیری کجی رحمت کے سوا ان لوگوں کا کوئی کارساز نہیں ہو سکتا۔ اور یہ خیال کر کے کہ بعض لوگ ایسے ہی پائے جاتے ہیں کہ جب ان پر احسان ہوتا ہے تو زیادہ اتر لے لگتے ہیں اور جب تک کہ اُنکے ساتھ مدد نہ برتا جائے اور ان کی تادیب نہ کی جائے اُنکی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ ایسے اُنکی صفت جلال کو یوں ظاہر کرتا ہے کہ وہ انصاف و خیر کے دن کا بادشاہ اور مالک ہے پس جس طرح کہ بندہ کو خدا سے انتہا درجہ کی امید کرنا چاہیے اس طرح یہ بھی ضرور ہے کہ اُس سے ڈرنا بھی زیادہ رہے۔ پتے پتے کے حضور میں اپنی عبادت کو جو کہ اُنکی خدمت کا تہذیب و تکرار کا نتیجہ پیش کرتے وقت ضروری اور کالی ادا کرتا ہے اول تو یہ کہ وہ اپنے کو حق عبادت ادا کرنے میں قاصر خیال کرتا ہے ایسے اپنے اُن موجد بہائیوں کی عبادت کے ساتھ ملا کر اپنی عبادت کو میں کرتا ہے جن میں سے اکثروں نے نہایت خلوص کے ساتھ اپنی پوری انسانی طاقت صرف کر کے عبادت میں کوشش کی ہے تاکہ انہیں کے طفیل سے کیا عجب کہ اُسکی عبادت ہی خدا کی درگاہ میں مقبول ہو جائے۔

دوسرے وہ یہ دیکھتا ہے کہ مشرکوں نے اس خدا کی عبادت میں جسکے سوا کوئی عبادت کے شایاں نہیں بہتیرے شریک بھی شریک ہیں ایسے وہ اپنی عبادت میں کرتے وقت اس طور پر بیان کرتا ہے کہ جس سے محض خدا ہی کے لیے عبادت کا انحصار معلوم ہو پھر جب اس موقع پر اُسکی نظر اپنے حال کی طرف جاتی ہے تو اپنے کو عبادت اور اُس شکر کے ادا کر کے نہایت ہی عاجز پاتا ہے ہاں اُس وقت وہ کچھ کر سکتا ہے جبکہ خدا اُسکی مدد کرے اور اُسکے کاموں کو درست کرے اُسکے دل میں اُسکی غیبت پیدا کر دے اور سارے موانع دور کر دے اور چونکہ یہ بات خدا ہی کی قدرت میں ہے اس لیے وہ اُس سے مطہر و مدد کا طلب گار ہوتا ہے جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ خدا کے سوا کسی اور کی اعانت اُس سے مطلوب نہیں۔

پھر تعبث کا خیال کر کے کہ خدا کو وہی کام پسند آتے ہیں جو کہ رستی کے ساتھ کیے جائیں اور انہیں کچھ دی کو دخل نہ دیا جائے وہ خدا سے راہ رست کی رہنمائی کی درخواست کرتا ہے تاکہ اس ذریعہ سے اُسکی عبادت کو مقبولیت کا اعلیٰ درجہ حاصل ہو جائے اور وہ کامیاب ہو۔

اب چونکہ لوگ تین قسم کے پائے جاتے ہیں بعض تو وہ جنہوں نے اعتقاد اور عمل دونوں کی حیثیت سے راہ رست کو پالیا اور اس طرح سے وہ فائز المرام ہو گئے اور بعض عمل میں کج روی کو دخل دیکر خدا کے مور و غضب بن گئے اور بعض نے اپنے عقیدے درست نہ رکھے اور اس طرح سے حق سے ہٹ گئے پس نازی کو راہ رست کی درخواست کے بعد یہ غیبت بھی یہ پڑا ہوئی کہ یہ ہی

عہ یہ الرحمن الرحیم کی حکمت ہے ۱۱ مترجم عہ یہ مالک یوم الدین کی حکمت ہے ۱۲ مترجم عہ ایک نغہ ایلاک لتعین ۱۳ مترجم عہ یہ اذنا الصراط المستقیم کی حکمت ہے ۱۴ مترجم عہ یہ صراط الذین نعمت علیہم سے مراد ہیں ۱۵ مترجم عہ یہ غیر غضب علیہم سے مراد ہیں ۱۶ مترجم عہ یہ ولا الضالین سے مراد ہیں

انہیں لوگوں میں سے ہو جائے جو اپنے عقیدے اور عمل درست کر کے خداوندی نعمتوں سے مالا مال ہو گئے تاکہ اس فریضے پر  
 ہی ان کے انوار و عزت سے خوش چین کر کے بہرہ یاب ہو جائیں یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ آدمی کے لیے کوئی نہ کوئی ضرور رہنما ہو ناچار  
 کہ جو اسکو راہ راست سے آگاہ کرے اور نافرمانوں اور گمراہوں سے علیحدگی اختیار کرنے کی ترغیب دے پس گو یا نازی یوں  
 کہتا ہے کہ رے رب میں اپنے موجود بہائیوں سمیت تجھے اسی فرقہ کی راہ راست کا طالب ہوں جس پر تو نے عقیدے اور عمل اور  
 کے درست ہونے کی وجہ سے اپنی نعمتیں نازل کیں تاکہ ہم لوگ بھی انہیں کے زمرہ میں داخل ہو کر انکی نیک صحبت کی برکت سے  
 کامیاب ہو جائیں اور ان لوگوں کے طریقہ سے بچے رہیں جس پر اسوجہ سے کہ انہوں نے بڑے عمل کے تو غضبناک ہوا اور غلط  
 عقیدوں کی وجہ سے راہ راست سے بہک گئے لے ہمارے رب ان لوگوں سے ہیں بچائے ہی رکھنا کہیں ہم بھی ایسی  
 آفت میں نہ مبتلا ہو جائیں اور پھر انہیں کی طرح ہکو ہی نقصان اٹھانا پڑے اب وہ مقبولیت کی درخواست پر اپنی اس دعا کو ختم  
 کرتا ہے چنانچہ اسی لیے وہ اس موقع پر لفظ آئیں کہتا ہے یعنی لے رہا اب ہماری دعا کو قبول کرے کیونکہ تو نے تو اپنے رب  
 کی زبانی ہے وعدہ کر کے کہ میں امیدوار بنا رکھا ہے اور تیری نعمات ہی ہے کہ دعا کرنا پالے کی بہت جلد سن لیا کرتا ہے  
 پھر چونکہ قاعدہ ہے کہ جب طبیب سے کسی شخص علاج کراتا ہے تو اس کے لیے وہ جو دوا تجویز کر دیتا ہے اسکو استعمال کرتا ہے  
 اور اس کے حکم کی تعمیل اپنے ذمہ ضروری سمجھا کرتا ہے اسی طرح یہاں بھی بھیجے کہ بندہ کا خدا سے راہ راست کی رہنمائی کا طالب  
 ہونا گو یا کہ اپنے نیچا اعمال اور برے عقیدوں کے امراض کے لیے دوائے شافی مانگتا ہے پس گو یا خدا کی جانب سے اس کے  
 جواب میں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ہمارا علاج یہی ہے کہ تم میرے کلام کی تلاوت کرو اور میں سے جو کچھ پڑھو اس سے تمکو  
 شفا حاصل ہوگی کیونکہ یہی کلام اسی شافی دوا ہے کہ جس سے فسق و شرک و ریا گری جسد کبندہ وغیرہ سارے مضر کو صحت  
 حاصل ہوتی ہے اس لیے کہ انہیں کافی طور پر لاعلم بیان ہوئے ہیں پوری پوری نصیحتیں کی گئی ہیں پس اگر تم اسے پڑھو گے تو  
 تمہیں تمہاری بیماری سے شفا حاصل ہو جائے گی اور تمہارا مرض زائل ہو جائیگا۔ اسوجہ سے نازی بعد سورہ فاتحہ کے کہ جو ہر  
 مرض بیان کرنے کے ہی اپنے طبیب کی بتلائی ہوئی دوا کے طور پر قرآن میں سے تھوڑا بہت اس کے سوا کچھ اور بھی پڑھ لیا کرتا ہے۔ اب  
 اس دوا کو استعمال کر کے یعنی کلام اللہ سے کچھ پڑھ کر وہ اپنی کمزوری اور عاجزی پر نظر ڈالتا ہے اور اس دوا کی واقفیت و شفا حاصل  
 کرنے کے لیے اپنے آپ کو اپنے مولے کا محتاج پاتا ہے اور یہی دیکھتا ہے کہ یہ بات سوائے خدا کے اور کسی کے قبضہ قدرت  
 میں نہیں پس اسوقت اپنی ہیئت سے ہی اپنا عجز ظاہر کرنے کے لیے اپنے مولے کی بڑائی بیان کرتا ہوا اس کے سامنے جھک جاتا  
 ہے اور اسی کو رگوں کہتے ہیں۔ پھر وہ اسی حالت میں اپنے با عظمت مولے کی کہ جو سب سے بے نیاز ہے اور جس کے سب محتاج  
 میں پاکی بیان کرتا ہے اور بعد اسکے کہ اس نے اپنی ہیئت سے ہی اپنی عاجزی ظاہر کر دی اس کی طرف اپنے محتاج ہونے کا اقرار  
 ہی کر لیا اسکی عظمت و جلال کی تعظیم ہی کر چکا وہ اپنے اس مالک کا شکر ادا کرنے کے لیے سیدھا کہتا ہو جاتا ہے۔ جس نے کہ دوا  
 شافی عنایت کر کے اس پر بڑا احسان کیا ہے اور اپنے جی کو اس طرح سمجھاتا ہے کہ اگرچہ وہ نہایت ہی کمزور اور بڑا ہی ذلیل ہے اور  
 اسکا مالک بہت ہی بڑی عظمت و جلال والا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی وہ لوگوں کی مستیابی ہے اور انکی دعائیں قبول کرتا ہے اور جو  
 اسکی تعریف کرتا ہے وہ اسے ہی سن لیتا ہے۔ پس اسی وجہ سے اپنے جی کو اطمینان دلانے کے لیے وہ سبح اللہ ملن حمدہ کہتا کرتا

ف  
 فاتحہ کے ساتھ  
 ضم سورہ کی  
 حکمت ۱۱

ف  
 رگوں و رگوں  
 عوالات و عوالات  
 رگوں و رگوں  
 انکی حکمت ۱۱



یعنی جو خدا کی تعریف کرتا ہے خدا اس کی سن لیتا ہے۔ اور پر وہ اپنی تعریف و حمد اللہ رب العالمین کو پیش کر دیتا ہے۔

اس کے بعد جب یہ خیال کرتا ہے کہ خدا کی نعمتیں تو بے پایاں اور غیر محصور ہیں اور وہ اگر ابد تک ہی اطاعت اور عاجزی کرتا رہے گا۔  
بھی سرحدوں میں سے ایک حصہ ہی شکر کا ادا نہیں ہو سکتا پس اس موقع پر گو یا زبان حال سے وہ یہ کہنے لگتا ہے کہ اے میرے  
رب میں تو تیری نعمتوں کے شکر ادا کرنے سے بہت ہی قاصر ہوں اور تو تمام چیزوں سے بے نیاز ہے میری کونسا کام  
کروں کہ تیرے بڑے بڑے احسانوں کا بدلہ ہو سکے تیری شان و نہایت ہی عالی ہے میں ہزار کوشش کروں لیکن بہلا مجھ  
بیچارے سے کیا ہو سکتا ہے سب سے بڑھ کر تیرے مقابلہ میں جو کچھ کر سکتا ہوں وہ یہی ہے کہ میں اپنے اعضا میں سے جو کچھ  
ہی شریف اور باعزت ہے اور وہ میرا جہر ہے تیری عظمت و جلال کی تعظیم کرنے کے لیے زمین پر تیرے سامنے رکھ دوں اگر  
میں جانتا ہوں کہ تیری کبریائی و عظمت میں اس سے کچھ زیادتی نہ ہو جائے گی کیونکہ تو سب بڑوں سے بڑا ہے پس وہ اپنے  
موسے کی تعظیم کرنے کے لیے اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں گر پڑتا ہے اور اپنی پیشانی اس کے سامنے زمین پر رکھ دیتا ہے اور جہر  
میں اپنے کو نہایت ہی ہستی کی حالت میں پاتا ہے اور چونکہ اس نے یہ حالت اپنے اس لیے موسے کی تعظیم کی غرض سے اختیار  
کی ہے جو سب بڑوں سے بڑا ہے اس لیے وہ نہ جان رقی الا ظلمے کہنے لگتا ہے یعنی میرا رب جو جملہ چیزوں سے عالی ہے تمام  
عیبوں سے پاک ہے اور پر یہ خیال کر کے کہ اگر وہ تمام عمر ہی خدا کے سامنے عاجزی کرتا رہے جب ہی اس کی تعظیم کا پورا پورا  
حق ادا کر کے سکد و ش نہیں ہو سکتا اللہ اکبر کہتا ہوا اپنا سر سجدہ سے اٹھا لیتا ہے گو یا وہ اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ  
اس کی عظمت و کبریائی کے سامنے تمام لوگوں کی تعظیم و تکریم سچ ہے اس کا کما حقہ کوئی حق ادائی نہیں کر سکتا پر سجدہ سے  
سر اٹھانے کے بعد وہ دیکھتا ہے کہ سجدہ کی حالت تو میری نہایت ہی شرف و بزرگی کی حالت تھی اور ابی تو اس مقصد عالی سے  
میرا حاصل ہی نہیں ہوا ہے اور نہ ہی یاد کرتا ہے کہ شیطان نے تو اپنی بختی کی وجہ سے ایک سجدہ ہی نہیں کیا تھا خدا کا شکر  
ہے کہ مجھے سجدہ کرنا تو نصیب ہوا یہ کچھ شیطان کے خلاف ہے اس بارگاہ عالی میں اپنے موسے کی عظمت ظاہر کرنے کے  
لیے سر کو سجدہ میں رکھ دیتا ہے اب بعد اس کے سجدہ سے سر اٹھا کر نادیکے بقیہ اعمال و افعال کے پورا کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے  
اور اسی طرز سابق سے جس کی طرح کی حکمتیں اور راز پائے جاتے ہیں اپنی ناز کی تکمیل کے لیے ہوتا ہے اگر ان سب کا کیا  
کیا جائے تو کلام نہایت ہی طویل ہو جائے پر وہ اپنے ضروری کاروبار کے انتظام اور دوسری عبادتوں کی بجا آوری کے لیے  
اس بارگاہ عالی سے باہر آنے پر آمادہ ہو کر غلاموں کی طرح با ادب و وزانو بیٹھ جاتا ہے اور اپنے موسے کے حضور میں جو کہ زمین  
و آسمان کا مالک ہے اُتھات بے صلوات و لطیفات کہ کبر خیت و سلام عرض کرنے لگتا ہے ٹھیک اس طرح سے جیسے کہ شاہی  
دربار سے باہر آتے وقت آداب بجا لایا کرتے ہیں اب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو یاد کرتا ہے جس کے ذریعہ سے اس کو  
اس بارگاہ عالی میں بار یاب ہوا نصیب ہوا ہے پس وہ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور آپ کے لیے برکت و رحمت کی دعا کرتا ہے  
اسی لیے اس موقع پر سلام علیک ایہا ابی جبرئیل اللہ و برکاتہ کہتا ہے پھر اسے یہ غیبت پیدا ہوتی ہے کہ جہاں خدا نے  
اس سے اس عبادت کے فوائد سے بہرہ یاب کیا ہے وہ اس کو اور اس کے موجد بہا کیوں کو اس و اماں میں ہی رکھے پس وہ اللہ تعالیٰ  
اکبر اس غیبت کو خدا کے حضور میں ظاہر کرتا ہے پھر اسے اپنے ان بہائیوں کی یاد آتی ہے جن کی عبادت کے ساتھ ملا کر اس نے اپنی

فصل  
سجدہ اور  
تکبیر کا  
کی حکمت

فصل  
تکبیر اور  
سجدہ کی  
جو حکمتیں  
پر

عبادت خدا کی درگاہ میں باسید قبول پیش کی تھی اور اسوجہ سے نکاح اس کے اوپر کسی قدر خصوصیت کے ساتھ ثابت ہو گیا تھا چنانچہ خدا نے جو کچھ نعمتیں انہیں دی تھیں ان کے لیے ہی حفاظت کی دعا کرتا ہے اور وہ غلہ عباد اللہ الصالحین کو اور بڑا دیتا ہے ہر گویا کہ یہ بات اس کے پیش نظر ہو جاتی ہے کہ نعم حقیقی خداوند تعالیٰ ہی اور اس پہلانی تک جتنے ذریعہ سے رسائی ہوئی ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے پس صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی معبودیت کے اعتبار سے بچنا ہوئی کی شہادت دیتا ہے اور اپنی کلمہ کی انگلی اٹھا کر اسی بختیاری کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ اعتقاد قبول و فعل عمل اعتبار سے موجود بن جائے اور اس میں یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ معبودیت کے لحاظ سے وہی بیکتا خیال کیا جاسکتا ہے جو احسان و انعام کرنے کے اعتبار سے ہی فرد ہو۔ اس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خدا کی عبودیت کی جو کہ نہایت ہی کامل مرتبہ ہے اور رسالت کی جو بہت ہی شریف منصب ہے شہادت ادا کرتا ہے۔ اور شہدان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد عبده و رسولہ کہتا ہے۔

اب اسکا اسبات کی دعا کی جانب میلان ہو جاتا ہے کہ خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کہنے والوں پر خلق کی رہنمائی کے بدلے میں رحمت و برکت نازل فرمائے جس طرح کہ خدا نے ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے گھر والوں پر پہلے لوگوں کی رہنمائی کے عوض میں رحمت و برکت نازل کی تھی اور یہ خیال کر کے کہ اسکو خواہ و نبوی خواہ اخروی ساری ضرورتوں میں خدا ہی کی طرف احتیاج ہے ایسے اپنی حاجتوں کے لیے بھی درخواست کرتا ہے۔ اب چونکہ اسبات کا وقت آپہنچا ہے کہ اس بارگاہ عالی سے باہر اگر دوسری عبادتوں کے ادا کرنے میں مشغول ہو اور اپنی معاش و غیرہ کی تحصیل کی فکر کرے جیسا کہ خدا نے اس کے ذمہ فرما کر دیا ہے کیونکہ اس نے اس عالم کا یہی قاعدہ مقرر کر رکھا ہے کہ تمام چیزوں کے کچھ نہ کچھ سبب ہو کر تے ہیں اور وہ اشیاء بذریعہ اپنے سبب ہی کے چل رہی ہیں۔ ایسے اس درگاہ سے وہ اس طرح علیحدہ ہوتا ہے کہ اپنے دل کو اسی طرف رہنے دیتا ہے اور فقط چہرہ اوہر اوہر ہو کر لپکتا ہے گویا کہ اپنی زبان حال سے اس مضمون کو ادا کرتا ہے کہ اگر مجھ کو ضرورت نہ درپیش ہوتی تو اس بارگاہ عالی سے کہی جدا ہوتا اور اسکی مجبوری کا صدمہ نہ اٹھاتا جہاں کہ طرح طرح کی عبادتوں سے بہرہ یاب ہوا ہوا اور وہ عبادتیں خدا کی یاد دہانی اس سے دعا مانگتا۔ اسکی تعظیم کرتا۔ اس کے سامنے رکوع و سجدہ کرنا عاغری اور فروتنی سے پیش آتا ہے۔ اب وہ اپنے سلمان بھائیوں اور فرشتوں کی طرف جتنی جانب اتنی دیکھ لطف نہ رہا تھا۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ

بکہر کر متوجہ ہو جاتا ہے اور اپنے کاروبار میں مصروف ہوتا ہے۔

یہ جو کچھ انسان جب سو کر جاگتا ہے تو گویا وہ مرکز زندہ ہوتا ہے کیونکہ سونا بھی اس اعتبار سے کہ آدمی کے حواس احساس نہ سہل ہوتے ہیں مرنے ہی کی شکل ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ خدا نے اسکو اس حالت سے جو موت کے متناہ ہے اٹھا کر اکیلا اور اپنے کاروبار میں ہاتھ پیر لانے اور دماغی قوت سے کام لینے کی وجہ سے جو کچھ اسکی قوتوں میں ضعف ہو چلا تھا اس فہم سے اسکی تلافی کر دی کہاں تو وہ بالکل تھکا ماندہ سویا ہوا اور اُٹھنے کے وقت اسکا سارا کسل دور ہو گیا طبیعت خوش اور نشاط ہوئی علاوہ اس کے خدا نے اسکو سونے کی حالت میں تمام مزدی چیزوں سے بھی محفوظ رکھا اور اسکا کھانا بخوبی ہضم کر کے اسکو ایسی عجیب و غریب صورت سے جس کے سمجھنے میں عقل چکر میں آ جاتی ہے جزو بدن بنادیا اور اسکو اسکا پتہ بھی نہ لگا کہ فعل انہضام نے کون کونسا انجام پایا اور اس سے اسکو کیا کیا فائدے ہوئے اور کون کون سی مضر چیزیں دفع ہوئیں اسکی غایت دہجہ کی کوشش تھی

ف  
نازچنگانہ  
انکے خاص  
خاص اذکار  
میں ادا کیے  
جائے کی  
حکمت

کہ اسے کسانا ٹھکرا دے میں پہنچا یا تھا اور اس طرح سے اسے کمانے کی لذت حاصل کر لی تھی اسکے بعد مضمون وغیرہ کا خیال ہی اس کے دل میں نہ گذر رہا تھا صرف ان فوائد پر کیا موقوف ہے غیبت سے اور یہی بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور خدا کی کتنی ہی بیشمار نعمتیں پائی جاتی ہیں کہ جو سب تحریر و تقریر میں آہی نہیں سکتیں اس لیے اس کے ذمہ یہ بات ضروری ہو گئی کہ بیدار ہونے کے ساتھ ہی خدا کا شکر ادا کرنے کی غرض سے نماز پڑھے چنانچہ وہ اسی وجہ سے صبح کی نماز ادا کرتا ہے پھر جب آدھا دن گذر جاتا ہے اور خدا کے اُسپر بڑے بڑے احسانات ہو رہے ہیں مثلاً یہ کہ خدا زمین کو تاکہ اسے اپنی معاش کی راہیں صاف نظر آئے گلیں روشن کر دیتا ہے اس کے جو اس کو تقویت پہنچا دیتا ہے جنگے ذریعہ سے وہ نافع اور مضر چیزوں میں تمیز کر لیتا ہے اُسپر کسب معاش کے ذریعے آسان ہو جاتے ہیں اس کو غذا مل جاتی ہے کوئی کسان تک بیان کرے اسکے علاوہ یہی بے انتہا احسانات خدا کی جانب سے اُسپر ہو رہے ہیں اُسوقت ہی اس کے ذمہ خدا کا شکر کرنا لازمی امر ہو جاتا ہے پس وہ ظہر کی نماز ادا کرتا ہے پھر جب دیکھتا ہے کہ دن چلنے لگا اور خورشتم ہونے کے قریب آگیا اور اس عرصہ میں خدا کے بڑے بڑے احسانات اُسپر ہو چکے اور اسے اپنے کاموں سے فارغ ہو کر اپنے مکان کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو اُسوقت ہی اُسپر اس خدمت کی سجاوڑی واجب ہو جاتی ہے اور پھر وہ عصر کی نماز ادا کرتا ہے اسکے بعد جب دیکھتا ہے کہ دن ختم ہو گیا اور رات آتی ہے جس میں کہ اسے راحت نصیب ہوگی اور یہ بات نہ ہوئی کہ ہمیشہ دن ہی رہتا جس میں اسے راحت و آرام کرنے کا موقع ہی نہ ملتا بلکہ وہ بغیر و غمی ختم ہو گیا تو اُسپر اس وقت بھی یہ امر ضروری ہو جاتا ہے کہ خدا کی عبادت کی طرف پھر متوجہ ہو جائے جو کہ اسکے لیے عین سعادت کا باعث ہے پس وہ نماز مغرب ادا کرتا ہے پھر جب چاروں طرف تاریکی چھا جاتی ہے اور سونیکا دقت آتی ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ جو نعمتیں صبح سے لیکر اب تک اُسپر ہوئی ہیں ان کا شکر ادا کر سکے اور جو کچھ عبادت اس نے کی ہی اس سے سو حصوں میں سے ایک حصہ بھی شکر کا ادا نہیں ہوا اور دیکھتا ہے کہ خدا کا اس وقت کو پیدا کرنا بھی کہ جس میں بہت اچھی طرح سے آرام کیا جاسکتا ہے اس کی بیشمار نعمتوں سے ایک بہت ہی بڑی نعمت ہے اور وہ بھی اس حالت میں جبکہ اسے کسی کا خوف نہ ہو اور اپنے مکان میں رہتا ہی نرم بچھونے پر اسے آرام کرنا نصیب ہو پس وہ عشا کی نماز ادا کرنے لگتا ہے تاکہ خدا کا جو کچھ شکر ادا ہو سکے اتنا ہی ادا کرے پھر وہ رات کو شکر ادا کر کے سبکدوش ہو جاتا تو ساری عمر صرف کرنے پر ہی لگن نہیں ہے چاہے وہ ہزار عبادت کرے رات و دن بلکہ ہر لمحہ عبادت ہی میں مصروف رہے لیکن اس کی عظمت و بیشمار نعمتوں کے مقابلہ میں ہمیشہ عاجز اور قاصر ہی رہا جائیگا پھر وہ کہتا ہے کہ خدا نے اسے شکر کے لیے جو نمازیں ضروری پڑائی ہیں تو اس شخص کے لیے جو مسافر نہ ہوں نہیں رکھیں ہیں وہ دن کو اور رات کو اور مسافر کے لیے تخفیف کر کے چودہ رکعتیں کر دی گئی ہیں چہ دن کو کیونکہ یہی سفر میں زیادہ چلنے کا وقت ہے اور آٹھ رات کو کیونکہ یہ ایسا وقت ہے جس میں مسافر ٹھہر کر تاکہ اسے ان پنجوقتہ نمازوں کے ساتھ کچھ اور نمازیں ہی مقرر کی ہیں کہ جو واجب تو نہیں ہیں لیکن شارع علیہ اسلام نے اسے ادا کرنے کا اس غرض سے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کہیں فرض نمازوں کے ادا کرنے میں کچھ نقصان رہ گیا ہو تو اس کے ذریعہ سے وہ پورا کر دیا جائے اور ایسی نمازوں کو سنت کہتے ہیں اور ماہ رمضان کی طرف خاص توجہ کر کے اسیں نیس رکعتیں سنت علاوہ اس کے اور مقرر کی ہیں تاکہ اس کی نمازوں کی اور زیادہ تکمیل کر دی جائے۔ یہ تو چھوٹا اگر ایسی ان نمازوں میں اور غور کیا جائے تو بے انتہا فائدہ اور کھٹیں نظر میں آگے مثلاً

اُسے لوگوں کے نفوس مہذب ہوتے ہیں خصوصاً جابروں اور حکمرانوں کے نفوس جو کہ زمین سے اپنے داموں کے چوسکے  
 ہی ناک پڑھاتے تھے اور اس سے ہی انہیں عار آتا تھا چہ جائیکہ وہ اپنی پیشانی زمین پر رکھیں۔ خدا کے سامنے عاجزی کرنے کی  
 عادت پڑتی ہے۔ غافلوں اور ان لوگوں کو جو کہ دنیاوی تفکرات میں اپنے کو کہاتے ڈالتے ہیں اسی بہانہ سے اپنے پر  
 کر سولے اور اپنے نگہبان کی یاد آجاتی ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس خدمت گذاری کے لیے اپنے پروردگار کے سامنے نہ کھڑے ہوتے  
 اور اس امر کی اطاعت اُنکے ذمہ ضروری نہ کر دیتا تو دن تو دن سالہا سال تک بھی بعضوں کے خیال میں یہ بات نہ گذرتی  
 کہ انکا کوئی خدا ہی ہے جسے انہیں حساب دینا ہو گا اور وہ انکی حرکات و سکنات سے بخوبی واقف ہے اور اس امر کی شہادت  
 کے لیے یہ کیا کم ہے کہ یہ لوگ اب بھی اس غفلت میں پڑ کر طرح طرح کی مخالفت کا سبب بناتے ہیں اور تمام فسادات کے باعث  
 ہوتے ہیں علاوہ بریں نازکے وقت از سر نو توبہ کرنی ہی نصیب ہوتی ہے اسی موقع سے اس راز کا بھی پتہ لگتا ہے کہ نماز  
 بندہ کو اُسکے پروردگار سے ملانے کا کیونکر ذریعہ ہے اور بے مشرعی کی باتوں سے کیسے باز رکھتی ہے جیسا کہ قرآن شریف  
 میں نازکی نسبت واقع ہوا ہے۔

اب یسوعی جماعت سے ناز پڑنے اور تمام اعمال نمازیں مقتدیوں کی اپنے امام کی اطاعت کرنے کا سختہ سٹے اور وہ ہے  
 کہ لوگ اپنے سردار کی تابعداری اور پیروی کے عادی ہو جائیں جیسا کہ ہم سرداران لشکر کو دیکھتے ہیں کہ وہ فوجی لوگوں  
 سے ایسے کاموں کی خوب مشق کرایا کرتے ہیں جنکی نسبت انکا یہ خیال ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں وہ اپنی فوجی رعایت نہ  
 کر سکیں گے اور اس سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ فوجی سپاہی اپنے سپہ سالار لشکر کے حکموں کی تعمیل کرنے کے عادی بنے اور  
 اور اس محنت کو فاریوں کے سپہ سالار مستم نے خوب ہی سمجھا تھا جبکہ اُس نے صحابہ کو دیکھا کہ اپنے پیشوا کے پیچھے ناز پڑتے  
 ہیں اور ساری حرکات و سکنات میں اُسی کی پیروی کرتے ہیں چنانچہ اس موقع پر عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت جو کچھ کہنا  
 وہ تاریخ میں بخوبی مذکور ہے۔

جماعت سے ناز پڑنے میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ اوقات نماز میں مسلمانوں میں باہم ملاقات ہو جاتی ہے اور اس طرح سے  
 آپس میں محبت و ہمدردی کے سلسلہ کو نہایت استحکام ہوتا ہے اسی لیے اس امر کی اور عبادتوں میں ہی رعایت مد نظر رکھی  
 گئی ہے اور یہ کام اس طور پر انجام پاتا ہے کہ ہر محلہ کے لوگوں کے لیے یہ امر مناسب قرار دیا گیا ہے کہ اپنے محلہ کی مسجد  
 میں پانچوں وقت ناز پڑھنے جایا کریں اسی طرح اہل شہر کو بھی چاہیے کہ ہفتہ میں ایک دن جمعہ کی ناز پڑھنے کے لیے جامع  
 میں جمع ہو جایا کریں۔ رہی عید الفطر و عید اضحیٰ کی ناز اُسکے لیے شہر تو شہر اُس کے قرب و جوار تک کے لوگ ہی سال میں  
 دو بار جمع ہوا کرتے ہیں علاوہ بریں سارے عالم کے مسلمانوں پر یہ بات لازم کر دی گئی ہے کہ انہیں سے خدا جن جگہ معتقد  
 دے وہ تمام عمریں کم سے کم ایک مرتبہ تو ضرور ہی حج کے لیے جمع ہو جایا کریں چنانچہ حج کے بیان میں اسکا ذکر آتا ہے  
 اس شریعت محمدیہ نے اپنے پیروی کرنے والوں کے لیے ان دینی مجموعوں سے بعض بعض میں یہ بھی مقرر کیا ہے کہ انکا پیشوا  
 لوگوں کو مخاطب کر کے خطبہ پڑھے یعنی اُنکے سامنے کچھ تقریر بیان کرے جس میں انکو نصیحت کے مضامین سنائے ناز یا  
 اور سے زہر و تویخ کرے اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے اُنکے لیے لائے ہیں اُسکی انہیں یاد دلانے

فہم  
 جماعت سے  
 ناز پڑنے  
 اور یہ  
 اوجہ و غیرہ  
 عبادتوں میں  
 جمع ہونا  
 حکمت ۱۱

فہم  
 خطبہ کی  
 حکمت ۱۱

اور ان لوگوں پر ضروری ہے کہ خاموش ہو کر گوشِ اُلسکو سنتے رہیں چنانچہ آپ دیکھتے ہوں گے کہ وہ لوگ اس وقت کیسے چپ چاپ کہنوں کے بل سر جھکا لے بیٹھے سنا کرتے ہیں نہ کسی کو حرکت ہوتی ہے اور نہ انہیں سے کسی بات کی تجسس کے لیے کوئی تاکیاں بجاتا ہے اور نہ کسی امر کے قبح ثابت کرنے کے لیے ٹوکرتا ہے وجہ یہ ہے کہ انہیں یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ خطیب شریعت کے خلاف کچھ نہیں بیان کرتا جو کچھ کہتا ہے اُنکی شریعت کے موافق کہتا ہے ہاں بالفرض اگر وہ شرعی حدود سے قدم باہر نکالنے لگے و اگرچہ ایسا کبھی واقع ہوا نہیں کرتا تو سب کو چاہیے کہ اُسکی بات تسلیم نہ کریں اور ہر اُٹلے و ادنے کو اس بات کا اختیار دیا گیا ہے کہ اُسکے قول کی تردید کر دے۔

چونکہ نمازیں کثرت سے فائدے پائے جاتے ہیں اسی لیے نماز کا ترک کرنا شریعت میں بہت بڑا گناہ شمار کیا گیا ہے جسے ترک کر نیوالے کی بہت سختی سے مخالفت کی گئی ہے اور وہ دنیا اور آخرت دونوں نہایت سخت سزا کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے یہاں تک کہ نماز کا ترک کرنا ہی کفر کی علامتوں میں سے شمار کیا گیا ہے جیسے کہ برابر نماز پڑھنا ایمان کی علامت قرار دی گئی ہے اس موقع سے ان لوگوں کی نادانی بخوبی واضح ہو جاتی ہے جو نماز کے بارے میں بے پردائی کرتے ہیں چونکہ کابلی نے انہیں گمراہ کیا ہے باشیطان کا اُن کے دل پر روبا تسلط ہو گیا ہے جسکی وجہ سے انہیں نماز کی واقعی خوبی نظر نہیں آتی اصل مغرور کو جو بڑے پرست کو لے بیٹھے ہیں اور اپنی نادانی کی وجہ سے اُسکے ترک کرنے کی وہی تباہی چہیں نکالا کرتے ہیں اور بے مغول عزت کیا کرتے ہیں چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ صاحب ہمارا رب ہماری کابلی کی کیا پروا کرتا ہے اُسے ہماری نماز کی ضرورت ہی کیا پڑی ہے۔ ان کم فہموں سے کوئی یہ تو کہے کہ ہاں بیشک تمہارا رب تمام چیزوں سے بے نیاز ہے تو کیا اسے نادانو تم بھی تمام چیزوں سے بے نیاز ہو گئے یا تمہیں اُن فائدوں کی جو نماز سے حاصل ہوتے ہیں کیا ذرا بھی حاجت باقی نہیں ہے تمہیں خبر ہی ہے کہ خدا نے اپنے فائدے کے لیے نماز ہرگز مقرر نہیں کی اُسکا تو مقصود یہ ہے کہ تم نماز کے بیشمار فائدوں سے بہرہ یاب رہو اچانک تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا تمہیں تہذیب حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہی یا اپنے رب کی یاد سے بالکل مستغنی ہو گئے یا یہ وجہ ہو کہ تم کو اُس کے سامنے از سر نو توبہ کرنی اور اُسکی اطاعت کی عادت ڈالنے کی حاجت باقی نہ رہی ہو۔ اچھا اور کچھ نہ سہی تو کیا تمہیں اُن فوائد کی ہی پروا نہیں ہے جو بحیثیت نماز باہم اپنے بہائیوں سے مخالفت کرنے کی وجہ سے تمہیں حاصل ہوتے ہیں باہم محبت پڑتی ہے آپس میں ہمدردی قائم ہوتی ہے اس کے علاوہ ہی بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں میں تو کس طرح خیال نہیں کر سکتا کہ تم ان سب باتوں سے بے نیاز ہونے کے قائل ہو جاؤ گے ہاں اگر تم ہٹ دھرمی ہی پر کمر باندھ لو یا کابلی نادانی سے اس کے ہی قائل ہو جاؤ تو بات ہی دوسری ہے اس وقت میں تمکو اس قابل ہرگز نہیں سمجھ سکتا کہ تمہاری کسی بات کا جواب دیا جائے یا تمہارا انسانیت کے زمرہ میں شمار ہو سکے۔

ایسے وقت تو تمہاری حالت بالکل اُن بیماروں کی سی ہے جنکو کہ کوئی غیر خواہ طبیب کوئی علاج دے تاہم اُسکے استعمال کا حکم کرتا ہو اور وہ طبیب سے یہ کہہ کر اُسکے استعمال سے ہمیز کرتے ہوں کہ صاحب ہمارے دوا کے استعمال کرنے سے آپ کو کیا فائدہ ہو گا آپ کو تو اسکی کچھ بھی حاجت نہیں ہے گو یہ بات سچ ہے کہ طبیب کو اُسکی کوئی حاجت نہیں لیکن کیا کوئی حائل تصور کر سکتا ہے کہ ان بیماروں کو بھی ضرورت نہیں ہے یہی اس سے بے نیاز ہو گئے ہیں ہرگز نہیں بس صاف ہی سمجھا جائے گا کہ بیماری کی وجہ

نماز کے فائدے  
اور جو لوگ  
اسی سے  
چاہتے ہیں  
اُسکے فائدے  
کوئی نہیں  
اُنکی تہذیب  
مگر وہ کابلی  
ہرگز نہیں  
مستغنی ہو



سے انکی عقل جاتی رہی ہے اور ہریان بک ہے ہیں۔

ناز ترک کر کے اسکے فائدوں سے محروم رہنے والوں سے یہ پوچھنا چاہیے کہ تم نمازیوں نہیں پڑھتے اگر اسوجہ سے نماز نہیں پڑھتے ہو کہ تمہارے نزدیک وہ انکار کے قابل ہے اور تمہاری فاسد عقلوں میں وہ صحیح معلوم ہوتی ہے تو سمجھ رکھو کہ ایسے شخص کی نسبت شریعت محمدیہ کا حکم ہے کہ وہ کافر ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے تب تو نماز کے بارے میں جسے گفتگو ہی مناسب نہیں کیونکہ کفر سے بڑھ کر اور کونسا گناہ ہو گا بلکہ اسوقت تو تمہارے ساتھ یہی خیر خواہی ہے کہ تمہیں از سر نو مسلمان بنایا جائے اور تم سے اس کفر سے توبہ کرائی جائے اور اگر کاہلی کی وجہ سے تم نے نماز کو چھوڑ رکھا ہے تو بڑی ہی شرم کی بات ہے ایسی ہی کاہلی کس کام کی اگر تمہیں عقل کا کچھ بھی حصہ ملا ہو تو پہلا سوچو تو یہی کہ دن رات میں چومیں گھنٹے ہوتے ہیں اپنی ساری خواہشیں پوری کرتے ہو طرح طرح کی لذتیں حاصل کیا کرتے ہو تمام دنیاوی کاروبار میں لگے رہتے ہو تو کیا صرف نماز ہی ایسی مشکل ہے کہ وہ تم سے ادا نہیں کی جاتی حالانکہ انہیں کچھ بہت زمانہ ہی نہیں لگتا ساری نمازوں کے ادا کرنے میں ایک گھنٹہ نہیں تو دو گھنٹہ صرف ہو جائیں گے اور بس تو کیا یہی عقل مندی اور یہی انصاف کی بات ہے کہ بائیس گھنٹہ تک دنیاوی مقاصد اور لذتوں کے حاصل کر لینے پر ہی صرف ایک یا دو گھنٹہ صرف کر کے دائمی فوائد کے حاصل کرنے سے محروم رہو اور اپنی کاہلی کے مارے میں مبتنی دیر ہی عبادت نہ کر سکو جو دن رات کے دسویں حصہ سے بھی کچھ کم ہے۔

پہلا تیلہ و تم اپنے ساتھ یہی خیر خواہی کرتے ہو یہی تمہاری ان عقلوں کا نتیجہ ہے جتنی نسبت تم دعوے سے کہا کرتے ہو کہ وہ بالکل ٹھیک سمجھتے ہیں اور انہیں کی مدد سے راہ راست کے دریافت کر لینے کا تمہیں بڑا زعم ہے۔ جبکہ تم اپنے ہی ساتھ خیانت اور دشمنی کر نہیں بنا رہے ہو تو تم سے پہلائی کی کون امید کر سکتا ہے اور اگر کہیں تم حاکم بن جاؤ تو تمہارے انصاف کی کس قدر توقع ہو سکتی ہے۔ اور اگر تم تمہارے درمیان تاجرانہ کاروبار کرو تو تمہاری امانت داری کا اس حافت پر کسے اطمینان ہو سکتا ہے اور حیثیت کہ تم نے اسلامی دین کے بڑے عظیم رکن کو گرا دیا تو مسلمان اپنے بہائیوں میں تمہارا کیونکر شمار کر سکتے ہیں نماز کے ترک کرنے کا خدا کے سامنے تم کیا عذر کر سکتے ہو حالانکہ خدا نے اسکی بڑی تاکید کی ہے اور قرآن میں بار بار اس کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے تمہیں اپنے پیغمبر سے ہی شرم نہیں آتی جن کا کہ یہ قول تھا کہ نمازیں میری آنکھوں کو بندنگں حاصل ہو کر قتی ہے۔ خدا کی قسم ان لوگوں سے بڑا ہی تعجب معلوم ہوتا ہے جو اسلام کا تو بڑے زور و شور سے دعوے کرتے ہیں اور نماز پڑھنے میں انکی جان نکلتی ہے اور طرہ یہ کہ کچھ ایسے ناسمجھ بھی نہیں دنیاوی کاروبار میں تو معلوم ہوتا ہے کہ انکے برابر کوئی عقل مند ہی نہیں بڑے صائب الرائے نظر آتے ہیں لیکن جہاں نماز کا ذکر آیا اور بچوں کی سی باتیں کرنے لگے اسوقت انکی ساری عقل مندی جاتی رہتی ہے نماز کے فائدے انکو نظر ہی نہیں آتے آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں میری بھج میں تو اسکی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں آتی کہ انکو خاص کر نماز ہی کے بارے میں خاص قسم کا جنون ہو گیا ہے اور اس میں تعجب ہی کیا ہے جنون کی بہتری قہیں ہیں ایک قسم یہی ہے۔

ان لوگوں کی حالت سے مجھے نہایت ہی شرم آتی ہے جو کہنے کو بڑے عقیل و فطین سمجھے جاتے ہیں اور جب انکے ساتھ کچھ شیئر دے نماز پڑھنے کو کہتے ہیں تو وہ لوگ نماز سے ایسے گہرا تے ہیں جیسے لاحول سے شیطان ہانگتا ہو اس عقل مندی پر ہی

فرومانگی کی باتیں شرم شرم ایسے نادان کی سمجھ میں کیا اتنا ہی نہیں آتا کہ اگر کوئی مسلمان اسکو اس حالت میں دیکھے گا تو کیا کہے گا اگر اسنے کافر نہ سمجھا تو فاسق تو ضرور ہی خیال کرے گا اسکی نظروں میں اسکی کیا وقعت رہیگی یہی خیال کرے گا کہ یہ شخص بڑا ضعیف الاعتقاد ہے اسکا دین نہایت ہی کمزور ہے ہرگز اس قابل نہیں کہ اسکی شہادت قبول کی جائے یا اسکو عادل سمجھا جائے بالکل اسنے درجہ کا مسلمان ہے۔

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اپنی اس قابل شرم حالت کی اسے اطلاع نہیں اسے سب کچھ معلوم ہے بات یہ ہے کہ کبھی نے کبھی رکھا ہے شیطان نے اپنا کھلوٹا بنا لیا ہے جیسی چاہتا ہے ویسی بیٹی بڑھا تا ہے اس بے گامازی شخص کو سمجھ لینا چاہیے کہ اسکے مسلمان بہائی اگر کسی وجہ سے اسکی اس ناشائستہ حالت کا زبان سے اظہار نہیں کرتے تو کیا مبادل میں اسکو وہ نہایت ہی برا خیال کرتے ہیں اگر انکو موقع ملے تو نہایت ہی بُرے الفاظ سے اسکا ذکر کریں اور کچھ نہیں تو اتنا تو ضرور کہیں کہ بے نماز کمزور دین والا یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے ایسے شخص کی حالت پر تو اناتید و اتالیقہ راجح و پیرناکتا نہیں فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ اس شریعت نے اسلام کی پیروی کرنے والوں میں سے اس شخص پر جو مالدار ہو زکوٰۃ دینا واجب قرار دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ سال بہر میں یکمربہ اپنے مال کا تھوڑا سا حصہ محتاجوں کو دیدیا کریں تاکہ انسانی خصوصیتیں اُٹھ سکیں نہ جانے پائیں لوگوں کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کرنے کا حق ادا ہوتا رہے بخل کے عیب سے لوگوں کے نفوس پاکیزہ رہیں۔ پھر جو نبی یہ کہ شریعت نے اتنے سے قلیل مال کے دینے پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ کر کے امید دلائی بنا دیا ہے اور زکوٰۃ کی مقدار مقرر کی ہے انہیں یہ بات مد نظر رکھی گئی ہے کہ کسی پر اسکا ادا کرنا گراں نہ گزرے اس لئے مال میں کچھ ایسی کمی بھی نہ آنے پائے اور اگر اتنی ہی مقدار کے ادا کرنے کی پوری پوری پابندی کی جائے تو لوگوں کی حاجت برآوری بخوبی ہو جائیگا کرے اور حاجت دہن بڑے نہ ملیں۔

زکوٰۃ ادا کرنے میں جہاں یہ دو فائدے پائے جاتے ہیں کہ حاجتوں کی کار برآوری ہوتی ہے اور دولت مند کا نفس پاک ہوتا ہے اور بے داد و بخشش کے ساتھ جبکہ اسکا درجہ کے اخلاق میں شمار ہوتا ہے ہفت پیاہوتی ہے وہاں اس بات کا بھی امتحان ہو جاتا ہے کہ دیکھیں زکوٰۃ دینے والے کو خدا کی کتنا تک محبت ہے کہ محض اسکی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے مال ایسی محبوب ہے کہ وہ اپنے پاس سے جدا کیے دیتا ہے اب اس موقع سے ایذا دار کو ضرور پتہ لگ گیا ہو گا کہ زکوٰۃ ساقط کرنے کے لیے جیلائی کرنا خدا کے نزدیک کبھی مقبول نہیں ہو سکتا کہ یہ صورت میں زکوٰۃ دینے سے جو دونوں فائدے مقصود تھے وہ فوت ہو جاتے ہیں پہلا تبتلائی کے جب صاحب قدرت کے ہاتھ سے کچھ بھلے ہی گانہیں تو کیونکر کسی سچا رے کی کار برآوری ہو سکتی ہے یا خود وہ دو متمذ مرض نخل سے کیونکر پاک ہو سکتا ہے حالانکہ اپنی محبوب چیز کو خدا کی راہ میں اس نے اپنے پاس جدا نہیں ہونے دیا۔ اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ اس شریعت نے مسلمانوں پر سال بہر میں ایک ماہ کے روزے ہی فرض کیے ہیں اور روزہ کے معنی یہ ہیں کہ دن بھر کمانے پینے اور عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے بالکل احتراز کیا جائے اور اس میں بشیار فائدہ پائے جاتے ہیں طبری بات یہ ہے کہ روزہ دار کا نفس اپنے خالق کی اطاعت میں نفسانی خواہشوں سے روکے جانے کی وجہ سے نہایت ہی مہذب بن جائیگا اور اسے عقل کو پورا تسلط ہو جائیگا اگرچہ پہلے عقل کو نفس کی اطاعت کرنا پڑتی تھی اور جب اسے

زکوٰۃ کے فرض ہونے کی حکمت اور یہ کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے جو فائدے ہوتے ہیں ان سے بے خبری نہ ہو

روزہ کے فرض ہونے کی حکمت اور یہ کہ روزہ رکھنے سے جو فائدے ہوتے ہیں ان سے بے خبری نہ ہو

معلوم ہو جائیگا کہ عقل کے سامنے میری کچھ نہ چلے گی اور اب مجھے اسی کا حکم ہو کر رہنا پڑے گا تو اسے ان چیزوں کے ارتکاب کرنے میں جو نقصان رساں ہونے کی وجہ سے شریعت میں حرام کر دی گئی ہیں عقل کی اطاعت کرنے سے یا ایسی ہو جائے گی اور گویا کہ نفس یہ کہنے لگے گا کہ جب روزے کی حالت میں اشیاء خورد و نوش کے کمانے و پینے کے بارے میں جو کہ روزہ دار ہی کی ملک تھیں اور اپنی عورت سے صحبت کرنے کے معاملہ میں جس سے کسی قسم کے ضرر کا اندیشہ ہی نہ تھا عقل پر میرا کچھ زور نہ چل سکا تو اس وقت میرا قابو کیونکر چلے گا کہ جب میں بلا اس کی مرضی کے کسی دوسرے کی چیز کے خورد و نوش کرنے کا ارادہ کروں حالانکہ یہ نہایت ہی فحش امر ہے اسی طرح مجھے نشہ کے استعمال کرانے پر کیونکر قدرت حاصل ہو سکتی ہے جس سے کہ عقل جاتی رہتی ہے اور کئی کی شرافت میں عقل بڑا تہا ہے یا دوسرے کی عورت کے ساتھ صحبت کرانے کے لیے مجھے بہکانا کیونکر ممکن ہو گا جبکہ اس میں طرح طرح کے ضرر پائے جاتے ہیں مثلاً باہم عداوت کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ لوگوں کے نسب بے پتہ ہو جاتے ہیں بچہ بعد از ولید ہو جاتا ہے۔ اور جب کسی قسم کا استحقاق نہیں وہ سختی ٹھہرائے جاتے ہیں۔

پھر اگر ہم مسلمانوں کی اس وقت کی حالت کو غور کریں جبکہ اور مسلمان ہیں وہ آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے محل کر بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے خورد و نوش کی چیزیں چنی ہوتی ہیں اٹکا دل ان کی طرف کھینچا جاتا ہے ان کی مشتاق نظریں ان نفسی چیزوں پر پڑتی ہیں اور پھر انہیں سے کسی کا ہنر اتنی الجھا لے کہ کمانے کا اندیشہ نہ رہے یا پھر غلوہ پی لے لیکن آفتاب کے غروب ہوئیے پہلے کی خصوصیات پر غور کی ہرگز عداوت نہ ہوگی اور غروب آفتاب کا سب کے سب انتظار کرتے رہیں گے تو اس وقت ہو کہ ضرور اسکا قائل ہونا پڑے گا کہ مسلمان کو اپنے مولے کی اطاعت میں اپنے نفس کے روکنے پر پورا قابو حاصل ہے۔

اس موقع سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ جو شخص اپنی بدستوری یا خواہش نفسانی کے بندے میں پھنس کر روزہ نہیں رکھتا وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اپنے کو صاحب ہمت یا عاقل نہ کہہ سکے بلکہ اسے اپنا نام کم ہمت، شکم پرور، کم فہم اور اپنی خواہش نفسانی کا بندہ رکھنا چاہیے اس سے تو روزہ دار عورت کی عقل و ہمت کہیں بڑھ چڑھ کر معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب قدر کاوت اس عورت کو چاہل ہے ایسے آدمی کے پاس اسکا کہیں پتہ ہی نہیں لگتا روزہ کے فوائد میں سے ایک امر یہی ہے کہ روزہ دار کو جب بھوک کی تکلیف اٹھانا پڑے گی اس وقت بیچارے محتاج کی دردناک حالت کو خوب سمجھ سیکے گا اور اسکا دل اسپر کرے گا اور خیر خیرات کرنے پر بال ہو جائے گا۔ کیونکہ دولت مند خوش حال شخص کو اگر روزہ کی تکلیف نہ برداشت کرنی پڑتی تو ساری عمر گزرنے پر ہی اسے بھوک کی تکلیف کا حال نہ معلوم ہوتا پھر جب کوئی بھوکا فقیر اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا اور اگر سگی کی تکلیف کی شکایت کرے کچھ طلب کرتا تو چونکہ اسے گرسلی کی قدر معلوم ہی نہیں ہے پہلا اسپر اسے کیا رحم آتا اب روزہ رکھنے کی وجہ سے جب گرسہ رہنے کی قدر و عافیت اسے معلوم ہو جائے گی تو بیٹیوں اور محتاجوں کی بول بھوک کو یاد رکھ لے گا۔

اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ شریعت محمدیہ نے اپنے پیروی کرنے والوں میں سے جنہیں قدرت ہے اپنے عبادتیں جو کوئی فرض کیا ہے اور وہ کعبہ شریف اور ان مقامات کی جو اس کے قرب و جوار میں واقع ہیں خاص اقوال و افعال کی رعایت کے ساتھ زیارت کرنا نام ہے اور ہمیں جو راز اور چھتیں باقی جاتی ہیں عرب و عجم کے سارے عقلا، ابی اسپر حاوی ہوئیے بالکل عاجز ہیں مثلاً یہی کہنے لگے کہ ہر سال ان مقامات میں ہزاروں ہی مسلمانوں کا حج کے حیلہ سے جمع ہوتا ہے جسکی وجہ سے انہیں باہم تعارف ہو جاتا ہے

روزہ کے نہ رکھنے والی تہہ دار روزہ کے فوائد

حج کے فرض ہو کر کھانا آئے کا کھانا

ملفت بڑھتی ہے۔ تبادلات خیالات کا موقع ملتا ہے۔ پہر ایک دو ملک کے لوگ نہیں بلکہ عرب۔ ترکستان۔ فارس۔ ہند۔ افغانستان۔ افغانستان ملک مغرب۔ بربر۔ سودان۔ جاوہ وغیرہ تمام ملک کے باشندے نظر آتے ہیں اور ان سب کا ایک دین اور ایک مقصد یعنی اپنے بڑے رحیم و کریم مولے سے مغفرت طلب کرنا ہوتا ہے۔

جو افعال اُنکو وہاں کرنا پڑتے ہیں انکی بہتیری بھکتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ان متبرک مقاموں میں جو کچھ کہ اللہ کے نیک بندوں اور با عظمت رسولوں پر زمانہ سابق میں گذرا ہے ان افعال کی وجہ سے یاد آجائے جیسے کہ ابوالبشر آدم اور انکی زوجہ حوا علیہما السلام کا واقعہ کثرت سے اُنکو زمین پر اتار دینے کے بعد اُنکے دل میں خدا نے یہ بات ڈال دی کہ اُس سے الٹا کریں یہاں تک کہ خدا نے اُنکی توبہ قبول کر لی یہی طرح ابرہیم خلیل اللہ اور اُنکے بیٹے اسمٰعیل علیہما السلام کا واقعہ یا سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہما کا واقعہ ان سب کے یاد آئیے اس بات کا دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ کچھ ٹھکانا ہے وہ لوگ خدا کی اطاعت میں کیسے سرگرم تھے اور جب اُنکی آزمائش کی گئی تو کیسے ثابت قدم بن گئے خدا کی خوشنودی سے سرمو تھکاؤ نہیں ہونے پایا اور سب کو جانے دیجئے سیدنا ابرہیم علیہ السلام ہی کے ماجرے کو خیال کیجئے کیسی جانچ کا وقت تھا جبکہ خدا نے اُنکو سخت آزمایا اور پیارے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کر دیا اور اُنکی شفیق باپ نے خدا کی اطاعت کے سامنے کچھ پروا نہ کی اور اپنا آمادہ ہو گیا۔ اور اس طرح اُس ہونہار لڑکے نے بھی خداوندی حکم کی تعمیل سے ذرا عذر نہ کیا اور اپنی جان دینے اور قبر میں سو رہنے کے لیے مستعد ہو گیا اور جب شیطان نے واوی مٹی میں دوسو سو ڈالنا چاہا تو اسے دفع کر دیا اور اپنا سامنے لیکر ناکام رہ گیا۔ پھر خدا نے فدیر بھیج کر باپ بیٹے دونوں پر احسان کیا اور اُنکے غم کو دور کر کے اُنکو خوشخبری سنائی۔ یہی طرح ان کاملین کے اور بہتیرے پسندیدہ افعال اور خدا کے احسانات جو انہیں ہوئے ہیں یاد آتے ہیں اور جب ان مقامات میں ان نیک بندوں کے کام یاد کر کے اُنکی پیروی کی جانی ہے تو بے اختیار جی چاہتا ہے کہ دیکھیں ان کے تقیہ افعال عبادتیں عمدہ خصوصیتیں کسی تہیں اور وہ اپنے مولے کی کیونکر اطاعت کرتے تھے اس سے اُنکی اقتدا کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اُنکے پسندیدہ خصال اختیار کرنے کی طرف جی مائل ہو جاتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ اُنکی اس بات پر تعریف کی جائے اُنکے لئے دعا مانگی جائے کہ وہ کیسے کیسے عمدہ افعال جاری کر گئے ہیں کسی کسی نیک باتیں سکھا گئے ہیں مثلاً یہ کہ خدا کے سامنے توبہ کرنا چاہیے اُنکی طرف رجوع ہونا چاہیے انسان کو مناسب ہے کہ اخلاق حمیدہ کے ساتھ موصوف ہو۔ صبر اختیار کرے تسلیم و رضا سے کام لے خدا کے سامنے ادب کی رعایت رکھے وغیرہ وغیرہ۔

علامہ ان فواید مذکورہ کے اعمال حج کے مقرر کرنے میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے وہ ہی نہایت ہی عجیب و غریب ہے اس میں خداوندی عظمت و تقدس سے تنزل کر کے انسانی عقول و خیالات کا لحاظ کیا گیا ہے اور اُن امور کی رعایت کی گئی ہے جنکے ساتھ لوگ مانوس پائے جاتے ہیں اور جنکو کہ اس وقت بڑا کرتے ہیں جبکہ وہ اپنے حاکموں یا بادشاہوں کے حضور میں کسی ظالم یا اذیاد پہنچا بیو اسے کہ فریادی انکو حاضر ہوتے ہیں یا جب اُن کی درگاہ میں اُن کے احسان و اکرام حاصل کرنے کی غرض سے درخواست کیا کرتے ہیں۔

جو کہ اعمال حج جنہر خدا نے مغفرت کا وعدہ کیا ہے انسانی خیالات و عادات کے موافق ہیں ایسے حاجیوں کے جی کو

اسات کا بیان کہ اعمال حج کے متفرق ترین اُنکی خجرات اور عبادت کی طرح وہ اپنے دیباہی و دانشمندی کے ساتھ نہایت ہی بہت کر عبادت و نظر رکھی گئی ہے اور اُنکی طواف سعی وغیرہ کی حکمتیں

انہی کے ادا کرنے کے وقت اس بات کا پورا اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ نافرمانیوں اور گناہوں کے ظالم لشکر کے مقابلہ میں خدا کی ضرورت و درگیا اچھی فریاد سنی جائیگی اور وہ ان کی مراد پوری کر کے ان سے احسان کے ساتھ پیش آئے گا۔

اس کا بیان یہ ہے کہ لوگ اس بات کے عادی ہو رہے ہیں کہ جب بھی کوئی دشمن منہ پر چڑھ آتا ہے اور وہ اس کے مقابلہ سے اپنے آپ کو عاجز پاتے ہیں یا گردش زمانہ کے پیچ میں آکر قحط یا خشک سالی میں مبتلا ہو جاتے ہیں جسکی وجہ سے انہیں طلب معاش کی فکر میں گرفتار ہونا پڑتا ہے تو اس وقت بادشاہ کے حضور میں اس کے محلو پر حاضر ہونے کا قصد کرتے ہیں اور اپنی اپنی مصیبت کے موافق سب کے سب پر گندہ بال اپنے خاک آلودہ چہرے لیے ہوئے گنگے بدن برہنہ یا استغاثہ کی غرض سے فریاد کرتے ہوئے اس کے سامنے جا کھڑے ہوتے ہیں اور رستہ میں جو چیزیں ملتی جاتی ہیں جتنکے ساتھ بادشاہوں کو کچھ بھی علاف ہو خدمت و عثم کے علاوہ حیوانات و نباتات کی بھی تعظیم و تکریم کرتے جاتے ہیں۔

اور قصور شاہی کے قریب پہنچ کر ان کے گرد چکر لگایا کرتے ہیں اور ان کے دروازوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کو اس بات کی اجازت مل جاتی ہے کہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں اور اس کے سامنے موڈ ب کھڑے ہو کر استغاثہ دار کریں ان کی تعریف کریں اپنی حاجت روائی کے لیے قوی سے قوی ذریعہ اختیار کریں اور ان کے اور ان کے بزرگوں کے اعلیٰ و ادنیٰ پر جو بادشاہ کے احسانات و رعایتیں اور مہربانیاں سابق زمانہ میں ہوتی رہی ہیں ان کی یاد دلائیں اس کے بعد جب بادشاہ انہیں اپنے ہاتھ پر بوسہ دینے کی اجازت دیدیتا ہے تو اپنی عین کامیابی و سعادت تصور کر کے نہایت رغبت ظاہر کرتے ہیں اور اس کے ہاتھ پر نہایت ادب و تعظیم سے بوسہ دیتے ہیں پھر بادشاہ ان کی درخواست قبول کرنے اور ان کی مصیبت دور کر دینا ان سے وعدہ کرتا ہے اور اس غرض سے کہ وہ خیر خواہ سلطنت کے بنے رہیں اور ان کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ وہ ان کے ہمیشہ کے ٹھکانہ خوار ہیں اور اس بات سے کہ اپنی رعایا کے ساتھ احسان کر کے مدد کرنا بادشاہ کی عادت میں داخل ہے ان کے دلوں کو پورا پورا اطمینان ہو جائے وہ بھی ان قدیمی احسانات و رعایتوں کو انہیں یاد دلاتا ہے جو کہ ان کے آباء و اجداد پر وقتاً فوقتاً ہوتی رہیں جب کہ وہ اس کی جناب میں بغرض استغاثہ حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنی خدمات پیش کیں تو برابر ان کو نعمتوں سے مالا مال کر دیا گیا۔

چنانچہ اس وقت ان لوگوں کو بھی انہیں خدمتوں کے بجالاتے کا وہ حکم کرتا ہے جسکی بجا آوری ان کے آباء و اجداد کرتے رہے تھے تاکہ سلطنت کے پائے ان کی خیر خواہی اور بڑھ جائے اور یہ پورے پورے مطیع بنے رہیں کیونکہ لوگوں میں اپنے بزرگوں کے اخلاق حاصل کرنے اور انہیں کے طریقہ کے اختیار کرنے کا فطری میلان پایا جاتا ہے پھر جب وہ تمام خدمات کی بجا آوری سے فارغ ہوتے ہیں تو وہ مزید عنایت کر کے انہیں اپنا ہماں بناتا ہے بہت کچھ انعام دیتا ہے ان کی پرانگی دور کر دیتا ہے ان کو خلعت بخشتا ہے اور وہ اس کے باب عالی پر اس امید سے استیادہ ہو جاتے ہیں کہ اس نے ان کی فریاد سنی کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرے چنانچہ پھر شاہی حکم صادر ہونے لگتے ہیں دشمنوں کے مقابلہ میں بادشاہ ان کو مدد دیتا ہے ان کی تکلیف دفع کرتا ہے جب ان کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور وہ کامیاب ہو جاتے ہیں تو انہیں ان کے وطن واپس جانے کی اجازت مل جاتی ہے تاکہ وہ اپنے دوست و جناب سے جا ملیں اب شخصت ہو چکا وقت آ پہنچا ہے اور وہ قصر شاہی پر حاضر



مکہ کا نام ہے  
اور جو کہ وہاں  
مکہ کا نام ہے  
مکہ کا نام ہے  
مکہ کا نام ہے

ہو کر اپنے منصب کے موافق اسکی شنا و توصیف میں مصروف ہوتے ہیں ہنایت ہی تعظیم و تکریم سے پیش آتے ہیں اس کے لئے  
ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہیں غم فراق کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں آخر کار باول دروناک مفارقت ہوتا  
کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ہی انسانی عقول کی رعایت کر کے ایک قطعہ زمین کو خاص کر دیا اور جس امر کے کو وہ بنیاد  
بادشاہوں سے فریاد کرنے کے وقت عادی ہو رہے تھے انکاحی لفظ کر کے اسی قطعہ کو فضیلت عنایت کر دی اور اسکا نام  
بیت اللہ یعنی اپنا گھر کہہ دیا جو کہ کعبہ شریف کے لقب سے مشہور ہے اگرچہ خدا مکان سے بالکل پاک ہے اسے گھر وغیرہ کی مطلق  
حاجت نہیں۔ اسی طرح حجر اسود کا جو کہ کعبہ کی دیوار میں لگا ہوا ہے اپنا دست رست نام رکھ دیا اگرچہ اس کے دونوں ہاتھ ہمارے اپنے  
ہاتھوں کی طرح نہیں ہو سکتے خدا ہی جانے وہ کیسے ہوں گے اور نہ ان میں راست و چپ کا امتیاز قائم کیا جاسکتا ہے بلکہ اگر  
انکی نسبت دست کا طلاق کیا جائے تو تعظیماً دست رست ہی کا ہونا چاہیے۔ پہرچہ کہ بیرون اسلام کی نسبت ہی یہ بات ضرور  
ہو کر تھی ہے کہ گناہوں کا لشکر نہ پر چڑھائی کرتا ہے خطا اور نافرمانیوں کے حملہ آوروں کا انہیں مقابلہ کرنا ہوتا ہے انہیں خدا کے  
احسانات کی ضرورت پڑتی ہے اسلئے جو لوگ ان میں سے صاحب مفقہ و زہد ہیں انہیں یہ امر ضروری کر دیا گیا ہے کہ اسی مکان پر  
فریادیوں کی سی صورت بنائے ہوئے حاضر ہوں انکے بال پر گندہ نظر آتے ہوں سر کھلا جو جسم خاک آلود ہو نہ بدن پر کوئی  
سلا ہو یا کپڑا ہو نہ خوشبو مہکتی ہو سانسے عبث و اکرہم کے سامان برطرف کر دیے ہوں اور اپنی نافرمانیوں اور خطاؤں کے فریاد  
بنے ہوئے اپنی مرادوں کے بر آنے کی امید میں اپنے رب کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے جا کھڑے ہوں اس خانہ  
خدا کی سرحد میں پہنچ کر کسی چیز کی بے حرمتی نہ کریں تمام اشیاء کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں نہ وہاں کی گھاس کا ٹپ نہ کوئی درخت  
قطع کریں اور نہ کسی چرند و پرند کے شکار کی جرات کریں آخر کو جب اس منظم و کرم مکان پر پہنچ جائیں تو جو طرح کے فریاد ہی  
بادشاہوں کے محلوں کے گرد چاک لگایا کرتے ہیں وہ ہی اس کے گرد پہریں اور اس کے پردے پر کڑکنا طلب کریں پھر اس بابرکت تہر  
کو جبکہ نام مصلحت خدا کا دست رست رکھ دیا گیا ہے بوسہ دیں اور یہی سمجھیں کہ وہ ایک بہتر ہے نہ انہیں کسی قسم کے نفع  
رسانی کی قدرت ہے نہ نقصان پہنچانے کی۔ نفع و ضرر جو کچھ ہے خدا ہی کے ہاتھ میں ہے وہی نفع و ضرر کا مالک ہے۔ یہ دعا ہے  
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسکو بوسہ دیتے وقت صاف صاف کہہ ہی دیا جبکہ حامل یہ ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ تو  
بہتر ہے نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ کچھ نفع دے سکتا ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے  
نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کہی بوسہ نہ دیتا اور مقصد آپ کا یہ تھا کہ لوگ اپنے خیالات و غریب کر فیض محفوظ رہیں اور انہیں یہ معلوم ہو جائے  
کہ شریعت محمدیہ کی اسکی نسبت واقعی تعلیم کا ہے اور لوگوں کو انکی نسبت کیسا اعتقاد رکھنا چاہیے اس کے بعد وہ مختلف اعمال کی  
بجا آوری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جنکے اس موقع پر اور انکی مقصود یہ ہے کہ وہ اپنے جلیل القدر بزرگوں کے کاموں کو یاد کریں  
جیسے کہ آدم اور نوحی زوجہ حوا یا سیدنا ابراہیم اور اس کے بیٹے اسمعیل اور انکی والدہ ماجدہ علیہم السلام کے ماجرے۔

چنانچہ وہ اعمال یہ ہیں کہ صفاء اور مردہ کے مابین سعی کرنا عرس میں بیٹنا اس کے بعد منہ و لہجہ میں اترنا شیطان کی ناکامی  
یاد کرنے کی غرض سے اس مقام کی طرف کنکریاں پھینکنا جہاں کہ ابراہیم خلیل اللہ کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو اس نے وجہ کا دینا چاہا  
تھا اور پھر ناکام رہا۔ اس طرح اور اعمال کو سب سے پہلے اس شخص کو ان اعمال کے اس راز سے کہ اس نے مقصود ان نیک بندوں کی یاد دہانی

اور اُن کی پیروی ہے ناواقف رہا تو اسے ضرور خلیجان ہوگا کہ ان سب کی حکمت کیا ہے اور ان کے فائدوں کے تحسین میں وہ کون سا  
 پہنچا اور جسکی سمجھ میں یہ بات آئی وہ بے شک دل کھول کر ان سب کو بجالائے گا اور ان کے ثمرات کا نہایت شائق رہے گا اسکی فہم پر  
 یہ ہوگی کہ سارے فوائد حاصل کر کے کسی طرح سے کامیاب ہو جاؤں پس خدا نے جو حاجیوں پر کعبہ شریف پہنچان اعمال کا ادا  
 کرنا ضروری سمجھا ہے اسکو یوں سمجھئے کہ پہلی مرتبہ کعبہ کا طواف کرنا تو بمنزلہ اس بات کے ہے جیسے کہ بادشاہ اپنی فریادی عیا  
 کو آنکے آباؤ اجداد کی سی خدمات کی بجا آوری کا حکم دیتا ہے اور اس کے سامنے وہ بجالاتے ہیں تاکہ انکی اطاعت و خیر خواہی  
 ثابت ہو اور یہ معلوم ہو کہ انکی خصلتیں ہی اپنے آباؤ اجداد ہی کے مثل ہیں یہ ہی انہیں کی طرح فرمانبردار رہیں گے۔  
 پس حاجی لوگ جب مکہ کے خاص خاص مقامات میں اُن اعمال کو ادا کرتے ہیں تو اپنے پاک طینت نیک نفس بزرگوں کی پیروی  
 کی وجہ سے سارے عالم کی پرورش کر نیوالے کی بندگی کا مضمون اُن کے دلوں میں خوب جم جاتا ہے۔  
 اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ اعمال تبدیلی یعنی بلاچون و چرا مان لینے کے قابل ہیں تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ ان میں کھینچ اوٹنا  
 نہیں پائے جاسکے بلکہ مقصود یہ ہے کہ بظاہر یہ ایسے ہی افعال ہیں کہ جو انکو ادا کیا کرتا ہے تو گویا وہ انہیں اپنے مالک کا  
 محض حکم سمجھ کر بجا لاتا ہے اور انکی بجا آوری کو اطاعت و فرمانبرداری خیال کرتا ہے اسے اس کی پروا نہیں ہوتی کہ اس میں  
 کوئی فائدہ ہی ہے یا نہیں وہ انکی تفتیش کے درپے نہیں ہوتا اگرچہ غور کرنے کے بعد انکے فوائد مخفی نہیں رہتے۔ علاوہ میں اگر یہ  
 ہی فرض کر لیا جائے کہ ان میں کوئی حکمت نہیں تو اسوقت انکی بجا آوری سے بندوں کی جانب سے اور بھی خدائی اطاعت و فرمانبرداری  
 ظاہر ہوگی گویا کہ بندہ اپنی زبان حال سے ان کے بجالاتے وقت یہ کہے گا کہ اے میرے رب مجھے تو جو کچھ حکم دیتا ہے میں  
 انکی فرمانبرداری کرتا ہوں گو تیرے حکم کے ثمرات میری سمجھ میں نہ آویں لیکن تب ہی تیری شان عالی اور سلطنت عظیم کی تعظیم  
 کی غرض سے میں بجالاتا ہوں۔ اور بندہ کی شان ہونا ہی یہی چاہیے کہ جو کچھ اُسکا مالک حکم دے بلاچون و چرا اُسے مان لے  
 اُسے کیا منصب ہے کہ حکمت اور راز پوچھنے بیٹھے اور شریعت محمدیہ کا مقصد اصلی یہی ہے کہ اسکی پیروی کر نیوالوں کی  
 خدا کے سامنے یہی حالت ہونا چاہیے اور یہ نہایت عظیم مرتبہ سمجھا جاتا ہے اسی وجہ سے اس دین کے پیشوا محمد مصطفیٰ صلی  
 علیہ وسلم نے اسکو اپنے اعلیٰ درجہ کے اوصاف میں شمار کیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ میں بندہ ہوں او  
 بندہ ہی کی طرح ٹیٹھتا ہوں۔ آپ نے اپنی تعریف میں مبالغہ کر نیسے ہی منع فرمایا ہے اور آپ کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ  
 مجھے حد سے نہ بڑھایا کرو بلکہ یوں کہا کرو کہ وہ خدا کا بندہ اور اسکا پیغمبر ہے۔ خدا نے ہی آپ کی اعلیٰ درجہ کی تشریف کے موقع  
 میں اسی وصف عبودیت ہی کے ساتھ آپ کو موصوف کیا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ آپ ہی کی شان میں ارشاد فرماتا ہے تَبَّحَٰنَ الَّذِی  
 اسراۃ بعدہ یعنی جو اپنے بندہ کو راتوں رات لیکھا وہ پاک ہے پس عبودیت آپ کے لیے نہایت ہی خوشی اور شہری خوبی کی  
 بات شہری۔

پھر حاجی ان خدمات کی بجا آوری کے بعد اپنے موٹے بکے مہمان نیک مقام میں جا ملتے ہیں اپنی پرگندہ حالی کو دد  
 کرتے ہیں کہ کپڑے پہنتے ہیں۔ خوشبو لگاتے ہیں حجامت بنواتے ہیں اور اپنے پیش و آرام کی جو چیزیں چھوڑ رکھی تھیں او  
 جسنے کہ پرہیز کرتے تھے پھر ان سب کو مباح سمجھنے لگتے ہیں اپنی مبارک عید کے دنوں کو خور و نوش میں گزارتے ہیں خوب توانا  
 ہوتے ہیں اور ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ ان کی طبیعت میں جو خیر و برکت تھی وہ اب بیکار ہو جاتی ہے اور ان کی طبیعت میں جو خیر و برکت تھی وہ اب بیکار ہو جاتی ہے

کرتے ہیں یہاں تک کہ گوشت بہا بہا پڑتا ہے لوگوں کے کہائے نہیں چکنا آدمیوں کا تو ذکر ہی کیا وحش و طیر ہی خوب میسر ہو جاتے ہیں اور یہی خداوندی ضیافت ہے کیونکہ اصل بوجھ تو تمام چیزیں خدا ہی کی ملک ہیں وہی رزق دینے والا ہے اور لوگوں کے کچھ آپ دیکھتے ہیں خدا ہی نے بطور رعایت کے انہیں دے رکھا ہے ایسا جو عید کے دن روزہ رکھنا حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس دن روزہ رکھنے سے خدا کی ضیافت سے ایک قسم کا اعراض پایا جاتا ہے۔ اب ان تمام اعمال کو پورا کر کے اور خدا کی مہمانی سے فارغ ہو کر وہی عظمت مکان کا طواف کرنے ہیں گویا کہ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ خدا ان کے گناہوں اور غلطیوں کے حملہ آوروں کے مقابل میں انکی مدد کرے انکو مغفرت عنایت کرے اور اپنی نعمتوں سے انہیں مالالال کر دے علاوہ اسکے اپنے وظیفہ کے واپس جانے کی اجازت مانگنے کے قائم مقام ہی یہی طواف ہوتا ہے گویا اسکے بعد انہیں وہی کی اجازت مل جاتی ہے اور اس اجازت کو اس بات کی علامت سمجھنا چاہیے کہ خدا نے توبہ قبول کر لی وہ نہایت مہربان ہو گیا اور اب وہ ضرور ان کے ساتھ انعام و اکرام سے پیش آئے گا نافرمانیوں کے لشکر کے مقابل میں انہیں ضرور مدد و بگا چنانچہ انکے رسول علیہ السلام نے انکی خوشخبری انہیں سنائی دی ہے پر وہ اپنے اپنے شہروں کی طرف جانے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں اور ان کے دلوں میں یہ خیال جاگزیں ہوتا ہے کہ ہمیں ہماری مراد ملے گی ہماری ساری کلفتیں دور ہو گئیں۔ اب وہ اس بہت معظّم سے رخصت ہو گئی طرف مائل ہوتے ہیں اور طوافِ خجستہ ادا کرتے ہیں ان نعمتوں کا شکر بجالاتے ہیں جو ان متبرک مقامات میں ان کو نصیب ہوئیں اور جب اس سے جدا ہوتے ہیں تو ہنکا یہ حال ہوتا ہے کہ انکوں سے اسنو جاری ہیں دل سے کہ صدر مرفق سے بچھین ہوا جاتا ہے وہ ہیں کہ اپنے موئے کی نعمتوں کا شکر بجالا رہے ہیں اسکی ہدایت کی طلب میں سرگرم ہیں اس سے کانی کی دعا مانگ رہے ہیں اور ادب کے مارے پچھلے پیروں کو دھتے چلے آتے ہیں اور اس جگہائی کا انہیں یہاں تک غم ہوتا ہے کہ بعضوں کو کتنے ہی دنوں تک نیند نہیں پڑتی۔ پھر جب وہ اپنے وطن پہنچ جاتے ہیں تو مارے خوشی کے پورے نہیں سہلے انکے دل ابدی مسرت و شادمانی سے پُر ہوتے ہیں چنانچہ اس امر کا مزہ میرزا بوریس ذکر آیا ہے ایسے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا نے ہمیں محبت یا ہم اسکی نعمتوں سے مالالال ہو گئے ہیں گناہوں کے حملہ آوروں سے نجات ملی اگر حج کے جملہ اعمال کی ایک ایک کر کے ہم محنت بیان کرنا شروع کریں تو بڑی ضخیم جلدیں لکھی جاسکتی ہیں کہ پڑھنے والے بھی اکتا جائیں اور ان کے مطالعہ کے لیے وقت بھی شکل سے لی سکے پس جو کچھ بیان ہوا ہے اسے یوں سمجھیے کہ بطور شتہ نمونہ از حواریں سارے دریا میں سے ایک قطرہ ہے۔ خدا ہی میں طاقت ہے کہ وہ راہِ رہت دکھلا سکتا ہے۔

اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ شریعت محمدیہ نے پیروان اسلام پر یہ بات ضروری کر دی ہے کہ جب انہیں قحط ہو تو وہ ان لوگوں سے مقابلہ کریں جو دین میں ان سے مخالفت کرتے ہیں اور انکی انیارسانی سے سمجھانے سے بھی باز نہیں آتے تاکہ وہ لوگ یا تو دین اسلام قبول کر لیں یا انکے مقابل میں سر پٹا ناچوڑیں اور اس مقابلے کا نام اس نے جہاد کہا ہے اور اس میں سر اسر انصاف کا لحاظ رکھا ہے جیسا کہ کتب سابقہ میں صریحاً صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خبر دی گئی ہے کہ وہ لوگوں سے انصاف کے ساتھ ٹکرائے چنانچہ شریعت نے سخت مخالفت کر دی کہ کوئی لڑکے جھڑپ پیر فزوت کو قتل نہ کرے اور نہ اس شخص کو مارے کہ جو بقصد عبادت تعلقات دنیا کو قطع کیے ہوئے ہے ہاں جب کوئی انہیں سے لڑائی میں شریک



اور اسے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر وہ ایک دوسرے سے تعلق قطع کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں تاکہ ہر ایک نقصان سے محفوظ رہے کیونکہ اگر انکو ایسی اجازت نہ دی جاتی اور پرہیز میں کسی وجہ سے آپس میں نفرت پیدا ہو جاتی جیسا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ زن و شوہر میں مختلف اسباب سے ناراضگی ہو جاتی ہے تو اسوقت یہ بات کچھ بعید نہ تھی کہ طرح طرح کے فساد پھیلے جب خواہش نفسانی کا کسی پر غلبہ ہوتا تو باہم نفرت کی وجہ سے ضرور کسی دوسرے کے ذریعہ سے ناجائز طریق پر وہ خواہش پوری کی جاتی ہے نہایت نینا پر علاوہ اسکے جب عورت بائخ ہوتی اور مرد میں بچہ پیدا کرانے کی قابلیت پائی جاتی یا بالکل قصہ ہوتا تو ان دونوں میں سے ایک شخص کو ناحق اولاد سے محروم رکھنا لازم آتا اسلئے انکو قطع تعلق کی اجازت دینا ہی عقل کے موافق نہیں اسلئے طلاق و نیا مرد کے اختیار میں رکھا ہے کیونکہ بخلاف عورتوں کے مردوں میں علی العموم استقلال اور عالی حوصلگی پائی جاتی ہے وہ زیادہ طرح دیکھتے ہیں اور عورتیں نہایت ہی زود رنج ہوا کرتی ہیں اور اسکا پتہ اسوقت لگ سکتا ہے جبکہ دونوں کی خصلتوں میں باہم مقابلہ کیا جائے ماسوائے اسکے چونکہ عورت کا غریب و غیر مرد ہی کے ذمہ ہے تو وہ جب تک مجبور نہ ہو جائے گا اسوقت تک اسکو چھوڑ کر کسی اپنا نقصان گوارا نہ کرے گا اور اگر کوئی نادان اتفاق سے اسکے خلاف عمل ہی آئے تو اسکا اعتبار نہیں ہو سکتا سارا غریب بخلاف عورت کے مرد ہی کے ذمہ شریعت نے ایسے مقرر کیا ہے کہ مرد فطری طور پر نسبت عورت کے جسمانی ساخت میں قوی ہونے کی وجہ سے تحصیل معاش پر زیادہ قادر ہے اور جو کچھ تقسیم آپس میں دینا ہوگی وہ بخوبی برداشت کر سکتا ہے عورت کے لیے یہ مناسب ہے کہ خانہ داری کے اندر وہ فی استطاعت کی دیکھ بہال کرے بچوں کی غور و پرداخت میں مشغول ہو جیسا کہ مرد بیرونی مصلحتوں کے لیے کوشش کرتے ہیں اور اس طرح عورت جو کہ مرغوب طبع اور مردوں کی منظور نظر ہے گھر سے باہر نکلنے پر ہی مجبور نہ ہوگی اور فتنوں سے محفوظ رہے گی۔ یہی لیے فتنہ اور سبب حرام کاری کے اندلوں کی خطر سے جو کہ شرعاً و عقلاً دونوں اعتبار سے قبیح ہے شریعت نے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے اور یہ عورتوں کے اعلیٰ درجہ کے اوصاف میں سے ہے اور انکے لیے بڑے افتخار کا باعث ہے جسقدر کہ اس وصف میں وہ کامل ہوگی اتنا ہی زیادہ فخر کر سکتی ہیں پس جس طرح کہ کسی نفیس شے کو لوگوں کی نظروں سے بچا یا کرتے ہیں اور کسی کو نہیں دکھاتے اور سات پردوں میں چپا کر رکھتے ہیں اسی طرح پردہ سے ہی مقصود یہ ہے کہ عورتوں کی حفاظت کی جائے انہیں ہر کس و ناکس نہ دیکھ سکے نہ یہ کہ جیسا بعض نادان خیال کیا کرتے ہیں کہ عورت کے ساتھ بدگمانی کرنے کی وجہ سے پردہ کیا جاتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا کہ وہ مردوں کے دیکھنے سے اپنی نظروں کو ہر وقت بچا یا کریں اور مردوں کو حکم ہوتا کہ وہ عورتوں سے پردہ کیا کریں اور یہ خیال کرنا بھی بجا ہے جیسا کہ بعض کم فہم خیال کرتے ہیں کہ عورتوں کو پردہ میں رکھنا انہیں قید کرنے کی شکل ہے البتہ بڑی تنگی کی جاتی ہے جس سے کراں کی آزادی میں خلل پڑتا ہے اور وہ بالکل نیست و نابود ہونی جاتی ہیں کیونکہ مسلمان عورت تو بچپن ہی سے پردہ میں رہا کرتی ہے پردہ ہی میں وہ جوان ہوتی ہے اپنے سیدائش ہی کے زمانہ سے وہ پردے کے ساتھ مایوف ہو جاتی ہے گو یا کہ وہ اسکی فطرت میں داخل ہو جاتا ہے اسکو یہاں تک پردے کی عادت ہو جاتی ہے کہ وہ اس سے اس اور محبت کرنے لگتی ہے اسکو بھی ایسا ہی ضروری خیال کرتی ہے جیسا کہ اپنی اور طبعی عادت کو جسے کہ جو عورتیں آپس میں ذرا کوتاہی کرتی ہیں انہیں شرم دلائے پرانہ ہو جاتی ہے انکو بے شرم مہیا کہ قرار دیتی ہے اسکو انکا

عورتوں کو پردہ میں  
رہنے کی حکمت اور  
یہ کہ پردہ انکی حق  
پرست نہیں بلکہ  
درعاشوں کی  
انکی حفاظت کا  
ذریعہ ہے ۱۱



ہو کچن خیال کرتی ہے علاوہ بریں یہ سمجھ کر کہ پردہ خدا کا حکم ہے اسے خوشی سے قبول کر کے خداوند کریم کے عطا اور ثواب کی امید وار بن جاتی ہے پس جب یہ حالت ہو تو کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ شریعت محمدیہ نے عورت کو مظلوم و قیدی بنا رکھا ہے ظلم و جبر ہو تاکہ اسے اپنی خوشی سے نہ اختیار کر تی شریعت کے موافق پردہ کرنے میں ظلم کا کہیں تہہ ہی نہیں ہے۔

حق تو یہ ہے کہ اس شریعت میں عورت کی بڑی حفاظت کی جاتی ہے بدکاروں اور بد معاشوں کی نظروں سے خوب بچا جاتا ہے اور یہ لچا لچا جاتا ہے کہ نادانوں کو عورت کی نسبت جسکے بارہ میں بڑی غیرت سے کام لیا جاتا ہے زبان درازی کا موقع نہ ملے علاوہ بریں عورتوں میں بعض ایسی ہی ہوتی ہیں جن میں پوری پوری پارسائی نہیں پائی جاتی انکی عادتیں اچھی نہیں ہو کر تیں تو ایسی حالت میں پردہ کرنے سے عورت کی نسبت کسی قسم کی خیانت کا شغل سے خیال ہو سکتا ہے بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس کے خاندان کو بچہ کے نسب کے بارہ میں شک کر بیگا کوئی موقع نہیں ہے پس جو اولاد اس کے بطن سے پیدا ہوگی وہ بہت اطمینان کے ساتھ یقین کر لیا کہ میرے ہی نطفہ سے ہے اس وقت شیطان کو اس کے دل میں عورت کی نسبت دوسرے دلچسپ

کی گنجائش نہ رہے گی بخلاف اس صورت کے جبکہ عورت بے پردہ ہو کر باہر نکلتی ہو اور غیر مردوں سے میل جول رکھتی ہو۔ باوجود ان سب باتوں کے اگر عورت کو کوئی ضرورت پیش آجائے مثلاً یہ کہ اسے دینی احکام سیکھنا ہیں اور اسکا خاوند یا اور عزیز و قریب اسکو نہیں بتلا سکتا یا اپنے بھائی بندوں سے اسے ملنا ہے تو ایسی حالت میں شریعت نے عورت کو باہر نکلنے کی اجازت ہی دی ہے لیکن وہی پردہ کے ساتھ تاکہ بدکاروں کی نظروں سے محفوظ رہے اور شہوت پرستوں کے پیمان کا باعث نہ ہو جنہیں کہ اسکی پارسائی اور پردہ پر حرف نہ آنے پائے۔

اگر تعصب کو چھوڑ کر عقل سلیم سے پوچھا جائے تو وہ یہی حکم دیگی کہ بیشک عورت کے لیے پردہ نہایت ہی عمدہ احکام میں سے ہے زن و شوہر دونوں کا آپس کا فائدہ ہے بلکہ یوں کہیں کہ اسکا نفع تمام لوگوں کو پہنچتا ہے کیونکہ اسکی وجہ سے شہروں کے فساد دور رہتا ہے چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ جن شہروں میں عورتیں پردے میں رہتی ہیں وہاں کے اہالیان پولس کو مراکھاری کے لیے خاص خاص مقامات نہیں مقرر کرنا پڑتے جہاں کہ بدکار لوگ ناجائز طور پر اپنی خواہشوں کو پورا کر کے لیے جمع ہو کر ہیں کیونکہ وہاں کے بے باک لوگوں کی خواہش نفسانی میں ہی عورتوں کے نہ دیکھنے کی وجہ سے چنداں جوش نہیں پیدا ہوتا جسکی وجہ سے باہر لوگ اپنی عورتوں کی نسبت مشکوک ہو جیسے محفوظ رہتے ہیں بخلاف ان شہروں کے جہاں کہ عورتوں میں پردہ کی رسم نہیں ہے اور وہ بے حجاب پہرتی ہیں ظاہر ہے کہ وہاں کی مینوسٹری کو مراکھاری کے لیے خاص خاص مقامات متعین کرنے کا اہتمام کرنا پڑتا ہے اور وہ بدکاروں کو اسے نہیں روک سکتی خدا کی پناہ اس فعل شنیع کی یہاں تک کثرت پائی جاتی ہے کہ وہاں کے بچوں کی غذا پورا کرنے میں قریب قریب نصف کے حرام سے پیدا ہونے والے بچے شامل ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم شریف عورتوں کی حفاظت کی غرض سے اس نامعقول امر کے اختیار کرنے پر مجبور ہیں پس اگر ان بدکاروں سے جنگی شہوتیں کہ عورتوں کو گھٹا کھلا دیکھتے ترقی کر چکی ہیں انہیں خوف نہ ہوتا اور اگر وہ اسے لوگ اپنی عورتوں کی عزت کو نہ ڈرتے ہوتے اور یہ اندیشہ انکو نہ لگا ہوتا کہ یہ لوگ عورتوں کے معاملہ پر ہمارے کچھ چلتے نہ دینگے تو وہ کہیں ایسے قابل نفرت امر کا ارتکاب نہ کرتے نفرت اور شرم ہے ایسوں پر جو کہ ملکی انتظام کے

منہ  
عورتوں پر پردہ  
اور اس کے نتیجے میں  
مردوں سے میل  
جول کرنے کی  
غریباں

درعی ہوں اور حیوانی حرکات اختیار کر کے اپنی عورتوں کی حفاظت کریں۔ کاش اگر وہ عورتوں کے پردہ کا انتظام کرتے تو بہر  
امہنیں ایسے قابلِ لامت فیل کے اختیار کرنے کی ضرورت نہ پڑتی اب یہ امر عجیبی واضح ہو گیا کہ عورتوں کا بے پردہ ہونا کتنا اہانتا  
ہی ضرر کی بات ہے اور بالفرض یہ مان ہی لیا جائے کہ عورتوں کے پردہ میں ہونے سے نقصان ہے تو بے پردگی  
اُس سے بڑھ کر نقصان منور ہے اور ظاہر ہے کہ جس میں کم ضرر ہو اسی کا اختیار کرنا عقلاً و نقلاً بہتر ہو اگر تاہم چاہیے کہ  
بے پردگی میں بکثرت نقصانات ہوں اور پردہ کرنے میں سراسر فائدے ہی فائدے ہوں جس کو بہر عاقل مان  
لے گا۔

ف  
قوانین معاملات  
سراج اجاد و غیرہ کا  
شریعت عورتوں میں  
نہایت حد کے  
موافق نہ رہا جس  
تازہ عادت کا  
چہ انداز ہو کتنا

پہر اس فرقہ نے جبکہ شریعت محمدیہ کے قوانین معاملات کی طرف توجہ کی اور خرید و فروخت کر ایہ شریعت تفرض وغیرہ کے حکم  
میں غور کیا اور دیکھا کہ جائداد کی تقسیم میں بالکل حکمت کے موافق ہے اسی شخص کو اس شخص کی بی بی سے جبکہ حاجت زیادہ  
ہو اگر قریبی ہے جس کے ساتھ کہ بہت ہی نزدیکی کی قربت پائی جاتی ہے اور امداد کے موقع چرس سے کہ مدد پہنچنے کی زیادہ امید  
ہو سکتی ہے پس انہیں یہ معلوم ہوا کہ سارے احکام نہایت ہی کامل انتظام اور بند و بست کی رعایت کر کے مقرر کیے گئے ہیں  
جس میں کہ تمام معاملات انصاف کے موافق ہوں اور سزا و عتاب نہ ہونے پائے۔

ف  
حدود و قصاص  
دفعہ کی حکمت ۱۱

پہر اس فرقہ نے حدود اور قصاص اور ان تعزیرات میں غور کیا جو کہ اس شریعت نے لوگوں کے جان و مال اور دوا و عقل  
کی حفاظت کے لیے مقرر کیے ہیں پس ان سب کو انھوں نے بالکل حکمت کے موافق اور اس و امان کا ذمہ دار پایا  
بیان اسکا یہ ہے کہ جو شخص یہ جان لیگا کہ اگر وہ کسی دوسرے کو قتل کر چکا تو وہ ہی قتل کیا جائیگا تو پہر وہ قتل سے ضرور باز  
رہیگا اس طرح سے کم سے کم دوا و میوں کی جان بچے گی یہی نکتہ کی وجہ سے قرآن شریف میں وارد ہوا ہے کہ قصاص  
لینے میں زندگی حال ہوتی ہے۔

ف  
حدود و قصاص  
ان کی حکمت ۱۲

عقلاً و انقیاس جسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ چوری کرنے سے اس کا خیانت کرنیوالا ہاتھ قطع کر دیا جائیگا تو پہر اسے چوری کرنے کی  
جرات نہ ہوگی جس کا نتیجہ ہو گا کہ دوشمنوں کو اپنے مال کے چوری ہونے کا کہنا نہ رہیگا سب ایک شخص نے کسی کج فہم کے اعتراض  
کا کیا اچھا جواب دیا ہے جبکہ اس نے یہ اعتراض کیا کہ عجب تماشے کی بات ہے کہ ہاتھ کی دیت تو ہاتھ دینا پڑیں اور  
جب کوئی چو تھائی دینا رہی چارے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے اور وہ جواب یہ ہے کہ امانت داری ہاتھ سے کہیں نہیں  
ہے اور خیانت کی ذلت بالکل ارزاں ہے اور اس کی مفیدری کی کچھ پروا نہیں ہو سکتی پس اب خداوندی حکمت کو سمجھاؤ  
چونکہ حرام کاری باوجود بہت سی خرابیوں کے اس بچہ کے قتل کا سبب ہو کرتی ہے جو کہ حرام سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ  
اس کا سبب بے پتہ ہوتا ہے اسے کوئی اپنے کنبہ میں نہیں شمار کرنا تاکہ اس کی مدد کرے اور نہ کوئی اس کا پرورش کرنے والا  
ہوتا ہے جس کی وجہ سے اکثر مر جا یا کرتا ہے اس لئے شریعت نے حرام کاری کو نپوالے کی جبکہ وہ اپنی منکوہ سے منع ہو چکا ہے  
یہ سزا قرار دی ہے کہ تہروں سے اسے مار ڈالیں تاکہ جیسے کہ شہوت رانی سے سارے بدن کو لذت ملی تھی اسی طرح اس کا ہر  
عضو انکی سزا کا نہرہ ہی چکے لے۔ اور اگر وہ حرام کار ایسا نہ ہو تو اس وقت کسی قدر اس کو معذور رکھ کر صرف سو کوڑوں ہی پر اس کا کیا  
کیا ہے جو کہ اس کے سارے اعضاء پر لگائے جائیں گے جنہوں نے کہ بجا شہوت رانی کی لذت اٹھائی تھی ہاں وہ مقامات مستثنیٰ

ف  
حدود و قصاص  
اور جس کے  
پہر کی حکمت ۱۳

ہیں جن پر ضرب لگنے سے موت کا اندیشہ ہو یا اس نے حلیہ بگڑ جاتا ہو اور ان سو کوڑوں سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چونکہ کہ اس سے پیدا ہو سکتا تھا اور اس نے حرام کاری سے اسے ضائع کر دیا ممکن تھا کہ سو برس تک زندہ رہتا اور یہ عمر جسے کسی انسان میں جہانی ساخت اور بہتہ بہتہ نشوونما پانے کے لحاظ سے فطرتاً قابلیت پائی جاتی ہے چنانچہ بعض طبیب کا قول بھی ہے لیکن چونکہ زندگی بسر کر نہیں مختلف حوادث پیش آتے ہیں انکی وجہ سے بسا اوقات موت کے بہت سے اسباب لاحق ہو جاتے ہیں پس اس مدت سے پہلے ہی کہیں انسان کی اہل آپہنچتی ہے جو اسکے لیے مقرر تھی اور وہ مر جاتا ہے اور کبھی یہی مدت اسکی اہل ہو کر تھی ہے تو وہ اس عمر کو پہنچ کر مرتا ہے پس جتنے سال تک کہ اس بچہ میں جبکہ کہ اس نے حرام کاری کی وجہ سے ضائع کر دیا زندہ رہنے کی قابلیت ہو سکتی تھی انہیں سے ہر ہر سال کے مقابل میں ایک ایک کوڑا مقرر کیا گیا۔

پھر چونکہ انسان میں سو برس تک زندہ رہنے کی قابلیت پائی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ ابتداء عمر میں پندرہ برس سے پہلے پہلے اسکی عقل کا بوجہ ناقص رہنے کے تکالیف شرعیہ میں اکثر اعتبار نہیں ہوتا جیسا کہ اگر اسکی سو برس کی عمر ہو تو اکثر قریب پانچ برس کے اسکی عقل نہایت ہی ضعیف ہو جاتا کرتی ہے اس بنا پر جو زمانہ اسکی عقل کے قوی قابل اعتبار و کمال سمجھنے کا ہے صرف انہی برس رچا جاتا ہے پس جو شخص کو عقل ایسی چیز میں جو کہ بعد ایمان کے خدا کی نہایت ہی عظیم نعمت ہے سزا دینا سزا کی اندازی کرے جس سے کہ عقل ناقص ہو جاتی رہتی ہے یا ضعیف ہو جاتی ہے نہایت نے اسکی سزا دینی کوڑے مقرر کی ہے پس گویا کہ جس مدت میں نعمت عقل پوری پوری پائی جاتی ہے اس کے ہر ہر سال کے عوض میں ایک ایک کوڑا قرار دیا ہے اور اس عدد سے سزا کی کے لیے یہ اشارہ ہے کہ اسے شراب پینے والے اس مدت تک جو نعمت عقل تیرے پاس بخوبی باقی جاتی تو نے شراب پیکر نہیں دینا اندازی کی اسی لیے جبکہ اتنے کوڑوں کی سزا دینی۔

پھر انسان اپنے بالغ ہونے کی مدت یعنی اکثر پندرہ برس سے پہلے پہلے چونکہ مکلف نہیں ہوتا پس آبرو کے بارے میں اسکی بے عزتی نہیں ہوتی جتنی کہ بالغ آدمی کی اسی طرح اگر وہ اپنی عمر طبعی یعنی سو برس تک زندہ رہے تو آخر کے پانچ سالوں میں چونکہ اس کے شہوت و قوسے میں اتنا درجہ کا ضعف ہو جاتا ہے تو نہایت خشک سے اسکی نسبت کسی فحش امر کے ساتھ مستہم نہیں جاکاں ہو سکتا ہے اس لیے غالباً اس مدت میں ہی اسکی بیعرتی ہونا بہت ہی مستبعد امر معلوم ہوتا ہے پس وہ زمانہ جس میں کہ اسکی آبرو کی کامل طور پر حفاظت کی اکثر ضرورت ہو سکتی ہے وہ صرف انہی برس ٹھہرتے ہیں پس ایسی وجہ سے نعمت نے ایسے شخص کی سزا جو کسی دوسرے کو تہمت لگا کر اسکی آبرو دینے کی سزا دینی کرے اس کوڑے مقرر کیے ہیں گویا کہ اس عدد سے اس زمانہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جس میں کہ آبرو کی پورے طور سے حفاظت کیا کرتے ہیں اور تہمت لگانے کو گویا کہ یہ خطاب کیا جاتا ہے کہ تو نے جسکی تہمت لگا کر آبرو دینے کی ہے اسکی آبرو کی پوری پوری حفاظت کرنے کی اس مدت تک ضرورت پڑا کرتی تھی اسی لیے سزا دینی۔

پھر یہ دیکھیے کہ شریعت سابقہ میں سے بعض میں قاتل کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم تھا اور بعض میں معاف کر دینے کا شریعت مجتہد نے ان دونوں حکموں کو جمع کر لیا اس لیے اس نے مقتول کے ولی کو اس امر کی اجازت دی ہے کہ اگر چاہے تو وہ قصاص لے لے یا معاف کر دے اور معافی کو تلفو سے کہ قریب ٹھہرا کر اسے اسکی ترغیب دی ہے اس لیے اس طرح پر آپ اور اکثر احکام کو پائیں گے کہ

ف  
حد شرع  
عمر و کمال  
انسانی عقل  
حکمت ۱۲

ف  
حد و عرف  
انسانی  
عقل و کمال  
حکمت ۱۲

ف  
شرعیہ و مجتہد  
سابقہ و احکام  
کی جامع ہے  
اور اس نے  
انسان کی ہر  
حالت کے  
مناصبات و احکام میں مقرر کیے ہیں

جو شرائع سابقہ میں جدا جدا پائے جاتے تھے اس شریعت نے انہیں جمع کر دیا اور سب کا خلاصہ نکال لیا اور ہونا ہی چاہیے تھا کیونکہ اسی شریعت پر تمام شریعتوں کا خاتمہ ہے میں اللہ تعالیٰ نے تمام شریعتوں کی خوبیوں کو آپس میں جمع کر لیا پھر اس فرقہ نے اس شریعت کے آداب کو دیکھنا شروع کیا تو انکو ہر باب میں اس کے قواعد و آداب بالکل مکمل نظر آئے چنانچہ انھوں نے دیکھا کہ اُسے کھانے پینے سے بچنا حاجت کرنے یہاں تک کہ صحت کرنے تک کے قواعد مقرر کیے ہیں یہ بتلایا ہے کہ باہم اپنے بیٹھنے باتیں کرنے کا کیا طریق ہے سفر اور حضر میں کن امور کی رعایت کرنا چاہیے زن و شہور اور تمام عزیز و قریب باہم کیا برتاؤ کریں پڑوسیوں اور دوستوں سے کیا معاملہ کرنا مناسب ہے مسلمان مسلمانوں اور غیر قوموں کے ساتھ کس طرح سے پیش آئیں اسی طرح ہر تمام امور کے آداب و قواعد اُسے مقرر کر دیئے ہیں جن کا شریعت میں غور و فکر کرنے سے پتہ لگ سکتا ہے۔

پھر اس فرقہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ملکی انتظامات کی جانچ شروع کی اور بات کی تحقیق کرنے لگے کہ جو کچھ آپ حکم دیتے ہیں اس کا نفع خاص آپ کی ذات اور آپ کی اولاد ہی پر محصور رہتا ہے یا عام لوگوں کو پہنچتا ہے پس باوجود انتہاء درجہ کی باریک بینی اور اعلیٰ درجہ کی تلاش کے بھی انھیں آپ کا کوئی حکم ایسا نہیں ملا اور نہ آپ کی شریعت میں کوئی امر اس قسم کا نظر آیا کہ فائدہ خاص آپ کی ذات یا آپ کی اولاد ہی کے ساتھ ہو بہتہ ہوتا اور ملکی منفعت عام نہ ہوتی۔

اور جو بات بظاہر اس قسم کی معلوم ہی ہوئی تو غور کرنے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حقیقت میں اس کا نفع ہی تمام لوگوں کے لیے عام ہے اور انہیں عام مصلحت کا لحاظ کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ مال غنیمت میں سے قبل تقسیم کرنے کے آپ کچھ لے لیتے تھے جسکو کہ صفی کہتے ہیں اگرچہ اسکے ساتھ ابتداً آپ اپنے منصب ریاست کی عظمت قائم رکھنے کے لیے اپنے نفس کی بظاہر خصوصیت کیا کرتے تھے جیسا کہ علیٰ العموم حاکم و محکوم میں اس امر کی رعایت دیکھی جاتی ہے اور اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ حاکم کی عظمت اور شان و شوکت اسکے مطیعین کے دل میں خوب مستحکم ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ ملکی انتظام کے مقاصد میں سے اعلیٰ درجہ کا مقصد ہے آخر کار جو کچھ آپ لے لیتے تھے وہ فقیروں کی حاجت برآری میں صرف کڑا لیتے تھے پس معلوم ہوا کہ آپ کا بظاہر اپنی تخصیص کرنا دبا ریاست کے موافق اپنی شان و شوکت اور اختیار ظاہر کرنے کی غرض سے ہوتا تھا اور اس لیے کہ دو متمندانہ اسکے لینے سے باز رہیں اور وہ مال حاجتمندوں کو پہنچ جائے اور پس خوبصورتی سے کام انجام پائے کہ مالدار و کمو حاجتمندوں سے کہنے نہ کہنے کا ہی موقع نہ ملے اور ان کی کار برآری ہی ہو جائے ورنہ شاید فقیروں ہی کو تقسیم کرنے سے دو متمندانہ انکو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے دیکھ کر انکے دشمن ہو جاتے ایسے آپ نے یہ طریق اختیار کیا بلکہ اگرچہ تو علیٰ العموم یہ دستور تھا کہ جو کچھ آپ کے پاس آتا تھا اس میں سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حاجت روائی کی مقدار رکھ کر باقی سب محتاجوں کو تقسیم کر دیا کرتے تھے اور یہ اسی بات سے کہ جس شہر کی گنجائش نہیں متوازن طور پر پختہ رہتا ہے وہاں تک کہ آپ دنیا سے ہی اسی حال میں رخصت ہو گئے کہ اپنے اہل و عیال میں سے کسی کو ایک درہم و دینار کا وارث ہی نہ بنایا بلکہ آپ نے اپنی ساری جائیداد منقولہ کو خیر و غیرات میں صرف کر دیا اور غیر منقولہ جائیداد کو فی سبیل اللہ محتاجوں کے لیے وقف کر دیا۔

ساتویں کے اہل و عیال کے لیے مسلمانوں کے خزانہ میں سے لینے میں آپ نے ہمیشہ مساوات کو مدنظر رکھا کہ کسی آپ نے ہرگز کوئی چیز نہیں لیا۔

ف  
انسانی جلد  
حالتوں کے  
براقی و شریعت  
میں قواعد  
آداب مقرر  
کیے گئے ہیں

ف  
غیر مذکورہ  
ان کے اعلیٰ درجہ  
پیش نما اور غیر  
مذکورہ کے درجہ  
معلوم کے حکام کا  
نفع خاص آپ کی ذات  
اور آپ کے اولاد  
کی خاطر ہوتا تھا  
بلکہ ان کا نفع عام

ف  
اس فرقہ کے جو  
مال غنیمت میں سے  
قبل تقسیم صفی کے  
لے لیتے اور اسکے  
کو دینے کی حکمت ظاہر  
ہوئی اس کا بیان اور نیز  
یہ امر کہ آپ نے اپنی دنیا  
کی غنیمت کو دنیا و دار  
میں نہ لایا اور جس کے  
لے خلافت کی وجہ سے  
کی کوئی ملال نہ تھا

ف  
رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم  
مسلمانوں کے لیے  
عیال کے بارے  
میں ہمیشہ مساوات  
مدنظر رکھی

اپنا سجدہ کر سچ نہیں دی اور نہ اپنی اولاد میں سے کسی کے لیے اپنی خلافت یعنی جانشینی کی وصیت کی بلکہ یہ محض مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دیا کہ جسکو مناسب سمجھیں وہ اپنی رائے سے مقرر کریں اور اگر آپ چاہتے تو کسی کی نسبت اپنی جانشینی کے لیے تصریحاً ارشاد فرما دیتے پھر کسی کو قیامت تک ہی آپ کی مخالفت کی جرأت نہ پڑتی اور بارہ میں سب سے بڑا کہ یہ بات ہے کہ آپ اپنے دوستوں اور کنبہ والوں کو ہمیشہ نصیحت کرتے رہے کہ حاکم بننے سے جہاں تک سچ سکیں ہیں اور دنیاوی منصب اور ساز و سامان پر کبھی مغرور نہ ہوں۔

پھر اس فرقہ کو یہ معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول اور ظلم و تعدی کرنے سے بالکل معصوم و محفوظ ہیں آپ کی کنفی ہی بی بیوں کیوں نہ ہوں آپ ان کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرنے پر پورے طور سے قدرت رکھتے ہیں ایسے شریعت نے آپ کے لیے اجازت دیدی کہ جتنی عورتوں کے ساتھ آپ چاہیں نکاح کر سکتے ہیں جیسے کہ پہلے رسولوں کے لیے اجازت تھی مثلاً داؤد و سلیمان یا ان کے علاوہ اور انبیاء علیہم السلام لیکن جناب رسولوں کے علاوہ اگر عورتیں بہت زیادہ ہوں تو عام طور پر انسان انصاف کے ساتھ پیش آئیں جسے عاجز پایا جاتا ہے ایسے آپ کی پیروی کرنے والوں میں سے کسی کے لیے اجازتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔

اور ایک سے زیادہ شادی کی اجازت دینے میں گو یا کہ شریعت نے عورتوں کی تعداد کی زیادتی کا لحاظ کیا ہے کیونکہ مردوں کی تعداد کا نسبت عورتوں کے اسوجہ سے کم ہو جاتا کہ انہیں سیر و سیاحت اور کسب معاش وغیرہ کی مشقتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں لڑائی میں کام آتے ہیں ایک ضروری امر ہے پس اگر مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہیں دی جاتی تو حامل عورتیں بالکل معطل اور بیکار رہیں اور بلاوجہ ان کو نسل کی افزائش سے روکنا لازم آتا علاوہ بریں مرد میں سن بلوغ سے لیکر آخر عمر تک وہ سبھی برس تک کیوں نہ زندہ رہے تو والد و تناسل کی استعداد باقی رہا کرتی ہے بخلاف عورت کے کہ وہ بچائش پہنچنے برس کے بعد اولاد سے بالکل مایوس ہو جاتی ہے کیونکہ اس سن میں اس کا حیض منقطع ہو جاتا ہے اور تخم لینے وہ مادہ جس سے کہ بچہ بنتا ہے اُس میں باقی نہیں رہتا۔

اور یہ بات بھی خدا کے لطف سے خالی نہیں ایسے کہ حاملہ ہونے بچہ جننے اور دودھ پلانے کی وجہ سے اس کی قوتوں میں ضعف آ جاتا ہے اگر اب بھی بچہ ہوتا تو اُس کے لیے مصیبت پر مصیبت بڑھ جاتی پس عورت کے بالغ ہونے سے لیکر سن ایسا تک باعتبار اکثر کے کل پینتیس برس کی مدت رہ جاتی ہے جن میں کہ عورت میں بچہ ہونے کی قابلیت باقی رہتی ہے پس اگر مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہ ہوتی تو ایک عورت کے ساتھ رہا اپنی عمر کے ایک بہت بڑے حصہ تک اُسے ناحق اپنی نسل پہیلانے سے محروم رہنا پڑتا پس کئی شادیوں کی اجازت دینے سے مرد کو اپنی نسل میں معطل رہنے کی آفت سے نجات ملتی پس موقع سے طلاق دینے کی اجازت کا نکتہ ہی معلوم ہو گیا ہوگا کیونکہ بر تقدیر اجازت نہ ہونے کے اگر کوئی شخص ایک سے زیادہ عورت کے ساتھ شادی کرنے پر قادر نہ ہوتا تو وہ صورت اُسکی زوجہ کے بائج ہونے یا کہ برسنی کی وجہ سے اولاد سے مایوس ہو جانے کے باوجود تو والد و تناسل کی استعداد کے اُسے (مرد کو) نسل سے معطل رہنا پڑتا ایسے کہ وہ طلاق تو دے ہی نہیں سکتا مگر اُسے اپنی زوجہ کے دوسری عورت سے شادی کر لیتا اس طرح اگر مرد میں تو والد و تناسل کی قابلیت

نقد اولاد اور ان کا حار میں محصور رہا اور رسول نے صلہ کے لیے جاری رکھے اور ان کا حار و رازا و تناسل کے لیے جاری ہے زیادہ کیوں نہ لڑائیاں لڑتو کی اجازت کی حکمت ۱۲



نبوتی تو عورت کو اولاد سے معطل رہنا چاہتا ہے وہ تو فرمایا یہ دفع ہوگیں رہی یہ بات کہ طلاق دینے کا اختیار صرف مرد ہی کو کیوں دیا گیا اسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہاں دیکھنا چاہیئے۔

اب صرف چارہی عورتوں کی اجازت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اصل کسب معاش کے معتد بہ چارہی قسم کے ذریعے ہوا کرتے ہیں ایسے ہر ایک کے مقابل میں ایک عورت کی اجازت دیکھی گئی ایسا ہی ہو کہ صرف کسب معاش کا ایک ہی طریق وسیع ہونے کی وجہ سے باقی طریقوں کے قائم مقام ہو جائے اور وہ چارہیں یہ ہیں تجارت صنعت زراعت حکومت پھر شریعت نے چار شاہیوں کی اس وقت اجازت دی ہے جبکہ آدمی چاروں کے ساتھ انصاف کر سکے یہاں تک کہ اگر کوئی دو عورتوں کے ساتھ ہی انصاف کرنے سے قاصر ہو تو اسے دو کی ہی اجازت نہیں ہے صرف ایک شادی وہ کر سکتا ہے اور اگر کسی کو ایک عورت کے ساتھ ہی بے انصافی کا خوف ہو اور اپنے کو عاجز بائے یا نان و نفقہ دینے کی وسعت نہ رکھتا ہو تو اسے ایک سے ہی شادی کرنے کی اجازت نہیں سخت مانعت ہے۔

پھر چونکہ لونڈیاں یعنی وہ عورتیں جو کہ ٹرائی میں گرفتار ہو کر آتی ہیں افزائش نسل سے محروم رہی جاتی ہیں کیونکہ غلام کا کاروبار خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے نکاح کر کے انکی خبر گیری کرنا ذرا مشکل امر ہے بلکہ یوں کہیے کہ وہ نکاح کے حقوق ادا کرنے پر پورے طور سے قادر ہی نہیں ایسے انکے لونڈیوں کے مالکوں کو گو وہ چار سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں متنع ہونے کی اجازت دی ہے تاکہ وہ توالد و تناسل سے بیکار نہ رہیں۔

اور غلام کو اس امر کی اجازت نہیں دی کہ وہ اپنی مالکہ کا شوہر بن سکے کیونکہ عورت کے مالک ہونے کا تو یہ مقتضائے ہے کہ وہ غلام پر حکومت کر سکے وہ اس کے قبضہ میں رہے اس پر پورا اختیار حاصل ہو پس اگر وہ اس کا شوہر بن سکتا تو چاہیے تھا کہ اس کی مالکہ بحیثیت اسکی زوجہ ہونے کے اسکی فرمانبرداری کرے اور غلام کو اس پر قبضہ حاصل ہو پس اس منافقت اور مخالفت کی وجہ سے باہم معاشرت کرنے میں بڑا خلل واقع ہوتا دونوں میں کبھی موافقت نہیں ہو سکتی اور اس بدستطافی سے سارا عیش و آرام خاک میں بجاتا حالانکہ یہ امر اس منصف اور عادل شریعت کے مقاصد کے بالکل خلاف ہے ہاں غلام کو دوسری عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے۔

پھر اس فرقہ کو معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نے آپ کے بعد آپ کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام قرار دیا ہے اور جب آپ نے اس بارہ میں غور و فکر سے کام لیا تو انہیں یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہ امر نہایت عظیم الشان حکمت پر مبنی ہے۔ اول تو یہ کہ آپ کی عظیم کرنا بلکہ تمام رسولوں کے مطیعین کا انکے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آنا شریعت سابقہ میں ایک مافی ہوئی بات ہے اور آپ کے ساتھ ادب کی رعایت کے ضروری ہونے کے علاوہ یہ امر فی نفسہ ہی متحس معلوم ہوتا ہے کیونکہ علمہ عموم انسانی طبیعت پر یہ امر گرا گذرتا ہے کہ انکے بعد کوئی دوسرا ان کی عورتوں سے شادی کر لے اور اس امر کی رعایت سوائے آپ کے کسی دوسرے کے لیے اگرچہ وہ اس امت کے بڑے لوگوں میں شمار کیوں نہ ہوتا ہو اور بڑا عالم و فاضل ہی کیوں نہ ہو ایسے نہیں کی گئی تاکہ افزائش نسل کے بارہ میں تنگی نہ ہونے پائے۔

دوسرے یہ کہ خلافت کے بارہ میں بلا استحقاق دخل دہی کا انداز کر دیا جائے کیونکہ بالفرض اگر آپ کی ازواج مطہرات سے

ف  
چار شاہیوں کی  
اجازت کی حکمت  
۱۲

ف  
جو انصاف  
ذکر کیے گئے  
تعداد شاہیوں کی  
اجازت نہیں ۱۱

ف  
میں تو نہایت  
حکمت ۱۲

ف  
رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم  
کی ازواج سے  
آپ کے بعد  
حرام ہونا اور  
انکی حکمت ۱۱

بعد نکاح کرنے کی اجازت ہوتی تو جو شخص انہیں سے کسی سے بھی نکاح کر لیتا تو وہ اگرچہ جائزینی کے قابل ہی نہ ہوتا لیکن عام لوگوں پر تسلط حاصل کر لیتا اور یہ کہہ کر لوگوں کی عقلوں کو فریب دیتا کہ میرے پاس تو منہا رے رسول کی زوجہ موجود ہے سو جو سے مجھے اور نہ بزرگ چاہی ہے اور بیشک میں خلافت و جائزینی کا استحقاق رکھتا ہوں اور آپ کی زوجہ مطہرہ کو بیچ دلی ارادوں میں عام لوگوں پر جو نادان ہوا کرتے ہیں فتح حاصل کرنے کے لیے اڑھینا لیتا۔ اور یہ بات کوئی مستبعد نہیں ہے کیونکہ برابر دیکھا گیا ہے کہ جب کبھی ملکی تغیرات کی وجہ سے کسی نے پہلے بادشاہ کی بیگم سے اس کے مرئی کے بعد شادی کر لی تو وہ اس حیلے سے ملک پر قابض بن بیٹھا جسکی تاریخ شاہد ہے۔

میں نے یہ کہہ کر اسکی اجازت ہوتی تو آپ کے پیروی کرنے والوں میں بڑا فتنہ فساد برپا ہوا جتنا کہ چونکہ ہر شخص ہی چاہتا کہ اپنے رسول کی زوجہ مطہرہ کو اپنے پاس رکھے تاکہ اسکو ان کے پاس رہنے سے شرف حاصل ہو انکی اولاد سے برکت حاصل کرنا نصیب ہو اس لئے وجہ کی بزرگی سے فیضیاب ہو کر اپنے ہیچیموں پر فخر کرنے کا موقع مل جائے انکے ذریعے ان باتوں پر نفیست ہو جائے جو بڑے بڑے ہمدردوں کو بھی معلوم نہیں ا طرح باہم ان میں بڑی مخالفت پیدا ہوئی جسکی وجہ سے فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو جاتا پس اس امر کے انسداد کی غرض سے بالکل مصلحت کے موافق شریعت نے آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنا قلعی حرام کر دیا۔

جو تہ یہ کہ اگر آپ کی ازواج مطہرات آپ کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کرتیں تو بیشک انکے منصب عالی اور مرتبہ عظیمہ کی بقدری ہوتی اور تمام امت کے دلوں میں انکی وہ قدر و منزلت نہ باقی رہتی جو انکواب حاصل تھی کیونکہ اس عورت کی شان جو کہ ایسے جلیل القدر خدا کے رسول کے پاس رہ چکی ہو اور پہرہ کسی دوسرے کے پاس رہے گو وہ کیسا ہی بڑا کیوں نہ تھا کیا جاتا ہو بالکل اس شے کی مثل ہے جسکو کہ کسی نے ہندی سے پتی میں ڈال دیا ہو یا اس شخص کی مثل جسکو کہ شاہی کے بعد گدا کی نصیب ہوئی ہو اور پہرہ لوگوں کے دلوں میں انکی طرف سے نفرت پیدا ہو جاتی اور سو جو سے کہ وہ بعد آپ کے ایسے شخص کے قصص میں ہوتیں کہ جسکے لیے تمام معاصی اور قبل خ سے محفوظ اور معصوم ہونا ضروری نہیں انکی شرعی باتوں کی نسبت لوگ مشکوک ہو جاتے اور ممکن تھا کہ انکو یہ خیال ہو جائے کہ وہ اپنے جدید شوہر کی خواہش کے موافق سارے اقوال و اعمال میں عمل درآمد کرتی ہیں اور اسی کے خیالات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے لیکر رواج دیتی ہیں یہ نہ سمجھے کہ انکی نسبت ایسا خیال کرنا صحیح ہو سکتا ہے حاشا وکلا وہ باعصمت بی بیایں ایسی باتوں سے بالکل مبرا ہیں بلکہ انکی شان میں ایسا گمان کرنا نہایت بے انصافی پر مبنی ہے اس تقریر کا صرف مقصد یہ ہے کہ ایسی حالت میں لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے خیالات پیدا ہونا کوئی بعید نہیں تھا انکو یہ شک پیدا ہو سکتا تھا اور اگر کہیں ایسا ہوتا تو امت کو انکے ان علوم کے ثمرات کثیرہ سے تہی کہ دین کے بڑے جلیل القدر احکام مبنی ہیں اور جنہیں کہ انہیں پاکدامنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے بالکل محروم رہنا پڑتا اور وہ احکام ہیں معلوم نہ ہوتے جو آپ کے ان اقوال و افعال سے مستنبط کیے گئے ہیں جنکی روایت کنز الایضی عصمت تاب عورتیں ہیں جو کہ آپ کے ساتھ کھانے پینے پونے بیٹھنے جلوت و خلوت سب میں شریک رہتی تھیں اور سطر حجر انہیں علوم نبوت سے واقفیت پیدا کر چکا بہت اچھا اور قوی ذریعہ حاصل تھا سو جو سے اکثر احکام کو انہیں کے وسیلے سے معلوم

ہوے ہیں۔ پس اگر وہ کسی دوسرے کے پاس رہیں تو انکی عظمت کہاں باقی رہتی اور وہ دونوں جو کہ انکی خبروں پر اب حال ہے  
 اسکا کہاں پتہ لگنا۔ حکیمانچہ یہ ہوتا کہ یہ سارے علوم ہم سے فوت ہو جاتے۔ علاوہ بریں اس نکاح کے حرام کرنے میں خدا کا  
 اور کئی حکمتیں اور سارا پاسے جاتے ہیں جو کہ غور کر کے بعد منصف کے نزدیک مخفی نہیں رہ سکتے۔ پس اگر آپ کے بعد ہم  
 کرنے کی انہیں اجازت نہ ہونے سے خاص انکا ضرر بھی ہو تو اس ضرر کا عام لوگوں کے نقصانات کے مقابلہ میں  
 کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا۔ مصلحت عام شخصی مصلحت پر ہمیشہ ترجیح دینے کے قابل ہے پس یہ حکم کسی نفسانی غرض کیلئے  
 خیالات پر مبنی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس بحث اور تدقیق سے یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو  
 ایسی باتوں سے بالکل بری ہیں ایک نسبت کسی قسم کا خیال کرنا ہی بجا ہے کیونکہ یہ تو اسرار اور حکم پر نظر کر کے خدا کا مقرر کیا ہوا حکم  
 پیش جبکہ یہ فرق شریعت محمدیہ اور ان کے انتظامات کی جانچ کر چکا اور جسکو اسکی خوش انتظامی اور نہایت ہی عجیب و غریب حکمتیں چنا  
 کہ پہلے بیان ہو چکا ہے معلوم ہو چکیں تو آپیں اس کہنے لگے کہ صاحب حق سے تو انکار نہیں کیا جاتا اسکو تو ماننا ہی چاہیے پیر  
 بیشک جو کچھ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں وہ خدا ہی کی شریعت ہے ورنہ پہلا دیکھتے تو یہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک بے  
 بڑے آدمی جاہلوں میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی اپنے وطن سے سوائے توڑی دور کے کہیں گئے نہیں اور وہ ہی چند  
 ماہ کے لیے کہ جودت تھوڑا سا علم حاصل کرنے کے لیے بھی کافی نہیں ہو سکتی اور نہ آپ کو تمام عرب اپنے شہر میں کسی واقف کار  
 اور دانشمند کی صحبت میں رہنے کا بھی اتفاق ہوا اور نہ یہ ثابت ہوا کہ آپ نے کسی ملکی قوانین یا شریعت میں سے قدرے قلیل  
 بھی سیکھنے کا اہتمام کیا ہو پس آپ کو کہاں سے ایسی عقل ملے گی کہ جس سے آپ نے ایسے عجیب و غریب انتظام و ترتیب کو مستطیع  
 کر لیا کہ جو نہایت ہی عظیم الشان حکمتوں کو محیط ہو ہیں کہ تمام عمدہ حضائل پاسے جاتے ہوں جس سے کہ انسانی دنیا کا پورا پورا انتظام  
 ہوتا ہو ان کے حالات کی اصلاح ہوتی ہو ان کے نفوس پاکیزہ ہوتے ہوں ان کے شہر آباد ہوتے ہوں انہیں ضرروں سے پناہ ملتی ہو  
 اسبطح اس میں تمام اس قسم کی چیزیں موجود ہوں جسے کہ بنی آدم کو نفع پہنچتا ہو۔ اور جملہ ضرر ساں اشتیاد سے وہ محفوظ رہتے ہوں  
 باوجود اس کے اس میں تمام عالم کی پرورش کرنیوالے کے بارہ میں صحیح عقیدے ہی پاسے جاتے ہوں جن میں کہ نسبت اور بے بنیاد  
 خیالات کا کہیں پتہ نہ ہو۔ اسبطح ہر صیغہ خلقت کے رہنا اور برگزیدہ رسولوں کی نسبت ہی عمدہ عقیدوں کی تعلیم ہو۔  
 یہ سب باتیں تو ایسی ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے زیادہ دانشمند سارے لوگوں سے زیادہ واقف کار بہت بڑے  
 فلسفی۔ سیاست اور انتظامات ملکی کے بڑے ماہر بھی ہوتے تب بھی عقل میں یہ بات کسی طرح نہیں آتی کہ آپ تنہا ان تمام  
 چیزوں پر حاوی ہو سکتے اور آپ کے لیے ان سب اشیاء کا جمع کر لینا ممکن ہوتا ہاں اسوقت بیشک یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ  
 آپ خدا کے بھیجے ہوئے ہوں اور خدا ہی نے ان تمام امور کی طرف آپ کی رہنمائی کی ہو یہ سب کچھ آپ کو بتلادیا ہو ان سب کے  
 ہیئت و مہادیہ ہوں اور ہر لوگوں کی تعلیم کا انہیں حکم دیا ہو۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے سے بڑے فلسفین کو بھی یہ بات عجیب  
 نہیں ہوتی کہ تمام امور میں ماہر ہو گئے ہوں گو انکی کیسی ہی اعلیٰ وجہ کی و تقویت کیوں نہ ہو اور جملہ فنوں پر ہی نظر کیوں نہ کرہتے  
 ہوں بہت جرات ایک دوفن میں انکو کمال حاصل ہو گیا جالیوس ہی کو دیکھتے کہ ملکی انتظام میں کمال رکھتا تھا۔ اسطرح حکمت فنی  
 اور آہیات کا ماہر تھا۔ بقراط کا پاپیلس میں بلند تھا۔ اقلیدس کو علم ہندسہ میں مہارت تامہ حاصل تھی اسبطح کوئی کسی فن میں اور

ف  
 بعض لوگوں کو  
 شریعت کی تعلیم  
 سے ناواقف کیا  
 ان کے اس خیال کا  
 غلطی کہ شریعت  
 تو ان اس زمانہ  
 کے ذاتی نہیں تھا  
 اس لیے ہر شے  
 کی قوتوں  
 ناقص

کوئی کسی فن میں کمال ہو گیا اب رہا یہ امر کہ حکم اور عقل میں سے کسی کو تمام فنون میں ہی کمال حاصل ہوا ہو یا انسان کی جملہ مصلحتوں کی اسے معرفت نصیب ہو گئی ہو یہ بات تو کہی ہوئی نہیں اور نہ سمجھ میں آ سکتی ہے۔ ہاں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو دیکھا جائے تو وہ بیشک انسان کے نفع کی جتنی چیزیں ہیں سب پر حاوی ہے کہ کوئی چیز ہی اسے نہیں چھوڑی چنانچہ ہم اسکا پہلے بیان کر چکے ہیں اور تمام امور کے بیان کرنے میں اسے ایسا پاکیزہ طرز اختیار کیا ہے کہ جس چیز کی زیادہ حاجت پڑتی تھی اور وہ بہت ضروری تھی اسے تو خوب شرح و بسط سے ذکر کر دیا اور کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور جو چیزیں ایسی تھیں کہ امور معاش پائس کے مہذب انسان کی ضرورت نہ پڑتی تھی ان کی طرف محض اشارہ کر دینا کافی سمجھا گیا کہ سطر جبریت بات جلا دی کہ اس کے چل کرے گا اگر تھیں شوق ہو تو اس کے جاننے والوں کے سیکھ لو پتہ پہنچے تہا دیاتے اس بنا پر فنون ہندسہ حساب اور صناعات وغیرہ کے بارہ میں اسے نہایت سہولت سے کام لیا ہے۔ لوگوں کو اس کے تحصیل کی چنداں تکلیف نہیں دی اسکو محض ان کی خوشی اور مصلحت اندیشی چھوڑ دیا ہے۔

یہ سب باتیں شریعت میں اس شخص کو نظر آ سکتی ہیں جو اپنے مطلع ہونے کی غرض سے اس کی بخوبی جانچ کرے اور اپنی عقل سے کام لے۔ ورنہ پہلا اس شخص کو کیا بتا سکتا ہے جو کہ بظن تعصب اسکو دیکھے یا اس کے احکام وغیرہ پر سرسری نظر ڈال جائے اور محض بعض مباحث پر وقفیت حاصل کر کے یہ سمجھنے لگے کہ میری نظر شریعت کی تمام چیزوں پر خوب محیط ہو گئی چاہے حضرت کو حضور سے ایک حصہ بھی خبر نہ ہو اور جو کچھ جانتے بھی ہوں وہ بھی پورے طور سے نہ سمجھتے ہوں خلاصہ یہ کہ اس بحث و گفتار کے بعد اس فرقہ نے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام لائی ہوئی چیزوں میں تصدیق کی اور آپ کو خدا کا پیغمبر ماننے لگے اور آپ کے ہمتا ہی مطیع اور اطاعتی درجہ کے خیر خواہ بن گئے۔

میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں نے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر استدلال کر لیا ایسا دروازہ کھول دیا کہ جو قیامت تک ہی بند نہ ہو گا جو شخص کہ آپ کے بعد چاہے کتنے ہی زمانہ گزرنے پر کیوں نہ آئے لیکن وہ انہیں لوگوں کی طرح آپ کے صدق پر استدلال کر سکتا ہے اور اس کے نزدیک بھی حق واضح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جو کوئی شریعت محمدیہ کے عمیق دریا میں غوطہ کھا گیا اور قیود و تعصب سے چھوٹی ہوئی نظر سے دیکھا اور اپنی عقل سے ازاوانہ طور پر بلا رو رعایت کام لیکھا ممکن نہیں ہے کہ اس کی عقل کا اسے یقین نہ ہو جائے اور صاحب شریعت کے صدق پر ایمان نہ لے آئے۔

اور جو شخص کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت آوری کے زمانہ دراز گزرنے پر خصوصاً تیرہ سو برس کی مدت کے بعد آوے اس کے نزدیک تو شریعت کی مختلف فضیلتوں کے دیکھنے کی وجہ سے جو کہ اس کی خدا کے پاس سے ہونے پر دلالت کرتی ہیں حق تو واضح ہو ہی جائے گا علاوہ ہیں اس استدلال کا دروازہ اسے اور بھی وسیع نظر آ گیا کیونکہ وہ دیکھے گا کہ یہ شریعت باوجود اتنی مدت گزرنے کے بھی ہمیشہ محفوظ رہی اس کے قواعد ہمیشہ عام رہے کسی قاعدے کے ٹوٹنے کی کبھی ضرورت نہ پڑی یہاں تک کہ عقل پر حکم کرتی کہ فلاں قاعدہ فلاں زمانہ کے موافق نہیں رہا بلکہ اس کے قواعد ہر زمانہ کے مناسب رہے اس کے فوائد ہمیشہ حاصل ہوتے رہے چنانچہ وہ تمام عقلائی عقلیں مرض تعصب سے سالم ہیں اسکو برابر مانستے ہیں اور جسے ہماری بات کا یقین نہ آئے وہ انکا کر کے دیکھے۔ یہ کہیونکہ امتحان کرنا سب سے قوی دلیل ہے پس اگر اس شریعت کے احکام کسی انسان کے تجویز کردہ ہونے

بعد کا  
لوگوں کے  
اسوجہ سے  
دلی اور اور  
برابر دیکھ  
حیلہ سے  
مستند  
مستند

اس فرقہ نے تو  
پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے  
پہلے استدلال کا  
اپنا دروازہ کھول دیا  
خود صاحب شریعت  
بعثت ہوئی  
ملا کر سمجھا دیا  
میں ان کے پیچھے  
استدلال اور ہی  
وسیع ہو گیا کیونکہ  
حق کی بات ہمیشہ  
محفوظ رہی  
نہ اس کا کام قائل  
ہوئے امور عقل  
نہیں ہوئے

تو ان میں ضرورت طلب پڑتا اور ان کا نظام فاسد ہو جاتا چنانچہ برابر دیکھا جاتا ہے کہ زمانہ کے بدلنے سے آدمیوں کے تجویز کردہ قوانین میں تغیر و تبدل کی ہمیشہ ضرورت پڑتی ہے اور پہلے احکام میں خلل پڑ جاتا ہے۔

کچھ ایسے بعض نادانوں کی یاد وہ گوئیوں سے گہرا نہ جائیں کیونکہ اس بارہ میں کم فہموں نے بڑی بڑی چہ میگوئیاں کی ہیں یہاں تک کہ بعض وہ لوگ بھی ایسی ذہل میں داخل ہیں جو اپنا تعلق اسلام سے ظاہر کرتے ہیں اور حقیقت امر یہ ہے کہ وہ اسلام سے کوسوں دور ہیں انکو اسکی ہوا ہی نہیں لگی انکی اتنی نظر ہی نہیں ہے کہ انہیں کچھ کہلائی دے وہ اس شریعت کی قدر و منزلت کو کیا جانیں بالکل نادانانہ ہیں صرف انہوں نے کہیں سے اسلام کا نام سن لیا ہے اسی بنا پر ان کا مفہود نفس طرح طرح کی باتیں بہہ گارنے لگا ہے اور انکی فاسد عقل میں یہ خیال جم گیا ہے کہ موجودہ زمانہ کے لیے شریعت کے مقرر کردہ احکام و قوانین کافی نہیں اس زمانہ کے لیے نیا قانون بننا چاہیے اور یہ سمجھ کر غیر قوموں کے بعض قوانین اختیار کر لیا اپنے آپ کو محتاج خیال کرتے ہیں اور یہ سوچتے تو وہ قواعد یا تو خود ایسے ہی کھنسنے پورے طور سے آدمی نفع نہیں حاصل کر سکتا اور ان کے احکام بالکل کمزور پائے جاتے ہیں یہاں تک کہ اگر انہیں آپ کوئی نفع دیکھیں گے تو ان کے ساتھ ہی بہت سی غریبیاں بھی نظر آئیں گی یادہ فی الحقیقت اسی شریعت کے کامل قواعد سے ماخوذ نکلیں گے جنہیں کہ ان لوگوں نے اسلامی لباس میں تار کر دوسرا لباس پہنا کر ہر جہ کی وجہ سے انکی اصلی صورت ابھی طرح سے نہیں پہچانی جاتی اسوجہ سے کہ فہم لوگ اسکو ایک جدید شے خیال کرنے لگتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں قوموں نے انکو ایجاد کیا ہے اور طرح طرح کی ہمتوں کی انہیں رعایت ملونا رہی ہے۔

کاش ایسے سمجھنے والے کو اگر شریعت محمدیہ کے سمجھنے کی استعداد ہوتی اور اس کے احکام کے واقف کاروں میں ہوتا تو کبھی ایسی غلطی نہ کرنا اس پر بات روشن ہو جاتی کہ اس شریعت میں خود ایسے کامل اور اعلیٰ درجہ کے قواعد موجود ہیں جو کہ زمانہ موجودہ کیا معنی بلکہ ہر زمانہ کی ضرورتوں کے لیے پورے پورے کافی ہیں اس کے قواعد کے سامنے ان ناقص قواعد کا ذکر کرنا ہی بجا ہے جو کہ ہرگز اس قابل نہیں ہو سکتے کہ اس کے قواعد کے مقابلہ میں انکی طرف ذرا ہی التفات کیا جائے اور اگر یہ ہوتا تو ایسی امر کا بیتہ لگ جاتا کہ ان قوموں کے پاس جو کامل قواعد وضو ایط دیکھے جاتے ہیں شریعت کے جملہ قواعد میں یہ بھی داخل ہیں یہ نہیں ہے کہ یہ شریعت ان سے خالی ہے غایت سے غایت یہ ہو گا کہ انہوں نے انکی اصلی اسلامی صورت کو بدل دیا ہے اور ایک نیا جامہ پہنا کر ظاہر کیا ہے یا اگر انہوں نے شریعت محمدیہ سے ان قواعد کو اخذ نہیں کیا ہے اور انکی عقل ان قواعد تک اسوجہ سے پہنچ گئی ہے کہ وہ عقل کے نزدیک تھیں ہیں تو شریعت میں ہی وہ موجود ہیں اور سرت وہ ضروری حکم کرنا کہ شریعت محمدیہ کے قواعد بالکل کافی ہیں اسے دوسری قوموں سے سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن ہاں اس بات کے دریافت کر کے یہ عقل رسا اہل احکام شریعت سے پوری پوری واقفیت کی بڑی ضرورت ہے جب تک آدمی کو شریعت کے جملہ ابواب میں تبحر حال نہ ہو اسوقت تک اس امر کا پتہ لگنا ہے دلائل شکل محض سرسری نظر سے احکام شریعت کو دیکھ لینے سے کیا نہیں چلتا پس اگر کوئی یہ جانتا ہے کہ شریعت کے قواعد کو تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ مہیا کرے جس سے کہ عام لوگوں کو سمجھنا آسان ہو جائے اور انکی اصلاح ہو تو اسکو چاہیے کہ شریعت محمدیہ کے تبحر حال کو پراس امر کو پیش کر کے اسے درخواست کرے کہ وہ کوشش کر کے ان قواعد میں سے ایسی چیزیں کیا کر دیں جن سے کہ اسکی حاجت روائی ہو جائے اور مقصد برائے تاکہ وہ لوگ

ف

بعض لوگ جو

شریعت کی حقیقت

سے ناواقف ہیں

ان کے اس خیال کی

غلطی کو شریعت

وہابیوں نے زمانہ

کے موافق نہیں کیا

اور اس لیے

دوسری قوموں

قواعد یا تو

ہیں یا تو

سے ماخوذ ہیں

کم سے کم

ضروری ہے کہ

مستند قاعدہ

ایسا نہیں کاؤ

کہیں ہوا

اس سے خالی

۱۲

ف

بعض لوگ جو

شریعت کی حقیقت

سے ناواقف ہیں

ان کے اس خیال کی

غلطی کو شریعت

وہابیوں نے زمانہ

کے موافق نہیں کیا

اور اس لیے

دوسری قوموں



درخواست کے موافق ایسے امور جمع کریں جسے کہ عام لوگ پورے طور سے مستفیض ہو سکیں چنانچہ سلطان اعظم نے رضا انکی  
سلطنت کا ہمیشہ حامی اور مددگار رہا ہے جب علماء سے ایسی کتاب تالیف کرنے کی خواہش ظاہر کی جس میں کہ ان تمام معاملہ  
کے منصفانہ احکام مجتمع ہوں جو کہ لوگوں کو اکثر اوقات پیش آیا کرتے ہیں تاکہ حکام اور اہل مقدمہ کو آسانی سے سمجھ سکیں تو انہوں نے  
ایسی ہی کتاب لکھ دی جس سے کہ اس بارہا لوگوں کی پوری پوری مقصد پوری ہو سکے اور ان کتاب کا نام مجاہد الاحکام المصلحیہ ہے  
ان لوگوں کے حالات دیکھ کر ہی آپ تھکان میں نہ پڑیں جو کہ کہنے کو تو اسلام  
کی پیروی کے مدعی ہیں لیکن انہیں نہ تو کچھ ادب و قاعدہ سے مطلب ہے نہ ان کے طرز عمل میں کچھ انتظام پایا جاتا ہے  
ان کے تمام کاروبار میں بد مذہبی اور بد نظمی پھیلی ہوئی ہے ایسے لوگوں کو دیکھ کر جو شخص کہ حقیقت حال سے واقف نہیں اور جو  
یہ نہیں جانتا ہے کہ انہوں نے اپنی شریعت کی کہا تک مخالفت کی ہے اسے یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے اور وہ کہہ  
سکتا ہے کہ مسلمان کیسے یہ دعوے کر سکتے ہیں کہ ان کی شریعت اپنے پیروی کرنے والوں کی اصلاح کرنی ہے ان کو انتہا  
درجہ کی تہذیب سکھاتی ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہیں لیکن ہر ہی طرح طرح کی برائیوں میں پھنسے ہوئے  
ہیں ان کو انواع انواع کی بدبختی گھیرے ہوئے ہے ان کے لئے شریعت کی اپنے مطیعین کے احوال درست کرنے کی ذمہ داری  
کہاں گئی وہ ان لوگوں کی اصلاح کیوں نہیں کرتی ایسے شخص کا یہ جواب ہے کہ دیکھیے انصاف نہ چھوڑیے یہ کس نے دعوے  
کیا تھا کہ شریعت محمدیہ جس شخص کی بھی اصلاح کی ذمہ دار ہے جو صرف نام کا مسلمان ہے اور اپنے آپ کو وہ مسلمان کہتا ہے  
لیکن عمل کے اعتبار سے اس کی پوری مخالفت کرتا ہے اس کے احکام کی تعمیل نہیں کرتا اور نہ اس کے بنائے ہوئے آداب و اخلاق  
اختیار کرتا ہے آپ یقیناً سمجھ لیجئے کہ شریعت نے اس کی کبھی ذمہ داری نہیں کی وہ صرف انہیں لوگوں کی اصلاح کرتی ہے  
ہیں اس کی تعلیم کے موافق اخلاق اور آداب اختیار کرتے ہیں چنانچہ اس بات کی قرآن اور حدیثوں میں تصریح کر دی گئی ہے  
بلکہ شریعت نے تو یہاں تک کہدیا ہے کہ جو شخص ان امور میں اس کے ساتھ مخالفت سے پیش آئیگا اس پر طرح طرح کی بھیبتیں  
اور بلائیں نازل ہوں گی یہاں تک کہ اس کو ان ان مصائب سے سامنا کرنا پڑے گا جس سے کہ مخالفین اسلام بالکل محفوظ  
رہیں گے اس لیے کہ ایسا شخص بجائے آخرت کے دنیا ہی میں اپنے گناہوں کا کچھ مزہ چکھ لے تاکہ اسی طرح یہ کہیں وہ  
مخالفت سے باز آجائے اور اسے تو بہ کرنا نصیب ہو خدا کی یہی عادت ہے کہ جس شخص کے ساتھ اسے اس کی بعض  
نیکیوں کو پسند کر کے لطف اور مہربانی سے پیش آنا منظور ہوتا ہے تو اس کو دنیا میں گناہوں سے پاک کرنے کے لیے  
طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کرتا ہے تاکہ دنیاوی مصیبتیں اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں اور وہ اعز و عزیز اب سے بچ جائے  
آئیے ہم ایسے شخص کی جو کہنے کو تو مسلمان ہو لیکن بیادشت نافرمانیوں کے اسلامی برکتوں سے محروم رہتا ہو آپ کے لیے  
ایک ایسی مثال بیان کریں جس سے کہ آپ اس مضمون کو بخوبی سمجھ جائیں پس فرض کیجئے کہ ایک شخص کے پاس ایک بہت  
بڑا کتب خانہ موجود ہے جس میں کہ عمدہ اخلاق و آداب کی بہت سی نفیس کتابیں لکھی ہوئی ہیں اس کے مضامین تمام پسندیدہ کاموں  
کی ہدایت و ترغیب سے مملو ہیں لیکن ان میں سے کسی کتاب کو کبھی نہ لکھتا اور نہ اس سے مستفید ہوتا ہے تو کیا  
آپ کی عقل اس بات کا خیال کر سکتی ہے کہ ایسا شخص محض کتابوں کی جلدوں کو مٹا دینا تب کر کے انہیں اپنے کتب خانہ میں

ف  
جو مسلمان تو  
شریعت کی پابندی  
نہیں کرتے ان کی  
حالت سے کتنی  
پرستش کرنا چاہیے  
خاطی ہے ۱۲

منہ  
مناقشہ  
مثال ۱۲

نہایت آراستگی کے ساتھ رکھنے سے مہذب بن جائیگا اور اس طرح فضیلت حاصل کر لیگا اور علمی سعادت سے بہرہ یاب شمار کیا جائیگا  
حق تو یہ ہے کہ سوائے اس شعر سے نہ محقق بودند دانشمند چار بائے برو کتابے چند کے مصداق بننے کے وہ اد  
کس لائق ہو سکتا ہے اور اسے سوائے جاہل کے اور کیا خطاب دیا جاسکتا ہے۔

پس اگر کوئی یوں کہے کہ صاحب ہم تو اس شریعت کے پیروی کرنے والوں میں ایسے کو بھی پاس تھے ہیں کہ شکار و شکار اسلام کے  
علماء میں ہوتا ہے پہلی ان لوگوں کے اخلاق درست نہیں ہوتے اور نہ ان کی عادتیں ہی اچھی ہوتی ہیں دنیا طلبی میں  
منجانبہ تو جاہلوں سے بھی بڑا ہوا ہوتا ہے اور نہ یہ سید ہے مال کی طلب میں گرے پڑتے ہیں دل کو لوگوں کو گستاخ  
ہیں انہیں کسی کے نقصان کی پروا نہیں ہوتی پہر تلافی ہے کہ اس شریعت سے ان شریعوں کو کوئی تہذیب حاصل ہوئی  
انہیں اسکا کیا شرہ ملا بلکہ اگر ان کا حالوں میں شمار نہ ہوتا تو یہی بہتر نہایت تیری خرابیوں سے انکا ہاتھ توڑ کا رہتا۔ اس  
اعتراض کا جواب مجھے سینے تحقیقت امر یہ ہے کہ ایسے لوگوں نے شریعت کو جانا ہی نہیں ہے کہ وہ کیا ہے محض  
اسکے پوست کو انہوں نے دیکھ لیا مغز تک وہ پہنچے ہی نہیں اخلاق و آداب سے پورے طور سے اطلاع ہی نہیں اگر تحقیق  
کیجئے تو معلوم ہو جائیگا کہ ایسے لوگ وہی ہیں کہ جنہوں نے عربی لغت کے متعلق مختلف محلوں میں سے ایک آدھ علم جیسے نحو  
صرف بلاغت وغیرہ کو اچھی طرح سے حاصل کر لیا ہے جو کہ شریعت کے سمجھنے کا ذریعہ ہے نہ عین شریعت ہے اور کتب لغت  
پر محض ایک سرسری نظر اس غرض سے ڈال لی ہے کہ انہیں اپنے مقاصد پہنچا حاصل کرنے میں کامیابی ہو انہیں نیت کے  
درست رکھنے سے کیا کام بڑا مقصود نکاہیہ ہوتا ہے کہ شریعت کے معمولی احکام سے واقف ہو جائیں تاکہ محکوم کو خوش رکھیں  
اور عام لوگوں سے جنہیں کہہ کر سے پہلے کی تہذیب نہیں ہوتی خوب مال حرام لے لیکر کھائیں۔

شریعت محمدیہ کے آداب اور نصاب صرف اس غرض سے انہوں نے یاد کر رکھے ہیں تاکہ لوگوں میں بیکار خوب باتیں بنا سکیں  
اور انکو اپنے دام میں پھنسائیں انکا یہ ہرگز مقصود نہیں ہوتا کہ وہ اپنا علاج کریں اور انکے امراض نفسانی کو صحت حاصل ہو جائے  
تو وہ شریعت کے رفیع الشان اخلاق نہیں اختیار کرتے اور نہ اسکے آداب جلیلہ کو سیکھتے ہیں انہیں یہ بھی توفیق نہیں ہوتی کہ  
انکی نصیحتیں مان کر اپنے قابل نفرت احوال و افعال سے باز آئیں۔

منجانبہ مقصد یہ ہے کہ دنیوی مقاصد کو حاصل کر کے اپنی خواہش نفسانی کو پورا کریں ان لوگوں کی مثال اس طبیب کی  
سی ہے جو کہ امراض کو تشخیص کر سکتا ہے۔ اسکو انکی دوائیں اور علاج بھی معلوم ہے لیکن وہ اپنے سخت مرض کی  
طرف ذرا التفات نہیں کرتا اور اگر کبھی شفقت ہی ہوتا ہے تو وہ اسکا استعمال نہیں کرتا اور نہ لگ کر علاج کرتا ہے بلکہ اسکا سا  
خیال ہی میں لگا ہوا ہے کہ مریضوں سے خوب مال حاصل کرے اور اسے اپنے مرض کی کچھ ہی پروا نہیں۔ تو پھر نہیں  
خدا کی قسم ہلاکتاؤ تو وہی کہ جب اس طبیب کی غفلت کا یہ حال ہوتا تھا کہ مرض کیونکر صحت یاب ہو سکتا ہے۔ کیا محض علم  
طب سے واقف ہونا اسکے مرض کے دفع کرنے کے لیے کافی ہو جائے گا اور اسکو اس طرح شفا حاصل ہو جائیگی کہ ہرگز  
نہیں۔ پس کیا یہ کہنا اس وقت بجا ہو سکتا ہے کہ علم طب محض بیکار ہے اس سے بیمار یوں کو ذرا ہی نفع نہیں پہنچتا بلکہ  
ناپہ طبیب اگرچہ علم طب سے واقف تھا مگر اس نے معالجہ نہیں کیا تو اسکو مرض سے کچھ بھی شفا حاصل نہ ہوئی ہیں تو کیسی طرح

ف  
ان لوگوں کے  
حالات سے جنگ  
لوگ علماء دین  
شکار کرتے ہیں اور  
انکی حالت غمناک  
ہے شریعت پر  
اعتراض کرنا  
غلطی ہے اور  
علم و اخلاق و علم  
سرویں فرق

خیال نہیں کر سکتا کہ اس بہودہ بات کے کہنے کی کوئی جرأت کرے گا ہاں جسکے حواس ہی ٹپک نہ ہوں وہ جو چاہے سو کہے  
 آپ اسکو سمجھ لیجئے کہ علماء اسلام میں سے جنہی یہ حالت ہو اور وہ شریعت کی مخالفت کے ساتھ لوگوں میں بدنام ہو  
 ایسوں کو شریعت علماء اسود یعنی جڑے علماء کے نام سے بھارتی ہے کوئی جاہل سے جاہل کیوں نہ ہو لیکن ان لوگوں کا ہر  
 مسلمانوں کے حق میں بد رجھا ہوا ہے یہ مسلمانوں کے کچے دشمن ہیں مسلمانوں میں سے خدا ایسوں کو غارت کرے  
 دنیا سے ناپید ہو جائیں اور انکی عوض میں خدا ایسے علماء و فضلاء کو پیدا کرے جو کہ پرہیزگار ہوں لوگوں کو حق بات بتائیں  
 راستی کی رہنمائی کریں پسندیدہ صفات سے موصوف ہوں خوش خلاق ہوں۔ آداب شریعت کو نگاہ رکھتے ہوں ہمت  
 لینے اپنے رسول کے طریق کے پورے پورے متبع ہوں خدا ایسے عالموں کی تعداد کو زیادہ کرے اور انکے عہدہ عظام  
 اور نیک کوششوں کا انہیں ثمرہ عنایت کرے تمام امت کی جانب سے انہیں بہتر جزا سے مالا مال کر دے ایسے ہی لوگ علماء  
 آخرت کہلائے گئے سچی ہیں جنہیں کہ خدا نے اپنے خوف و خشیت میں خاص کر دیا ہے اپنی بابرکت کتاب میں انکی تعریف کی ہے اپنے  
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے انکی توصیف و ثناء کا اظہار کیا ہے یہی لوگ ہیں جسکے کہ جملہ اقوال و اعمال میں  
 شریعت مجتہد کے پیروی کے آثار پائے جاتے ہیں انہیں کی راست کرداری کا صدقہ ہے کہ مخالفین اسلام کے لیے اعتراف  
 کا کوئی موقع نہیں رہا ہے انہیں کی ہتھکڑیاں کاٹ دی گئی ہیں کہ کسی دشمن کو گفتگو کرنے کی مجال نہیں ہے چنانچہ ہاتھ عتلا  
 پھر اس شخص سے میں کچھ کہا چاہتا ہوں جسے کہ ان علماء سوء کو دیکھ کر دھوکا ہو گیا ہے اور وہ سمجھتے  
 لگتا ہے کہ یہی وہ علماء شریعت ہیں جو خود صلاح کار نہیں اور جسے کہ مسلمانوں کی اصلاح کی امید کجاتی ہے خیر صاحب میں  
 آپ کو مدد دے سکتا ہوں اگر آپ کو ان شیطانوں کو دیکھ کر دھوکا ہو گیا ہے جو کہ رسمی علوم اور احکام شریعہ کے الفاظ یاد کر کر  
 کے اسیتے کو مال و ثروت کرتے ہیں اور اپنے ظاہر کو باطل سے آراستہ کرتے ہیں لیکن اگر آپ سمجھا دیں تو میں آپ کو ایسا نہیں  
 خیال کر سکتا کہ اسکے علاوہ ایک دوسرے فرقہ کو بھی دیکھ کر آپ دھوکے میں پڑ جائیں گے جو کہ بالکل کورے ہیں انہیں کچھ بھی  
 واقفیت نہیں رہتی انہیں نام و نشان نہیں محض جاہل و نادان ہیں عالموں کا لباس پہن رکھا ہے دنیا کمانے کے لیے  
 پرہیزگاروں کی سی صورت بنا رکھی ہے لوگوں کے پسینا بنکے لیے جبہ و دستار سے آراستہ ہو کر جاہل پہلایا ہے فقط  
 کمانے کمانے کے لیے اپنی شکل بدل لی ہے انہیں سے بعض لوگ علم کے منصوبوں پر بھی جرأت کر بیٹھتے ہیں درس تیسر  
 میں مشغول ہو جاتے ہیں مفتی و قاضی بننے میں ہی انہیں باک نہیں ہوتا اور عام لوگ ہیں کہ اپنی نادانی سے بہنس جاتے  
 وہ کیا جائیں زمین و آسمان میں کیا فرق ہے خدا ہدایت کرے۔ ایسوں پر تو انا لعنہ وانا الیہ راجعون پڑنا چاہیے میرا کہنے سے  
 مقصود یہ ہے کہ بحث و مناقضہ میں کہیں ان دھوکے بازوں کو نہ لے بیٹھے گا ان کی مکاری کی بنیاد نہایت کمزور ہے دیکھا  
 بات میں تو انکی قلعی کہتی ہے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ حیوانات سے بھی گئے گزے ہیں

یہ لوگ ہیں

ف  
علاء اسود

ف  
عالموں کی  
سرتنگ  
کمانے کا  
والوں کے  
فریبے  
پہنا

ف  
جاہل مزبور  
کی ذمت

اب ایک مکار فرقہ اور رہ گیا ہے جس سے کہ اسلام کو نہایت خراب ہوتا ہے عام لوگوں میں وہ اپنی چالاکیوں کو رواج دے  
 دیکر انکے عقیدے بگاڑتے ہیں اور انہیں خبر ہی نہیں ہوتی بلکہ اٹھے ان دھوکے بازوں کی من گھڑت باتوں کو جانکر  
 یہ سمجھتے گئے ہیں کہ انہیں حقائق و شایعہ شفت ہو گئیں اور معرفت میں بڑے بڑے عالموں سے بھی وہ سبقت لی گئے اور پیچ پڑے

تو وہ اپنی اسی گمراہی میں پہنچے رہتے ہیں ان دعا بازوں کی حقیقت مجھے سینے کہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ انہیں شریعت محمدیہ کے ایسے ایسے بہید اور علوم کی معرفت حامل ہو گئی ہے جو کہ بڑے بڑے عالموں کو بھی نہیں معلوم ہوتی اور خدا نے فلاں فلاں ذریعوں کو اپنا برگزیدہ بنا کر تمام بہید کو بتلا دیا ہے اور وہ ان رموز اور بہید کو ایسے کلمات عجیب کرتے ہیں جو کہ شرعی قواعد کے موافق سراسر کفر ہیں لیکن بات یہ ہے کہ ان کی باتیں علماء و شریعت میں سے بعض عارفین کے اقوال کے بغاوت مشابہ معلوم ہوتی ہیں جیسے عقیدوں کے صحیح ہونے میں ذرا ہی شک نہیں ہوتا اور دین کے بارے میں شک ہی بہت کراہی کی بہتری شہادتیں موجود ہوتی ہیں اور حقیقت خدا انکی پرہیزگاری اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں شریعت کے بہترے رموز اور بہید و ہنر انہیں مطلع ہی کرتا ہے جسے کہ وہ لوگ بالکل بے بہرہ رہتے ہیں جو ان کے ایسے نیک عمل نہیں کرتے اور جن میں کہ انکی ایسی استقامت نہیں پائی جاتی اور واقع میں وہ امور شریعت کے ذرا ہی مخالف نہیں ہوتے بلکہ وہ ایسی شریعت کے مختلف رموز و اشارات سے ماخوذ ہوتے ہیں صرف بات کیا ہے کہ ان کے بیان کرنے میں بعض مرتبہ یہ شبہ پڑ جاتا ہے کہ وہ شریعت کے مخالف ہیں اور یہ خرابی زبان میں ان کے ظاہر کر سکیے لیے کافی الفاظ نہ موجود ہونے کی وجہ سے لاشعری ہو جاتی ہے پس ان کے ظاہری الفاظ سے شریعت کی مخالفت کا وہم ہونے لگتا ہے اگرچہ واقع میں ایسا ہوا نہیں کرتا پھر چونکہ ان عارفین کی پابندی شریعت اور راست کرداری میں ذرا ہی شبہ نہیں ہوا کرتا ایسے علماء ان کے کلام کی تاویل کر دیا کرتے ہیں یعنی ان کے اقوال کے ظاہری معنی چھوڑ کر چھ معنی لیتے ہیں جو کہ شریعت کے موافق ہوں تاکہ لوگ ان بزرگوں سے بدگمانی نہ کریں اور ان کے عقائد کی نسبت مشکوک ہو نیسے محفوظ رہیں باقی رہے یہ دعا باز جو کہ شریعت کی راہ راست کو چھوڑ کر تجریدی اختیار کرتے ہیں اور ذات فانی اور خواہشات نفسانی کے پورا کرنے میں سرگرم ہوتے ہیں یہ لوگ محض مدعی ہوا کرتے ہیں انہیں ان عارفین کے منصب کا صرف دعوے کرنا آتا ہے اور کچھ وہی تباہی کلمات بک دیا کرتے ہیں جو کہ بغاوت ہر نیک کلام کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن انکی ایسی پرہیزگاری سے کوسوں دور رہتے ہیں اور نہ ان کے علوم و معارف کا ان کے پاس نشان قلم ہے ہوشیار رموز و خبر واد کہہ ہی ان دعا باز نگراہوں کی باتوں میں نہ آنا انکی طرف ذرا ہی التفات کرنا یہ لوگ دین کے تباہ کردینے والے ہیں اس زمانہ میں انکی بڑی کثرت ہے خدا جانے انہوں نے کتنوں کے عقیدہ سے خراب کر ڈالے اور کتنی حرام چیزوں کو حلال کر دیا پس ہر مسلمان کو جو کہ شریعت محمدیہ کی پیروی کا ارادہ کرتا ہے یہ چاہیے کہ وہی عقیدے رکھے جو قرآن اور صحیح حدیثوں سے صراحتاً معلوم ہوتے ہوں اور اس بارہ میں انہیں بڑے بڑے علماء کے کلام کا اعتبار کرے جس کا علم اور جنکی راست کرداری کیا عام اور کیا خاص تمام لوگوں کے نزدیک مسلم اقبوت ہو اور اسکے سوا تمام خیالات اور ادعا کو الگ کرے خدا بظیفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سب کی رہنمائی کرے آمین آجیں سے ایک فرقہ اور تباہ کنی نظر ان مستدلالات مذکورہ تک تو پہنچی نہیں لیکن انہوں نے اس امر میں غور کرنا شروع کیا کہ وہ دیکھیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات کیا ہیں اور یہ تمام فرستے جو کہ پہلے آپ کے مخالف تھے کیونکہ مبلع بن گئے اور کونسی دلیلیں ہیں جنکی وجہ سے ان سب کو آپ کی اطاعت اور تصدیق کرنا پڑی پس کہنے لگے کہ یہ سارے فرستے جنہوں نے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر لی بیشک نہایت عقلمند ہیں انکی عقل ہی بالکل صحیح و درست معلوم ہوتی ہے نہیں

فہم  
بجہ حدیث  
کے حالات

فہم  
سائنس  
کا فرقہ  
کے حالات  
رسول اللہ  
کی باتیں  
کے عقیدے  
صحت پر  
دست لال

یہ بھی قابلیت موجود ہے کہ استدلال کر کے صحیح طور پر حقیقت امر کو دریافت کر لیں۔ سمجھیں ان لوگوں کو دیکھا کہ پہلے تو ان سب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تصدیق کرنے سے بڑا انکار کیا بہت نفرت ظاہر کی مگر بڑے زور و شور سے آپ کی تکذیب کرنے پر آمادہ ہو گئے یہاں تک کہ آپ کے دوست احباب آپ کے عزیز و قریب آپ کے کنبہ والوں نے بھی آپ کی مخالفت کر نہیں کوئی کوتاہی نہیں کی خاص کر ان لوگوں کو دیکھیے جو کہ پہلے رسولوں کے دین کو مانتے تھے اور ان کے پاس انہیں رسولوں کی لائی ہوئی کتابیں بھی موجود تھیں وہ سب کے سب آپ کو آپ کے دعوے سے باز رکھنے کی غرض سے زور اور توجہ اور ملامت سے پیش آئے بہت کچھ کوشش کی کہ سیطرہ سے آپ اپنی بات کو چھوڑ دیں ان سب کو بیوقوف نہ بنایا کریں ان کے بتوں کے ساتھ طعن و تشنیع سے نہ پیش آیا کریں اور ان کے باطل اعتقادات کی غرابی نہ بیان کریں اس مقصد کے حاصل کرنے میں انہوں نے بہت کچھ لالچ بھی دی اور یہ بھی کہا کہ اگر تم اپنے دعوے کو ترک کر دو تو پھر اپنے مال میں شریک کر لیں گے اپنی اچھی سے اچھی لڑکیوں سے تمہاری شادی کر دیں گے پھر انہیں لوگوں کا چال ہو کہ کہاں اتنی نفرت اور انقباض تھا اور کہاں وہی اپنی آبائی عادتوں کو اور عقیدوں کو ترک کرنے لگے خصوصاً وہ لوگ جو کہ پہلے رسولوں کے دینوں میں سے کسی دین کے معتقد تھے چنانچہ انکی یہ کیفیت ہوئی کہ پہلے تو اپنے آسمانی دین اور آسمانی کتابوں سے استدلال کر کے اسلام کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے تھے اور انتہا درجہ کی نفرت ظاہر کرنے لگے تھے پھر کچھ سمجھ کر ان ساری باتوں سے باز آئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کی طرف پورے پورے متوجہ ہو گئے کیونکہ خود انہیں کی کتابوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری کی متعدد شہادتیں انہیں ملیں اور جو علامتیں انہیں بطور پیشین گوئی کے مذکور تھیں سب کی سب آپ پر منطبق ہو گئیں پھر کیا تھا انہوں نے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ سن لیا کہ آپ کی شریعت تمام پہلی شریعتوں کے لیے ناسخ ہے تو ان شریعتوں کے بہتیرے احکام کو جنکو وہ مانتے ہوئے تھے چھوڑ دیا اور آپ کے بتلائے ہوئے احکام بجالانے لگے۔ سچ پوچھ تو یہ بات تہی بڑی مشکل کہ اپنی ساری عادتوں کو جنکے مدتوں سے وہ عادی ہو رہے ہوں بلاوجہ دفعہ چھوڑ دیں کہی ہوئی نہیں سکتا اور یوں تو وہ کہی چھوڑ ہی نہیں سکتے اہاں جب کوئی ایسا ہی سبب درپیش ہو جائے تو اذیت و ہراس ممکن ہے کہ چونکہ وہ اس بات کو یقیناً جانتے تھے کہ پہلے رسولوں کے شرائط کے اتنے بہت سے احکام کو اگر وہ خدا کے حکم اور مرضی کے خلاف چھوڑ بیٹھیں گے تو ضرور بہت سخت انتقام اور سزا کے مستحق ٹھہریں گے پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان لوگوں کا ایمان لے آنا اور آپ کی رسالت کی تصدیق کر لینا ہونا نہ ہو ضرور دلیل کی بڑی دیکھ بہال پر مبنی ہے کیونکہ اگر وہ ایسی یقینی اور قطعی باتیں کہ جسے ان کے دل کو پورا پورا اطمینان حاصل ہو گیا اور انکی عقلوں نے انہیں تسلیم کر لیا اور حق دریافت کر لینے کے لیے کافی پایا تو وہ کہیں ان دلیلوں کے مقتضائے موافق کار بند نہ ہوتے اور اپنی عادات کو ہرگز ترک نہ کرتے اور اپنے پہلے خیال کے مطابق وہ اپنے آپ کو خداوندی انتقام کا مستحق نہ بناتے اور انکی صحیح عقائد اس بلال امر پر مشققدی کر سیکو ہرگز روانہ نہیں اور انکو اس بات کی کہی اجازت نہ دیتیں کہ وہ محض کسی ضعیف دلیل پر اعتقاد کر لیں یا اپنی بد انجامی کا لحاظ نہ کر کے خواہش نفسانی کی پیروی کرنے پر مائل ہو جائیں اور اپنے آپ کو اتنے بڑے



خطرے میں ڈال دیں اس موقع پر انہیں کوئی اور سبب مثل نفسانی جذبات وغیرہ کے ہی نہیں پایا جاتا کہ جسکی وجہ سے کبھی کبھی آدمی جوش میں بیجا امور کا ارتکاب کر لیا کرتا ہے بلکہ اگر دیکھا جائے تو ان کے گمراہیوں میں اس کے خلاف نفسانی جوش۔ قومی پاس اور مذہبی تعصب موجود ہوتا کہ جو بجائے تصدیق کے ان کو تکذیب پر زیادہ تھریکیت سے سکاتا تھا اور ان کے لیے اپنے قدیم مذہب پر ثابت قدم رکھنے کا بہت قوی ذریعہ ہو سکتا تھا پس باوجود طرح طرح کی دلیلوں کے موجود ہونے کے کہ جن سب کا ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے ان سب کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق پر متفق ہو جانا بیشک ایک اہم عقلی دلیل بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جس سے آپ کا دعوے بخوبی ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ یہ بات محال ہے عقل سلیم اسکو ہرگز نہیں تسلیم کر سکتی کہ یہ سب عقلاً باوجودیکہ وہ اپنی عادات اور خیالات کے بڑے طرفدار تھے اتفاقی طور پر متفق ہو گئے اور نیز یہ کہ اتنی بہت سی دلیلوں کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہی پر محال ہو جانا بھی محض ایک اتفاقی امر تھا ایسی باتوں کے اتفاقی ہونے کا وہی قائل ہو سکتا ہے جو کہ انصاف کو چھوڑ کر سٹ دھرمی کرنے لگے۔ پس اس بات پر اعتماد کر کے کہ ان سب فرقوں کا اتفاق کر لینا اور اتنی بہت سی دلیلوں کا مجمع ہو جانا ہرگز اتفاقیہ نہیں ہو سکتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تصدیق کر لی اور آپ کے جملہ احکام کو قبول کر کے سچے اقرار کر لیا کہ آپ بیشک خدا کے رسول ہیں۔

آئیے آپ کو اس فرقہ کا استدلال ہم منطقی طرز پر سمجھائیں اس فرقے نے ایسے قیاس مشنائی سے استدلال کیا ہے جس سے کہ نقیض تالی کو ایسے استثناء کرتے ہیں تاکہ نقیض مقدمہ منجملہ حناغہ ہم منگی دلیل کو بلا جہت صدیوں بیان کر سکتے ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے نہ ہوتے۔ تو یہ تمام مخالف عقلاً جو بڑے متعصب تھے آپ کی تصدیق پر اتفاق نہ کرتے اور نہ ہی ایک دلیل آپ کے موافق جمع ہو جاتی لیکن ان تمام لوگوں نے اتفاق کر لیا اور اتنی ایک دلیلیں جمع ہو گئیں۔ تو آپ ضرور سچے ہوتے پس یہ شبہ نہ کیجئے کہ اس فرقے نے پہلے فرقوں کی تقلید کر کے ایمان اختیار کر لیا ہے بلکہ انہوں نے ہی دلیل سے اس امر کو ثابت کیا ہے جیسا کہ آپ کو ابھی معلوم ہوا۔

اور ان سے ایک دہری مادہ کا قدیم ہانسنے والا اور عجیبیات کا جاننے والا فرقہ ہی تھا جنکا خیال یہ ہے کہ عالم کا مادہ قدیم ہے اور وہ کسی کا پیدا کیا ہوا نہیں بلکہ خود موجود ہے۔ عالم کے لیے کوئی خدا نہیں جس نے عالم کو پیدا کر کے اس عمدہ انتظام پر اسکو مرتب کیا ہو۔ وہ باوجود اپنے رنگ برنگی اور اس عجیب و غریب حالت پر موجود ہونے کے جس میں کہ عقل چکا جاتی ہے محض عناصر کے ٹٹنے اور قوانین قدرت کے موافق جو انہیں موجود میں فعل و انفعال ہونے کی وجہ سے بگیا ہے اور چونکہ وہ عالم کے پیدا کرنے والے کے وجود کو نہ پہنچتے تو وہ لامحالہ رسولوں کی بھی تصدیق نہیں کر سکتے جنکا کہ یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ انکو اللہ نے اس عالم کے پیدا کرنے والے نے ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ پس جب انہوں نے یہ سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو خدا کا بھیجا ہوا کہتے ہیں اور یہ دیکھا کہ ان تمام فرقوں نے پہلے تو آپ کی تکذیب کی اور پھر آپ کی تصدیق کرنے لگے اور وہ مختلف دلیلیں بھی انہیں معلوم ہوئیں جس سے کہ ان فرقوں نے آپ کی تصدیق پر استدلال کیا تھا اور یہ ثابت کیا کہ انسانی دنیا میں ان سب باتوں کی وجہ سے عجیب انقلاب عظیم پیدا ہو گیا کہ ان سارے فرقوں نے اپنی تمام سکون

اسو اس سائنس کا  
اور مادہ کا قدیم  
ہانسنے والا فرقہ  
فرقہ الارمانی  
ضرورت کے مطابق  
اس فرقہ سے  
فرقہ اربیل اور  
نہایت تفصیلی  
تفصیل کی گئی ہے

اور عادتوں کو جھٹکے کہ وہ مدتوں سے عادی ہو رہے ہیں۔ تھے ترک کر دیا اور اپنے خیالات اور عقائد کو بھی بدل ڈالا اور ایک نئے  
 بڑے بڑے لکچر شخص کے مطیع بن گئے جسے کہ تن تنہا ان ہزاروں کے خلاف دعوے کیا اور ان کے مقابلہ کی جرأت کی اور حالت  
 یہ تھی کہ نہ اس کا کوئی یار تھا نہ مددگار اور کہنے لگے کیا یہ کوئی معمولی واقعہ سمجھا جاسکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ ضرور اس قابل  
 ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے اس بارہ میں خوب غور و فکر سے کام لیا جائے اس کے اسباب سے اور اس بات سے  
 بحث کی جائے کہ یہ امر ان اسباب سے کیونکر واقع ہوا اور واقعی امر کو دریافت کیا جائے کہ آیا یہ سب کچھ یقینی امور کی  
 وجہ سے ظہور میں آیا ہے یا بعض اوبام اور خیالات اس کے باعث ہوئے ہیں اس کی انکی عقلوں کو اس کی وجہ سے متحرک پیدا  
 ہوئی اور انہوں نے فکروں کو اس طرف متوجہ کیا کیونکہ ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی بات کو مستند ہے ضرور اس کے دل میں  
 اس کی نسبت کچھ نہ کچھ خیال پیدا ہوتا ہے اور اس کے دریافت کرنے کی فکر پڑ جاتی ہے پس وہ بھی آپس میں یوں  
 کہنے لگے کہ یہ واقعہ تو نہایت ہی ضروری معلوم ہوتا ہے اور ہم تو عالم کی قدر فراموشی چیزوں سے بحث کیا کرتے ہیں اس کے  
 اسباب کی تحقیق کرتے ہیں اس کی وجہ حقیقت اور غایت کو دریافت کرتے ہیں ہم تو اس بات کو مانے ہوئے بیٹھے ہیں  
 کہ انسانی دنیا میں ہر حادث اور ہر انقلاب کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہے جیسے کہ مادہ کے متعلق حواثات میں ہمارے  
 نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ مادہ کا کوئی اثر نہیں پایا جاسکتا کہ جس کا کوئی مؤثر نہ ہو بلکہ اس کے ہر ہر تغیرات کے لیے کوئی نہ کوئی  
 ضرور مقصدی موجد ہو گا تو کیا اس بات کے ماننے کے بعد بھی اتنے بڑے عظیم واقعہ سے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے  
 میں کامیاب ہو گئے اور تمام لوگ آپ کے مطیع بن گئے ہم شرم پوشی کر سکتے ہیں یہ تو انسانی دنیا میں اتنا بڑا انقلاب ہے کہ  
 تاریخ میں اس کی نظیر شکل سے مل سیکے تو پھر کیا ہیں یہ مناسب ہے کہ بلا تحقیق کیے ہوئے محض اٹکل اور تخمین سے یہ کہیں  
 کہ اچھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداری اور حکومت حاصل کر لیکے بلکہ یہ دعوے کیا ہے اور ان سب لوگوں کو وہم پہنچا  
 ہے کہ انہوں نے آپ کا اتباع کر لیا۔

کیا اس موقع پر ہمارا فرض منصبی نہیں ہے کہ ہم تاریخی فلسفہ سے کام لیں اور اتنے بڑے انقلاب اور تغیر کے اسباب دریافت  
 کریں اور اس کی کوئی وجہ ڈھونڈ نکالیں کہ اس بے یار و یار اور فرض بے پڑ ہے کچھ شخص کے اتنے لوگ کیوں مطیع  
 ہو گئے اچھا اگر ہم فرض ہی کر لیں کہ آپ کا دعوے فقط حکومت، حاصل کرنیکی غرض سے تھا تو ہم اس کا کیا سبب بتا  
 سکتے ہیں کہ ان تمام تعصب فرقوں نے آپ کی کیوں اطاعت کر لی اور وہ باوجودیکہ اپنی رسموں کے بڑے پابند اور  
 خیالات کے بڑے طرفدار تھے آپ کے کیسے مطیع بن گئے اور اگر ہم یہ کہیں کہ اس اطاعت قبول کرنے کا سبب ان سب کا  
 تعصب تھا تو یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سب تو اپنی ہی عادتوں اور اپنے ہی خیالات کے ساتھ تعصب کرتے تھے اس کا  
 تو مقتضایہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موفقت کرنا کیا معنی اُسے آپ کی اور زیادہ مخالفت کرتے۔ اور اگر ہم اس کا  
 یہ سبب ٹھہرائیں کہ ان کو قومی پاس تھا اور یہ لالچ کرتے تھے کہ اگر انہیں حکومت حاصل ہو جائے گی تو ہم بھی اس سے بہرہ  
 ہونے لگے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم آپ کی قوم اور آپ کے قرابت مند کو تو جیکہتے ہیں کہ آپ کے سب سے زیادہ مخالفت  
 تھے اور جو کوئی انہیں سے آپ کا مطیع ہی ہوا تو اس وقت کہ جب آپ کو اپنے ارادہ میں پورے طور سے کامیابی حاصل ہو چکی او

اس فرقہ کے لیے  
 محمد صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے حالات  
 بحث کرنا کیا  
 باعث ہوا اور  
 اس فرقہ کے لیے  
 تحقیق کے بعد  
 تمام لوگوں کے لیے  
 رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم کا کیا  
 صحیح سبب قرار دیا

آپ کے معاونین اور مددگاروں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور ایسے بہت سی قلیل لوگ نکلیں گے کہ جو آپ کے عزیزوں  
 میں سے پہلے پہل ایمان لے آئے ہوں پس جب یہ حالت ہو تو آپ کا قومی تعصب کی طرح اسکا سبب نہیں ہو سکتا علا  
 ہذا اگر یہی مان لیا جائے کہ اول امر میں آپ کے قرابت والے آپ کی حمایت کرتے جسے تو بہلا سکو اور تمام کثیر فرقوں  
 کی اطاعت اختیار کر لینے میں کیا اثر ہو سکتا ہے کیونکہ آپ کے عزیزوں کی قوت اتنے بہت سے لوگوں کے مقابل میں  
 کچھ زیادہ نہ تھی بلکہ اُسے بہت ہی کم تھی اور نشان لوگوں کی مثل آپ کے قرابت مندوں کی بات کا لوگوں پر چلنا ہی آسان  
 تھا پس اگر آپ اپنے قرابت مندوں کی طرف داری پر پھر دہرے کر کے اتنے لوگوں سے مقابلہ کرتے تو ضرور آپ نے اُن سب  
 کو معرض ہلاکت میں ڈال دیا ہوتا اور ان ہزاروں کی قوت کے سامنے اُنکا نام و نشان بھی نہ باقی رہتا یہ بات اس وقت معلوم  
 ہو سکتی ہے کہ جب دونوں جانب کی صحیح تعداد دریافت کی جائے اور اگر ہم اسکا یہ سبب قرار دیں کہ ان تمام فرقوں نے یہ  
 لالچ کر کے آپ کی اطاعت قبول کر لی کہ جب آپ اپنے دعوے میں کامیاب ہو جائیں گے اور آپ کو غلبہ حاصل ہو جائے  
 تھا حاصل ہو جائیگا تو ان سب کو بھی اس کے ثمرات حاصل کرنے کا موقع ملے گا تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ ان تمام  
 فرقوں کو یہ کہا جسے معلوم ہو گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اپنے دعوے میں کامیاب ہی ہوں گے اور آپ کو اس  
 غلبہ حاصل ہو ہی جائیگا اور حالت یہ تھی کہ جب آپ ابتداء ابتداء میں یہ دعوے کرنے لگے تھے تو بالکل تنہا  
 تھے نہ کوئی آپ کا ساتھ دینے والا تھا اور نہ کوئی مدد کرنے والا اور نہ کوئی بظاہر ایسا ذریعہ ہی آپ کو حاصل تھا کہ جسکی  
 وجہ سے آپ کی کامیابی کی امید ہو سکتی آپ نے یہ دعوے کیا کیا تھا کہ لوگوں کے لیے ایک مذاق ہاتھ لگا تھا یوں کہا  
 کرتے تھے کہ اس خط کو دیکھتے ہو کہ اتنا اثر تو دعوے اور پھر نہ کوئی کامیابی کا ذریعہ نہ سبب جب یہ کیفیت ہو تو کونسی  
 ایسی قوم ہو سکتی ہے کہ جو کسی شخص کو اس کے دعوے میں جھوٹا ہی سمجھتی ہو اور وہ بھی بالکل تنہا ہو کامیابی کے ذرائع میں  
 سے اسکو کوئی ذریعہ ہی حاصل نہ ہو اور پھر وہ لوگ اپنے اُن عادات اور اعتقادات کو جیسے کہ وہ اپنی دین و دنیا کی بہتری کی  
 امید کرتے ہوں ترک کر دیں اور محض یہ لالچ کر کے اُس شخص کا اتباع کرنے لگیں کہ جب اسکو اپنے ارادے میں کامیابی حاصل  
 ہو جائے گی تو انہیں بھی فانی ثمرات سے فیضیاب ہونے کا موقع ملے گا چاہے وہ اپنی ثمرات سے محروم ہی کیوں نہ رہیں  
 اور تو کوئی نہیں ہاں البتہ جھوٹ ایسا کر سکتے ہیں اور اس بات کو یقیناً عقل ہرگز نہیں تسلیم کر سکتی کہ یہ سب فرقے مجنون  
 تھے۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ آپ کی فصاحت اور جادو بیانی اسکا سبب ہے آپ نے اپنی قادری بیانی سے ان سب کو اپنا  
 فریفتہ کر لیا ہے اور اپنی راستی کے دلائل کا ذہن کو رنگ آمیز ہاں کہ اس کے صحیح کردہ کیا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سب  
 فرقے محض آپ ہی کی بیان کی ہوئی دلیلوں سے آپ کے مطیع نہیں ہوئے جیسا کہ اُن لوگوں کی ساری دلیلوں کے  
 دیکھنے سے واضح ہوتا ہے بلکہ اُنہوں نے بہت سی ایسی دلیلوں سے ہی استدلال کیا ہے کہ جس میں آپ کو کوئی دخل نہیں  
 ہے اور اگر ہم کہیں کہ اسکا سبب خوف ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ اہل ایمان تمام فرقوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ذہبی خوف نہ تھا اس لیے کہ آپ تنہا تھے نہ  
 کوئی یار نہ مددگار ہاں البتہ بعض لوگوں نے خوف کی وجہ سے آپ کا اتباع کیا ہے لیکن ایک بیکار آپ کو پوری پوری کامیابی حاصل ہو چکی لیکن جس کے ساتھ  
 یہ بھی ہے کہ ہزاروں ہی نے بلا کسی خوف و خطر کے آپ کی اطاعت قبول کی ہے تو ہزاروں لوگوں کی اطاعت کی کیا وجہ ہوگی ۱۲

اور نہ ان کا قایم کرنا آپ کی قدرت و اختیار میں تھا پہلا تباہی تو یہی کہ کیا یہ آپ کے اختیار میں تھا کہ آپ اپنے میں  
 ان ساری علامتوں کو جمع کر لیتے جو کہ انہیں میں سے بعض بعض فرقوں کی کتابوں میں موجود تھیں جنہیں کہ وہ پہلے  
 رسولوں کی کتابیں تھیں اور وہ انہیں یہ خبر دیجئے تھے کہ ہمارے بعد عنقریب ایک رسول آئے گا کہ جس میں یہ ساری  
 علامتیں پائی جائیں گی چنانچہ آپ ہیں وہ ساری علامتیں انہوں نے پیش قدمی خود دیکھ لیں کیا آپ کی طاقت میں تھا کہ  
 اپنے قرآن میں تمام اس علم درجہ کے صفات جمع کر لیتے جسے کہ بڑے بڑے فصیح اور ماہر فلسفی ہی عاجز ہیں اور حالت  
 یہ کہ آپ بالکل سب سے پہلے مکمل شخص آپ نے جانوں میں پرورش پائی اور پر جمع کر کے اپنی رستی کی دلیل میں پیش کرتے  
 کیا یہ آپ کی قدرت میں تھا کہ ان جملہ قوانین کو جسے کہ آپ شریعت کہتے ہیں اس عجیب و غریب ترتیب کے ساتھ جو دیکھا کہ  
 عقلیں رنگ ہو جاتی ہیں مرتب کر لیتے تاکہ اپنی رستی کی دلیل میں پیش کر سکیں اور پھر نہ آپ مکمل نہ چھپے متفرق قوموں  
 کے حالات سے پیغمبر اور مختلف ممالک و بلاد کے قوانین سے محض تا واقعہ کیا یہ آپ کے قبضہ کی بات تھی کہ قرآن کی  
 چھوٹی سی چھوٹی سورت کے مقابلہ سے ہی ان تمام فرقوں کے بڑے بڑے فصیح و بلیغ لوگوں کی زبان کو گونگنا بنا دیں  
 یہاں تک کہ بغض تو اپنے عجز کا اقرار کر لیں اور بعض ناچار ہو کر لڑنے پر مستعد ہو جائیں اور اپنی جانوں کو جنگ و جدل کی  
 میں بہنمائیں اور ایک سورت کے ہی مقابلہ کی جرأت نہ کریں حالانکہ اگر وہ مقابلہ برقرار ہوتے تو اس سے بڑا کہ  
 جس کے لیے اور کوئی آسان تابیر ہی نہ تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیشک وہ مقابلہ کرنے سے عاجز تھے اور اگر  
 کوئی یوں کہے کہ ان سب لوگوں پر جو ہم طاری ہو گیا تھا اس وجہ سے یہ مقابلہ سے عاجز رہے اس لیے کہ جب آپ  
 آئے یہ کہا کہ تم لوگ میرے قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مثل لائیں یہی عاجز ہو تو آپ پر وہم غالب ہو گیا  
 اور انھوں نے اپنے کو عاجز خیال کر لیا اور پھر نہ کہچہ نہ ہو سکا اور وہم ایک ایسی چیز ہے کہ جب تک تاخیر سے کوئی انسانی  
 عقل انکار ہی نہیں کر سکتی تو ہم کہیں گے کہ اس بات کو بھی عقل سلیم کسی طرح نہیں مان سکتی اور اس شخص کا یہ قول ہرگز  
 نہیں تسلیم کیا جاسکتا کیونکہ جو اثر ہم وہم کا دیکھتے ہیں وہ صرف اسی قدر ہے کہ اسکا تسلط غایت سے غایت اگر ہو گا ہی  
 تو یہی ایک یا دو فرقوں پر اور وہ بھی ایک آدھ مقام پر اور اگر رہا ہی تو ایک یا دو دن اور اگر مست رہا تو ایک یا دو ہفتے پر  
 لیکن وہم کا یہ تسلط کہ تمام لوگوں پر ہو جائے ہر مقام میں اسکا دخل ہو میں میں برسوں سے ہی کچھ زیادہ زمانہ گزرنے پر ہی  
 باقی رہے بلکہ صدیاں گزرنے پر بھی زائل نہ ہو جو لوگ کہ اس وہم کے سبب کے دار و بھوکے وقت بہت دور ہوں  
 اپنی ہی قبضہ کر لے اور وہ بھی محض اس وجہ سے کہ انکو اور لوگوں کی خبر پہنچ گئی جس پر کہ وہم چھا گیا تھا اور یہ سنتے ہی  
 جن پر وہی وہم کا قبضہ ہو جائے کہ کسی ایسا دیکھا نہیں گیا اور نہ آج تک سنتے میں آیا کہ وہم کا ایسا عام اور باقی رہنے  
 والا تسلط ہی ہوتا ہے کہ ہر مقام میں ہی ہو جس میں گزرنے پر ہی باقی رہے عقل سلیم وہم کی اس خاصیت کو بغیر کسی خارجی  
 سبب کے پاسے جائیکہ کہ جس سے اسکی تقویت ہوئی ہو ہرگز نہیں تسلیم کر سکتی علاوہ بریں کسی ہی وہی بات کیوں ہوں  
 لیکن غور و فکر کرئیے اسد اوزمانہ کے بعد اسے ضرور خلاصی ہو ہی جاتی ہے اور واقعی بات کا پتہ لگ ہی جاتا ہے کیونکہ  
 یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی چیز میں غور و فکر سے کام لیا جائے اور پھر ہی حقیقت حال معلوم نہ ہو اور ظاہر بات ہے کہ یہ سب

فرستے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور دشمنی کی وجہ سے حقیقت امر دریافت کرنے کے بڑے ہی عریض ستے ناکام کی تکذیب ثابت کر سکیں اور باوجود اس کے بھی ان کی کسی ایسی چیز تک سائی نہیں ہوئی اور قرآن کے مقابلہ سے اٹھنا خارج رہنا ایک امر مستر ہا کہ جس میں وہم کی ذرا بھی تاثیر ثابت نہیں ہو سکتی پس اب بخود ظاہر ہو گیا کہ انکو وہم نہ تھا بلکہ وہ فی الواقع عاجز ہی تھے اور اگر وہم کے عام تسلط اور استمرار رہنے کے امکان پر یوں اعتراض کیا جائے کہ دیکھیے قدیم ہیئت والے علماء کا عام طور پر سیکڑوں برس تک اس امر کا وہم ہا کہ آسمان گویا ساکن ہے اور زمین ساکن ہے تو اسکا یہ جواب دیا جائے گا کہ اس وہم کا عام اور مستمر ہونا ایک بہت بڑے قوی سبب کی وجہ سے تھا اور وہ یہ ہے کہ نظر اور مشاہدہ سے نہ آسمان کا دو کرنا معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین کا ساکن ہونا علاوہ بریں انکے پاس وہ آلات ہی موجود نہ تھے کہ جس سے حقیقت حال کے دریافت کرنے میں متاخرین کو (جیسا کہ انکا خیال ہے) بہت مدد ملی اور جس امر میں کہ بحث در پیش ہے اُنیں کوئی ایسا سبب موجود نہیں کہ جسکی وجہ سے اتنا عام اور مستمر وہم ہو سکے کیونکہ اسکا سبب (جیسا کہ معتزلی کا گمان ہے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کہ جو تمام لوگوں کو مخاطب کر کے اپنے فرمایا تھا کہ تم سب قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہو اور کوئی نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اس سبب میں اسقدر قوت ہرگز نہیں ہو سکتی کہ جسکی وجہ سے اتنا عام اور مستمر وہم پیدا ہو جائے چنانچہ یہ بات منصف کے نزدیک بالکل واضح ہے پس امر متنازع فیہ اور قدیم ہیئت کے جاننے والوں کے وہم میں اسچے طور سے فرق ظاہر ہو گیا۔

زمین کہتا ہوں کہ جب عقل کے نزدیک بغیر کسی قوی سبب کے بین اس سے کچھ زیادہ ہی وہم کا عام اور مستمر ہونا مسلم نہیں ہے تو ایسے وہم کا بلا کسی قوی سبب کے تیرہ سو برس کی مدت تک عام اور مستمر رہنا تو عقل سے اور ہی کوسوں دور ہو گا اور جب یہ ظہیر تو سینے کہ تہی ہی مدت گذر چکی اور بڑے بڑے نصیح و تبلیغ شاعر انشا پر واد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن سے بہتسروں نے آپ کی شریعت کی روشنی کو ٹھنڈا کرنا چاہا اور انکے لیے کوئی ایسا مافع ہی نہ تھا پہنچی ہمیشہ قرآن تنقید کی چھوٹی سی جھوٹی سورت کا ہی مقابلہ نہ کر سکے اتنی قلیل مقدار ہی قرآن کے مثل لانے سے مستزیا عاجز ہی رہے اور ہمیشہ رہیں گے اور ہم تو پہلے خزانے بڑے دعوے سے کہتے ہیں کہ قیامت تک ہی قرآن کی مثل کوئی نہ لاسکیگا۔ مگر پہلے یہ فرقہ ایسے سبب کی تفتیش کرتا رہا کہ جسکی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں لوگ غلطی میں پڑ گئے ہوں لیکن انہیں ایسا کوئی سبب نہیں معلوم ہوا بلکہ بالآخر غایت درجہ کے استغناء اور تلاش کے بعد ان کے نزدیک یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس موقع میں غلطی کا کوئی سبب نہیں ہو سکتا پہر کہنے لگے کہ کیا ہم نے تمام چیزوں کی جنہیں کہ عقل تجویز کر سکتی ہے اور جو کہ ذہن میں آسکتی ہیں حقیقت کا احاطہ کر لیا اور ہشیاء کا ہیں پورے طور سے نہ لگ گیا ہرگز نہیں۔

انسانی شرافت کی قسم ہم سچ کہتے ہیں کہ ہمارا علم تمام حقائق کو جو کہ خیال میں آسکتی ہیں ہرگز محیط نہیں ہے بلکہ بڑی چیزیں اس مادی دنیا کے جسے کہ ہم رات و دن دیکھا کرتے ہیں قوانین قدرت برابر سے مخفی رہے چنانچہ دن بدن کچھ نہ کچھ نئے قوانین قدرت ہکودریافت ہوتے جاتے ہیں۔ وہ امر ہے کہ ہم بڑے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں یہ سبب کہ جتنی اشیاء سے حکم و حقیقت حاصل ہو چکی ہے اگر انکی نسبت ان اشیاء کے ساتھ دیکھی جائے کہ جو اب تک ہکودریافت نہیں ہوئی

اس فرقہ کا اس  
امر کو جانکر کہ ہم  
تمام چیزوں سے  
بڑے و بڑے  
خبر اپنے  
سمجھنا اور  
کا کمال ہونا  
حقائق ہی ہوتے  
ہو سکتی ہیں  
پتہ میں آسکتی  
نہیں ہے ۱۲



تو بیشک وہی نسبت نکلے گی جو سمندر کو ایک قطرہ کے ساتھ ہوتی ہے پس جب یہ حالت ہو حقائق کی وہ نعمت میں ہمارا درجہ آنگشتا ہوا ہو اور تمام اشیاء پر حاوی اور محیط مہرنا ہمارے لازم ذات سے قرار پانا تو جدار ہا ہکو تمام حقایق کا پورا پورا علم ہی نہ ہو تو پھر ہم اس بات کا کیونکر طمیان کر سکتے ہیں کہ اس مادی دنیا کے سوا کوئی دوسرا عالم نہیں ہے کہ جسکی اطلاع ہکو نہیں ہوتی اور ہم اسکو دریافت نہیں کر سکے خواہ اسوجہ سے کہ ہماری فکریں مادی دنیا سے بحث کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں اس سے ہمیں بحث کرنے کا موقع ہی نہ ملا اور چونکہ ہمارے خیالات اسی کے حاوی ہو رہے تھے تو اس سے یہ بات نکال نہ سکتے تھے کہ ہم دوسرے عالم سے بالکل غافل ہو گئے اور یہ سمجھنے لگے کہ شاید اس مادی دنیا کے سوا کوئی دوسرا عالم ہی نہیں ہے۔ اور خواہ اسوجہ سے کہ ہمیں کوئی ایسی دلیل ہی نہ ملی کہ جس سے دوسرے عالم کا پتہ لگتا۔ یا اسوجہ سے کہ ہم ایسے ذرائع حاصل نہیں تھے کہ جسکے وسیلہ سے اس مادی دنیا کے علاوہ کوئی دوسرا عالم کو دریافت کرنے کے ہم قابل ہو جائے۔ پہلا بتلائیے تو یہی کہ برقی قوت کے دریافت ہونے سے پہلے اسکا کون خیال کرتا تھا اور اس کے خواص و آثار کسکی سمجھیں آسکتے تھے اور ہکو کون مان سکتا تھا یہاں تک کہ اتفاقاً وہ قوت دریافت ہو گئی اور متعدد تجربوں سے اس کے فوائد کی تحقیق ہوئی گئی حالانکہ یہ عالم طبعیات ہی سے ہے اور باوجود اس کے ہم اسکو آنکھ سے آج تک دیکھ ہی نہ سکے غایت سے غایت یہ ہوا کہ سہنے اس کے آثار دیکھ کر اس کے موجود ہونے پر استدلال کر لیا۔

علاوہ برقی ہم لوگوں میں یہ بات جو مشہور ہے کہ ہم کسی چیز کو جب تک کہ اپنے حواس خمسہ میں سے کسی سے ادراک نہ کریں نہیں مانتے اس پر بھی قائم نہ رہ سکے اور اسکا ہر موقع پر التزام کرنا ہمارے امکان سے خارج ہو گیا بلکہ ضرورت کے وقت ہکو اپنے اس قاعدہ کو براہ چھوڑنا پڑتا ہے یہی دیکھ کر کہ مادہ اثیر دینے بہتر کو ہم مانتے ہیں اور اسے ثابت کرتے ہیں حالانکہ یقیناً سہنے اسکو اپنے حواس میں سے کسی سے ادراک نہیں کیا ہکو صرف اس کے ثابت کرنے کی یہ ضرورت پڑی ہے تاکہ ہم روشنی کی حقیقت سمجھ سکیں چنانچہ ہم اس کے ثابت کرنے کے بعد اس بات کے قائل ہو گئے کہ روشنی اس مادہ اثیر پر دینے بہتر کی حرکت کا نام ہے کہ جو تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ اثیر دینے بہتر اس کے نزدیک ایک گیس ہے کہ جو غیر متناہی خلا میں بہا ہوا ہے اور جب تک کہ بعض روشن اجسام جیسے کہ شمس اسیں اثر نہ کریں تو وہ خود ساکن رہتا ہے اور اس کے اثر کرنے کی وجہ سے اس میں حرکت پیدا ہوتی اور موجیں مارنے لگتا ہے جیسے کہ ہوا ہم کے اثر کرنے سے اوڑھ کے لیے حرکت کرنے لگتی ہے اور پھر اسکی حرکت اتنے تک پہنچ جاتی ہے جسکی وجہ سے اس میں اثر ہوتا ہے اور اسے مرتبہ کا شعور ہو جاتا ہے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ حوال یا قوی کمرانی (اور وہ حرارت قوت برقی اور قوت مقناطیسی ہیں) اس کا شعور ہو جاتا ہے کہ ہمیں اس میں جمع کرتی ہے اور وہی ایسی اہل ہے کہ چاروں غیر قابل وزن مادوں کو ایک مادہ میں جمع کرتی ہے اور وہ چاروں مادے روشنی حرارت قوت کمرانی یا برقی اور قوت مقناطیسی ہیں۔ اور جب ہمارا یہ مشہور قاعدہ قابل اعتبار نہیں رہا تو ایسی اشیاء کے وجود سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ جسکو محض ہمارے حواس ادراک نہیں کر سکتے اور یہ بات ان موجودات سے ہے جو کہ خوردبین (راکرا سکوپ) سے نظر آتے ہیں ثابت ہی ہو چکی ہے کیونکہ ان کا ادراک جب تک کہ آلات بصیرت استعمال کیے جائیں ہو ہی نہیں سکتا تو پھر اب ایسی اشیاء کے موجود ہونے سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے

اس فرقہ کا اپنے  
اس عرصے پر تھا  
نہ سکا کہ ہم نہیں  
ہم اس کے ساتھ  
کے لئے کسی چیز کو  
میں اپنے مشاہدات  
کے دریافت کر رہے  
اپنے خاص مشاہدات  
اثر کرنا اور اثر  
یہ کہ مادی عالم  
کے علاوہ کسی مشہور  
عالم کو ماننا محض  
تخیلی بات ہے

کہ جنکے ادراک کے لیے ہمارے موجودہ حواس گو وہ کسی آئینہ سے مدد ہی کیوں نہیں لیں کافی نہ ہوں بلکہ ان کے ادراک کے لیے کسی دوسرے طبقہ کی ضرورت ہو جو کہ ہم میں نہیں پایا جاتا چنانچہ یہی آئینہ رہا ہے۔ اور جب ہمارے حواس مادی دنیا کے اعتبار سے اس قدر عاجز و بے اثر ہوں تو پھر مادی عالم کے علاوہ دوسرے عالم کی اشیاء کے ادراک سے اگر عاجز ہوں تو کچھ بھی مستبعد نہیں رہیں۔ اگر انصاف سے پوچھو تو یہی ہے کہ ہم معرفت اور شناخت کے راستہ میں بہت ہی قاصر ہیں اور ان تمام اشیاء کے حقائق دریافت کرنے کے ذرائع جنہیں کہ عقل تجویز کر سکتی ہے ہم میں شیک نامی ہیں پس اس بات کو جائز کہتی ہے کہ بہتری ایسی حقیقتیں واقع میں موجود ہو سکتی ہیں کہ جن سے ہم محض ناواقف رہیں یا انکی ہلکھضر ہی نہ ہو اور ان اشیاء کے ادراک کے ذرائع یا تو ہم میں موجود ہی نہ ہوں یا انکی تمام شرطیں نہ پائی جاتی ہوں اور جب ہم بے الصافی کا ساتھ چھوڑ کر انصاف کے رو کا رہیں گے تو ضرور ہم بھی سمجھیں گے کہ عالم طبعیات کے سوا کسی دوسرے عالم کو نہ ماننا محض ایک تخیلی بات ہے اور بلا دلیل حکم لگانا ہے کیونکہ غایت سے غایت یہ ہو گا کہ جہاں تک پہنچنے کی بات ہے اس عالم کے سوا کسی دوسرے عالم کی کوئی دلیل نہیں ملتی اور نہ اس امر کی دلیل ملتی جس سے کہ اس عالم کا کسی دوسرے عالم سے ارتباط معلوم ہوتا رہی یہ بات کہ اس عالم مادی کے سوا کسی دوسرے عالم کے موجود نہ ہونے کی ہمیں کوئی دلیل ملتی ہو یا اس امر کی کہ یہ عالم کسی دوسرے عالم کے ساتھ مرتبط نہیں ہے قسم انسانی شرافت کی کہ ایسا ہرگز نہیں ہے اور یہ امر ہر سمجدار کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی چیز کا پتہ نہ لگے تو اس سے یہ نہیں لازم آتا ہے کہ نفس الامر میں ہی وہ شے موجود نہیں۔ اسی طرح سے اگر کسی شے کے وجود کی دلیل نہیں معلوم نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں وہ شے ہی موجود نہیں۔

پس ایسا ہی یہاں بھی سمجھیے کہ اگر مادی عالم کے سوا کسی دوسرے عالم کا ہکو تپہ نہ لگے یا اس کے موجود ہونے کی دلیل ہکو معلوم نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ نفس الامر میں ہی کوئی دوسرا عالم موجود نہیں ہے ممکن ہے کہ ہو اور ہمیں دریافت نہ ہو چنانچہ یہی دیکھیے کہ ہمیں لوگوں میں سے قدیم طبعیات کے جلتے والوں پر ہزاروں برس کا زمانہ گزر گیا اور وہ رعد اور برقی کی وجہ دریافت کرنے کے درپے رہے لیکن انہیں اسکی کوئی صحیح دلیل معلوم نہ ہو سکی اور اسکی حقیقت سے ناواقف رہے اور ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو دریافت نہ ہونے یا اسکی دلیل نہ معلوم ہونے سے اس کا کافی نفسہ موجود نہ ہونا لازم نہیں آیا اور متاخرین کو اسکی دلیل معلوم ہو گئی اور انہوں نے اسکی حقیقت کو دریافت کر لیا۔

اور ان کے خیال کے موافق قوت کربائی ہے اور وہ دنیا کی ضروری چیزوں میں سے ہے کہ جسکی وجہ سے ہمیں طرح طرح کے عجائبات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

پس بنابر جمیع امور مذکورہ کے کہ جس سے حقایق انبیاء کی نسبت ہماری واقفیت کا محدود اور نا تمام ہونا معلوم ہو چکا ہے یہ بات بلا شک ممکن ہے کہ اس مادی عالم کے علاوہ کوئی دوسرا عالم ہی پایا جائے اگرچہ اب تک ہکو اس کے موجود ہونے کی دلیل نہ معلوم ہوئی ہو اور جب یہ کیفیت ہے تو ہم اس بات سے کیونکر مومن ہو سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن حقایق کو ان وجود کا دعویٰ کرتے ہیں وہ واقع میں موجود ہی ہوں اور ہم انکی حقیقت اور واقعیت سے ناواقف ہوں اور اسکو چھوڑ

اس فرق کا شک  
ہونا شاید سہل  
صلو علیہ وسلم کا  
دوسرے سجائی ہو  
اور پھر ہی بلوائی  
سے خوف کے آئینا  
کا قطعی فیصلہ کرنا  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
کے دعوے کی بھی  
طرح خارج کرنا ہی  
شک ہے ۱۲

ہم نے اسکو حکومت حاصل کر لیا جبکہ ہم دیکھا اور ہم یہ خیال کرنے لگے ہوں کہ ان تمام فرقوں کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت قبول کر لینا محض وہم پر مبنی ہے اور ان کے پاس اسکی کوئی یقینی دلیل نہیں ہے۔ کیا اب یہ ممکن نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں سچے ہی ہوں اور ان تمام لوگوں کو بھی اسی دلیل معلوم ہو گئی ہوں کہ جنگی وجہ سے انہیں آپ کی تصدیق کرنی پڑی اگرچہ ہمیں انکی صحت کا ذرا ہی پتہ نہ لگا ہوا وجب بالفرض یہی کیفیت ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم کے پیدا کر نیوالے یعنی خدا ہی کے پیچھے ہوئے ہوں اور انکی بتلائی ہوئی سب باتیں ہو جائیں اور انہیں باتوں میں مثلاً ایک بات یہ بھی ہے کہ عالم انسانی کے لیے ضرور حشر و نشر ہوگا اور یہی خدا اس شخص کو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے دائمی ثواب عطا کرے گا اور جو شخص کہ انکی تکذیب کرتا ہے اسکو ادبی سزا دیگا۔ تو پہلا بتلائیے کہ ہر ایک کو کیا بہتری حاصل ہو سکتی ہے اور ہم اپنی محنت اور مشقت اور بحث و تفتیش سے کیا ثمرہ حاصل کر سکتے ہیں جو کہ ہم اپنے بڑے بڑے چورے علموں میں جیسے کہ علم افلاک۔ علم کائنات۔ علم طبقات الارض۔ علم نباتات۔ علم حیوانات علم کیمیا وغیرہ میں صرف کرتے ہیں کیا حوقت ہم پر یہ بات صادق نہ آگئی کہ ہم اونے درجہ کی فانی چیز کے سوا متاع مشغول ہوئے اور با عظمت دائمی شے کو ہٹے ہوئے دیکھا ہم حصار میں رہیں گے۔ اور جس سے کہ ہم برواۃ خاطر ہوئے جاتے ہیں اور جس سے کہ ہم سو اختیار دینے بے تمیزی کے ساتھ کسی شے کو پسند کرنے میں پڑنے سے ڈرتے ہیں وہ یہ امر کہ اگر کہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیروی کرنے والوں کا قول قیامت کے بارہ میں صحیح ہو گیا تو بیشک ہر نقصان اٹھانا پڑے گا اور ہم انکے غریب سے متقابل ہو جائیں گے اور اگر ہمارا یہ قول کہ قیامت نہ ہوگی اور انسان مرنے کے بعد نہ کیا جائیگا صحیح ہی ہو گیا تو ہمارا ہر نقصان نہ ہو گا چنانچہ طبیب اور مخم دونوں کے بارہ میں کہ جنگا قیامت سے انکار کرتے ہیں ہمارا ہی سا خیال تھا کیسے کیا خوب کہا ہے سے قال الخم و الطیب کلا ہما یلین بیث الاموات قلت ایکن ان صحیح قولکما فلسفۃ تجاسرہ او صحیح قولی فاکسار علیکما فیینہ مخم و الطیب دونوں یہ کہنے لگے کہ مردے کسی زندہ نہ کیسے تھے تو میں نے انہیں جواب دیا کہ بس الگ رہو۔ اگر تمہاری بات صحیح ہی ہوگی تو میرا کوئی نقصان نہیں ہو سکتا اور اگر میرا کہنا صحیح ہے تو تم دونوں کو ضرور نقصان اٹھانا پڑے گا۔ بس ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ ہم حرم اور احتیاط سے کام لیں اور جتنی چیزیں کہ ہمارے علوم کے مخالف معلوم ہوں انکو مٹنے ہی بلا تحقیق اسے انکار نہ کریں اور اپنی اس ہمت دہری کو ترک کریں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کریں اور اس امر کی تفتیش کریں کہ لوگ انکی کیوں تصدیق کرنے لگے اور انکے دلائل میں خود فکر سے کام لیں کیونکہ ہمارا اس ضرر ہی کیا ہے اور تحقیق کرنے سے ہمیں کوئی نقصان نہ ہو سکتا ہے بلکہ ممکن ہے کہ اس بحث و تحقیق کا یہی نتیجہ ہو کہ ہم ضرر سے بچ جائیں پس لائل سابقہ کو دیکھو اسی امر پر انکی رائے قرار پائی اور سب متفق ہو گئے اور انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تحقیق پر کرمات باندھی اور اس سے بحث کرنے پر آمادہ ہو گئے کہ آیا آپ کا دعویٰ سچا تھا یا جھوٹا اور ان دلائل کی تفتیش کرنے لگے کہ جنگی وجہ سے ان لوگوں نے آپ کی اطاعت اختیار کی تھی تاکہ ان میں غور کرنے سے اس امر کا پتہ لگ سکے کہ آیا وہ دلیل صحیح ہیں کہ جنگی وجہ سے اور لوگوں کی طرح انہیں ہی

تقدیر کرنا چاہیے یا غلط نہیں یہاں تک کہ انکی غلطی کے ظاہر ہونے کی وجہ سے شہرہ فح ہو جائے اور کچھ تردد و بائی نہ کرنا پس سب سے پہلے انہوں نے ان ہشیا کو دیکھنا شروع کیا جنہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور جن کی نسبت ان پر دعوے تھا کہ یہ اللہ یعنی اس عالم کے خدا کے پاس سے ہیں اور جن سب کو کہ وہ شریعت کہتے تھے۔

پس انہوں نے اس میں بہتری ایسی چیریں دیکھیں کہ جو ان کے علوم طبعیہ کے خلاف معلوم ہوتی تھیں جیسے کہ وہ بالکل یقینی سمجھتے ہیں مجملہ ایسے امور کے شریعت میں یہ واقع ہو سکتا ہے کہ عالم کا مادہ پہلے موجود نہ تھا اور پھر پیدا ہوا ہے اور جسے کہ اسے بعد عدم موجودگی کے موجود کیا ہے اور اس سے طرح طرح کی کائنات کو اس عمدہ انتظام پر پیدا کیا ہے وہی خدا ہے اور جیسے کہ اسے عدم سے موجود کر دیا ہے وہ ہی طرح بعد موجود ہونے کے اسے پھر معدوم کر سکتا ہے۔ اور اسی خدا نے علاوہ تمام حیوانات کے انسان کو ایک مستقل نوع بنا دیا ہے اور اسی سے اسکی عورت کو پیدا کیا ہے اور پھر ان دونوں کو اسی کے ایسے مکان میں رکھا ہے کہ جسے جنت کہتے ہیں اور بعد اسکے ان دونوں کو اُسے ایک امر میں خلاف ہو جانے کی وجہ سے زمین پر اتار دیا انسان کے لیے اسکی بدن کے علاوہ ایک دوسری چیز نفس ہی ہے جسے کہ روح کہتے ہیں اسکی بدن کے ساتھ اسکو ایک خاص علاقہ ہوا کرتا ہے کہ جسے تک وہ علاقہ رہتا ہے اسکو زندگی حاصل رہتی ہے اور جب وہ علاقہ جانا رہتا ہے تو موت آجاتی ہے۔ یہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور وہ اور اک کرتی ہے اسے اللہ اور الم ہی حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی موت آنے اور اسکی فنا ہونے کے بعد بھی خدا اسے پھر زندہ کرے گا اور اسکی ساتھ دوبارہ روح کا علاقہ پیدا کرے گا اسے اپنی دنیاوی زندگی میں جو نیک عمل کیے ہوں گے اسکو انکی جزا دیگا۔

اور جو جسے عمل کیے ہونگے انکی سزا دیگا۔ خدا کی نعمتیں اس مکان میں ملیں گی جتنا نام جنت ہے اور اسکا خدا اس مکان میں ہوگا جتنا نام دوزخ ہے خدا انسان کو ان دونوں میں زمین و آسمان کے تباہ ہو جانے اور لوگوں کے مرنے کے بعد پھر انکے دوبارہ زندہ کیے جانے کے بعد داخل کرے گا۔ لوگ ان دونوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ بدن کے ساتھ روح کے متعلق ہونے اور اس میں زندگی پائے جانے کے وقت لذت اور الم کے معلوم کرنے میں بدن اور روح دونوں مشترک ہیں انسان کی طرح ہائی حیوانات میں بھی روح پائی جاتی ہے اور جتنی سمجھ کہ انکی زندگی کے لیے ضروری ہے تمام حیوانات کو حاصل ہوتی ہے البتہ اسقدر سمجھ اور عقل نہیں پائی جاتی جتنی کہ انسان میں موجود ہے اسی وجہ سے مختلف اور حیوانات کے انسان کو اس خدا کی عبادت کی تکلیف دی گئی اسی خدا نے کچھ نورانی اجسام پیدا کیے ہیں کہ جتنا نام جنت ہے انکو اس امر کی قدرت ہوتی ہے کہ مختلف شکلیں بدل لیں ہمارے سامنے سے گذر جائیں اور ہم نہ دیکھیں انہیں نہ سنی انکی ہی پائی جاتی ہے وہ ایسے ایسے کام کر سکتے ہیں کہ جیسے انسانی طاقتیں بالکل عاجز ہیں۔ یہی فرشتے خدا اور اس کے ان نیک بندوں کے ہاں کہ جو رسول کے نام سے مشور میں خداوندی احکام کے پہنچانے کا واسطہ واقع ہوتے ہیں خدا نے اسی طرح اور اجسام بھی پیدا کیے ہیں کہ جو اپنے بعض خواص میں انہیں فرشتوں کے مشابہ ہیں مثلاً مختلف شکلیں بدلنا۔ نظریے چیدار ہونا بڑے بڑے کاموں پر قادر ہونا لیکن ان باتوں میں اسے فرق ہے کہ وہ ان کی طرح نورانی نہیں ہوتے اور نہ انہیں نری پہلائی ہی ہوتی ہے اور نہ وہ خدا کے اور اس کے رسولوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں ایسے اجسام کا نام جن ہے

ف  
شریعت محمدیہ  
عقائد انکار  
مذہب سنی  
نہایت حق  
ایک عالم کے  
حکام و علوم  
جو انکی  
سے قریب  
کر لیتے  
حال  
کرنا چاہیں  
لیکن انہیں  
جنت کے  
بارہا  
تعمیل و قصد  
یاد آئے



خدا نے ہمارے اوپر سات آسمان پیدا کیے ہیں کہ جو فرشتوں سے بہرے ہوئے ہیں اور خدا ہی آسمان سے پانی اتارتا ہے  
 اسی خدا نے ان آسمانوں سے اوپر ایک بہت بڑا جسم پیدا کیا ہے کہ جس کا نام کرسی ہے اور اس کے اوپر اس سے بھی بڑا  
 ایک اور جسم ہے کہ جس کا نام عرش ہے ہمارے اور ان آسمانوں کے درمیان بہت ہی بڑا فاصلہ ہے اور فرشتے اس  
 فاصلے کو بہت تھوڑے زمانہ میں قطع کر سکتے ہیں جو کچھ کہ زمین ہو یا آسمان جنت ہو یا دوزخ جملہ کائنات میں ہوتا ہے خدا ہی  
 کی قضاء و تقدیر سے واقع ہوتا ہے یعنی اس وجہ سے کہ خدا نے جان لیا ہے اور وہ ارادہ کرتا ہے اور اس کو اپنی قدرت سے  
 موجود کرتا ہے۔ اسے ایک بہت بڑا جسم ہے کہ لوح کہتے ہیں اور ایک دوسرا جسم جسے کہ قلم کہتے ہیں اس لیے پیدا کیا ہے  
 کہ جو کچھ واقع ہوا میں ثبت کیا جائے اور سطور رہے اگرچہ اس کو اس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جتنی چیزیں کہ اس کی قضاء اور حکم سے  
 ہوتی ہیں سب اسی کے پیدا کرنے سے موجود ہوتی ہیں اس کے سوا کوئی خالق نہیں۔ اگرچہ اس نے مسیبات کو اسباب کے ساتھ  
 مرتب کیا ہے اور یہ مقرر کیا ہے کہ سب کے بعد سب پایا جائے لیکن ان دونوں کے لیے وہی خالق ہے وہی سبب کہ  
 پیدا کرتا ہے اور وہی اس کے بعد سبب کو پیدا کرتا ہے تمام چیزوں کی تاثیرات جو کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں اسی کے خلق  
 اور ایجاد سے ہوتی ہیں کوئی شے بالطبع یا اس قوت کی وجہ سے جو اس میں رکھ دی گئی ہے حقیقتہً موثر نہیں ہے۔

وہ خدا قدیم سے موجود رہے ہمیشہ رہیگا اس پر عدم کا طاری ہونا محال ہے ایک ہے۔ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے بجا  
 اس کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب اسی کی تخلیق ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ موجودات میں سے نہ کوئی شے اس کے مشابہ ہے اور  
 نہ کسی شے کے مشابہ ہو سکتا ہے اس کا ارادہ نہایت کامل ہوتا ہے تمام چیزوں کو پورے طور سے جانتا ہے جو کچھ کہ ہوگا  
 یا ہو رہا ہے یا آئندہ ہوگا اسے سب کی خبر ہے۔ اس کے علم سے کوئی شے الگ نہیں جتنی چیزیں کہ عقل کے نزدیک ممکن ہیں  
 چاہے وہ کتنی ہی بڑی اور مشکل کیوں نہ ہوں لیکن وہ سب پر پورے طور سے قادر ہے زندہ ہے جملہ صفات کمال کے  
 ساتھ جو کہ اس کے شایاں ہے متصف ہے۔ اور تمام صفات نقصان سے پاک ہے ایسے ہی اور مضامین کو سمجھ کر جو کہ  
 انسانوں نے نہایت میں پایا اور وہ ان کے معتقدات کے خلاف ہیں جو انہیں اپنے علوم سے دریافت ہوئے یا جانتا  
 اس کی عقل کی رسائی ہوئی اس کے موافق اس کے علوم میں ان چیزوں کی کوئی دلیل نہیں ملی یہ کیفیت دیکھ کر قریب ہی تھا کہ وہ لوگ  
 اپنے اس ارادہ سے ہٹ جائے جیسے کہ انھوں نے پختہ قصد کر لیا تھا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے  
 اس کی تحقیق کریں گے اور کچھ بعید نہ تھا کہ وہ پھر تذبذب کرنے پر مجبور جائیں لیکن اس ارادہ سے باز رکھنے والا امر ان کا سابق کا وہ فیصلہ  
 ہوا کہ جس پر سب لوگ متفق الہی ہو چکے تھے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے حق میں مصیبت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 دعوے سے بحث کر کے اس کی بخوبی تحقیق کریں تاکہ خطا میں پڑنے سے محفوظ رہیں اور احتیاط پر عمل کریں ایسے کہ ان کا تمام محتاجات  
 کی پوری واقفیت سے قاصر نہ ہوں اور جملہ ممکن الوقوع حقیقتوں پر حاوی نہ ہوں ان کو معلوم ہو چکا تھا جس کی وجہ سے وہ اس امر کے  
 اختیار کرنے پر مجبور تھے پس وہ اپنے فیصلہ کیسے ہوئے حکم پر عمل کے موقع پر ہی ثابتاً قدم رہے اور کہنے لگے کہ قبل اس کے  
 کہ خدا کو قدر کی بحث آگے آتی ہے یہاں اتنا سمجھ لیجئے کہ خدا اور تقدیر کے معنی اندازہ کرنے اور مقرر کر دینے کے ہیں اور قضا کے معنی حکم کرنے کے ہیں پس حال یہ ہوا  
 کہ خدا نے پہلے سے تمام عالم کا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے اور اسی کے موافق اپنے حکم اور ارادہ سے سب کچھ پیدا کیا کرتا ہے۔ ۱۱۰



علوم کے ساتھ مطابقت ہو جائے اور ہم خود اس کو نہ دریافت کر سکتے ہوں۔  
 ایسے بہتر یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روئی کر نیوالوں میں سے کسی عالم سے ہیں اور یہ سائل اُس کے سامنے پیش کر کے  
 اُن کے بیان کرنے کی درخواست کریں پس ہیں یا تو اُن کی غلطی معلوم ہو جائے گی یا اُن کی صحت کا ہمیں پتہ لگ جائیگا اور اس  
 عالم کی وجہ سے ہیں مطلب کے سمجھنے میں وقت بھی نہ پیش آئیگی پس وہ علما اسلام میں سے ایک عالم سے ملے اور انہوں  
 نے اپنا قصہ اور ان سائل میں اُس کے ساتھ گفتگو کرنے سے جو اُن کا مقصد تھا سب بیان کیا۔

عینہ چمکی قسمت فکی نہیں ہو سکتی ہا ہترجم

اس وقت کا  
 سب سے بڑا  
 کے ہمارے  
 یہ ایک نئی  
 والی عالم  
 کرتا کہ خود  
 عالم ہو جا  
 ۱۲

ایسے حوادث۔ نباتات۔ حیوانات۔ پہلے موجود نہ تھے اور اسی مادہ سے بذریعہ اسکی حرکت کے بنے ہیں اور ان کا بننا ہی  
ایسی طرح سے ہے جس طرح سے کہ اپنی علت سے معلول بالضرورت بن جاتا ہے اور نشیا کی پیدائش میں مادہ اور اسکی حرکت  
کو نہ کسی قسم کا اور کچھ ہوتا ہے اور نہ انہیں قصداً پایا جاتا ہے۔

اب سنبھلے کہ پہلے تو انہیں اجزاء کے خاص قسم کی کیفیات پر مجتمع ہو جانے سے مدد ملی مادہ کا وجود ہوا۔ مدد ملی مادہ سے  
چھوٹے چھوٹے ذرے مراد ہیں اور قانون کشش ان کے اجتماع کا باعث ہوا۔ اس طرح ایک گروہ بن گیا اور وہ اپنے  
گروہ کے گروہ کش کرنے لگا۔ پھر دوسرے قوانین قدرت کے موافق وہ مشتعل ہو گیا وہ کہ یہی شمس تھا پھر اسکی گردش کے  
مقتضی ان کے موافق باقی ستارے اس سے جدا ہونے لگے اور کرے بن بنکر اپنی محروں پر گردش کرنے لگے۔ پھر  
ان کے ہماری زمین ہی ہے جس پر ہم آباد ہیں زمین کا یہ قصہ ہوا کہ آفتاب سے جدا ہونے کے بعد اپنی محرو کے گرد  
گھم کر گردش کرتی رہی اور اس طرح چار سو سال پہلے سے سطح ظاہری سرد ہونے لگی اور مختلف طبقات بنتے گئے اور معاون  
حیوانات۔ نباتات پیدا ہوتے رہے اور سب اسکا وہی مادہ کی حرکت اور خاص طور پر باہم امکا اجتماع تھا علم طبقات الارض  
کی تحقیقات کے موافق ہمارے نزدیک یہ بات بھی پائیدار ثابت کی جاتی ہے کہ حیوانات اور نباتات پہلے نہ تھے اور پھر انکا  
ہونا تھا اور یہ اسلئے کہ ارض کے مختلف طبقات کے خلاف آفری طبقات میں جہاں تک کہ ہماری رسائی ہو سکی تھی حیوانات  
اور نباتات کے مکمل آثار نہیں پائے اس سے صاف ظاہر ہوا کہ زمین پر کوئی ایسا زمانہ ضرور گذر گیا ہے کہ جب اسطرح  
اجسام یک حرکت موجود نہ تھے اسکے بعد بحث تحقیقات اور کیا وہی اعمال کے مشاہدات کی بدولت ہماری یہاں تک  
رسائی ہو گئی جس سے کہ سمجھنے پر دریافت کر لیا کہ عناصر بذریعہ حرکت مادہ کے اس کے اجزاء کے اجتماع سے پیدا ہو  
ہیں کہ جو تھیں تھیں سے ہی زائد ہیں اور عناصر کے مجتمع ہونے اور خاص طور پر شمس کی وجہ سے معدنیات اور جاندار  
اجسام وجود میں آئے۔ پہلی چیز جس سے کہ یہ بنتے ہیں ایک قسم کا دلال کے مثل مادہ ہوتا ہے جسکی ترکیب میں چند عناصر  
شامل ہوتے ہیں اور وہ نہ تو بالکل چھا ہوا ہوتا ہے اور نہ تپلا بلکہ ان دونوں کی درمیانی حالت رکھتا ہے۔ اس میں غذا  
جامل کرنے سے منقسم ہونے والا وہ تناسل کی قوت پائی جاتی ہے ہنہ اس مادہ کا نام ریٹولاسا دینے پہلے تھے، رکھا ہے  
اسی کے منقسم ہونے سے وہ خول طیار ہوے ہیں جسے کہ جسم اعضا کی بناوٹ ہوتی ہے اور اسی کے مجتمع ہو جانے سے  
حیوانات اور نباتات سب سے بسیط اور بالکل ابتدائی حالت میں پیدا ہوئے ہیں حیات زندگی انہیں عناصر کے فعل و  
انفعالی اور ان کے کیا وہی استخراج کے محض ایک ظہور کا نام ہے وہ کوئی دوسری مستقل شے نہیں ہے کہ جسکا جسم  
میں حلول ہوتا ہو جیسا کہ ہم لوگوں میں سے حیات کو ایک مستقل شے ماننے والے فرقہ کا خیال ہے اور حیوان میں یہی حیات ہوتی  
ہے روح کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر وہ حیوانات اور نباتات جو ابتدائی حالت میں تھے قدرت کے چار قوانین کے موافق جو ان  
سے ضروری ہیں تو انہیں تناسل کی وجہ سے بڑھنے اور ترقی کرنے لگے پہلا قانون افراد کا باہم ایک دوسرے سے مباحث  
ہونا ہے جسکا نام تباہی افراد ہے پس کوئی فرد اپنی اصل کے تمامہ شاہد نہیں ہو سکتی مجملہ ان تباہیات کے نزاد مادہ کا ہونا  
ہے۔ دوسرا قانون فروغ کا باوجود دوسرے تباہیات یا جداگانہ خصوصیتوں کے اختیار کرنے کے انہیں اصول کے

فنا  
معدنیات  
حیوانات  
انسان  
کے  
ارواح  
نفس  
الاستی  
کا خیال

نباتات یا خصوصیتوں کا منتقل ہونا ہے جس کا نام قانون انتقال نباتات الاصول ہے الفروع مع بقاء الاصل ہے پس  
ایسی وجہ سے افراد میں کوئی قوی ہوتا ہے کوئی ضعیف یا کمزور کوئی خارجی صدمات کا تحمل ہو سکتا ہے کوئی نہیں کسی کے  
یہ طرف موافق ہوتے ہیں کسی کے لیے ناموافق یا غیر قانونی یا ہم افراد میں باقی رہنے کے بارہ میں منازعت کا  
دافع ہونا جس کا نام قانون تنازع ہے پس اسی واسطے ضعیف یا کمزور خارجی طاقتوں کے تحمل نہ کر سکنے والے اور  
جنہیں کہ طرف ناموافق ہیں ہلاک اور نابود ہو جاتے ہیں اور افراد میں سے جو اسکے خلاف ہیں وہ باقی رہتے ہیں چوتھا  
قانون طبعی یا فطری انتخاب ہے اور اس سے فطرت کا نہایت عمدہ اور کامل شے کو انتخاب کر کے حفاظت کرنا مراد ہے  
پس لاکھوں برس کے گزرنے پر حیوانات اور نباتات کو ہزار مادہ کی مضطرب حرکت اور فطرت کے ان قوانین اربع  
کے موافق رفتار اختیار کرنے سے موجودہ حالت تک ترقی کرنا نصیب ہو گیا یا نہ تک کہ خود انسان ہی مخلوق تمام حیوانات کے  
ایک قسم کا حیران ہی ہے لیکن فطری انتخاب کے قانون کے موافق مدگی اور خوبی کے اعتبار سے ترقی کر کے اس موجود  
حالت پر پہنچ گیا ہے اور چونکہ وہ بندر کے ساتھ نہایت مشابہت رکھتا ہے تو یہ بات کچھ بعید نہیں بلکہ بہت قریں کیا  
معلوم ہوتا ہے کہ انسان اور بندر کی ایک ہی اصل سے پیدائش ہوئی ہو اور دونوں ایک ہی اصل سے نکلے ہوں اور پھر  
انسان ترقی کرنے لگا ہوئے کہ ترقی کوئے کرتے اپنے قرن یعنی بندر سے بڑ گیا ہو اور انسان تمام حیوانی انواع  
کے اعتبار سے بالکل نو پیدا ہے اور اسکی پیدائش ان سب کے بعد واقع ہوئی ہے اسوجہ سے صرف کئی لاکھ برس کے  
نہایت محدود اور محدود زمانہ سے اس کا وجود پایا جاتا ہے اگرچہ کڑوں برس اس سے پہلے ہی بکثرت انواع موجود  
رہی ہیں عقل اور انسانی اور اک جملہ ان تمام افعال مادہ کے کہ جو مادہ کے اجزاء ہوں اور عناصر مترجم کی تاثیر و تاثر سے  
پیدا ہوتے ہیں محض ایک خاص فعل کا نام ہے وہ کوئی علیحدہ شے نہیں ہے اگرچہ اصل مادہ اور حرکت دونوں کے ذریعہ  
عقل و ادراک سے بالکل خالی تھے پر انسانی عقل اور بقیہ حیوانات کی عقل میں محض کمیت اور مقدار کا فرق  
ہے مابیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں صرف یہ بات ہے کہ انسان میں عقل کی مقدار تمام حیوانات سے بڑھتی ہے  
پھر وہ باقی مسائل کہ جو جنہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں پائے جیسے کہ انسان کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا  
دار نعیم و دار عذاب یعنی جنت اور دوزخ کا پایا جانا فرشتوں جنوں آسمانوں عرش کرسی لوح اور ظلم کا موجود ہونا  
فرشتوں کا بڑے بڑے کاموں پر قادر ہونا اور اسی قسم کے اور مسائل یعنی وہ مسائل جو پہلے بیان ہو چکے ہیں سب باتیں  
ایسی ہیں کہ پہلے علوم میں انکی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اسلئے ہم انکا اعتقاد ہی نہیں کرتے بلکہ ان میں سے بعض  
امور تو ایسے ہیں کہ جسکو ہمارے علوم بالکل ساقط الاعتبار ثابت کرتے ہیں اور انکے استحالہ پر دال ہیں کیونکہ ان  
قوانین فطرت کا ٹوٹنا لازم آتا ہے جنہیں کہ سننے کا ثبات میں پایا ہے پس ان امور کا نہ اتنا ایک نہایت ضروری بات  
ہے یہ تو ہمارے مذہب کا اعلیٰ وجہ الاختصار بیان ہے اور اسی پر طبعیات رسائل جاننے والے فرقہ کی عام طور  
پر اسے قرار پا چکی ہے اسکے بعد وہ لوگ محمدی دین کے عالم کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ صاحب اب آپ  
کیسے ہم آپ کے کلام کو نہایت شوق سے سنیں گے۔

تب اسلامی عالم نے ان لوگوں سے یوں کہنا شروع کیا کہ میرے انسانی بہائیوں سنو میرا مہدی دین اور آپ لوگوں کا  
بفرض نظم و انضباط گفتگو کرنے کے لیے مجھے انتخاب کرنا یہ دونوں امر ایسے ہیں کہ آپ لوگوں کے ساتھ خالص اور  
سچی خیر خواہی سے پیش آنے اور اظہار حق میں باریک بینی سے کام لینے کو مجھ پر لازم کر سکتے ہیں لیکن اس موقع پر میں  
آپ سے بغیر ایک امر کی درخواست کیے نہیں رہ سکتا وہ یہ ہے کہ آپ لوگ اتنی سی بات اپنے اوپر لازم کر لیں کہ بلا  
تعصب اور اپنے پہلے خیال کی ناحق طرفدار سی کے بغیر میری تقریر کو بغور سنیں اور اسے اپنے دماغ میں جگہ دیں  
کیونکہ اگر تعصب سے کام لیا جائے گا تو حق بات ہرگز سمجھ میں نہ آئیگی اور عقل کی مبنائی جاتی رہے گی اور جس طرح کہ دن  
دوپہر ہی بدلی کی وجہ سے آفتاب نظر نہیں آتا اسی طرح سے اس موقع پر ہی آنکھوں پر تعصب کے پردے پڑ جائیں گے  
اور آفتاب حقیقت آنکھوں سے پوشیدہ ہو جائے گا اور اگر آپ لوگوں نے تعصب چھوڑ دیا اور اپنے خیالات سابقہ  
کی طرف داری نہ کی اور سطور پر ان دونوں ناحق کی قیدوں سے اپنے ضمیروں کو آزاد کر لیا تو پھر دیکھ لیجئے گا کہ  
میں آپ لوگوں کی خاطر سے ایسی تقریر کروں گا جس سے کہ حق روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائیگا رشتہ طیکہ اس خدا  
کو منظور ہوا جسکے سوا میں کسی دوسرے کو کسی شے کا پیداکرنے والا نہیں مانتا )

پس آپ لوگوں کے مذہب لینے ان خیالات میں جنہیں کہ آپ نے ابھی میرے سامنے بیان کیا ہے سچے طور پر غور کر لیں  
بعد میں کہنا ہوں کہ آپ کے مذہب کی بنیاد مجھے یہ معلوم ہوئی کہ آپ مادہ کو قدیم مانتے ہیں۔ پھر چونکہ آپ نے مادہ کو  
قدیم مان لیا ایسے لفظ آپ کسی کو خدا مان لینے کے لیے مجبور نہ ہوئے کہ جو سکھ پیدا کرتا اور جبکہ آپ نے مادہ کے سوا  
اور ارضی تنوعات کو دیکھا اور اٹھا حواس ہونا ہی آپ کے نزدیک ثابت ہو گیا اور عقل ان تمام تنوعات اور تغیرات کے وجود  
محض نفس مادہ ہی کی وجہ سے اس سبب سے قیلم نہ کر سکی کیونکہ اس کے نزدیک مادہ میں اسکی صلاحیت نہیں پائی جاتی ان  
وجہ سے آپ کو ضرورت ہوئی کہ آپ مادہ کے ذرات بسط کے لیے حرکت ثابت کریں۔ ہر طرح پر تمام تنوعات کو آپ نے  
مادہ اور اسکی حرکت پر مبنی کیا اور اگر آپ مادہ کا حدود و ممان لینے تو آپ کو ضرور کسی نہ کسی خدا کے وجود کا یقین کرنا پڑے گا جو  
اسے پیدا کرتا اور اسے عدم پر اس کے وجود کو ترجیح دیتا۔ پھر اس کے بعد جب آپ اس کے تنوعات پر نظر ڈالتے تو اس وقت بھی کہنے  
لگے کہ جس خدا نے مادہ کو پیدا کیا ہے وہ ہی اس کے تنوعات کو بھی پیدا کر رہا ہے کیونکہ اس تقدیر پر ان تنوعات  
کے لیے سوائے خدا کے کسی دوسرے موجب کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور نہ ذرات مادہ کے لیے حرکت ہی ثابت  
کر سنے کی حاجت رہتی اور اس تکلف سے ہی نجات لگائی اور اس زبردستی کی بات کا قائل ہی نہ ہونا پڑتا کہ عالم کی  
انواع انوار کی چیزیں محض مادہ اور اسکی حرکت سے علی وجہ الضرورة پیدا ہو گئی ہیں اور خوبی یہ کہ ان میں لینے مادہ  
اور اسکی حرکت میں نہ تو کسی قسم کا ارادہ پایا جاتا ہے نہ کچھ سمجھ ہے نہ انہیں کسی شے کا علم ہی ہوتا ہے اور نہ کچھ  
تدبیر ہی کی قابلیت رکھتے ہیں اور پھر ہی ان سے سب کچھ باقاعدہ ہی ہونا جاتا ہے یہاں تک کہ تمام عالم نہایت ہی  
عجیب و غریب انتظام کے ساتھ پیدا ہو گیا جسکو دیکھ کر عقل صاف ہی حکم کرتی ہے کہ اس کے لیے اتنی چیزوں کی ضرورت  
ہے کہ تقدیر نہ ہو بلکہ ہی چوری چوری علم نہایت ہی کامل ہو چکے اور تدبیر اس کے درجہ کی موجود ہو اس موقع پر میں یہ خیال کرتا ہوں

مہدی عالم  
کا مادہ کے  
صورت کو  
ثابت کرنے  
کے لیے تیار  
بیان کرتا ہوں

من  
الطال  
فلا یستدکی  
تبدیل



کہ جب میں مادہ کے قدم کے بطلان پر دلیل قائم کر دوں گا اور اسکا حدوث ثابت ہو جائیگا تو اسوقت لامحالہ آپ کو کوئی  
نہ کوئی خدا ماننا پڑیگا کہ جسے مادہ کو پیدا کر دیا اور جو عارم سے اسکو وجود میں لایا اس طریقہ سے آپ کو یہ سمجھنا ہی آسان ہو جائیگا  
کہ مادہ کے تمام تنوعات اسی خدا کے فعل کی وجہ سے ہیں اور اسکی قدرت علم حکمت اور تدبیر کا کامل ہونا انہیں تنوعات سے  
خود ہی معلوم ہو جائیگا اسکے بعد آپ لوگوں پر شریعت محمدیہ کے باقی سائل کی تصدیق کر لینا ہی جنہیں کہ آپ اب تک اپنے علوم  
اور اعتقادات کے خلاف سمجھ رہے ہیں کچھ دشوار نہ ہوگا۔

یہ سب سنیے سنیے آپ کے سابق الذکر مذہب میں تین قضیے ایسے پائے ہیں کہ جنکا آپ لوگ بڑے اعتقاد جازم کے ساتھ  
یقین کرتے ہیں اور سچا ایمان لائے ہوئے ہیں لیکن اگر صحیح نظر سے انہیں غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہو جائیگا کہ  
کہ ان سب کے ثبوت کی معائنہ تصدیق کرنا باعتبار نفس الامر کے ہرگز ممکن نہیں کیونکہ بعض انہیں سے بالکل قطعی ثبوت  
مشاہدہ سے ممکن ثبوت ہو چکا ہے انکی تصدیق کرنا ایک لازمی بات ہے لیکن اگر انکی تصدیق کیجائے تو پھر دوسرے کا  
ماننا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا پہلا قضیہ یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ اور اسکے ذرات بسیط کی حرکت کے قدم کے قائل ہیں  
اور ان دونوں کو ازل سے متلازم مانتے ہیں کوئی بغیر دوسرے کے پایا ہی نہیں جاسکتا یعنی مادہ اور حرکت میں مفاد  
ہونا محال ہے۔

دوسرا قضیہ یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کے جمیع تنوعات کے حدوث کے قائل ہیں یعنی تمام اشیاء سماوی اور ارضی  
خصوصاً حیوانات کی ساری انواع پہلے موجود نہ تھیں اور اسی مادہ سے پیدا ہو گئیں کیونکہ طبقات الارض کی دیگر مثال  
سے آپ لوگوں کو لازمی طور پر یہ حکم لگانا پڑا کہ تمام انواع کے حیوانات اور نباتات زمین میں پہلے نہ تھے اور پھر پیدا ہو  
ہیں اور انکی پیدائش کے پہلے لاکھوں برس کا زمانہ آپ نے ٹھہرا یا ہے اور اسی کی مقتضائے موافق آپ نے حکم  
لگایا کہ انسان کی پیدائش جملہ انواع کے لحاظ سے بہت ہی حال کی ہے اور وہ سب کے بعد پیدا ہوا ہے کیونکہ اسکے  
اثر صرف زمین کے اوپر کے طبقات میں پائے جاتے ہیں طبقات زیریں میں اسکے آثار کا نام و نشان نہیں اس سے  
صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کے بعد پیدا ہوا ہے اسکی پیدائش کے زمانہ کے مقرر کرنے میں آپ لوگوں نے بے انتہا  
اختلاف کیا ہے جیسا کہ سنیے آپ ہی لوگوں کی کتابوں میں پڑھا ہے۔

دقیقہ قضیہ یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کے جمیع تنوعات کو بذریعہ اسکے ذرات کی حرکت کے کہ جو مادہ کے پہلے ازل سے قائم  
لازم ہے اور نیز ان قوانین قدرت کے مقتضائے موافق کہ جو انہیں موجود ہیں عقل و وجہ الضرورۃ مادہ سے حادث مانتے  
ہیں اور پھر مادہ اور اسکی حرکت کا نہ اس میں کچھ اختیار ہے اور نہ ان میں کوئی ارادہ ہی پایا جاتا ہے مقتضو اس سے  
یہ ہے جیسا کہ آپ کے کلام سابق میں اس کی تصریح موجود ہے کہ جب طرح معلول اپنی علت سے حادث ہوا کرتا ہے پہلے  
مادہ اور اس کی حرکت سے تمام تنوعات حادث ہو سکے ہیں پس تمام تنوعات معلول ٹھہرے اور مادہ اور اسکی حرکت  
عہ قدم سے مراد کسی نئے کا ہمیشہ سے موجود ہونا اور اس پر علم کا کوئی زمانہ نہ گذرنا اور اس قسم سے حادث سے مراد کسی ایسی شے کا موجود ہونا کہ پہلے

موجود نہ تھی ۱۲ اختتام

فصل  
الاحوال  
فصل  
لے  
سلطان  
مختص  
تکالیف  
مادہ کا قدم  
میں



تنوعات کی علت۔

(حقیقت میں ان کے نزدیک محض مادہ کی حرکت ہی علت ہے لیکن جبکہ مادہ اور اس کی حرکت میں الف کا کہ نامکن تھا یہاں تک کہ وہ اس امر کے قائل ہو گئے ہیں کہ مادہ اور اس کی حرکت میں سے کیسکا وجود بغیر دوسرے کے متصور ہی نہیں ہے اس لئے دونوں کو مل کر شے واحد کے اعتبار کر لیا ہے اور یہی علت کہہ دیا ہے اور چونکہ ان دونوں میں تلازم پایا جاتا ہے اس لئے یہ اعتبار کر لیا جائز ہے کوئی مضائقہ ہی نہیں ہے)

جب آپ کو یہ سب کچھ معلوم ہو چکا تو اب میں نے کہ ہر عقل سلیم صاف یہی حکم کرتی ہے کہ کوئی شے اپنی علت سے جس کے اسکا وجود لازم ہو جاتا ہے ہرگز مختلف نہیں کر سکتی پس اگر اس کی علت حادث ہوگی تو وہ شے ہی اس کے بعد ہی بلا تاخیر موجود ہو جائیگی اور اگر اس کی علت قدیم ہوگی تو وہ شے ہی قدیم ہی ہوگی اور قدم میں اپنی علت کی متابعت کرے گی اس سے ہرگز متاخر نہ ہو سکیگی ورنہ لازم آئے گا کہ علت تو پانی جائے اور معلول نہ ہو اور یہ بات محال ہے جب یہ ثابت ہو گیا تو اب میں کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کے مادہ اور اس کی حرکت کو قدیم ماننے سے کہ جو حادثات نباتات حیوانات اور تمام عالم کی انواع کی چیزوں کے لئے علت ہیں یہ لازم آتا ہے کہ یہ سب اشیاء ہی کہ جو ان کی معلول ہیں قدیم ہو جائیں حالانکہ آپ لوگ اپنے علوم طبعیہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات کے موافق ان کے قدم کے قائل نہیں ہیں اور اگر آپ یہ کہیں کہ اس علت کو ان معلولات کے لازم ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ انکا وجود ایک ہی دفعہ بالکل مکمل ہو جائے بلکہ اس لئے کہ علل اور معلولات میں باہم ارتباط پایا جاسکتا ہے اور ایک دوسرے پر سلسلہ وار موقوف ہو سکتے ہیں مثلاً یہ ممکن نہیں ہے کہ پانی کے وجود سے پہلے حیات کا ظہور ہو سکے اور پانی اپنے دونوں عنصروں کے بننے سے پہلے موجود ہو جائے اور وہ دونوں عنصر جو پانی کو مرکب کرتے ہیں ہڈی و جن اور کربن کی ہیں.....

..... اور خود وہ دونوں اجزاء مادہ کے خاص طور پر مجتمع ہونے سے پہلے کہ جس سے ان کی ایک حالت ہو سکے موجود نہیں ہو سکتے پس حیات کا وجود پانے کے وجود پر موقوف ہے چاہے اس سے ایک عظیم ہی پہلے کیوں نہ ہو۔ پس کوئی عقل یہ قیاس کر سکتی ہے کہ مادہ اور اس کے سارے مرکبات ایک ساتھ ہی موجود ہو سکتے ہیں یا نہ ہو اب ہم یہ دین گے کہ جب ان تمام علتوں میں سے پہلی علت ہی (اور وہ مادہ اور اس کے اجزاء کی حرکت ہے) حادث مان لی جائے اسوقت بیشک ان قوانین قدرت کے موافق جو پیدائش کے متعلق ہیں اور جنکے کہ آپ لوگ قائل ہیں ضرورتاً مدت کی حاجت پڑ سکتی ہے تاکہ اس میں استعداد آجائے اور مادہ کے اجزاء اس طرح مجتمع ہو لیں جس سے کہ عناصر کی تالیف ہو پر پانی بنے اس کے بعد حیات موجود ہو اور اس تقدیر پر بلاشبہ انہیں قوانین قدرت کے موافق عقل کے قیاس میں یہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ پانی سے پہلے حیات موجود ہو جائے یا عناصر نہ بننے پائیں اور پانی حاصل ہو جائے یا اجزاء ان کے مجتمع ہونے سے پہلے ہی عناصر نہ پائیں دیے سب اہل سائنس کی سمجھ کے موافق کہا گیا ہے ورنہ پیروان اسلام کی عقلوں میں یہ امور نامکن نہیں کیونکہ ان کے نزدیک تو یہ سب کچھ خدا کے قادر ہی کرتا ہے اور اس کی قدرت کاملہ سے کوئی امر ممکن خارج نہیں ہو سکتا کوئی شے ہو کہو چاہے کتنی ہی استعداد و تعجب آگیزہ کیوں نہ معلوم ہوتی ہو لیکن خدا سب پر قدرت رکھتا ہے)

لیکن جب پہلی علت کو قدیم مانا جائے جیسے کہ آپ لوگوں کا خیال ہے تو ہر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ یہ سارے معلولات حادث ہوں باوجودیکہ اُنکی علت ازلٰی اور ہمیشہ سے موجود ہے کیونکہ جب اُنکی علت اُنکے موجود ہونے کو بلا اضطراب لازم کرتی ہے تو ہر تباہی کے ان سب اشیاء کو اتنے لاکھوں یا کروڑوں برس کی مدت تک پیدا ہونے سے کس چیز نے روک رکھا اور پہلے پیدا نہ ہونے دیا اور کس وجہ سے اُنی مدت گزرنے کے قبل ہی وہ موجود نہ ہو گئیں۔

اور اگر آپ یہ کہیں کہ اُنی مدت کی ایسے حاجت ہے تاکہ علت میں معلولات کے پیدا ہونے کی استعداد آ جاسے یعنی ہمیں استعداد پیدا ہونے کے لیے اتنے کروڑ سال کی ضرورت ہوئی تو ہم آپ سے پوچھیں گے کہ آپ کی معین کردہ مدت کے قبل ہی استعداد کیوں نہ پیدا ہو گئی باوجودیکہ پہلی قدیم علت اُسکی مقتضی ہی موجود تھی اور کس چیز نے اُنی مدت تک استعداد کو پیدا نہ ہونے دیا اور پھر استعداد مدت گزرنے کے بعد اُسے پیدا کر دیا معلولات کے حدوث اور اس حدوث کی استعداد پیدا ہونے کے لیے قطعی مدت آپ بڑھانے جائیں گے ہمارا یہ سوال برابر قائم رہیگا کہ پھر اس مدت سے پہلے حدوث کیوں نہ ہوا اور اسکی استعداد اس سے قبل کیوں نہ آ گئی بہر حال یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہیگا اور ہمارا سوال آپ سے ہرگز نہ اٹھ سیکے گا۔ خلاصہ یہ کہ علت اوستے ہی سے استعداد کے بلا اضطراب پیدا ہونے میں ذرا ہی خشک نہیں ہے پس حدوث قدیم کے اعتبار سے استعداد کی ہی وہی حالت ہوگی جو اُسکی علت کی ہے اور چونکہ اس موقع پر یہ علت قدیم مافی گئی ہے اس لیے ضروری ہے کہ استعداد ہی قدیم ہو یا استعداد کا قدیم ہونا مستند ہو کہ تمام تنوعات جو معلول ہیں وہ ہی قدیم ہوں ورنہ لازم آئے گی کہ علت تو ہمیشہ سے موجود ہو اور معلول نادر۔ حالانکہ یہ صریح محال ہے پس اب یا تو آپ ان تمام تنوعات کو ہی جو معلول ہیں قدیم مانیں اور جو بات کہ آپ کے علوم طبعیہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اُسکی تکذیب کیجئے حالانکہ آپ لوگ اس امر کے ہرگز قائل نہیں ہو سکتے اور یا اسکے قائل ہو جائیے کہ مادہ اور اسکی حرکت سارے کام اپنے اختیار ارادہ سے کرتے ہیں پس اُنھوں نے ان تنوعات کی پیدائش کے لیے جو زمانہ چاہا مقرر کر دیا اور آپ لوگ اسکو ہی کہی نہیں مان سکتے بلکہ اسکا تو آپ بڑے شد و مد سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ پہلے آپ لوگوں کی کتابوں میں بڑھا ہے۔ اور اگر بالفرض بعض اہل سائنس اسکے قائل ہی ہو جائیں تو یہ غلطی لانگائی کہ اُنکو اجزاء مادہ کے ہر ہر جز کے لیے آنا علم اور ادراک ماننا پڑے گا جس سے وہ اس امر کے دریافت کرنے کے قابل ہو سکے کہ وہ باقی اجزاء کے ساتھ کون سے خاص طریقہ سے مجتمع ہونا کہ عالم کی بشیائر انواع میں سے کوئی خاص نوع بنجائے اور پھر وہ اپنی وضع کو کسی طریقہ بد کے جس سے کوئی دوسری نوع بنجائے علیٰ ہذا القیاس تمام انواع کو لے لیجئے اب دیکھنا یہ ہے کہ ہر ہر ذرہ میں استیضائے امور کے دریافت کرنے کی قوت آپ مان سکتے ہیں جسکو کہ بڑے بڑے لوگ اور انتظامی دنیا کے نہایت ہی تجربہ کار سن رسیدہ اشخاص کی کئی ہی دریافت نہیں کر سکتی اور وہ ہی عاجز ہیں۔ ہموق پر اسکے علاوہ اور بہت سے اعتراضات اس بنا پر وارد ہو سکتے ہیں کہ اگر ہم ان سب کو بیان کرنے لگیں تو بہت ہی طوالت ہو جائے اور یا آپ لوگوں کو ایسا کوئی سبب صحیح بیان کرنا چاہیے کہ جبکی وجہ سے یہ تمام تنوعات اپنی علت سے اتنے ترصد تک متخلف رہے اور اتنے کروڑ برس کے بعد جا کر بنے۔ میں تو نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگ اسکی کوئی وجہ اصلاً یا نقلاً کچھ بیان کر سکتے ہیں اسکا بیان کرنا کیا

جسے کا فائدہ ہے فرا کام رکھنا ہے اور یا تو آپ لوگ مادہ اور اسکی حرکت کو حادثہ مان لیں اور یہی عین مقصود ہے۔  
 آئیے اسی دلیل کو ہم مختصار کے ساتھ آپ کو مرتب کر کے دکھلائیں۔ وہ اس طور پر ہوگی کہ اگر تمام تنوعات کی علت  
 (اور وہ مادہ اور اسکی حرکت ہے) ماقدم ہوگی تو اسکی استعداد ہی قید ہوگی اور اگر استعداد قديم ہوگی تو تمام تنوعات ہی  
 قديم ہوں گے لیکن تنوعات قديم نہیں ہیں اسلئے استعداد ہی قديم نہ ہوئی اور یہی مقصد ہے۔ پھر اگر آپ یہ کہنے  
 لگیں اگرچہ ہیں آپ کی سبب ایسا ہرگز خیال نہیں کر سکتا کہ آپ ایسی بدیہی ابطلان بات کے کہنے کی جرأت کر سکتے  
 کہ نہیں استعداد حادث ہے اور تمام تنوعات ہی حادث ہیں لیکن پھر ہی مادہ اور اسکی حرکت دونو قديم ہی ہیں  
 تو میں آپ سے دریافت کروں گا کہ استعداد پیدا ہونے سے پہلے مادہ اور اسکی حرکت ازل میں یعنی لگاتار زمانہ  
 غیر متناہی تک کیا کرتے رہے اور مادہ پر کیونکر لگاتار ہی زمانہ گذر سکا اور وہ محض بے نتیجہ اور لغو حرکت کرتا رہا اور  
 پہنا تھا ہی ازلی اور غیر محدود مدت تک بے نتیجہ رہنے کے بعد کس چیز نے اسے اس امر پر آمادہ کر دیا کہ ایک محدود  
 زمانہ سے انہیں استعداد پیدا ہو جائے پھر سبطر سے محدود زمانہ سے تنوعات ہی پیدا ہونے لگیں میرا تو خیال ہے  
 کہ آپ کے پاس سوائے ساکت ہو جانے کے اور کیا جواب ہو گا۔ پس اس ساری بحث کے بعد حق اور ماننے کی بات  
 یہ ہے کہ آپ لوگوں کو تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ قسم قسم کی انواع کیونکر پیدا ہو گئیں مادہ اور اس کے اجزاء کی حرکت جسکے  
 کہ آپ قال ہیں دونوں کو حادث ماننا چاہیے یعنی پہلے امکان وجود نہ تھا اور پھر وجود ہوا۔  
 اس موقع پر اور یہی بہت سی یقینی دلیلیں ہیں کہ جو مادہ کے حادث پر دلالت کرتی ہیں لیکن مثل سابق کے آپ لوگوں کی  
 تحقیقات پر مبنی نہیں ہیں۔ ہمیں کوئی مضائقہ ہی نہیں معلوم ہوتا اگر میں انہیں سے ایک آدھ دلیل آپ لوگوں کے ساتھ  
 نیک گمان کر کے بیان کر دوں کہ آپ کی عقلیں اس کے سمجھنے سے قاصر نہ ہوں گی اور اسے تسلیم کر لیں خصوصاً جب آپ  
 اپنے ترک قصب کرنے کے وعدہ کو پورا کرنے کے لیے ثابت قدم رہیں جبکہ کہہ سیتے ہیں آپ کی جانب سے کچھ دیکھا ہی ہے  
 وہ بہت کم ہے کہ یہ امر فراہمی محض نہیں کہ مادہ صورت سے جو کہ اس کے ساتھ قائم ہوتی ہے خالی نہیں پایا جاتا اور نہ مادہ کا تمام  
 صورتوں سے مجرور ہو کر پایا جاتا ممکن ہی ہے جیسا کہ مادہ کا بغیر غیر اور کسی نہ کسی قدر خالی جگہ کے گہیرے ہوئے موجود ہونا  
 ممکن نہیں ہے، پس مادہ جب کہی پایا جائیگا اس کے لیے کوئی نہ کوئی صورت ضرور ہوگی خواہ وہ صورت ایہر کی ہو یا سبکی  
 عنصری ہو یا معدنی۔ بنائی ہو یا حیوانی۔ ہو جو سے تو آپ اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ مادہ اپنے اول وجود میں کہ جو اسے  
 تمام انواع کے بننے سے قبل حال تھا جتنی صورتیں کہ تصور ہو سکتی ہیں سب سے بسیط صورت میں موجود تھا اور یہ کہ جتنی صورتیں  
 کہ مادہ اختیار کرتا جاتا ہے وہ اسی کی حرکت ہی سے پیدا ہوتی ہیں اور یہ کہ حرکت اور مادہ میں انفصال ناممکن ہے پس ان  
 سب باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مادہ اس حالت میں ہی تمام صورتوں سے مجرور خالی نہیں مانا ہے  
 اسلئے کہ یہ بات آپ لوگوں کی عقل تسلیم ہی نہیں کر سکتی۔ پھر جو کوئی صورت کہ مادہ میں قائم ہوگی وہ ضرور حادث ہی ہوگی  
 اسلئے کہ وہ زائل ہو سکتی ہے اور اس پر عدم طاری ہو سکتا ہے اگرچہ وہ تمام صورتوں سے بسیط ہی کیوں نہ ہو مثلاً اسی صورت  
 سے سبکی سے مادہ کی وہ حالت مراد ہے جس میں عنصر بننے سے قبل موجود تھا اور جس میں

حادثہ مادہ کی  
 اول دلیل منطقی  
 ہمیشہ پورا

ف  
 صورت  
 کی دوسری  
 دلیل

کوئے یجئے جہا کہ تمام انواع کے بننے سے قبل مادہ کے لیے ثابت ہونا آپ کے کلام سے معلوم ہوا ہے اور پہلی صورت کا معدوم اور زائل ہونا ہرگز اسطر جہر معلوم ہوا کہ اسکا معدوم ہونا اور اس کے بعد بہتیری صورت نوعیہ کا طاری ہونا مشاہدہ کیا گیا ہے اور جس چیز پر کہ عدم طاری ہوتا ہے اور وہ اسے قبول کر سکتی ہے اسکا قدیم ہونا محال ہے کیونکہ جو شے قدیم ہوگی وہ ہرگز زائل اور معدوم نہیں ہو سکتی جیسا کہ اسکا بیان آگے آتا ہے اس لیے کہ اسکا قدیم یا تو اسوجہ سے ہوگا کہ اسکی ذات ہی اس کے وجود کو مقتضی ہوگی یعنی اسکا سبب سوائے اس کے نفس کے اور کوئی نہ ہوگا بلکہ وہ خود ہی موجود ہوگی اور اسکا نام قدیم ذاتی ہے اور یا اسوجہ سے کہ اسکی علت قدیم ہوگی اور خود اسکی ذات نہیں بلکہ وہی علت قدیم اس کے مقتضی ہوگی اور اسکا نام قدیم غیر ذاتی یا قدیم باغیر ہے اس کے سوا قدیم ہونے کی اور کوئی صورت نہیں مل سکتی اور ظاہر ہے کہ اس شے کے وجود کا مقتضی عام ہے کہ اسی کی ذات ہو یا کوئی دوسری شے جب تک محال اور قائم رہیگا اسوقت تک کیونکر ممکن ہے کہ اس شے پر عدم اور زوال طاری ہو سکے پس قدیم کی دونوں قسمیں یہی ہیں کہ ان پر عدم کا طاری ہونا ممکن نہیں اور وہ عدم کو ہرگز قبول نہیں کر سکتیں جب یہ ثابت ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ جب مادہ کے تمام صور لازمہ کا حدوث ثابت ہو گیا تو پھر مادہ کا قدیم ہونا کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا کیونکہ جب ہم مادہ کی تمام صورتوں کو دیکھتے ہوئے یہی صورت تک پہنچ جائیں کہ جب سے اسبط ہوا اور مادہ کے لیے وہی پہلی صورت ہو تو اب عقل کے نزدیک یہ ہرگز ممکن نہیں ہو سکتا کہ اس سے پہلے ہی مادہ کے لیے کوئی صورت ہو سکے مادہ کے اسبط صورت کے بعد والی صورتوں کا حدوث تو اس طرح ظاہر ہے کہ وہ پہلے نہ نہیں اور اس کی اول صورت کے زائل ہونے کے بعد پیدا ہوئی ہیں اب رہی مادہ کی اسبط اور سب سے پہلی صورت تو ہم کہتے ہیں کہ وہ ہی حادث ہے اس لیے کہ وہ معدوم اور زائل ہوگئی اور قدیم کا زائل ہونا محال ہے جیسا کہ ابھی ثابت ہوا پس اب بتلائیے کہ مادہ اپنی اول صورت کے حادث ہونے کے قبل کس حالت میں موجود تھا یہ تو آپ کہہ نہیں سکتے کہ مادہ کے لیے کوئی صورت نہ تھی کیونکہ اسکا سابق میں بیان ہو چکا ہے کہ مادہ کا بغیر کسی صورت کے پایا جانا محال ہے اب یا تو آپ یہ یائے کہ اس صورت سے پہلے کوئی اس سے ہی اسبط صورت موجود تھی اور یہ خلاف مفروض ہے کیونکہ آپ نے اسکو سب سے پہلی صورت مانا ہے اور تسلیم کر لیا ہے کہ اس سے قبل کوئی صورت ہو سکتی اور یا تو آپ اس کے قائل ہو جائیے کہ مادہ ہی صورت کے ساتھ حادث ہوا ہے پس مادہ حادث ہو گیا نہ قدیم اور یہی مقصود ہے۔

ہم ابی دلیل کو دوسرے لفظوں میں اس طرح بھی بیان کر سکتے ہیں کہ مادہ اس اول صورت اور اس کے بعد والی صورت نوعیہ کے لیے لازم ہے اور یہ صورت اور اس کے بعد آنی والی صورتیں مادہ کے لیے لازم ہیں اور مادہ سے سب کی منفک اور جدا نہیں ہو سکتی جیسا کہ علت اور معلول کے مابین انفکاک ناممکن ہے اب یوں تقریر کی جائے گی کہ اگر مادہ جو ان صورتوں کے لیے لازم ہے قدیم ہوگا۔ تو یہ سب صورتیں ہی جو اس کے لیے لازم ہیں ضرور قدیم ہوں گی کیونکہ لازم کا اپنے لازم سے منفک اور جدا ہونا محال ہے لیکن یہ صورتیں اس دلیل سے کہ عدم کو قبول کرتی ہیں قدیم نہیں ہو سکتیں پس مادہ ہی قدیم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تالی کے سبب اور فن کرنے سے سے مقدم کا رفیع یا سلب لازم آتا ہے جیسا کہ علم منطق

ف  
حدوث مادہ  
کی اولیٰ حالت  
منطق کی روشنی میں  
۱۳



میں نفسی طور پر یہ بات طے ہو چکی ہے اور ہر عقل سلیم رکھنے والا شخص اسکو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔  
 پہریت سابق کے تمام ہونے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ حادثہ یعنی ایسی شے کے لیے جو پہلے نہ تھی اور پہر موجود ہو گئی  
 منور کوئی ایسا امر نہ بنا جاسکے جو اسے موجود کر دے بلکہ ہم پر اس کے وجود کو ترجیح ہو جائے اور وہ عدم کی تاریکی سی  
 وجود کی روشنی میں نکل آئے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی اور وہ منجملہ بدیہی محالات کے ہے۔ اگر خدا نخواستہ آپ لوگوں کی  
 یہ حالت ہو جائے کہ آپ ترجیح بلا مرجح کو بھی ممکن کہنے لگیں تو مجھے یقین ہے میں پوچھتا ہوں کہ جب آپ کسی شخص کو یہ کہتے تھے  
 نہیں کہ میں نے انسانی ایجاد کردہ ترازوں میں سب سے سبک اور ایک ایسی ترازو دیکھی کہ جس کے دو ڈبلڑے بوجھ میں بالکل  
 برابر تھے پہر کیا دیکھتا ہوں کہ کہاں تو اس کے دونوں بلڑے بالکل متوازی تھے یا فرض کیجیے کہ بائیں جانب کا  
 بلڑا کسی سبب سے ہلک کر زمین سے لگا ہوا تھا پہر دفعہ دہنا پڑا بائیں سے راج ہو گیا اور اتنا نیچا ہوا کہ زمین سے لگ  
 گیا اور بائیں اتنا اونچا ہو گیا جہاں تک کہ اونچا ہونا ممکن تھا لیکن یہ سب کچھ بلا کسی سبب اور مرجح کے پایا گیا راج ہو رہا  
 بلڑے کو نہ کسی حیوانی طاقت نے ہراچ کیا یعنی جھکا یا نہ اسے ہوا کا دھکا لگانے کوئی دوسرا جسم جو اوپر سے گرا ہوا تھا  
 باعث ہوا ملاحظہ یہ کہ جتنی چیزوں سے بلڑا ہلکا ہو سکتا ہے ان سے کوئی بھی نہیں پائی گئی اور پہر ہی وہ بلا دیکھ چکا  
 کیا پس اس موقع پر اگر آپ اس قائل کے قول کو سچ سمجھیں گے تو میں جان لوں گا کہ آپ لوگوں کا خداوند ہوا کو  
 پہنچ گیا پس اب آپ اپنے گفتار کو ناجائز نہیں اور اگر آپ نے اسکی تصدیق نہ کی اور آپ نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ تو  
 محال ہے تو اسوقت میں آپ سے عرض کروں گا کہ حضرت یہی ترجیح بلا مرجح ہے اسی کی نسبت میں نے سابق میں آپ سے  
 کہا تھا کہ بدیہی محالات میں سے ہے۔

میں نے انسانی ایجاد  
 منور کوئی ایسا امر نہ بنا  
 اس لئے کہ اس وقت میں  
 مرجح کی ضرورت ہے

اس مثال میں اور جتنی حقائق کہ اس کے علاوہ تصور ہو سکتی ہیں عام ہے کہ وہ سب ہوں یا عقلی ان سب میں اس لحاظ  
 سے ذرا ہی فرق نہیں ہے کہ ترجیح بلا مرجح سب میں محال ہے جیسا کہ یہ امر ہر تامل کرنے والے کے نزدیک بخوبی ظاہر  
 ہے اور جب آپ اپنے بہتر سے عقلی مباحث اور گفتگو میں تامل کرینگے تو آپ خود دیکھ لیں گے کہ آپ اپنے مد مقابل  
 سے بحث کر سکتے وقت بشمار موقع پر ہی قاعدہ کے ماننے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں اور وہ قاعدہ ہی ترجیح بلا مرجح  
 کا محال ہونا ہے چنانچہ جب کوئی شخص اس امر کا دعوے کرتا ہے کہ حوادث فطرت میں سے فلاں امر بلا سبب پایا گیا او  
 اسکا وجود اتفاقات فطرت میں غلتے یا اتفاقی طور پر ہو گیا ہے تو آپ اس سے کہتے ہیں کہ یہ بالکل ناممکن ہے اور ہمارے  
 نزدیک محقق امر یہ ہے کہ جبکہ لوگ غلتے یا اتفاقی کہتے ہیں وہ محض باعتبار ظاہر کے ہے چونکہ اسکا سبب ہمیں معلوم ہوا ورنہ  
 حقیقتہ میں اسکا وجود ضرور کسی نہ کسی سبب اور قوانین فطرت میں سے کسی نہ کسی قانون کی وجہ سے ہوا ہے کہ جو ہم پر غریزہ  
 سے وجہ کوئی چیز نہیں ہو سکتی پس آپ لوگوں کا ایسے اقوال کہنا صاف اسی ترجیح بلا مرجح کے محال ہونے پر ہر وہ کہتا ہے اس  
 قدر کہ یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ لوگ ہی اس قاعدہ کو ماننے ہیں اور اسکا انکار نہیں کر سکتے اور میں نے جو باوجود اسکی بدہمت اور غرور  
 سے اتنے کہ اس موقع پر اتنا طویل یا تو اسکی یہ وجہ ہے کہ میں نے آپ ہی لوگوں میں بعض عقل کے کمزوروں کو دیکھا ہے کہ اس بدیہی



اور فطری قاعدہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ترجیح بلامرج کے واقع ہونے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا یعنی اس بات کے قائل ہیں کہ بلا وجہ ہی کوئی چیز ہو سکتی ہے اور ایسی بے شرعی اختیار کر لینا انکی جہالت کا نتیجہ ہے اسکا ارتکاب وہی کر سکتا ہے کہ جو محض ٹیس طبیعت کا ہوا جسکی عقلی قوتیں نہایت ہی کمزور ہوں ایسے شخص کا حال تو بالکل سوسطائیکہ فرقہ والوں کا سا ہے کہ جو عقلائی اشیاء کے حتمی کہ مشاہدات کے ہی منکر ہیں اور یوں گمان کرتے ہیں کہ عالم کی چیزیں محض ادھام اور خیالات ہیں جب تک لوگ پہنچ گئے ہوں گے اب سینے کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعین کے نزدیک مادہ کا حادث ہونا بہت ہی آسان ہے ثابت ہو چکا انہیں دلائل میں سے وہ دلائل بھی ہیں جو سینے آپ لوگوں کے سامنے پیش کیں اور آپ لوگوں کے مقابلہ میں صرف انہیں دلیلوں کی تخصیص کی یہ وجہ ہے کہ وہ آپ کی تحقیقات اور آپ کے علمی اصول کے مناسب ہیں یا اسلئے کہ وہ بالکل واضح ہیں اور اسلئے مقدمات پر مبنی نہیں جسکے پیچھے میں آپ کی عقلوں کو وقت ہو اور اسلئے نزدیک یہ بھی ثابت ہو چکا کہ ترجیح بلامرج محال ہے اسلئے وہ اس بات کے قائل ہو گئے کہ ضرور کوئی ایسی شے ہونا چاہیے کہ جس سے مادہ جا ہو اور اسلئے وجود کو اسلئے عدم پر ترجیح ہوئی اور اس شے کا جس سے کہ مادہ حادث ہوا ہے لامحالہ موجود ہونا ہی ضروری ہے کیونکہ جو شے خود معدوم ہے اس سے کوئی شے اضطراراً یا اختیاراً کیسے موجود ہو سکتی ہے بلکہ ناممکن ہے جیسا کہ عقل کے نزدیک یہ امر بدیہی اور ظاہر ہے پس وہ لوگ (اہل اسلام) معتقد ہو گئے کہ وہ شے جس سے کہ مادہ جو عالم کی اصل ہے پیدا ہوا ضرور موجود ہے اسکا معدوم ہونا محال ہے کیونکہ موجودات کسی معدوم سے ہرگز حادث نہیں ہو سکتیں اور نہ وجود عدم دونوں مجتمع ہو سکتے ہیں اور انھوں نے اسکا نام عالم کا خدا رکھا

پس ان لوگوں نے کہا کہ یہ خدا ضرور قدیم ہی ہونا چاہیے ورنہ اگر حادث ہوگا تو ضرورت ہوگی کہ اسکا حادث کرنے والا کوئی اور دوسرا ہو کیونکہ ترجیح بلامرج تو محال ہی ہے اور پھر اس دوسرے کے پہلے قیصر کے کی ضرورت پڑے گی اور اسطرح پیسلہ پیلے کا پھر یا تو دور لازم ہوگا یا تسلسل اور دور و تسلسل دونوں محال ہیں اور چونکہ ان دونوں کی طرف منہضی ہوگی اور جس سے کہ محال لازم ہوگا وہ بھی محال ہوگی اور اس موقع پر اس خدا کے حادث ماننے سے یہ محال لازم آتا ہے تو خدا کا حادث بھی محال ٹھہرا اور جب اسکا حادث محال ہوا تو لازمی بات ہے کہ وہ قدیم ہو۔

اب دور کے معنی سمجھئے وہ دو چیزوں کا اس طور پر ہونا کہ ہر ایک کا وجود دوسرے کے وجود پر موقوف ہو۔ اور اس سے لازم آتا ہے کہ ہر ایک کا وجود اپنے سبب کے وجود سے پہلے ہو جائے جس سے یہ لازم آئے گا کہ شے اپنے وجود سے پہلے موجود ہو جائے اور یہ بالہذا ہی ہوتا ہے پس اگر ہم کہیں کہ وہ خدا جس پر مادہ کا وجود موقوف ہے خود اسکا وجود ہی اسی مادہ پر موقوف ہے عام ہے کہ بلا واسطہ موقوف ہو یا کسی شے کے واسطہ سے اسطرح کہ اس خدا کا وجود کسی دوسری شے پر موقوف ہو اور اس شے کا وجود مادہ پر موقوف ہو اور مادہ خدا پر موقوف ہو تو مصورت میں یہ لازم آئے گا کہ مادہ قبل اس شے کے پایا جائے کہ جو وجود مادہ کے لیے سبب ہے چنانچہ اس سے کہ یہ ضروری ہوگا کہ مادہ اپنے وجود سے پہلے ہی موجود ہو جائے اور یہ امر صراحتاً بالہذا ہی ہے اور کوئی عقل مند اسکا قائل نہیں ہو سکتا۔

اسکا نام دو حقیقی ہے کہ جسکے بالہذا ہی نہیں خدا ہی تک نہیں۔

اور ایک دوسرے ہی ہونا ہے جسکے یہ معنی ہیں کہ دو شخص میں سے بعض بعض پر اسوجہ سے موقوف ہو کہ وہ دونوں ایک علت کے معلول ہیں۔ مثلاً دن کا موجود ہونا اور دھوا کا روشن ہونا کہ یہ دونوں طلوع آفتاب کے معلول ہیں ایسا دور محال نہیں ہے۔ اور نہ ہمارا ہمیں کلام ہی ہے۔

اب رہا تسلسل اس کے یہ معنی ہیں کہ متبادر امور جانب ازل میں لگاتار ہوتے ہوئے چلے جائیں اور یہ سلسلہ کہیں ختم ہی نہ ہو اور عقل اس کے ناممکن ہونے کا وسیلہ حکم لگاتی ہے کہ اس سے متعدد محالات لازم آتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو چیز محال کو مستلزم ہوتی ہے وہ ہی محال ہوتی ہے۔

مگر صلی علیہ وسلم کے تبیین نے اگرچہ تسلسل کے باطل ہونے کی بہت سی دلیلیں نہایت شریح و مبسطہ و تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں ذکر کی ہیں لیکن ہم ان سے اس موقع پر صرف ایسی ہی دلیلوں پر اقتصار کریں گے کہ جو آپ لوگوں کے افہام کے قریب ہوں اور جن کو آپ کی عقلوں سے شائبہ نہ ہو زیادہ نہیں آپ سے ہم صرف وہی دلیلیں بیان کریں گے۔

پہلی سیکنے ہر عقل سلیم کے نزدیک یہ بات تو نہایت ہی ظاہر اور جلی بدیہیات میں سے ہے کہ عدد ناقص اپنی اکائیوں کی تعداد کے لحاظ سے عدد کامل کے ہرگز برابر نہیں ہو سکتا مثلاً پانچ کا عدد سات کے اعتبار سے ناقص ہے تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ چھٹی پانچ میں اکائیاں ہیں اتنی ہی سات میں بھی ہوں بلکہ سات میں پانچ اکائیوں سے دو اکائیاں اور زائد ہیں اس طرح ہر چھوٹے عدد کو بڑے عدد کے اعتبار سے سمجھ لیجئے مثلاً عدد یک کہ ہر عدد ناقص اور زائد کا دیکھنے چھوٹے اور بڑے عدد کا اکائیوں میں برابر ہو جانا ظاہر محال ہے یہی طرح عقل یہ بھی حکم کرتی ہے کہ جو مقدار دو عددوں کے درمیان گہری ہوگی وہ ضرور جو دو اور تنہا ہی ہوگی اور یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شے دو عددوں کے درمیان گہری ہی ہو اور غیر محدود ہی ہو ان دونوں باتوں کا مجتمع ہو جانا سراسر محال ہے پس جب آپ نے ان دونوں حکموں کو تسلیم کر لیا اور اس کے تسلیم کر لینے میں آپ لوگوں کو شک ہی کیا ہو سکتا ہے یہ تو ظاہر باتیں ہیں تو اب دلیلیں دیکھئے۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر تسلسل کا واقع ہونا ناممکن ہو گا اور تسلسل غیر محدود امور کی جانب ازل میں مرتب ہونا ناممکن ہے تو ضرور ہوگا کہ جائز ہوگا کہ ہم اسے ہی امور کے دو سلسلے فرض کر لیں کہ جن میں سے ایک کی ابتدا تو زمانہ موجود سے ہو اور دوسرا اس سے مثلاً ہزار برس پہلے سے شروع ہوا ہو اور دونوں جانب ازل میں لگاتار چلے گئے ہوں اب ہمیں ذرا ہی شک نہیں کہ پہلا سلسلہ (جو زمانہ موجود سے شروع ہوا ہے) دوسرے سلسلے سے (جو اب سے ہزار برس قبل شروع ہوا ہے) محض ایک مخصوص عدد (ہزار برس) کے اعتبار سے بڑا ہوگا۔ پہر ہم ان دونوں سلسلوں میں ہر ایک سے ایک ایک امر کو سا قاط کرنا شروع کرتے ہیں یعنی ہم پہلے سلسلے سے ایک سا قاط کریں گے اس کے مقابل دوسرے سے ہی ایک ہی سا قاط کریں گے پہر اسی طرح سے دونوں سے برابر سا قاط کرتے چلے جائیں گے پس اس صورت میں یا تو ان دونوں سلسلوں میں سے کوئی سلسلہ بغیر دوسرے کے ختم ہو جائے گا اور یہ خلاف مفروض ہے اور یا دونوں سلسلے متناہم ہو جائیں گے پس جانب ازل میں انکا غیر متناہم اور غیر محدود ہونا کہ اسی کا نام تسلسل ہے باطل ہو جائے گا۔ اور یہی ہمارا مقصود تھا اور اگر ان دونوں سلسلوں میں سے کوئی بھی ختم نہ

ہے ازل ہر ایک کی جانب غیر محدود ہونے کو کہتے ہیں۔ ۱۲ مترجم۔ علیٰ تعریفی کرنا

دو شخصیت  
جائز ہے

بطلان

بطلان  
کے مقدمات  
کا بیان

ف  
برائے تعلیق  
سے تسلسل کا  
بطلان ثابت  
کرنا

ہوگا تو اس صورت میں لازم آجیگا کہ سلسلہ ناقصہ سلسلہ لاکھ کے برابر ہو جائے حالانکہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ عدد نفس کا عدد زائد کے برابر ہو جانا محال ہے پس ظاہر ہو گیا کہ اشیاء کا جانب ازل میں غیر متناہی ہونا کہ یہی کا نام تسلسل ہے محال کو مستلزم ہے اور جو شے کہ محال کو مستلزم ہوتی ہے وہ بھی محال ہو کر رہتی ہے اسلئے تسلسل ہی ضرور محال ٹھہرے۔

ہفت  
برہان علمی  
سے اطلاق  
تسلسل کا  
ثبوت ۱۲

دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر تسلسل ممکن ہو تو ضرور ہمیں جائز ہو گا کہ ہم ایسے دو خط فرض کر لیں کہ جو ایک نقطہ سے شلٹ کی دو ساقوں کے شل ٹکڑ لگا کر چلے جائیں پس اس کے جزائز میں ان غیر محدود امور کے ٹھہرنے کے جو جانب ازل میں مرتب ہوئے چلے گئے ہوں پہر ہم ان دونوں کے درمیان کی مسافت ظاہر کرنے کے لیے ضرور پہلے در پہلے خطوط طرز کر سکتے ہیں اور پہر وہ مسافت ظاہر کرنے والے خطوط ہی طول میں اتنے ہی زیادہ ہوتے جائیں گے جتنے کہ وہ پہلے کے دونوں خط مفروض ٹھہرتے جائیں گے اس صورت سے سمجھ لیجیے پس جب ہم نے ان دونوں خطوں کو غیر متناہی مانا ہے تو ضرور سمجھیں کہ ان دونوں خطوں کے درمیان کی مسافت بھی جسکو ہم نے خطوط سے ظاہر کیا ہے غیر متناہی ہو پس ان خطوط میں سے وہ خط بھی جو غیر متناہی مسافت کو ظاہر کر گیا ضرور غیر متناہی ہو گا حالانکہ وہ دو حدود کے درمیان گہرا ہوا ہے کیونکہ اس درمیان کی مسافت کی دو حدود کے مابین گہرے اور محصور ہونے میں ذرا ہی شک نہیں اور دونوں حدیں وہی دونوں خط مفروض ہیں حالانکہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ جو مقدار دو حدود کے مابین محصور ہوگی وہ ضرور متناہی ہوگی اور یہ باوجود اس طرح پر محصور ہونے کے اسکا غیر متناہی ہونا محال ہے پس جو امر کہ اس محال کو مستلزم ہوا اور وہ اس موقع پر دونوں خطوں کا غیر محدود ماننا ہے جسکو کہ تسلسل کہتے ہیں وہ بھی ضرور محال ہوا پس جب آپ میری تقریر میں جھکو کر سینے دور اور تسلسل کے باطل اور محال ہونے پر قائم کیا ہے غور کریں گے اور اپنی فکر سے کام لیں گے تو یہ بات آپ پر بخوبی ہوجاے گی کہ وہ خدا جسے مادہ کو بنا یا ہے ہرگز کسی دوسری شے سے حادث نہیں ہو سکتا ورنہ یا تو دور لازم آجیگا اگر ہم لوٹ پڑیں اور یہ کہنے لگیں کہ اس خدا کا وجود ایسا مادہ کے وجود پر موقوف ہے اور تسلسل لازم آجیگا اگر ہم کہیں کہ اس خدا کا وجود کسی دوسری شے پر موقوف ہے اور اسکا وجود کسی تیسری شے پر پہر ہی طرح پر غیر محدود سلسلہ جاری کرنے سے چلے جائیں اور وہ اور تسلسل میں سے ہر ایک محال ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے پس جو امر اور وہ اس موقع پر خدا کا حادث ماننا ہے ان دونوں محالوں کو مستلزم ہو گا وہ بھی ضرور محال ہو گا اور جب خدا کا حادث ہونا محال ہو تو وہ لازمی طور پر قدیم ٹھہرے گا موجودات میں سوائے حادث اور قدم کے کوئی تیسری شق کل ہی نہیں سکتی اور خدا کو قدیم ثابت کرنا ہی ہمارا مقصود تھا۔

فہم  
خدا کا قدیم  
لذات ہونا

پہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اس خدا کے قدیم ثابت ہو جانے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ اسکا قدیم لامحالہ کسی ایسے امر کو چہ سے ہو گا کہ جو ازل میں اس کے وجود کو مقتضی ہو اب اگر وہ امر کسی کی ذات مانی جائے تو قدیم لذات ٹھہرے گا لیکن اگر وہ امر اسکی ذات کے سوا کوئی دوسری شے قرار دیا جائے گی تو اسکو قدیم لغیرہ ماننا پڑے گا حالانکہ اس کے قدیم لغیرہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ کوئی اسکا مقتضی ہی پایا جاتا ہے اور بالفرض اگر کوئی اس کے قدیم لغیرہ ہونے کا احتمال سمجھتا تو اس صورت میں اس غیر میں گفتگو جاری کی کہ آیا وہ قدیم لذات ہے یا وہ بھی قدیم لغیرہ ہی ہے پہر یا تو ہی طرح برابر سلسلہ جاری ہوگا کہ جو تسلسل ہے اور وہ محال ثابت ہو چکا ہے اور یا کسی قدیم لذات ہی تک پہنچا کر سلسلہ کو قدیم کرنا پڑے گا تو پہر پہلے قدیم

لذا نہ سے کر کے سے فائدہ ہی کیا ہو ایس حق ہی ہے کہ اس خدا کو قدیم لذات مانا جاسے یعنی خود کی ذات ہی اس مقتضی ہے کہ وہ ازل میں موجود ہو اور اس کی نظیر آپ لوگوں کا یہ قول ہے کہ اجزاء مادہ کی حرکت کے لیے کوئی دوسری شے مقتضی نہیں بلکہ اس کے لیے خود نفس حرکت ہی مقتضی ہے جیسا کہ میں نے آپ لوگوں کی کتابوں میں دیکھا ہے پس اس بات سے بھی کچھ تعجب نہ کیجئے کہ یہ خدا قدیم لذات ہے یعنی اس کی ذات ہی اس کے وجود کے لیے مقتضی واقع ہوئی ہے اب اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ جب تک خدا کی ذات جو اس کے وجود کو مقتضی ہے قائم رہے گی اس وقت تک وہ زوال اور عدم کو ہرگز نہیں قبول کر سکتا اور نہ لازم آئے گا کہ کسی شے کے وجود کا مقتضی تو موجود ہو اور باوجود اس کے وہ شے فنا اور معدوم رہے حالانکہ یہ محال ہے پس ثابت ہو گیا کہ اس خدا کا فنا اور معدوم ہونا محال ہے اور اس کا باقی رہنا ایک لازمی امر ہے پس وہ ہمیشہ اور غیر محدود مدت تک باقی رہے گا والا ہے۔

یہ نہ کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا جس سے کہ مادہ صادر ہوا ہے یا تو مادہ کا حادث ہونا اس سے بلا ارادہ اور اختیار کے بطریق علیت اور ضرورت کے ہو گا اور باطنی ارادہ اور اختیار کے ہو گا یعنی اسی خدا نے مادہ کے وجود کا ارادہ کیا اور اسے اختیار کر لیا اور اس کے لیے وہی وقت مقرر کر دیا جو وقت کہ وہ پایا گیا لیکن مادہ کا حادث ہونا خدا سے بطریق علیت ہونا تو ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ خدا تو قدیم ہے اگر اس سے بطریق علیت اس کا حادث ہونا تو مادہ کا قدیم ہونا لازم آئے گا اور اس کی وجہ سے تمام تنوعات ہی ضرور قدیم ہو جائیں گی کیونکہ جب مادہ میں ارادہ اور اختیار ہی نہیں پایا جاتا تو لازمی تنوعات کا حادث ہونا اس سے بطریق معلولیت کے ہوتا پس اس صورت میں ہرگز ممکن نہ تھا کہ مادہ حادث ہو اور اپنی علت سے متاخر ہو سکتا حالانکہ مادہ اور اس کے تمام تنوعات کا حادث ہونا جو بظنی ثابت ہو چکا ہے پس نتیجہ یہ ہوا کہ اس خدا سے مادہ کا حادث ہونا بطریق معلولیت نہیں ہو سکتا اب سولے اسکے کوئی صورت باقی نہیں رہی کہ مادہ خدا کے ارادہ اور اختیار سے حادث ہو اور اس نے اس کے لیے وہ وقت پہلے ہی سے مقرر کر دیا ہو جبکہ وہ پایا گیا۔ پس اس تقریر سے یہ بات پورے طور سے پائے ثبوت کو پہنچ گئی کہ خدا کے لیے ارادہ اور اختیار ثابت ہے اس کی ذات ارادہ کنندہ اور ذی اختیار کہلانے کے شایاں ہے اسکے لیے اس کی ضد محال ہے اور وہ ضد مجبور اور بے اختیار ہونا ہے۔

پھر اس خدا نے مادہ کے وجود کا ارادہ کر کے اسکے وجود کو عدم پر ترجیح دیدی اور اسکے وجود کا ایک زمانہ معین کر دیا اور یہی ترجیح اور تخصیص اختیار ہی صنع اور فعل ہے ایسے یہ مادہ محض خدا کے صنع اور فعل ہی سے ان عجیب و غریب اور حیرت انگیز تنوعات کے قابل حادث ہوا اس موقع پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ جس خدا نے مادہ و جسکی حقیقت کا سمجھنا انسانی فلاسفوں کی عقل پر نہایت ہی دشوار ہے جیسا کہ ان کی کتابوں میں دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے مادہ کی تعریف بیان کرنے اور اسکی حقیقت ظاہر کرنے میں کیا کیا بے ضبط مچایا ہے، بنایا ہے کہ جو ساوی را رضی سجادی بنیاتی اور حیوانی عجیب و غریب انواع پر مشتمل ہوا ہے اور جس کی طرح طرح کی صورتیں اسکے بعد دیگرے قبول کرنے کی قابلیت موجود ہے۔

بیشک وہ خدا نہایت کمال کے ساتھ علم و قدرت رکھنے والا اور پورا پورا قادر اور عالم ہے عام اس بات سے کہ اسی نے



مادہ سے انواع انواع کے تنوعات کو متشعشع کیا ہوا اور تمام عجیب و غریب کائنات کو باوجود عجیب و غریب استحکام کے اس سے بنایا ہوا جیسا کہ  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا عقیدہ ہے اور یا اسے مادہ ہی کو اس قابل بنایا ہو کہ وہ اس کے ذریعہ سبب کی حرکات اور ان قوانین  
 فطرت کے موافق جو اس کے ساتھ قائم ہیں ان تمام تنوعات اور تطورات کے قبول کر لینی صلاحیت رکھتا ہو جیسا کہ آپ لوگ اس امر کے  
 قائل ہیں کہ یہ تمام تنوعات مادہ کے ذریعہ کی حرکت سے کہ جو خاص خاص قوانین فطرت کے موافق جاری ہے حاصل ہو گئے  
 ہیں پس ہر دو تقدیر پر خدا کے کمال علم اور قدرت پر قطعی دلالت موجود ہے کیونکہ ایسے کی نسبت جو کسی بسیط شے کو پیدا کرے اور  
 پھر بدل بدل کر اس کے پیشہ انواع بناتا رہے اور باوجود غایت درجہ کے استحکام اور انضباط کے نہایت ہی حیرت افزا اور عجیب و غریب  
 اشیاء کو اس سے نکالتا رہے یا وہ ایسی بسیط شے کو پیدا کرے جس میں یہ قابلیت موجود ہو کہ وہ ان قوانین فطرت کے تحت خدا کے  
 موافق ہی سہی جو اس میں قائم ہوں پیشہ انواع و غریب انواع کی جانب منتقل ہو سکے تو ایسے کی نسبت کسی عاقل کو ذرا بھی شبہ نہیں  
 ہو سکتا کہ وہ ضرور کامل علم اور قدرت والا ہو گا اور اس کا عاجز یا نادان واقع ہونا سراسر محال ہے۔ مثلاً جب ہم کسی گھڑی کو جس سے  
 کہ وقت معلوم ہوتا ہے دیکھیں اور ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ غایت انضباط اور استحکام کے ساتھ کسی عجیب اس کی  
 ترکیب ہو کر تیار ہے جو قواعد ہندسیہ اور کئی سازی کے اصول پر سراسر مبنی ہوتی ہے پس جس طرح کہ اس امر کو ہم سمجھتے ہیں  
 کہ اس گھڑی کا ضرور کوئی بنانیوالا ہے کہ جس نے اسے بنایا ہے اور نہایت حکم اصول پر اس کی بنا رکھی ہے اس طرح قطعی طور پر  
 ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کا بنانیوالا بھی اس کو بنا سکتا ہے کہ اس کے بنائیکے کافی قدرت رکھتا ہو اور نہایت مضبوط اور  
 مستحکم اصول پر مبنی کر لیا اسے پورا پورا علم بھی ہو۔ عام ہے کہ خود اسی نے اس کے پرے بنائے ہوں اور پھر  
 انہیں اس طرح خود ہی بڑا ہو کہ وہ بخوبی کام لے سکتی ہو اور یا اس نے محض اس کے پرے ہی اس انداز سے بنائے  
 ہوں کہ جب کو مرتب کر کے گھڑی جڑی جاسکتی ہو اور کام دینے کے قابل ہو سکتی ہو۔ اگر اس موقع پر ہم سے کوئی یہ کہے  
 لگے کہ اس گھڑی کو ایک شخص نے کہ جو اندھا بہرا۔ دست و پا بربدہ۔ نا سمجھ۔ بے تجربہ علم ہندسہ سے بالکل بے بہرہ۔ اور  
 کل سازی کے اصول سے محض نادان واقع ہے بنایا ہے تو ہم اس قائل کی بڑے شد و مد سے تکذیب کرینگے اور ہماری  
 عقلیں ذرا بھی اسکی بات نہ مانیں گی اور یہ کہیں گی کہ جو اس بات کی تصدیق کرے اور ایسے شخص کو سچا جانے وہ پرے درجہ کا  
 احمق ہے۔ یہ تو آپ نے سنا اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ جب آپ لوگوں کو اس کے وجود کا پتہ نہ لگا جسے کہ مادہ پیدا کیا ہے  
 اور پھر آپ مادہ کے قدم کے معتقد ہو گئے پھر اس کے مختلف تنوعات اور تطورات کو آپ نے دیکھا کہ جو پہلے نہ تھے اور پھر  
 حادث ہوئے اور یہاں بھی آپ اس کے وجود کو دریافت نہ کر سکے کہ جو ان تمام تنوعات کا پیدا کر نیوالا ہے اس لیے آپ لوگوں  
 کو یہ ضرورت ہوئی کہ اس سبب کی بحث کریں جسکی وجہ سے یہ سب تنوعات پیدا ہوئے کیونکہ محفل ہرگز اس کو نہیں تسلیم کر سکتی  
 کہ وہ سب محض مادہ ہی سے حادث ہو گئے ہوں اسوجہ سے کہ ہر حادث کے لیے ضرور کوئی سبب ہونا چاہیے کہ جس میں  
 اس کے احداث کی صلاحیت موجود ہو اور مجرد مادہ ایسا ہے نہیں۔ پس بڑی مگر دانی کے بعد آپ لوگ اس امر کے  
 قائل ہو گئے کہ مادہ کے ذریعہ بسیط و خلیجی شکلیں مختلف ہیں ازلی حرکت کے ساتھ متحرک ہیں اور اسی حرکت کے باعث  
 یہ اجزا مختلف ہیئت اور طرح طرح کی کیفیت پر مجتمع ہونے لگے کہ جس سے یہ جملہ تنوعات پیدا ہو گئے تو آپ لوگوں نے

ذریعہ کی مثال دیکھ کر اس کا علم  
 و قدرت کو گمانا اور یہ ظاہر کرنا  
 کہ حرکت اجزا مادہ کو انواع کی  
 بننے کا سبب قرار دینا غلطی ہے



محض کچھ کچھ اپنی عقلوں کو بھجایا کہ ان تمام نوعات کا سبب یہی حرکت واقع ہوئی ہے حالانکہ آپ لوگوں نے ان اجزاء کو نہ تو محض اپنی آنکھوں ہی سے کبھی دیکھا اور نہ بڑی سے بڑی خوردبین سے آج تک یہ نظر آئے (اور نہ ہرگز آپ لوگ ان اجزاء کو دیکھ سکیں گے) اور نہ کبھی مادہ کی حرکت کا ایک ذرہ احساس ہوا (اور نہ ہرگز آپ لوگ احساس کر سکیں گے) لیکن جس چیز نے کہا کہ مادہ کے اجزاء اور ان کی حرکت کے قائل ہونے پر مجبور کیا وہ محض یہ ضرورت ہے کہ آپ سمجھ سکیں کہ تمام انواع کیونکر بن گئیں اور اس پر بھی آپ نے کتنا انہیں کیا بلکہ آپ لوگوں نے ان اجزاء کے یہ مختلف شکلیں بھی مان لیں تاکہ آپ اس کہنے کے قابل ہو جائیں کہ انہیں اجزاء کے اجتماع سے باوجود ان کی اشکال کے اختلاف کے مختلف انواع اور طرح طرح کی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں ان سب باتوں کے تو آپ قائل ہو گئے لیکن ان اجزاء کے اشکال کا دیکھنا تو بعد از محض ان اجزاء تک تو آپ نے دیکھا نہیں بلکہ کچھ ساری باتیں فرضی اور تخیلی ہیں جن کے بننے پر آپ کو محض اس ضرورت سے آنا دیا گیا ہے تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ یہ مختلف انواع کیونکر بن گئیں اب اس موقع پر اگر آپ لوگوں نے اپنا وہ قاعدہ بلا سنا طاق رکھ دیا جسکی نسبت ہوتے آپ لوگوں کو اکثر ڈینگ مارتے سنا ہے وہ یہ ہے کہ آپ لوگ کسی امر کو جب تک کہ اس کا احساس اور مشاہدہ نہ کر لیں ہرگز مانتے ہی نہیں وہ قاعدہ اب کہاں گیا کیوں اس موقع پر احساس اور مشاہدہ کو چھوڑ کر عقلی دلیل سے استدلال کرنے پر مجبور ہوئے اس سے یہ خیال نیکیجے گا کہ ہم عقلی استدلال کے طریقہ سے انکار کرتے ہیں نہیں یہ تو خاص ہمارا اور مشاہدہ کے ساتھ حکما کا ہمیشہ سے طریقہ رہا ہے ہمیں صحت پر آپ لوگوں کو یہ یاد دلانا مقصود ہے کہ آپ لوگوں کا یہ قول کہ ہم احساس اور مشاہدہ کے ساتھ کسی چیز پر اعتماد ہی نہیں کرتے پورا نہ ہو سکا اور آپ اپنے اس قول پر قائم نہ ہو سکے۔ (اور نہ ہرگز قائم رہ سکتے ہیں) اور اگر آپ یہ کہیں کہ یہ منفع ہی ایسا آن پڑا کہ ہمیں استدلال کی ضرورت ہوئی کیونکہ ہم نے اجزاء اور ان کی حرکت کے آثار مشاہدہ کر لیے اور وہ آثار یہی نوعات ہیں اور انہیں آثار سے ان کے موثر پر ہونے استدلال کیا تو ہم آپ سے کہیں گے کہ یہی تو ہم بھی کرتے ہیں خدائی عالم کے آثار مشاہدہ کر لیں اور اس طرح تمام مذاہب واسطے اگلے وجود پر استدلال کرتے ہیں اور خدا کے آثار یہی ساری کائنات ہے پس ہم نہیں سمجھ سکتے کہ آپ لوگوں کو ہمارے استدلال کا سمجھنا کیوں مشکل معلوم ہوتا ہے اور اپنے استدلال کو آپ آسان خیال کرتے ہیں حالانکہ اگر انصاف کے پوچھتے تو عقل ہمارے ہی استدلال کو قبول کرتی ہے جیسا کہ ابھی ہم بیان کر چکے ہیں۔

اس تہید کے بعد ہم اپنے اصلی مطلب پر پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک جیکہ مادہ کا حدوث اور کچھ امر ثابت ہو چکا کہ اس مادہ کے لیے ضرور کوئی محدث اور موجود ہے جس نے کہا اسکو حادث کیا اور عدم سے اسکو اس طرح پر موجود کر دیا کہ وہ تمام نوعات اور قطعات قبول کرے قابل ہوا اور اس سے ان کے نزدیک اس موجود کا ارادہ اور اس قدرت اور اس کا علم بھی کجی پایہ ثبوت کو پہنچ گیا اب اس کے بعد ان کو اس امر کے سمجھنے کے لیے کہ تمام انواع کیونکر بن گئیں کسی دوسری چیز کے ثابت کرنے کی ضرورت نہ رہی اسی لیے وہ قائل ہو گئے کہ جس خدا نے مادہ کو پیدا کیا اسکو تمام نوعات قبول کرے کہ قابل بنایا۔ اور جو کہ صفت ارادہ قدرت اور علم کے ساتھ موصوف ہے اسی خدا نے مادہ پیدا کرنے کے بعد اس سے تمام انواع کو بنایا اور ان نئی نئی صورتوں کو جنہیں دیکھ کر عقل دنگ ہو جاتی ہے ایسا کیا کیونکہ ان انواع کے حدوث کے لیے کوئی نہ کوئی موجب ضرور ہونا چاہیے اور ظاہر ہے کہ ان کے حدوث کو اس خدا ہی کی طرف نسبت کرنے کو جس میں کہ ارادہ

دیکھنا کہ وہ ہے  
مادہ پر کہ بڑی مشاہدہ  
کیونکہ ان نئی نئی صورتوں  
کو جسکی صورتیں  
ان کو ان نئی نئی صورتوں  
کی استدلال کے بغیر  
نہ نہیں رہ سکتے

ان کے ثابت ہونے کے بعد  
وہ عالم کی پیدائش  
لے لے کر دوسرے مرتبہ  
کی ضرورت نہیں

اور علم سب کچھ پایا جاتا ہے عقل قبول کرتی ہے اور سمجھ میں بھی آتا ہے بخلاف اسکے کہ ان کے حدوث کو اجزاء ارادہ کی حرکت کی جانب منسوب کیا جائے کہ جنہیں نہ ارادہ ہے نہ قدرت ہے اور نہ کچھ علم ہی پایا جاتا ہے بلکہ صرف اتفاقی طور پر اس کے اجزاء خاص خاص کیفیتوں پر مجتمع بھی ہو جاتے ہیں پھر چند قوانین فطرت کے موافق جنکے لزوم کو عقل نہیں سمجھ سکتی۔ عمل درآمد بھی کر لیتے ہیں اگرچہ ان قوانین میں سے بعض کے لزوم کے لئے عقل کو کوئی مذکور کوئی موجب تلاش کر لینا ممکن ہے اور یہ تباہات اصول کے لئے فروع کی دراثہ کا قانون ہے جیسا کہ پیشتر آپ کے مذہب کے بیان میں اس کا ذکر ہو چکا ہے لیکن ان قوانین میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کی ملازمت کے موجب کا تلاش کرنا عقل کے امکان میں نہیں اور یہ وہ تباہات ہیں جنکی موجودگی ہر فرع میں ضروری خیال کی گئی ہے اور جن کے اعتبار سے ہر فرع اپنی اصل کے خلاف ہوتی ہے کیونکہ ہر عقل یہ کہہ سکتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اصول کے خلاف فروع میں تباہات کا موجود ہونا لازمی ہو گیا؟ اور یہ کیوں نہ ضروری ہو کہ کسی امر میں تباہی ہو نیکیے بغیر فرع اپنی اصل کے موافق ہو اور عقل بھی امید کر سکتی ہے کہ فروع اپنے اصول کے موافق ہو کریں ان کے خلاف نہ ہونے پائیں پس اگر اس موقع پر کوئی ایسی شے جو ان تباہات کو دائمی طور پر ضروری کرتی ہے موجود نہ ہوتی تو یہ قانون فطرت لازمی نہ ٹھہر سکتا اب رہا کہ محض اجزاء کی حرکت ان تباہات کو دائمی طور پر ضروری کرنے تو عقل اسکو نہیں تسلیم کر سکتی نہ اس سے اسکا اطمینان ہوتا ہے کیونکہ ان اجزاء میں تو اس استمرار کی صلاحیت کا ذرا بھی پتہ نہیں جیسا کہ ہر فکر سلیم کے لئے یہ امر بخوبی ظاہر ہے۔

فہم  
ایک دفعہ کل کی مثال  
نہایت کرنا کہ اہل سائنس  
نہایت تحقیق عالم کے  
میں محض بچہ ہے ۱۲

اس مقام کے مناسب ایک مثال یاد آئی جس کا بغرض توضیح ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں وہ یہ ہے کہ جب ہم کو یہ معلوم ہو کہ کسی شخص نے ایک دفاعی عمل کے پرزے طیارہ کیے ہیں پھر اسکے بعد ہم دیکھیں کہ وہ دفاعی عمل ان سے مرکب ہو کر مکمل ہو گئی اور چلنے لگی اور ہرگز زہ اپنا اپنا کام دینے لگا اب بتلائیے کہ ان دونوں باتوں میں سے عقل کس کو قبول کر سکتی ہے آیا ہمارا یہ کہنا صحیح ہے کہ جس شخص نے اس کل کے پرزے بنائے تھے اسی نے ان کو جڑ کر اس کل کو چلایا ہو گا یا یہ قول صحیح ہو سکتا ہے کہ نہیں یہ پرزے اس حرکت کے ذریعہ سے جو ان میں پائی جاتی ہے۔ خود بخود مرکب ہونے لگے اور اپنے اپنے موقع پر نگہا شروع ہوئے یہاں تک کہ زمانہ دراز کے بعد یہ کل اس طرح جڑ کر مکمل ہو گئی اور چلنے لگی اس میں دراز شک نہیں ہو سکتا کہ عقل بلا تامل پہلی بات کو تسلیم کر لے گی اور بلا کسی شک و شبہ کے دوسرے امر کو متروک خیال کر لے گی اسی پر قیاس کر کے آپ اسکو بھی خیال کریں کہ عقل اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ جسے مادہ کو ایجا و کر کے اسکو تمام تنوعات کے قابل بنایا اسی نے اسی سے تمام انواع کو بھی پیدا کیا نہ یہ کہ بلا اس کے کہ مادہ کے ایجا و کر نیوالے نے کچھ کیا ہو وہ مادہ اپنے اجزاء کی اضطراری حرکت کی وجہ سے قانون وراثت اور قانون تباہی کے موافق خود بخود طرح طرح کی انواع میں متوجع ہونے لگا کہ جنکے بننے کے لئے اعلیٰ درجہ کی قدرت نہایت ہی کامل علم و حکمت اور تدبیر کی ضرورت ہے پس اسے عقلمند و ذرا تواضع کا کرد۔

فہم  
خدا کا علم ارادہ اور قدرت  
ان میں ایک کن کن اشیا  
کے ساتھ متعلق ہو سکتا  
۱۲

خدا نے عالم کے ارادہ۔ قدرت اور علم کے نہایت کمال کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین ایک بات کے اور قابل ہیں جسکے اوپر تبنیہ کر دینا اس مقام پر ضروری معلوم ہوتا ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا کا ارادہ اور اس کی قدرت دونوں

صرف ایسی ہی چیز کے ساتھ متعلق ہو سکتی ہیں کہ جو عقلاً ممکن ہے یعنی وہ ایسی شے ہو کہ عقل جس کے وجود اور عدم کی تصدیق کر سکتی ہے اُس کے نزدیک وہ موجود بھی ہو سکتی ہو اور معدوم بھی ممکن ہو نیکنے بعد کوئی شے کیسی ہی بڑی اور مشکل کیوں نہ معلوم ہوتی ہو لیکن خدا اسکو وجود یا عدم کے ساتھ اور اس طرح اُس کے اور احوال میں سے جسکے ساتھ چاہے اپنے ارادہ سے خاص کر سکتا ہے اور جسکے ساتھ کہ اس نے اپنے ارادہ سے اُسے خاص کر لیا ہے اُسے موافق اپنی قدرت سے پیدا کر سکتا ہے اب رہا وہ امر کہ جو عقلاً واجب ہو یعنی عقل اُس کے معدوم ہونے کی تصدیق نہیں کر سکتی مثلاً ہر ذی مقدار شے کا لازمی طور پر کچھ نہ کچھ جگہ گھیرنا ہے۔

کہ ارادہ اور قدرت  
کا تعلق واجب اور محال  
سے ساتھ نہیں کر سکتا ۱۲

اسی طرح وہ امر جو عقلاً محال ہو یعنی عقل اُسے موجود ہونے کی تصدیق نہیں کر سکتی مثلاً اجتماع نقیضین سوان و دونوں قسموں کی اشیاء کے ساتھ خواہ ایجاد ہو یا اعدا تا البتہ نہ تو خدا کا ارادہ ہی متعلق ہو سکتا ہے اور نہ اُس کی قدرت اسیلے کہ جو شے عقلاً واجب ہے وہ خود ہی موجود اور حتماً حاصل ہوگی اُس کا وجود سے نکل جانا ممکن ہی نہیں پس خدا کا ارادہ اور قدرت دونوں اُس کے ساتھ نہ ایجاد و متعلق ہو سکتے ہیں نہ اعدا تا۔ ایجاد تو اسیلے کہ تحصیل حاصل ہے اور اس سے موجود کا وجود کرنا لازم آتا ہے اور اعدا تا اس سبب سے کہ اُس کا معدوم ہونا اور وجود سے نکل جانا محال ہے۔ اب رہا امر محال وہ حتماً معدوم ہوتا ہے اُس کا وجود میں آ جانا ممکن نہیں پس اُس کے ساتھ بھی وہ دونوں (ارادہ اور قدرت) نہ ایجاد متعلق ہو سکتے ہیں کیونکہ تحصیل حاصل ہے اور اس سے معدوم کا معدوم کرنا لازم آتا ہے اور نہ ایجاد اس وجہ سے کہ اُس کا موجود ہونا اور وجود میں داخل ہو جانا محال ہے۔

خدا ہر شے کو ہوتا ہے  
خواہ وہ موجود ہو یا نہ ہو  
یا نہ ہو ۱۳

لیکن خدا کا علم ہر شے کے ساتھ خواہ وہ شے عقلاً ممکن ہو یا واجب یا محال ضرور متعلق ہوتا ہے جس سے کہ وہ شے خدا کے پاس تکشف ہوتی ہے پس خدا ہر شے کو وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو اور پھر چاہے وہ حاضر ہو یا گزشتہ یا آئندہ۔ یکم کو جی جانتا ہے اُسے تمام چیزوں کا علم ہے شے حاضر کے ساتھ تو اُس کے علم کا تعلق ظاہر ہے عام ہے کہ وہ واجب ہو یا ممکن یا محال کیونکہ محال بھی تصور میں حاضر ہو سکتا ہے پس خدا اُس کو اور اُس کے استیلا کو جانتا ہے اب رہا مگر گزشتہ جس کا کہ وجود قطع ہو چکا وہ ضرور خدا کی پیدا کردہ اشیاء میں سے ہو گا جو کہ خدا ہی کے ایجاد سے موجود ہوا تھا اور اُس کے اعدام سے معدوم ہو گیا اور اس میں کوئی تعجب نہیں کہ جس شخص نے کسی شے کو بنایا ہو اور پھر اُسے معدوم کر دیا ہو اُس کے ساتھ اُس شخص کا علم باقی رہ سکتا ہے اور امر آئندہ کے ساتھ بھی جو ایک موجود نہیں ہو اُس کے علم کا تعلق ظاہر ہے کیونکہ جبکہ وہ شے حادث ہونے کے قابل ہے اور ایسا ہے کہ خدا اپنے ارادہ سے اُس کے وجود کی تحصیل کرے اور اپنی قدرت سے اُسے معدوم کرے وہ ہرگز حادث نہیں ہو سکتی اس سبب سے کہ کل حادثات خدا ہی کے افعال کے آثار ہیں پس لازمی امر ہے کہ اُس کے ایجاد کرنے سے پہلے خدا سے جانتا بھی ہو کیونکہ ہرگز تو اُس کے وجود کا ارادہ کیا ہو گا جب تو اپنی قدرت سے اُسے معدوم کرے گا اور اس میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ جس انسان نے کچھ نکتہ قصداً کر لیا ہو کہ میں ایک خاص قطعہ کا مکان مثلاً ایک ماہ کے بعد تعمیر کروں گا وہ جو کچھ کہ اُس نے میں بنایا اُسے خوب جانتا ہے لیکن اس شخص کے علم میں اور خدا کے علم میں یہ فرق ہے کہ بسا اوقات کسی مانع کی وجہ سے اُس شخص کو وہ مکان بنانا میسر نہیں ہوتا تو اُس کا پہلا علم واقع کے موافق نہیں رہتا لیکن خدا کو اُس کے افعال سے جسکے کر نیکا اُس نے ارادہ کیا ہے

کوئی مانع باز نہیں رکھ سکتا وہ ضرور ہی انہیں کرتا ہے اس لیے اسکا علم ہمیشہ واقع کے موافق ہی ہوتا ہے اس کے خلاف ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔

اس مقام سے آپ شریعت محمدیہ کے اس مسئلہ کو بھی کہ حادثات میں ہر شے خدا کے قضا و قدر سے ہوتی ہے خوب سمجھ گئے ہوں گے کیونکہ جب یہ امر ثابت کہ عالم میں ہر حادثہ حسیط پر کہ اس کے ساتھ خدا کا علم پہلے سے متعلق ہو چکا ہے اس کے موافق ایسے پیدا کر نیے موجود ہوتا ہے تو ضرور ہوا کہ اسکو علم سابق کو موافق ہو کر ساتھ خدا کی قدرت کا متعلق ہوا اور کسی نام قضا اور یہی ضرور ہوا کہ اس کے ساتھ خدا کا علم متعلق ہوا اور وہ اس کے لیے ایک صدمہ قرار دے چکے موافق کہ وہ اسے ایجاد کر گیا اور اسکو قدر کہتے ہیں (قضا و قدر کی جو تفسیر یہاں بیان کی گئی ہے منجملہ انہیں تین تفسیروں کے ہے جنہیں کہ علامہ باجوڑی نے جوہرہ کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے اور یہی تفسیر تاثر یہ یہ کیا کرتے ہیں)۔

یہ جو شریعت میں وارد ہوا ہے کہ رسل اور اولیاء غیب اور آئندہ کے واقعات کی خبر دیا کرتے ہیں اس مقام سے اس کو بھی آپ سمجھ گئے ہوں گے کیونکہ جب خدا غیب اور آئندہ کے حوادث کو جانتا ہے اس لیے کہ ہر حادثہ اس کے علم سے اس کے ارادہ کے متعلق ہونے سے اس کے فعل سے پیدا ہوا کرتا ہے تو پھر اس سے کون امر مانع ہو سکتا ہے کہ یہی خدا ان رسل اور اولیاء میں سے جسے چاہے اس غیب یا امر آئندہ کی خبر دیدے اگرچہ ہم اس کے قائل ہیں کہ نفس فطرت انسانی کا یہ مقتضا نہیں کہ وہ بذاتہ اور خود غیبات میں سے کسی شے کو جان سکے لیکن اگر خدا کی کو تبتلا سے تو اسے کوئی رک سکتا ہے پس ان لوگوں کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ خدا کے تبتلا سے ہی سے معلوم ہوتا ہے اور پھر وہ لوگ اور وہ کو خبر دیدے ہیں ان میں سے ایسا تو کوئی بھی نہیں جو بذاتہ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہو..... چنانچہ شریعت محمدیہ بالذات علم غیب کے دعویٰ کو نیکو اعلیٰ درجہ کے ممنوعات میں شمار کرتی ہے اور جو اسکا دعویٰ کرے اسکو کافر بتلاتی ہے۔

پھر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا کے عالم جہاں سے نزدیک و جود - قدم - بقا - قدرت - ارادہ اور علم ثابت ہو چکا ہے ضرور زندہ ہونا چاہیے اس لیے کہ مردہ کا صفت ارادہ - قدرت اور علم میں سے کسی کے ساتھ موصوف ہونا عقل میں نہیں آتا جیسا کہ ظاہر ہے پس خدا کے لیے صفت حیات ثابت ہو گئی اور اس کا موت کے ساتھ موصوف ہونا محال ٹھہرا۔

پھر وہ کہتے ہیں کہ خدا مادہ کے تمام خواص میں سے کسی خاص میں بھی مادہ کے مشابہ نہیں ہو سکتا عام ہے کہ خواص ایسے ہوں کہ جن کے لزوجہ کے لیے نفس مادہ کی طبیعت مقتضی ہو اور وہ اس سے جدا نہ ہو سکتے ہوں اور یہ مادہ کے عام صفات ہیں جو اس کے جمیع انواع کے لیے لازم ہیں اور یہ وہ ایسے ہوں جنہیں کہ نفس مادہ کی طبیعت قبول کر سکتی ہو خواہ وہ اس کے تمام انواع میں پائے جاسکے ہوں یا فقط اس کے بعض مرکبات ہی میں اور یہ اوصاف ہیں جو کہ مادہ کے جمیع انواع کے لیے عام تو ہیں لیکن لازمی نہیں اور یہ وہ عام ہی نہیں ہیں جیسے کہ جوہریت - جمیت - عرفتیت - تخیریت ہونا (یعنی کینفدر جگہ کو گزیرنا) مرکب ہونا - تجزئی ہونا - غیر سے جانا - غیر کو جتنا - انفصال - انفصال - حیوانیت - نباتیت - جمادیت - ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا - تمام ان صفات نفسانیہ اور اسکے مثل خلقی چیزیں ہیں۔ کیونکہ وہ خدا ان خواص میں سے

قضا  
اثبات قضا و قدر  
ان کے معنی کی توضیح

قضا  
اثبات اور اولیاء کی  
پہنچنے کوئی کی  
حقیقت ۱۲

قضا  
خداوند ہے

قضا  
خدا مادہ کے  
خواص سے ہے

کسی میں بھی اگر مادہ کے مشابہ مانا جائیگا تو وہ بھی اسی کے مثل مادہ ٹیڑیگا اسیلئے کہ یہ ظاہر بات ہے کہ جو شے کسی دوسرے کے ساتھ  
اُس کی ذات اور طبیعت کے لوازمات اور خواص میں سے کسی خاصہ میں بھی مشابہ ہوگی وہ ضرور اُس کے مثل اور ویسی ہی  
ہوگی اور اگر یہ خدا مادہ تسلیم کیا جائیگا تو جو کچھ کہ مادہ کے لئے ممکن ہے یعنی حدوث وہ خدا کے لئے بھی ممکن ہوگا اور  
خدا بھی حادث ٹیڑے گا کیونکہ جو حکم چند یکساں چیزوں میں سے کسی ایک کے لئے ثابت ہوگا وہ ویسی ہی اور چیزوں پر  
بھی صادق آئیگا حالانکہ خدا کے لئے قدم کے لازمی ہونے پر دلیل قایم ہو چکی ہے اور اُس کے حدوث کا حال ہونا ثابت ہو چکا  
ہے پس اس سے یہ ثابت ہوگا کہ اس خدا کا مادہ کے مشابہ ہونا ناممکن ہے تو وہ ضرور اس کے خلاف ہوگا۔ اور یہی اس مسئلہ  
کا مقصد ہے جسکے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین معتقد ہیں کہ خدا سے عالم کے لئے تمام حوادث کے خلاف ہونا ضروری  
میں سے ہے اور اس کا اُن کے مشابہ ہونا محال ہے اسیلئے خدا نہ مادہ ہو سکتا ہے اور نہ مادہ کے خواص میں سے کسی کے  
ساتھ اس کا وصف ہونا ممکن ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا۔

مکان اولیٰ کا خلق  
نہیں ۱۲

پھر چونکہ ظاہر ہو چکا ہے کہ خدا نہ جو ہے نہ جہم اس لئے اُسے کسی مکان کی بھی ضرورت نہیں جس میں کہ وہ قایم  
ہو اور نہ وہ عرض ہی ہے جو اسے کسی محل کی حاجت ہوتی جس میں کہ وہ حلول کرتا اور قایم ہوتا۔  
علاوہ بریں اگر اسے عرض مانا جائیگا اور وہ کسی محل کا اپنے قیام میں محتاج ہوگا تو وہ ضرور صفت ہوگا اور اگر وہ صفت  
ہوگا تو پھر اُس کا ان صفات کے ساتھ جن کا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے موصوف ہونا ناممکن ٹیڑیگا اور وہ صفات قدرت  
ارادہ علم اور حیات ہیں حالانکہ خدا کے ان صفات کے ساتھ موصوف ہونے پر دلیل قایم ہو چکی ہے اس لئے اُس کا  
صفت ہونا ممکن نہیں ہو سکتا تو پھر وہ عرض بھی جو اپنے حلول اور قیام میں کسی محل کا محتاج ہو نہ ہو سیکے گا۔

خدا کے عرض نہ ہونے  
پر دوسری  
دلیل ۱۲

پھر چونکہ خدا کا قدم ثابت ہو چکا ہے تو وہ کسی موجد کا بھی جو اسے ایجاد کرتا ہرگز محتاج نہیں ہو سکتا۔ غرض یہ  
کہ خدا کا مکان۔ محل اور موجد کی جانب محتاج نہ ہونا یہی امور ہیں جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے اس عقیدہ سے  
مقصود ہیں کہ خدا سے عالم کا بنفسہ اور خود ہی قایم ہونا ضروری ہے اور پھر اس کے ساتھ اُس کا قایم ہونا محال ہے۔

خدا موجد کا محتاج  
نہیں ۱۲

خدا کی اس صفت پر ایک دوسری دلیل بھی ہے وہ یہ ہے کہ اگر وہ مکان کا۔ یا محل کا یا کسی موجد کا محتاج ہوتا تو ضرور تھا کہ  
یہ امور مذکورہ اُس سے قبل موجود ہوتے اور اُس کے بنا لئے ہوئے نہ ہوتے حالانکہ اس بات پر دلیل قایم ہو چکی ہے۔  
کہ وہی خدا قدیم اور تمام کائنات کے قبل سے ہے اور کائنات میں ہر شے اُسکی بنائی ہوئی ہے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس  
کے بعد بھی وہ ان میں سے کسی شے کی جانب محتاج ہو۔

صفات خداوندی  
و صفات انواع  
و غیر عرض آری  
نارکت ہے ۱۲

اس سابق کے مسئلہ میں کہ خدا مادہ کے خواص میں سے کسی شے میں بھی اُس کے مشابہ نہیں ہے یہ شبہ نہ کرنا چاہیے  
کہ یعنی خدا ان امور میں تو مادہ کے مشابہ ہو گیا کہ وہ موجود ہے ارادہ کرتا ہے۔ عالم ہے۔ قادر ہے۔ زندہ ہے اور  
اس طرح اور صفات ہیں جو کہ اُس کے لئے بھی ثابت ہوں گی کیونکہ مادہ کے انواع ان صفات کے ساتھ تو موصوف ہوتے ہیں  
اس لئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا کے صفات مذکورہ کو محض اثنا کی مشابہت کی وجہ سے  
انواع مادہ کے صفات کے ساتھ صرف اسی مشارکت حال ہے حقیقت کے اعتبار سے پورا پورا اختلاف اور صباست پائی



جاتی ہے کیونکہ خدا کی صفات مذکورہ ان کے نزدیک صفات قدیم ہیں اسواض نہیں ہو سکتی لیکن انواع مادہ کی وہ صفات جنکے ساتھ ان کو اسی مشارکت حاصل ہے۔ بلاشبہ اسواض اور مادہ کے حادث اور زائل ہونے والے احوال ہیں اور اس میں ذرا بھی خطا نہیں کہ محض آثار میں مشابہت کا پایا جانا اس امر کو مستلزم اور مقتضی نہیں ہو سکتا کہ حقیقت میں بھی مشابہت ہو خصوصاً جبکہ صفات خداوندی کے آثار میں اور ان صفات انواع کے آثار میں اس اعتبار سے زمین اور آسمان کا فرق بھی موجود ہو کہ صفات خداوندی کے آثار با عظمت۔ محیط اور کامل ہوں اور صفات انواع کے آثار ان کے مقابل میں حقیر ناقص اور قاصر ہوں جیسا کہ دونوں کے آثار میں مقابلہ کرنے سے صاف صاف واضح ہوتا ہے۔

فلا استفادہ جدید کے مقابل  
نہیں وہ صاف صاف کرا دلیلی  
میان کر کے کی حاکمیت نہیں

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین جبکہ خدا سے عالم کے وجود پر دلیل قائم کر چکے اور آپ لوگوں پر اس کے وجود کی تصدیق کرنے کو دلیل سابق کے مقتضی کے موافق لازم کر چکے تو اب انہیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ آپ لوگوں کے مقابلہ میں اس امر پر دلیل قائم کریں کہ وہ خدا ایک ہے۔ خدا کی میں اور عالم کی تخصیص اور ایجاد میں اس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ لوگ تو ایک خدا کو بھی نہیں مانتے تھے اخصوں نے دلیل سے اس کے وجود کی تصدیق کر لیا تو آپ پر لازم کر دیا اب انہیں آپ لوگوں کی جانب سے اس امر کا اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ آپ اس خدا کے سوا اور کسی خدا کے وجود کا دعوے کرنے لگیں اس لئے کہ اسے تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں آپ کے نزدیک تو کچھ ظاہرات ہے کہ آثار خداوندی کی دلالت سے خدا کے عالم کے وجود کے ثابت کرنے کے بعد کو ان امور مقتضی ہے کہ کسی دوسرے خدا کے ثابت کرنے کے لئے بھی ہمیں ضرورت پڑے باوجودیکہ اس عالم کے ایجاد کرنے کے لئے صرف ایک ہی خدا جس میں اس کے ایجاد اور محکم کرنے کے لئے کامل صفات موجود ہوں بالکل کافی ہے لیکن چونکہ وہ اس کے مقتصد ہیں کہ وہ خدا ایک ہی ہے اس کی خدا کی میں کیا شریک ٹھیکرانا سراسر محال ہے اور وہ اپنے عقیدوں کو بغیر قطعی دلیل پر مبنی کیے ہوئے باز نہیں رہ سکتے ان کے عقیدوں کی بنیاد ہمیشہ قطعی دلیلوں پر ہوتی ہے خواہ وہ قطعی دلیل عقلی ہو یا نقلی اس سے لازم ہے کہ وہ اس خدا کی وحدانیت پر عالم کے ایجاد کر نہیں اس کے منفرہ ہونے پر اس کے سوا کسی خدا کے وجود کے محال ہونے پر ضرور عقلی یا نقلی دلیل قائم کریں علیٰ ہذا لقیاس جب وہ ان فرقوں سے گفتگو پر آمادہ ہوں جو کہ منفرہ خدا بننے والے ہیں اور عالم کے لیے دو یا تین یا زیادہ خداؤں کا اعتقاد رکھتے ہیں تو اس وقت بھی ان فرقوں پر خدا کے عالم کی وحدانیت کا اقرار لازم کر نیچے لے وہ اس امر کو اپنے ذمہ ضروری خیال کرتے ہیں کہ خدا کی وحدانیت اور اس کے سوا کسی دوسرے خدا کے محال ہونے پر دلیل قائم کریں لیکن ان فرقوں کے مقابلہ میں ان کی دلیل ضرور عقلی ہونی چاہیے نقلی دلیل کو وہ مانتے ہی نہیں تو پھر ان کے سامنے اس کے بیان کرنے سے فائدہ ہی کیا نکلیگا ؟

وحدانیت کے منکر  
فرقوں کے یہ جملہ دلیل  
وحدانیت کی ضرورت

قرآن میں توحید کی  
عقلی برائی اور نقلی  
دونوں قسم کی نہیں  
موجود ہیں ۱۳

رہی خدا کے عالم کی وحدانیت پر دلیل نقلی جن پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اعتماد کرتے ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوئے قرآن میں جسکی نسبت اخصوں نے خدا کے عالم کے پاس سے ہونے کی خبر دی ہے کثرت موجود ہیں۔ قرآن کی اکثر سورتیں خدا کی توحید اور ایجاد کر نہیں اس کے منفرہ ہونے کی تصریح کرتی ہیں بلکہ ان میں اس کی توحید کی دونوں قسم کی عقلی قطعی بھی اور اطمینان بخش دلیلیں بھی جو کہ عام لوگوں کی عقل کے موافق ہیں جن میں کہ قطعی برائی دلیل سمجھنے کی قابلیت نہیں مذکور ہیں ۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو توحید خداوندی کے اعتقاد کے بارے میں محض نقلی دلیل پر بھی اعتماد کر سکتے ہیں کیونکہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کی لائی ہوئی چیزوں کی حقانیت کی تصدیق خدا کی توحید پر موقوف نہیں ہے اس لیے کہ آپ کے دعویٰ کی حقانیت پر متعدد دلائل قائم ہو چکی ہیں جو سے عالم کے موجود کی جانب سے آپ کی رسالت کی تصدیق کر سکتے ہیں عام ہے کہ وہ موجود ایجاد کر نہیں منقذ اور ایک مانا جائے یا نہ مانا جائے ہر جگہ وہ آپ کی رسالت کی پوری طور سے تصدیق کر چکے تو پھر انہیں آپ کی یہ خبر بھی ماننا پڑے گی کہ جس خدا نے انہیں بھیجا ہے اور رسول بنایا ہے وہ ایجاد کر نہیں منقذ اور ایک ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں لیکن دلیل عقلی جسے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر دین فرقوں کے مقابلہ میں متعدد خداؤں کو قائل ہیں جسے عالم کی وحدانیت پر قائم کرتے ہیں نیز جبر کو اور کی وحدانیت کا عقیدہ کا بارہ میں خود بھی اعتقاد کرتے ہیں اس کی کثرت میں اختلاف طریقہ میں اس بغرض نقصان نہیں ہے ہر ایک ہی دلیل بیان کر نیگے جس سے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اس متفق پر یہ کہتے ہیں کہ اگر عالم کے خدا متعدد و مانے جائیں مثلاً دو مانے جائیں (یا اور زیادہ کیونکہ اس استدلال میں کوئی فرق نہیں آسکتا) تو عالم میں کسی شے کا بھی وجود نہیں ہو سکتا لیکن عالم میں کسی شے کا نہ پایا جانا باطل ہے اس لیے کہ اس کا وجود تو ہم متاثر کر رہے ہیں اس لیے وہ ہم پر (یعنی خدا کا متعدد ماننا) جس سے کہ یہ خرابی لازم آئی ضرور باطل اور غلط ہو گا اور جب خدا کا متعدد و ماننا باطل نہیں تو اس کی وحدانیت ثابت ہوگی اور یہی ہمارا مقصود و متعاقب سنیے کہ خدا کے متعدد و ماننے سے عالم میں کسی شے کا نہ پایا جانا کیونکہ لازم آتا مثلاً فرض کیجئے کہ دو خدا ہوں تو وہ دونوں یا تو باہم متفق ہو جائیں گے یا مختلف رہیں گے اگر متفق ہو جائیں تو وہ کسی چیز کو ایجاد نہیں کر سکتے ورنہ لازم آئے گا کہ وہ دونوں کا فقط ایک ہی اثر ہو اور یہ حال ہے کیونکہ اس سے لازم ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کی ایجاد سے اگر عالم کا ایک جدا گانا مستقل وجود ہو گا تو لازم آئے گا کہ عالم دو وجود کے ساتھ موجود ہو جائے گا وہ صرف ایک ہی وجود کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر دونوں ایجاد سے زیادہ نہ ہیں عالم کا فقط ایک ہی وجود حاصل ہو تو ماننا پڑے گا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے بالقرادہ اسے ایجاد نہیں کیا بلکہ دوسرے کے ساتھ ملکر ایجاد کیا جیسے کہ اگر دو قوتیں ملکر کسی چیز کے لئے ہکا بیکا باعث ہوں ہر ایک ان میں سے بالقرادہ اس کے لئے ہکا بیکے لیے کافی نہ ہو بلکہ دونوں کے مجتمع ہونے کی ضرورت پڑے تو ہر ایک دوسری قوت کی تھکی ٹھیرے گی اور اس کے ساتھ ملکر مرکب ہوگی اور وہ دونوں قوتیں مرکب ہو کر ایک قوت بنے گی۔

امریات کی عقلی دلیل

تو اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ ہکا بیکا ہی نسبت دونوں کی طرف ہونی چاہیے ان میں سے کسی ایک کی جانب علی الاستقلال نسبت کرنا ہر گرجح نہیں ہو سکتا پس اس بناء پر دونوں خدا مرکب ہوں گے اور دونوں بمنزلہ ایک خدا کے قرار پائیں گے کہ جبکی طرف ایجاد کی نسبت ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک کی جانب علی الاستقلال ایجاد کی نسبت نہ ہو سکی گی کیونکہ ہر ایک موجود کا جزو ہو گا نہ مستقل موجود حالانکہ خدا کسی عالم اس کو کہہ سکتے ہیں کہ جو اس عالم کا موجود ہوا اگر یہ کہا جائے کہ ہر واحد خدا نہیں بلکہ فی الحقیقت دونوں کا مجموعہ خدا ہے تو اس کا جواب ہم یہ دینگے کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے کہ خدا نے اپنے موجود عالم کا مرکب ہونا محال ہے کیونکہ اس میں اور مادہ اور اس کی تمام انواع کے مابین جمیع صفات کے اعتبار سے جو کہ ان کے ساتھ متعلق ہیں مخالفت ہونا ایک لازمی امر ہے اور انہیں صفات میں ترکیب بھی ہے۔ علاوہ بریں ہر ایک مرکب کے لیے حد و لازم ہے تو اس بناء پر خدا کا حدوث لازم آئے گا اور نہ یہ ممکن ہے کہ دونوں عالم کو علی الترتیب اس طرح پر ایجاد کریں

کہ پہلے تو ایک ایجاد کرے اور پھر دوسرا اور نہ تحصیل حاصل لازم نیکی اور وہ محال ہے جیسا کہ بشر ثابت ہو چکا ہے اور نہ یہی ممکن ہے کہ بعض چیزیں ایک ایجاد کرے اور بعض باقی کو دوسرے کیلئے نہ اسوقت ان دونوں کا عاجز ہونا لازم آئے گا اس لیے کہ جب کسی شے کے ساتھ ان دونوں میں سے کسی ایک کی قدرتشا تعلق ہو جائیگی تو لا محالہ اس شے کے ساتھ دوسرے کی قدرت کے متعلق ہونیکا طریق وہ پہلا مسدود کر دیا جائے گا اور دوسرا اس کی مخالفت پر سرگز قاصر نہ ہو سیکے گا اور عاجز رہے گا اور اگر دوسرا اس کے خلاف کرے گا اور اسے اپنی قدرت کے متعلق ہونے کے طریق کو مسدود نہ ہو سکتا دیا تو پہلے کو عاجز ماننا پڑے گا بھر حال خدا کا بجز لازم نیکی اور خدا کا بجز محال ہے +

اور اگر دونوں مختلف ہو جائیں اس طرح ہے کہ ایک تو عالم کے (بجائے دنیا کا) ارادہ کرے اور دوسرا اس کے معدوم کر نیکیا پس ہرگز ممکن نہیں کہ دونوں کا ارادہ نافذ ہو سکے ورنہ اجتماع ضدین لازم آئے گا اور نہ یہ ممکن ہے کہ ایک ارادہ نافذ ہو اور دوسرے کا نہ ہو کیونکہ ان کے ارادہ نافذ نہ ہو سیکے گا وہی عاجز رہے گا اور دوسرے کی ویسا ہی قرار پائے گا اس واسطے کہ دونوں میں مخالفت منقہ ہو چکی ہے اور دونوں یکساں ہیں، علاوہ بریں یہ بھی ہے کہ جب ایک کا ارادہ نافذ ہو گا اور دوسرے کا نہیں تو جبکہ ارادہ نافذ ہو جائیگا وہی خدا ٹیٹھ لگا و دوسرا نہیں ہو سکتا اب وحدانیت کی دلیل مکمل ہو گئی اور یہی دلیل قرآن مجید میں بھی مجمل اور علی وجہ الافرصاد مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (لو کان فیما آلتہ الا الہ العز لفسدتا) اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے یعنی اگر زمین اور آسمانوں کے پیدا کرنے میں اللہ کے سوا اور خدا بھی قائم ہو سکتے اگرچہ اللہ بھی ان کے ساتھ ہوتا تو وہ دونوں درہم و برہم ہو جاتے۔

یعنی آسمان و زمین کا وجود ہی نہ ہوتا لیکن ان دونوں کا وجود نہ ہونا باطل ہے اس لیے کہ ان کا موجود ہونا مشاہدہ سے ثابت ہے پس وہ شے یعنی اللہ کے سوا جس خدا کا موجود ہونا دینی کسی اور خدا کا معرود ہونا بھی جس سے کہ یہ خرابی لازم آئی باطل ٹیٹھ لگی تو اب ثابت ہو گیا کہ زمین اور آسمانوں میں یعنی عالم میں اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہو سکتا بلکہ وہی خدائی کے ساتھ منفر د اور یکساں ہے اور یہی مقصود تھا یہ نہیں ہے کہ خدا کی جماعت ہی محال ہو بلکہ خدا کا بجز متعدد ہونا محال ہے چنانچہ پہلے اپنے قول جس خدا سے کسی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر سابق میں دونوں خداؤں کے متفق ہونا نیکی کے احتمال کو جو فرض کیا ہے وہ محض سرک نظر کے لحاظ سے ہے ورنہ جب مقرر کیا جائے تو دونوں خداؤں کے متفق ہونے کے صحیح کر لینے کا سر یہ احتمال صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ خدائی کا مرتبہ عام علیہ اور کامل استقلال کو تنقضی ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی طرف اشارہ میں اشارہ کیا ہے (اذن الذ ذہب کل الہ باخلق و لعلی بعضہم علی بعض) اتیہ (یعنی اگر کئی خدا سنا جائیں) ہر خدا اپنی اپنی پیدا کی ہوئی اشیاء کو پیدا کرتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کر ٹیٹھا۔ (یہ تو آپس میں لیا اب میں اس امر پر مکرر تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ دلیل اور اس طرح اور دلیلیں صرف انہیں کے مقابلہ میں قائم کیا جکتی ہیں کہ جو خدا سے عالم کے وجود کو تو مانتے ہیں لیکن وہ متعدد خداؤں کے مدعی ہیں۔ پس وہ اس قسم کی دلیلوں سے اپنے تعدد کے دعویٰ سے باز رکھتے جاسکتے ہیں رہے وہ لوگ جو عالم کے لیے کسی خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے ان کے مقابلہ میں اس دلیل کا قائم کرنا سیدہ قبیح ہو سکتا ہے جیسا کہ انہیں اس امر کا ماننا لازم کر دیا جائے کہ عالم کے لیے ضرور کوئی خدا ہے جس نے اسے ایجاد کیا پھر اگر خدا کی کے منصب کو اور جس عظمت اور استقلال کو خدا کی کا منصب مقتضی ہے اچھی طرح سمجھا دیا جائے ورنہ انہیں کسی کیا پروا ہوگی کہ خدا کا بجز لازم آتا ہے یا اس کے سوا اور جمالات جن کا کہ دلیل سابق میں پیش کر کے ہو چکا ہے لازم آتے ہیں ہیں اس سے قدامت کا گاہ رہنا چاہیے)

یہ دلیل قرآن مجید میں بھی  
میں کے مقابلہ میں قائم  
کیا جکتی ہیں کہ جو خدا سے  
عالم کے وجود کو تو مانتے ہیں

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے دیکھا کہ اتنی ہی صفات جو خدا موجود عالم کے لیے ثابت ہوئیں ہرچند کہ خدا کی کامداری  
 ممکن ہیں اور وہ صفات وجود - قدم - بقا - حوادث کے ساتھ مخالفت - اس کا ہنسنہ قائم یعنی استغلا لا موجود ہونا - وحدانیت  
 علم - قدرت - ارادہ اور حیات ہیں اور اگر خدا صرف انہیں صفات کے ساتھ موصوف ہونے بھی وجود کائنات کی علت بننے کے  
 لیے کافی سمجھا جاسکتا ہے اور ہر حائل استے پر فضاء کر سکتا ہے لیکن انہوں نے اس خدا سے پاک کی شان میں اور بھی غور کرنا  
 شروع کیا اور اس کی عجیب و غریب مصنوعات اور ان کی کمال پاداری میں تامل کیا تو کہتے گئے کہ جب اس کی مصنوعات  
 میں یہ کمال موجود ہو تو کیا وہ خدا ہے پاک صفات کمالیہ میں سے کسی صفت میں خود ناقص بھی نہیں ہو سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ جہاں  
 ہم خیال کر سکتے ہیں سیکہ دایا نہیں پاتے کہ وہ اپنے مثل کوئی شے ایجاد کر سکے چہ جائیکہ ناقص کسی کامل کو ایجاد کرے یا کامل اپنے سے  
 اکمل کو ایجاد کر سکے قابل ہو سکے - انہیں حیوانات کو بھیجے کہ وہ کچھ ہی کیوں نہ بنائیں اور ایجاد کریں لیکن ہم ہمیشہ ان کو اس  
 عاجز ہی پاتے ہیں کہ وہ حیوانیت میں اپنے مثل یا اپنے قریب قریب بھی بنا سکیں اور حیوانات کو بھی جانے دیجئے - انسان کو  
 بھیجئے کہ جو سب سے زیادہ جاننے والا اور صنعت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کا قادر مانا جاتا ہے وہ بھی کچھ ہی کیوں نہ بنائے  
 اور ایجاد کرے لیکن جب دیکھا جاتا ہے تو وہ اپنے مثل یا اپنے سے اکمل بنانا تو خدا را اس کے مصنوعات میں اس کمال کے  
 قریب قریب بھی نمودار نہیں ہوتا جو کہ خود اس میں قائم ہے - حیوان یا انسان کا بنانا تو الہی طاقت رب انسان میں نبات  
 بنائی تو قدرت ہے ہی نہیں - غایت سے غایت وہ کچھ بنا سکتا ہے یہ ہے کہ وہ جادوی صورت جو کہ جاسکے بالکل خالی  
 ہوتی ہے تراش لیتا ہے یا چند عناصر کو جمع کر کے کیمیاوی ترکیب دے سکتا ہے کہ جس میں حیات کا ذرہ برابر بھی نشان نہیں  
 پایا جاتا - یا کلیں ایجاد کر سکتا ہے کہ جو قدرتی قوانین جراثیمی کے موافق غیر دائمی اور زاپا نما حرکت کرنے لگتی ہیں اور  
 سپر نہ ان میں حیات کا نام و نشان ہوتا ہے اور نہ احساس کا - اور جب وہ کسی حیوان یا نبات میں اس کی صورت کے متغیر کو  
 لیے کسی قسم کا تصرف کرنا چاہتا ہے تو وہ ہرگز اس پر قدرت حاصل نہیں کر سکتا آخر کا چار دنا چار انہیں قوانین قدرت کے استعمال  
 کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو تغیر دینے کے لیے اس خدا سے پاک کی جانب سے مقرر ہیں - اور جو تغیر اس سے حادث ہوتی ہے وہ  
 تحقیقت میں اس کا فعل بھی نہیں ہے اسکو صرف اسبقہ دخل ہے کہ اسے اس قانون قدرت کو دریافت کر یا جس سے کہ تغیر  
 پیدا ہو سکتی ہے اور پھر اسے جس شے کو تغیر دینا مقصود ہے اس پر اسے مسلط کر دیا - اور اگر یہ تغیر اس کے بنائے اور اس کے  
 پیدا کرنے سے ہوتی تو اس کے ظاہر ہونے سے قبل ضرور اسکو اس کے تمام حالات کی تفصیلی واقفیت ہوتی وہ اس کی  
 مقدار اور کیفیت کو پوری تدقیق کے ساتھ جان سکتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بیان اسکا یہ ہے کہ جب کوئی انسان اس بات کا  
 ارادہ کرتا ہے کہ وہ کسی پرندہ کے بچہ کو اس کی خلقت میں بد صورت کرے تو وہ انڈے میں ایک جانب قوی حرارت پہنچاتا  
 ہے اور دوسری جانب ذرا ضعیف - اس سے بچہ میں ایک خاص قسم کی بد صورتی پیدا ہو جاتی ہے پس کچھ بد صورتی اس  
 انسان کا فعل ہرگز نہیں ہو سکتی ورنہ انڈے سے نکلنے کے پہلے ہی اس صورت کی بدنامی کی مقدار - اس کی کیفیت - اور یہ کہ بچہ  
 کے کس نوع پر یہ خرابی پیدا ہوئی پوری تدقیق کے ساتھ جانتا اور اس سے واقف ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا غایت سے  
 غایت وہ تجربہ سے یا اتفاقی طور پر اس قانون قدرت پر مطلع ہو گیا جس کی وجہ سے کہ انڈے میں بچہ کی صورت بدل جاتی -

انسان کی ہر طاقت  
 خدا کی صفات سے  
 کم ہے

انسان کی ہر طاقت  
 خدا کی صفات سے  
 کم ہے

انسان کی ہر طاقت  
 خدا کی صفات سے  
 کم ہے



اور وہ ہونا چاہتا ہے اور اس قانون کو وہ استعمال کرنے لگا جیسے کہ کسی شخص کو کچھ معلوم ہو گیا کہ پانی سے پیاس بجھ جاتی ہے پھر جب اسے پیاس لگتی ہے تو وہ اپنے معدہ میں پانی پھونچا لیتا ہے اس سے اسے سیرابی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی پیاس بجھ جاتی ہے تو کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس شخص نے کہا اپنے معدہ میں پانی پھونچا یا ہے خود اسی نے سیرابی کو بھی پیدا کیا اور پیاس کو رفع کر دیا اور کیا یہ اس کے مصنوعات میں شمار کیا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس اس کا اتنا ہی فعل ہے کہ اس نے اپنے معدہ میں پانی پھونچا لیا۔ پانی جب معدہ میں پھونچا تو اس سے معدہ کی حرارت ٹھنڈی پڑی اور پیاس جاتی رہی اب جو کچھ حاصل ہوا اس میں پانی پھونچا ہونے کی ذرا بھی تاثیر نہیں۔ اس موقع سے یہ امر بطریق اولیٰ واضح ہو گیا کہ کھیت کا کاشتکار درختوں کے نکلنے اور اون کے بار آور ہونے میں اس کے لیے مقررہ قوانین قدرت استعمال کر کے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے اس کی نسبت یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ اسی نے کھیت کے درختوں کو لگایا کیا اور بنایا ہے ان سے پہلے نکالے میں اور ان کی عجیب و غریب ترکیب و حیرت انگیز خواص کا وہی پیدا کرنا ہوتا ہے اس لیے اس میں سے فی الحقیقت کوئی شے بھی اس کی بنائی ہوئی نہیں ہاں اگر مجازی اطلاق کو آپ لیتے ہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اسکو ہم بھی مانتے ہیں اسی طرح تمام ان اشیا کی نسبت جن کے وجود کا سبب انسان عالم کے مقررہ قوانین قدرت استعمال کر کے ہو کرتا ہے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کا انسان بنائیو لا اور موجود نہیں صرف اس کا کام آتا ہے کہ وہ مقررہ قوانین قدرت کو ان کے مقررہ راستوں میں جاری کر دیتا ہے اس کے بعد تمام آثار ان سے پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ انسان آثار کو نہیں پیدا کرتا (عقرب اس کا بیان آتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اس امر کے قابل ہیں کہ یہ تمام آثار قوانین قدرت سے خدا تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ظہور میں آتے ہیں نہ فقط قوانین قدرت کے ذاتی اثر سے چنانچہ اس کی تفسیق عقرب آئیگی) پس جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک یہ بات جس کا پیشتر ذکر ہوا واضح ہو گئی کہ کوئی شے اپنے مثل کے بنانے پر بھی قادر نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ وہ اپنے سے بڑھکر اور اکمل شے کو بنائے تو وہ کہنے لگے کہ یہ لازمی امر ہے کہ جس خدا نے مادہ کو ان عجیب و غریب قوانین قدرت کے ساتھ ایجاد کیا جنکی وجہ سے کہ اس میں بیشمار نظومات اور تغیرات کی قابلیت آگئی اور اس سے یہ حیرت انگیز جمیع انواع وجود میں آئیں ضرور اس خدا کی جملہ صفات جو کہ اس کے لیے دلیل سے ثابت ہوئیں اور جو صفات کمالیہ کہ اس کی ذات کے شایاں ہر سبب تہ کمال کو پھونچتی ہوئی ہوں۔ ورنہ وہ اپنے مصنوعات کے مثل یا ان سے بھی کمتر ٹھہرے گا حالانکہ یہ امر اس کے خلاف ہے جسکو کہ عقل یقینی طور پر جان چکی اور اس کی تصدیق کر چکی پس وہ اس کے معقود ہو گئے کہ وہ خدا ضرور معمم۔ بصیر شکم۔ اور تمام صفات کمالیہ کے ساتھ جو اس کی ذات کے شایاں ہیں مقصد ہے اس لیے کہ یہ بات عقل میں نہیں آسکتی کہ وہ ہر۔ انداز۔ کو لگا ہو اور پھر اسی نے قوت سمع کو پیدا کیا ہو آنکھوں کو روشن کیا ہو۔ کلام کے ساتھ زبان کو جاری کیا ہو اور یہ ہو سکتا ہے کہ وہ صفت کمالیہ میں ناقص ہو حالانکہ اسی نے صفت کمالیہ کی نظیر کو اپنے مصنوعات میں نہایت ہی کامل طور پر ایجاد کیا ہے لیکن جتنی صفات کا کہ وہ خدا کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں ان کے بارے میں انہیں یقین ہے کہ نہ وہ حادث کی سی صفات ہیں اور نہ حقیقت میں ان کے مشابہ نہیں ہوتے ہیں اگرچہ باہم ان میں آثار کی مشابہت کی وجہ سے مشارکت اسی پائی جائے اور اس امر کا پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ آثار کی مشابہت سے حقیقت کی مشابہت ضروری نہیں پس خدا سننے میں ہماری طرح کان کا محتاج نہیں بلکہ کچھ

خدا کی شے بننے والی ہے  
جس کو شے بنانے والی اور  
جس کا شے بننے والی اور  
خدا کا شے بننے والی اور

خدا کا شے بننے والی اور  
خدا کا شے بننے والی اور  
خدا کا شے بننے والی اور  
خدا کا شے بننے والی اور



اُس کی صفت قدیم ہے جو اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جس سے کہ تمام سموعات اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اُس کا ذکر  
 آنکھ کی پتلی پر موقوف نہیں بلکہ وہی صفت قدیم ہے جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جس سے کہ تمام سموعات اُس کے نزدیک  
 منکشف ہو جاتے ہیں اوس کا کلام ہماری طرح آواز اور حرف سے نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی صفت قدیم ہے جو کہ اُس کی ذات کے  
 ساتھ قائم ہے جس کے ذریعہ سے وہ اپنی مخلوقات میں سے جس کو کچھ سمجھانا چاہتا ہے سمجھاتا ہے اسی طرح تمام اُن باقی  
 صفات یعنی علم۔ ارادہ۔ قدرت۔ حیات وغیرہ کی نسبت جو سائن میں بیان ہوئیں یہی کہا جاسکتا ہے پس وہ ساری صفات قدیم ہیں  
 جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں جن میں سے ہر ایک کا اُس کے مقتضائے موافق اشیا کے ساتھ تعلیق ہوتا ہے خواہ بطور انکشاف  
 کے ہو یا تھیں کے یا حادث کے ورنہ اگر اُس کی صفات حادث کی سی صفات مانی جائیں گی تو وہ بھی انہیں کھلیج حادث میں بیگا  
 حالانکہ اُس کے قدم کے مزوری ہونے پر اور اُس کے حادث کے محال ہونے پر دلیل قائم ہو چکی ہے اور اس کا تفسیر سی  
 بیان پہلے گزر چکا ہے۔

پھر جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر و اسی خدا کے پاک کی جانب سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اُن دلائل کیوجہ  
 سے جو آپ کے صدق پر قائم ہو چکی ہیں یقین کر چکے تو انہوں نے دیکھا کہ اُن کی شریعت خدا کے لیے صفت اُن  
 جو کہ عقلی دلائل سے معلوم ہوئیں ثابت کرتی ہے اور یہ وہ صفات ہیں جن پر خدا کی کما ہمارے اور نیز وہ صفات کا یہ جس کے لیے  
 کہ اُس کی شان عظیم مقتضی ہے اور وہ اس کے عدل۔ رحمت۔ کرم۔ ہدایت۔ احسان اور ایسی ہی اور صفات ہی کہ جب کا پتہ  
 لخص شریعت سے لگتا ہے اسی قبیل سے ہیں۔ باوجود اس کے اُنھوں نے یہ بھی پایا کہ ان صفات کے علاوہ اس شریعت  
 نے خدا کے لیے چند ایسی صفات کو بھی ثابت کیا کہ دلیل عقلی خیمہ نہ ثبوت ہی پر دلالت کرتی ہے اور نہ اُن کی نفی پر لیکن  
 شریعت محمدیہ میں چونکہ اُن کی تصریح کی گئی تھی تو وہ اُن صفات کے بھی معتقد ہو گئے اس لیے کہ اُن صفات کے خبر دینے  
 والے ذور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (صداق ہیں اور اُن کا صدق اُن دلائل قاطع کیوجہ سے جو اُن کے صدق پر  
 قائم ہو چکے ہیں یقینی تسلیم کیا گیا ہے اور عقل اُن صفات کو محال بھی نہیں سمجھتی کہ اُن کے ماننے میں کچھ پس و پیش کرنے کا موقع  
 اسی طرح اس شریعت میں خدا کے پاک کے لیے چند ایسی اشیا کو بھی ثابت کیا ہے جن سے کہ بظاہر جمہیت کا مشہور  
 پڑتا ہے اور یہ اشیا جیسے کہ چہرہ۔ آنکھ۔ ہاتھ۔ انگلی قدم وغیرہ ہیں پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے ان اشیا کو  
 خدا کے لیے ثابت تو کیا لیکن چونکہ عقلی اور عقلی دلیل کی رو سے خدا کا جمہیت نثرہ اور پاک ہونا ثابت ہو چکا تھا اس لیے  
 اُنھوں نے اُن کے ظاہری معانی نہیں تسلیم کیے اور یہ اعتقاد رکھا کہ ان کے معانی جو ہوں خدا کی ذات کے شائبہ ہیں  
 حادث میں ان کے جو معانی سمجھے جاتے ہیں وہ ہرگز نہیں ہو سکتے رہا ان کی حقیقت کا علم وہ انہوں نے اسی خدا کے  
 پاک پر رکھا اور اُس کے حوالہ کیا۔ اسی لیے وہ اس امر کے قائل ہو گئے کہ خدا کا ناقض تو ہے لیکن وہ ہمارے ہاتھوں  
 کی طرح نہیں ہو سکتا اسی طرح اُس کی آنکھ بھی ہے لیکن ہماری آنکھوں کی طرح نہیں ہو سکتی ہے ہذا الیقین اور اشیا کو  
 بھی سمجھیے انا تو ہم کہتے ہیں باقی رہی اس کے مراد ہی معنی کی حقیقت اُسے خدا ہی خوب جانتا ہے پس اس طور پر  
 وہ خدا کو نثرہ ماننے ہیں اور حقیقی طور خدا کے حوالہ کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ جہاں تک عقل کی دلالت اور شریعت محمدیہ معلوم

اُن کی صفت قدیم ہے جو اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جس سے کہ تمام سموعات اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اُس کا ذکر  
 آنکھ کی پتلی پر موقوف نہیں بلکہ وہی صفت قدیم ہے جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جس سے کہ تمام سموعات اُس کے نزدیک  
 منکشف ہو جاتے ہیں اوس کا کلام ہماری طرح آواز اور حرف سے نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی صفت قدیم ہے جو کہ اُس کی ذات کے  
 ساتھ قائم ہے جس کے ذریعہ سے وہ اپنی مخلوقات میں سے جس کو کچھ سمجھانا چاہتا ہے سمجھاتا ہے اسی طرح تمام اُن باقی  
 صفات یعنی علم۔ ارادہ۔ قدرت۔ حیات وغیرہ کی نسبت جو سائن میں بیان ہوئیں یہی کہا جاسکتا ہے پس وہ ساری صفات قدیم ہیں  
 جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں جن میں سے ہر ایک کا اُس کے مقتضائے موافق اشیا کے ساتھ تعلیق ہوتا ہے خواہ بطور انکشاف  
 کے ہو یا تھیں کے یا حادث کے ورنہ اگر اُس کی صفات حادث کی سی صفات مانی جائیں گی تو وہ بھی انہیں کھلیج حادث میں بیگا  
 حالانکہ اُس کے قدم کے مزوری ہونے پر اور اُس کے حادث کے محال ہونے پر دلیل قائم ہو چکی ہے اور اس کا تفسیر سی  
 بیان پہلے گزر چکا ہے۔

صفات خداوندی کے  
 بارہ میں اثبات کا  
 علم

اوس کے موافق وہ خدا کو تمام کمالات کے ساتھ جو اوس کی شانِ عالی کے مترادف ہیں موصوف نامتے ہیں اور تمام نقائص سے کہ جو اُس کو زیبا نہیں منزه اور بزرگ اعتقاد کرتے ہیں ۛ

پھر اس شریعت نے جیسے کہ خدا کی صفات بتلائی ہیں اسی طرح اُس کے وہ نام بھی جو اُسے اپنے لیے خود بخود برسیکے ہیں بتلائے انہیں میں سے فقط (اللہ) ہے جو اُس کا خاص نام ہے دوسرے براطلاق نہیں ہوتا اس لفظ کا معنی علیہ وسلم کی اہانت کے قبل بھی اگرچہ عالم کے پیدا کر نیوالے پر عربی زبان میں اطلاق موجود تھا لیکن شریعت نے بھی خدا تعالیٰ پر اسی لفظ کو اطلاق کیا اس لیے اس طرح پر اس میں شرعی حیثیت پیدا ہو گئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک یہ نام شرعی نام سمجھا گیا جس میں کہ انھوں نے شریعت محمدیہ کا لحاظ کیا نہ فقط عربی لفظ کا ابھڑا ہوا خدا تعالیٰ کے باقی ناموں کو سمجھیں۔ پھر شریعت محمدیہ نے جیسے کہ اپنے پیروی کر فیو انوں کو خدا کے وجود کے اور اُس کے ان صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہوئی تعلیم دی جسکے یا تو ثبوت ہی پر عقل و دلت کرتی ہے یا خدا کے لیے اُن کو جان کر کہتی ہے اور اُسکے نام بتلائے اسی طرح اُس نے خدا کے وجود پر اُس کی عظمت پر اُس کی تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہونے پر عقلی دلیل سے استدلال کر نیکا طریق بھی سکھایا عام ہے کہ وہ دلائل برائی قطعی ہوں۔

یا اطمینان بخش دلائل ہوں جن سے کہ قلوب کی پوری تسکین ہو جاتی ہے اور دل اُن کو فوراً قبول کر لیتا ہے۔ اس طرح اسلامی امور کے ثبات کے لیے نہایت ہی وسیع طریق اُن کے ہاتھ لگا اور عقلی اصول پر اسلامی خوبیاں ثابت کر نیکی واسطے اُن پر بہت بڑا دروازہ کھل گیا چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ اُن میں سے چند امور کو ذکر کروں جو کہ خدا نے عالم کے وجود پر صفات کمالہ کے ساتھ اُسکے موصوف ہونے پر اُسکی اور اُسکی صفات کی عظمت پر۔ اور پر اُن کے آثار کی وسعت پر دلالت کرتے ہیں جن سے کہ دلوں میں اُسکی شانِ عظیم کی عظمت پیدا ہوتی ہے اور ایک سے ایک مصنوعات اور اُسکے اچھے عجیب و غریب اشیاء کے بنائے پر اسکو پوری قدرت حاصل ہونیکا دلوں کو یقین ہوتا ہے ۛ

اساتذہ کرام کو ہم ہوتا ہے کہ اصل مقصود کے بیان کرنے سے پہلے میں ایک مقدمہ ذکر کروں جس سے کہ مطلب کے سمجھنے میں سہولت پیدا ہو جائے اور جو کہ مقصود کے ساتھ اپنے لگاؤ کی وجہ سے بہت کچھ نافع ثابت ہو جس میں کہتا ہوں کہ یہ امر تو مخفی نہیں کہ مادہ اور اُسکے انواع کے لیے کچھ عام صفات ہیں جیسے کہ تخیر (یعنی کسی نہ کسی قدر خدا کو گہیرنا) جو تمام اجسام میں پایا جاتا ہے اور کچھ خاص صفات ہیں جیسے کہ لوہے کا ہنڈرے کی چوٹ کہا سکتا اور شیشہ کا جو رہو جانا یہ دونوں صفات اجسام کی ایک ایک نوع کے ساتھ خاص ہیں اور آپ لوگوں کی علمی راسخوں کی کتابوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انواع مادہ میں سے کسی سے بھی عام صفات منفک نہیں ہو سکتیں اُن کا منفک اور جدا ہو جانا محال ہے باقی رہیں خاص صفات اُن کی نسبت آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن میں سے ہر صفت جس جم میں کہ پائی جاتی ہے کسی نہ کسی طرحی ہے اُس سے فرق جدا ہو سکتی ہے چنانچہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ شکر لوہے سے ہنڈرے کی چوٹ سے بڑھتی کی صفت جدا ہو سکتی ہے اور پھر اس میں اُس کی چوٹ سے ریزہ ریزہ ہو جانیکی صفت جبکہ اُسے فلاں عرق میں بہگو یا جائے تو پیدا ہو سکتی ہے۔ نہ لوانیکے وقت مفتا طیس سے لوہی کی کشش کر نیکی قوت جاتی رہتی ہے اسی بنا پر ایک ادایا دی گیا ہے جس سے زلزلہ کا قریب

خدا کے نام بتلائے ہیں اور اس کے ساتھ

اساتذہ کرام کو ہم ہوتا ہے کہ اصل مقصود کے بیان کرنے سے پہلے میں ایک مقدمہ ذکر کروں جس سے کہ مطلب کے سمجھنے میں سہولت پیدا ہو جائے اور جو کہ مقصود کے ساتھ اپنے لگاؤ کی وجہ سے بہت کچھ نافع ثابت ہو جس میں کہتا ہوں کہ یہ امر تو مخفی نہیں کہ مادہ اور اُسکے انواع کے لیے کچھ عام صفات ہیں جیسے کہ تخیر (یعنی کسی نہ کسی قدر خدا کو گہیرنا) جو تمام اجسام میں پایا جاتا ہے اور کچھ خاص صفات ہیں جیسے کہ لوہے کا ہنڈرے کی چوٹ کہا سکتا اور شیشہ کا جو رہو جانا یہ دونوں صفات اجسام کی ایک ایک نوع کے ساتھ خاص ہیں اور آپ لوگوں کی علمی راسخوں کی کتابوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انواع مادہ میں سے کسی سے بھی عام صفات منفک نہیں ہو سکتیں اُن کا منفک اور جدا ہو جانا محال ہے باقی رہیں خاص صفات اُن کی نسبت آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن میں سے ہر صفت جس جم میں کہ پائی جاتی ہے کسی نہ کسی طرحی ہے اُس سے فرق جدا ہو سکتی ہے چنانچہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ شکر لوہے سے ہنڈرے کی چوٹ سے بڑھتی کی صفت جدا ہو سکتی ہے اور پھر اس میں اُس کی چوٹ سے ریزہ ریزہ ہو جانیکی صفت جبکہ اُسے فلاں عرق میں بہگو یا جائے تو پیدا ہو سکتی ہے۔ نہ لوانیکے وقت مفتا طیس سے لوہی کی کشش کر نیکی قوت جاتی رہتی ہے اسی بنا پر ایک ادایا دی گیا ہے جس سے زلزلہ کا قریب

اساتذہ کرام کو ہم ہوتا ہے کہ اصل مقصود کے بیان کرنے سے پہلے میں ایک مقدمہ ذکر کروں جس سے کہ مطلب کے سمجھنے میں سہولت پیدا ہو جائے اور جو کہ مقصود کے ساتھ اپنے لگاؤ کی وجہ سے بہت کچھ نافع ثابت ہو جس میں کہتا ہوں کہ یہ امر تو مخفی نہیں کہ مادہ اور اُسکے انواع کے لیے کچھ عام صفات ہیں جیسے کہ تخیر (یعنی کسی نہ کسی قدر خدا کو گہیرنا) جو تمام اجسام میں پایا جاتا ہے اور کچھ خاص صفات ہیں جیسے کہ لوہے کا ہنڈرے کی چوٹ کہا سکتا اور شیشہ کا جو رہو جانا یہ دونوں صفات اجسام کی ایک ایک نوع کے ساتھ خاص ہیں اور آپ لوگوں کی علمی راسخوں کی کتابوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انواع مادہ میں سے کسی سے بھی عام صفات منفک نہیں ہو سکتیں اُن کا منفک اور جدا ہو جانا محال ہے باقی رہیں خاص صفات اُن کی نسبت آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن میں سے ہر صفت جس جم میں کہ پائی جاتی ہے کسی نہ کسی طرحی ہے اُس سے فرق جدا ہو سکتی ہے چنانچہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ شکر لوہے سے ہنڈرے کی چوٹ سے بڑھتی کی صفت جدا ہو سکتی ہے اور پھر اس میں اُس کی چوٹ سے ریزہ ریزہ ہو جانیکی صفت جبکہ اُسے فلاں عرق میں بہگو یا جائے تو پیدا ہو سکتی ہے۔ نہ لوانیکے وقت مفتا طیس سے لوہی کی کشش کر نیکی قوت جاتی رہتی ہے اسی بنا پر ایک ادایا دی گیا ہے جس سے زلزلہ کا قریب

ہونا اور یافت ہو سکتا ہے تاکہ انسان اس سے محفوظ رہ سکے پس یہ اس امر کی تصریح ہے کہ جسم کی خاص صفات اسباب طبعیہ میں سے کسی نہ کسی سبب سے ضرور جدا ہو سکتی ہیں جیسا کہ پہلے پیشتر ذکر کیا لیکن پھر جیسے المد علیہ وسلم کے پیرو ان عام صفات کی نسبت جن کا ثبوت ان کے نزدیک مادہ کے جمیع انواع میں مدلل ہو چکا ہے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ صفات دوسرے سے منقسم پائی جاتی ہیں بعض تو ایسی ہیں کہ مادہ کے تمام انواع میں سے کسی سے بھی منسلک نہیں ہو سکتیں ان کا منسلک اور جدا ہو جانا محال ہے اور اس قسم کی صفات کے ساتھ خدا تعالیٰ کی قدرت باوجود ان کے تحقق الوجود ہونے کے ادن کے معدوم کرنے کے لیے متعلق نہیں ہو سکتی اس لیے کہ خدا کی قدرت امر واجب یعنی ایسی شے کے اعدام کے ساتھ جس کا وجود ضروری اور معدوم ہونا محال ہے متعلق نہیں ہوا کوئی جیسے کہ جسم کے لیے تجزیہ یعنی جسم کا کسی نہ کسی تفرع یا خلل کو گھیرنا پس ممکن نہیں ہے کہ کوئی جسم بغیر کسی قدر خلل کے گھیرے ہوئے پایا جاسکے۔

دوسری قسم وہ ہے کہ جمیع انواع سے جس کے منسلک ہونیکو عقل جائز کہتی ہے۔ پس کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ کی قدرت ایسی صفت کے معدوم کرنے کے ساتھ عام ہے کہ تمام انواع سے ہو یا کسی خاص نوع سے متعلق ہو جائے۔ کیونکہ یہ امر عقلاً ممکن ہے اور جو امر عقلاً ممکن ہوتا ہے وہ ضرور خدا تعالیٰ کی قدرت کے تصرف کے تحت میں آ سکتا ہے۔

جیسے کہ اجسام کی عام کشش جبکی وجہ سے ایک جسم دوسرے کو کشش کرتا ہے اور ایسے ہی کشش اتصال یعنی جس کشش کو جو کہ کسی جسم کے ایک ہی حصہ کے اجزاء پر دہریے یعنی ذرے جیسے لوہے کے شٹا باہم ملتے رہتے ہیں اور ان کے ملنے کی وجہ سے جسم بن جاتا ہے اسی قسم کی اور صفات سے لینے۔ پس وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کا ثبوت اگرچہ اجسام میں پایا جاتا ہے لیکن ان کے لیے عقلاً لازمی نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت اجسام میں امکان عقلی کے طور پر ہے یعنی عقل کے لیے یہ ممکن ہے کہ اجسام کا اس قسم کی صفت کے ساتھ تصور کرے یا ان کا تصور بلا اس صفت کے کرے پس اس سے کونا امر مانع ہو سکتا ہے کہ اگر ہم کسی جسم کو عام کشش سے خالی تصور کریں یعنی وہ کسی دوسرے جسم کو کشش کرے اور نہ دوسرے اجسام کو اس طرح کہیں بھی کوئی قضاوت نہیں معلوم ہوتی کہ اگر ہم کسی جسم کو کشش اتصال سے خالی تصور کریں اور اس کی ذات کا باہم ملنا کسی دوسرے جسم سے ان لیں علاوہ بریں آپ لوگوں کا جسم میں کشش اتصال کے ساتھ قوت مدافعت کے وجود کا بھی قائل ہونا گویا اجتماع نفیضین کو ماننا ہے۔ قوت مدافعت سے وہ قوت مراد ہے جبکی وجہ سے جسم کے ذرات پورے طور سے مل نہیں سکتے اور وہ ان کو ملنے سے روکتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جسم میں خلا اور مسامات باقی رہ جاتے ہیں اور یہی قوت خارجہ قوت کا جبکہ وہ جسم پر دباؤ ڈالتی ہے مقابلہ کرتی ہے جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں اس کا صریح بیان موجود ہے۔ اگر آپ کہیں کہ بغیر اس قوت کے تو اجسام کا بنتا ہی خیال میں نہیں آ سکتا تو ہم جواب دینگے کہ ہمارے نزدیک خدا کی قدرت کے بغیر اس قوت کے ملنے سے دوسرے طور پر بھی ممکن ہے اور اگر ہم اس موقع پر کسی سبب ہی کے قائل ہو جائیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ سوائے اس قوت مدافعت کے کوئی دوسرا سبب ہو۔ یہاں بتلایا ہے کہ ہمیں کوئی قضاوت ہے کہ یہی اجزاء فردہ ذرات لسیطہ جس کے اجسام میں موجود ہونیکے آپ قائل ہیں ممکن ہے کہ انہیں کئی شکلیں ایسی ہوں کہ ان میں کچھ اچھا رہا ہے جاتے ہوں اور کچھ بگاڑا دینے سے گڑھے بھی موجود ہوں پس ان اجزاء کے مجتمع ہونے کے وقت

جسم کی کشش عام اور  
کشش اتصال اور  
قوت مدافعت پر  
ایک عقلاً اور بحث

یہی اہبار اُن گڑھوں میں گھس کر خوب جھجھکتے ہوں پس جب یہ گڑھے ان اہباروں پر دباؤ پڑنے لگے ہوں یا کسی سبب سے جیسے کہ حرارت جو کہ اُن ذرات کو پسلا دیتی ہے دباؤ کم پڑتا ہو تو جھجھکیاں یا زخم گھس جاتا ہوا درجب یہ اہبار گڑھوں میں دب جاتے ہوں یا کسی سبب سے جیسے کہ ردوت دباؤ شدید پڑتا ہو تو جھجھکیاں میں بقدر دباؤ کے سختی آجاتی ہوا اور کھوس جھجھکتا ہوا اس طرح پر قوت مداخلت کی وجہ سے باہم ذرات کی مداخلت کے بجائے یہ علت بیان کیا جاسکتی ہے کہ جب یہی گڑھے ایسے تنگ ہوتے ہیں جہاں کہ یہ اہبار پورے طور سے نہیں سما سکتے تو ذرات کے مابین خلا باقی رہ جاتے ہیں اور یہی وہ مسامات اور سوراخ ہیں جو ہر جسم میں پائے جاتے ہیں اور یہ ایسی علت ہے جس سے کہ اجسام سختی الجھن کے ذرات کے باہم ہٹنے لگتے ہیں کیونکہ جس طرح ظاہر ہوتی ہے اسی طرح عقل کے لئے اجسام مختلف الجھن کے باہم ہٹنے کی وجہ بھی ظاہر ہو جاتی ہے جیسے کہ مابین گوند اور کاغذ کے ہوتا ہے۔ مراد اس علت سے اجزاء فردہ (ذرات بسیطہ) میں اہبار اور خلا پائے جائیں گے۔ وجہ سے اس امر کا واقع ہونا ہے اور ظاہر کیونکہ یہ ہے کہ علت آپ لوگوں کی اُس علت کے جو کہ اپنے ذروں کے باہم ہٹنے کے لئے بیان کی ہے یعنی یہ کہ یہ امر تدریجاً تو کثرت کشش اتصال کے انجام پاتا ہے جو کہ اجسام مختلف الجھن میں موجود ہوتی ہے عقل سے قریب تر ہے جیسا کہ بتنے پیشتر بیان کیا۔

اور جب کہ آپ لوگوں کے نزدیک ان اجزاء فردہ (ذرات بسیطہ) کی مختلف شکلیں ہیں اور وہ اگرچہ بالفعل قسمت نہیں قبول کرتے لیکن عقلی قسمت کو ضرور قبول کر سکتے ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں موجود ہے تو ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم کچھ اہبار اور خلا فرض کر کے آپ لوگوں کو الزام دیں بظلمات اُن اجزاء بسیطہ کے جو کہ محمد علیہ السلام کے متبعین کے نزدیک ہیں کیونکہ اُن میں کچھ بات نہیں ہو سکتی۔ اس تقریر سے کہیں یہ نہ سمجھ جائیگا کہ میں اجزاء فردہ (ذرات بسیطہ) میں اہبار اور خلا کے وجود کو مانتا ہوں اور اس پر میں نے اپنی علت کو مبنی کیا ہے کیونکہ انکس تعلیل پر بھی اشکالات کے دائرہ ہونیسے میں مانگو نہیں ہوں۔ میں نے تو صرف یہ دیکھنا کہ آپ کی تعلیل میں ایک احتمال نکالا ہے کہ دیکھئے آپ کی تعلیل کہاں تک پایہ ثبوت کو پہنچو گی ہے اور یہ کہ دوسری تعلیل آپ کی تعلیل سے قریب تر ہے۔ خلاصہ یہ کہ محمد علیہ السلام کے پیرو یہ نہیں کہتے ہیں کہ صفات عامہ جو پیشتر مذکور ہوئیں ایسی ہی اور بھی اجسام میں موجود نہیں ہیں اور وہ اجسام میں اُن کے موجود ہونے سے انکار کرتے ہیں یہاں تک کہ آپ کو اُن کے ثبوت پر دلائل قایم کرنے کی تکلیف گوارا کرنا پڑے ورنہ تو اُن کے ثبوت کو مان کر صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ عقلاً ضروری نہیں ہیں بلکہ وہ اجسام میں موجود بھی رہ سکتی ہیں اور اُن سے معدوم بھی ہو سکتی ہیں اس لئے کہ عقل اُن سے نہ اُن کے موجود ہونیکو محال سمجھتی ہے اور نہ اُن سے اُن کو معدوم ہونیکو۔ اور جب اُن کی یہ حالت ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے تحت تصرف میں جو کہ تمام اُن اشیا پر جو کہ عقلاً ممکن ہیں قادر ہے ضرور عقل ہو سکتی ہیں جیسا کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے۔ پس جیسے کہ اُسے اُنہیں ایجاد کیا ہے باوجود اجسام کے موجود نہ ہونے کے وہ اُن کے معدوم کرنے پر بھی قادر ہے یہاں تک کہ کشش اتصال کے معدوم کرنے پر بھی کیونکہ وہ لہجہ اجسام کے بننے کے لئے لازمی نہیں ہے جیسا کہ آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ وہ خدا کے پاک بلا قوت کشش اتصال کو ہی

عہ گیس کی قسم کہ وہ اجسام کہلاتے ہیں جو مثل ہوا کے نظر نہیں آتے ۱۲ ملاحظہ۔



اجزاء فرہ (اور ان بسیط) کے مجتمع کرنے پر کسی سبب کے ذریعے ہو یا بلا واسطہ کسی سبب کے ہر طرح قادر ہے اگرچہ وہ لوگ حدائے  
 پاک کی عادت پر جو کہ اسے اس عالم میں جاری کر رکھی ہے قیاس کر کے پہلی ہی بات کے قائل ہوں گے اور وہ عادت یہ ہے  
 کہ خدا نے اس عالم میں ہر شے کو ایک سبب کے ساتھ مندرجہ کر رکھا ہے یعنی اسے اپنی یہ عادت ٹھہرائی ہے کہ جب کوئی سبب پایا  
 جاتا ہے تو وہ اس کے سبب کو بھی ایجاد کر دیتا ہے۔

اب رہیں صفات خاصہ تو ان کے بارہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا قول آپ ہی لوگوں کے مثل ہے کہ وہ اپنے  
 موصوفات کے لئے ضروری نہیں بلکہ ان سے جدا ہو سکتی ہیں لیکن آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ صفات اپنے موصوفات سے  
 جدا ہو سکتی ہیں کہ جب اُس کے ذرات بسیط کسی طبعی سبب کی وجہ سے اپنی پہلی وضع سے متغیر ہو جائیں اور ہر پر کے نزدیک اس  
 مفارقت کے لیے ایک کافی زمانہ کی ضرورت پڑتی ہے جو کبھی تو کم اور کبھی اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ ہزاروں برس تک فوت ہو جاتی  
 ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین جن تک کہ ان کے نزدیک امر و اتھی کی حقیقت مدلل نہیں ہوتی ہی کہتے ہیں کہ صفات  
 خاصہ کا اپنے موصوفات سے جدا ہونا ممکن ہے کہ جسم کے ذرات بسیط کی وضع کے متغیر ہو جائیں ہو اور یہ بھی ممکن ہے  
 کہ کسی دوسرے سبب سے جدا ہو جائے اور جب ان کے نزدیک کوئی امر مدلل ہو جاتا ہے تو وہ بلا تکلف مان لیتے ہیں کچھ ہی کیوں نہ ہو  
 وہ عدا ہی کے پیدا کر نیسے ہے اور ان اسباب کی نسبت جن میں آپ اس کے لئے موجب ٹھہراتے ہیں +

ان کا یہ قول ہے کہ وہ عدا ہی اسباب ہیں یعنی خدا کے تعالیٰ کی عادت جاری ہو گئی ہے کہ اسباب کے پائے جانے کے وقت  
 وہ ان کے مسببات کو ایجاد کر دیتا ہے اور وہ اسباب اپنے سبب کے لئے نہ موجب ہیں نہ موثر اگرچہ آپ ان اشیاء کو  
 ان کے سبب کی جانب نسبت کرتے نہیں گے لیکن ان کا یہ اعتقاد ہرگز نہیں ہے کہ ان اسباب کو ان کے وجود میں باطل  
 کچھ اثر ہے بلکہ اس نسبت کر نیسے ان کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ اس سبب کو اس کے سبب کے موجود ہونے کے وقت اپنی  
 عادت کے موافق اس عالم میں پیدا کر دیتا ہے اور اگر وہ چاہے کہ سبب کو پیدا کرے اور سبب کو نہ پیدا کرے یا سبب کو  
 بغیر اس سبب کے پیدا کرے تو وہ ضرور کر سکتا ہے اور جب یہ اسباب موثر نہ ٹھہرے اور سببات کا وجود خدا ہی کے پیدا کر  
 قرار پایا تو وہ اس زمانہ کے بارہ میں جھکو کہ آپ لوگ صفات کے اپنے موصوفات سے جدا ہونے کے لیے لازمی مانتے ہیں یہ کہتے  
 ہیں کہ یہ اتنا زمانہ محض خدا تعالیٰ کی عادت مستمرہ کے اعتبار سے ہے اور اگر وہ ایک لحظہ میں موصوفات سے صفات کو جدا کرنا چاہے

مگر اس کی بہت واضح مثال یہ ہے کہ لال چند سی دکھلائے سے آتی ہوئی ریل فوراً رک جاتی ہے اور سب سے برابر چلی آتی ہے تو ایسا  
 ریل کے چلتے ہوئے کہ اپنی یہ عادت مقرر کر لی ہے تو کیا وہ بالکل مستمر نہیں کر سکتے یا بغیر چند سی دکھلائے جانے کے ریل کو نہیں لاسکتے  
 اگرچہ عادت مقررہ کے اعتبار سے یہ لازمی بات ہے کہ سرج چند سی سے ہمیشہ ریل رکے گی۔ اور سب سے آگے گی اور جب وہ اپنی  
 اس عادت کو بدلتا چاہیں تو اس کے خلاف ہی ہو جائے گا یہی مثال خداوندی عادت کی ہے یعنی جو قوانین قدرت یا اسباب طبعی دریافت  
 ہوئے ہیں وہ چند سی کے مثل ہیں اور خدا نے انہیں سکے موافق تمام عالم کا انتظام کر رکھا ہے جب کوئی طبعی سبب پایا جاتا ہے تو اپنی عادت کے  
 موافق وہ اس کے سبب کو ہی موجود کر دیتا ہے اگر وہ چاہے تو اس کے خلاف بھی کر دے چاہے وہ کسی مصلحت کے مستمر قوانین کے خلاف  
 کرے اور یہ یہ کہتا ہے تو اس کو خرقی عادت کہتے ہیں جو شخص کہ خدا کو مجبور نہ ٹھہرائے گا اور وہی اختیار رائے گا اس کے سمجھنے میں ذرا وقت نہیں لگتی ہرگز

فہم انہی سببوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی عادت کے موافق ہیں اور ان کے سبب کے سبب ہیں



تو کہہ سکتا ہے وہ اتنے دراز زمانہ کے ساتھ پابند ہونے کے لیے مجبور نہیں ہے مثلاً جس کہ آپ پچھتے ہیں کہ لوہا فلاں عرق میں جب بہگایا جائے تو لوہہ بہگوانے کے اُس کے ذرات بسیط کی وضع متغیر ہو جانے سے اُس سے چوٹ کھا کر ٹڑھنے کی صفت دور ہو جائے گی اور اس میں بجائے اس کے چوٹ کھا کر چور چور ہو جانے کی صفت آجائے گی۔ اور اُس کے لیے ایک کافی زمانہ کی ضرورت پڑے گی اور یہ عرق اس تبدیلی میں بطبعہ موثر اور موجب ہے اور تنازعہ لازماً ہے یہاں تک کہ بغیر اس کے یہ امر لوہا ہی نہیں ہو سکتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اس موقع پر یہ کہیں گے کہ یہ تبدیلی خدا اُتالنے کے فعل سے اس طرح حاصل ہوئی ہے کہ اُس نے چوٹ کھا کر ٹڑھنے کی صفت کو معدوم کر دیا اور بجائے اُس کے چور چور ہو جانے کی صفت کو ایجاد کر دیا عام ہے کہ یہ بات اُس کے ذرات کی وضع کے متغیر ہو جانے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہو یا کسی دوسری وجہ سے جو ہم کو معلوم نہیں ہوئی اور اس تبدیلی میں اس عرق نے بطبعہ اثر نہیں کیا اور نہ اُس کے لیے موجب ہوا بات صرف یہ ہے کہ خدا کی اس عرق میں بہگوانے کے وقت اس تبدیلی پیدا کرنے کی عادت جاری ہو گئی ہے اور یہ زمانہ جیوں کہ یہ تبدیلی پوری ہوئی کوئی لازمی شرط نہیں ہے بلکہ خدا اس تبدیلی کے ایک لحظہ میں پیدا کرنے پر قادر ہے جیسے کہ وہ لوہے کو بغیر اس عرق میں بہگوانے کے اس تبدیلی کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اس بطرح اس قول کے بارہ میں کہ آگ فلاں جسم کو جلاتی ہے۔ اور پانی پیاس کو بجھا دیتا ہے اور فلاں چیز کے ذلال اثر ہوتا ہے وغیرہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی شے بھی بطبعہ موثر نہیں ہے بلکہ جو آثار ان اشیاء سے پیدا ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں تحقیق میں خدا ہی چہد مشروط اور احوالِ حادثہ کے ساتھ اُن اشیاء کے پائے جانے کے وقت ان آثار کو پیدا کر دیتا ہے اور وہ ان اشیاء میں بغیر کسی شے کے پائے جانے کے بھی جنکو آپ سبب کہتے ہیں اُن آثار کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ جیسے کہ وہ اُن آثار کو باوجود اُن کے منشاء کے موجود ہونے اور باوجود تمام شرائط کے پائے جانے اور موانع کے مرتفع ہونے کے معدوم رکھ سکتا ہے۔

جنس چیز نے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو اس بات پر جبکہ پشت پر بیان ہوا کہ اشیاء میں بالطبع کوئی تاثیر نہیں ہے بلکہ آثار خدا ہی کے پیدا کرنے سے ہوا کرتے ہیں آمادہ کر دیا تو اصرار نہیں۔ اول تو وہ دلیل نہیں جو اس بات پر قائم ہو چکی کہ خدا ان تمام اشیاء کے پیدا کرنے میں جو اس عالم میں ہوا کرتی ہیں متفرد و مستقل ہے پس اگر اشیاء ان آثار کے وجود میں ان سے ناشی ہوتے ہیں بالطبع مؤثر ماننے جا نیگی تو وہ ان کے لیے ضرور خالق ٹھہریں گی حالانکہ خدا اسے عالم کے سوا کہ اس کا نام اللہ ہے کسی دوسرے کا خالق ہونا محال ثابت ہو چکا ہے اور اس احتمال پر دلیل قائم ہو چکی ہے خصوصاً جبکہ ان آثار میں سے بعض نہایت مضبوط و مستحکم بھی ہوں جن کو دیکھ کر عقل صاف یہی حکم کرتی ہے کہ ان کے اس استحکام کے ساتھ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان کا پیدا کرنا والا صاحب تربیر پرور ہے علم اور کامل ادراک والا ہو اور ان صفات کا ان جمادی اشیاء کے لیے ثابت کرنا ایسی بات ہے جبکہ کوئی عاقل قائل نہیں ہو سکتا مثال کے لیے آپ ایسے نباتات کو لیجئے جن میں کہ عجیب عجیب چیزیں جیسے جڑ تہ شاخ

امام علی رضی اللہ عنہ فرماتا ہے کہ جو شخص اپنے مال کا ایک پیکہ (پونہ دو روپے) دے کر اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں میں سے ہوگا۔

تھے بچوں بچل بچل بڑھنے کے اجزا اور تخم مع قسم قسم کی شکاویں طرح طرح کے رنگوں - دالوں اور خاصیتوں کے جسے چکر عقل چکر میں آجاتی ہے اور یہ کہ چہرہ پیدا کا ہے سے ہوا میں - مٹی پانی اور ہوا سے پس محمد علیہ السلام کے متعین کی عقلیں بلکہ تمام عقول سلیمان بات کہ ہرگز قبول نہیں کر سکتیں کہ یہ تمام چیزیں جنکے لئے اعلیٰ وجہ کے علوم قدرت اور تدبیر کی ضرورت ہے مٹی - پانی اور ہوا نے پیدا کر دی ہوں جو ان تمام صفات سے بالکل خالی ہیں اسی لئے ان کے ایجاد اور پیدائش کو ذی قدرت اور اعلیٰ درجہ کے واقعہ کا خدا نے پاک کے حوالہ کرتے ہیں جسکی نسبت ان کے نزدیک دلیل قایم ہو چکی ہے نہ کہ اسی نے عدم سے اصل مادہ کو گونا گوں امور کے قابل پیدا کیا۔

اگر بالفرض خدا کے پیدا کرنے میں متقل اور متغیر ہونے سے قطع نظر بھی کر لی جائے تو دوسرا سبب اس کا یہ ہے کہ انھوں نے انہیں اشیاء میں جن سے کہ یہ آثار ناشی ہوتے ہیں نہور کیا اور اس کی حقیقت کو سوچا تو انھوں نے دیکھا کہ یہ اشیاء ان آثار کے لئے ہرگز بالذات مقتضی نہیں ٹھہر سکتیں کیونکہ ان میں سے کوئی شے ایسی نہیں پائی۔ گئی جس کی نسبت عقل اس امر کے یقین کرنے کو ضروری کرنے کہ فلاں اشیاء فلاں فلاں آثار کے لئے مقتضی ہوں یا نہیں مثلاً حرارت برودت کو پگھلا دیتی ہے اور برودت پائے کو جادیتی ہے اور جب ان کی حقیقت میں نہور کیا جائے تو عقل کے لئے ان دونوں چیزوں کے انہیں دونوں خاص اثروں کے مقتضی ہونے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی جیسے کہ اس بات کی وجہ ظاہر ہوتی ہے کہ ہر جسم جو کہ مقتضی ہے دہنی ہر جسم کسی نہ کسی قہر خلا کو ضرور گھیرے گا اور یہ کہ وہ جسم مقتضی ہیں کہ وہ متداخل نہیں ہو سکتے اور ایک ہی چیز اپنے ایک ہی جگہ میں نہیں کھانول نہیں ہو سکتا مثلاً جب وہ آپسے کہیں کہ کیوں صاحب حرارت اور برودت میں معاملہ بالعکس کیوں نہیں ہوا تو آپ کیا جواب دیتے ہیں شاید آپ یہ کہیں کہ ہر ایک کی خاصیت ہی یہ ہے تو وہ آپسے دریافت کر سکتے کہ ہر ایک کی خاصیت بالعکس کیوں نہ ہو گئی اب آپ یہی کہیں گے کہ حرارت قوت اتصالیہ کمزور کر دیتی ہے اور برودت اسکو قوی کرتی ہے پھر وہ آپسے پوچھ سکتے ہیں کہ یہ معاملہ بالعکس کیوں نہ ہوا کوئی عقلی وجہ بتلائیے بہر حال اس طرح چلے چلیے کہاں تک چلیے گا آخر کار آپ کو بجز اس کہنے کے اور کوئی گنجائش نہیں مل سکتی کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک خاصیت کے ساتھ کسی خاص کرنا اے لئے خاص کر دیا ہے اسبوج سے ہر ایک میں ایک خاص خاصیت پائی جاتی ہے پھر وہ آپکو یہ بتلا دینگے کہ یہ تخصیص کرنیوالا وہی خدا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) جس نے کہ مادہ کو ایجاد کیا ہے اور وہ فاعل مختار ہے اس نے جس شے کو جس شے کے ساتھ چاہا خاص کر دیا کہ وہ کہ خواہیہا کی شان ہی یہ ہے بعد ان سب باتوں کے وہ آپسے کہیں گے کہ جب اشیاء موثر بالطبع نہ ٹھہریں اور تاثیر نہ ہی کہ پیدا کرنے سے ہوئی پس وہ زمانہ جد آثار کے حصول کے لیے مانا گیا ہے کوئی ضروری شرط نہ ٹھہر سکتا بلکہ وہ محض خدا کی شرط ہے پس خدا ایک لحظہ میں جیسے کہ پاک مانا یا اس سے بھی کم زمانہ میں اثر کے پیدا کرنے پر پورے طور سے قادر ہے کیونکہ دلیل سے یہ بات پائے ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ خدا کی قدرت کاملہ ہی خدا کی قوتیں ایسی نہیں ہو سکتیں اس لیے کہ اس کے کونے میں اسے زمانہ کی احتیاج نہیں جیسے کہ حوادث کی

قوتوں کو احتیاج پڑتی ہے یہاں تک کہ وہ غرضی اسی شدید ہوتی ہیں ان کے عمل کرنے میں اتنا ہی کم زمانہ صرف ہوتا ہے اور جتنی ہی وہ کمزور ہوتی ہیں اتنے ہی زیادہ زمانہ کی ضرورت پڑتی ہے حلا وہ ہیں یہ بھی ہے کہ اگر اس کی قوت اپنے عمل کرنے میں زمانہ کی تعلق ہوتی جیسے کہ اور قوتوں کے تعلق میں تو ہم دیکھتے کہ وہ مصروفیات جو کہ عظیم ہوتے ہیں اور جن میں کہ نہایت باریک صنایع اور کثرت اشکال ترکیب اور خواص موجود ہوتی ہیں ہمیشہ ان کے بننے میں ان مصروفیات کے بننے سے زیادہ دراز ہی زمانہ صرف ہوتا جنہیں کہ یہ امور نہیں پائے جاتے حالانکہ ایسی بات نہیں ہے اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ شکار پہلی قسم کی ایک نبات بہت ہی تھوڑی مدت میں نکل آتی ہے اور دوسری قسم کی کوئی نبات پہلی قسم کی نکلنے کی مدت سے کئی گونہ طویل مدت میں نکلتی ہے پس یہ امر صاف اہمیت پر دلالت کرتا ہے کہ زمانہ کا متد ہونا خدا کی مخلوق کے ایجاد کرنے میں کوئی شرط نہیں ہے ورنہ جو مثال ہمیں دی ہے اس میں ضرور معاملہ بالعکس ہوتا۔

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے اس قول سے کہ وہی آثار اشیاء کا آثار کے لیے سبب بن جانا محض عادی ہے اور ان آثار کے بننے کے لیے یہ زمانہ بھی محض عادی شرط ہے کہیں یہ نہ سمجھ جائیگا کہ وہ خلاف عادت امور کے کثرت وقوع کے قائل ہیں یہاں تک کہ آپ ان سے خرق عادت پر دلالت کر نیوالے واقعات کثیرہ کے بیان کر نیکا مطالبہ کریں۔ کیونکہ وہ بات ہرگز نہیں کہتے وہ تو صرف یہ کہتے ہیں کہ ان کی سبب عادی ہے اور وہ زمانہ بھی شرط عادی ہے اور خدا مخلوق عادت کرنے پر قادر ہے اور یہ محال نہیں ہے لیکن خلاف عادت کرنا خدا سے سوائے چند مخصوص حالتوں کے شکار کسی نبی کے ہجرہ یا کسی ولی کی کرامت کے لیے اور کبھی ثابت نہیں ہوا جیسا ان کے یہاں بالتواتر منقول ہے یا انہوں نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ خود دیکھا ہے جبکہ انہوں نے رسالت کا دعویٰ کیا تھا اور ان کے ماتھے پر معجزات اور خوارق عادات ظاہر ہوتے تھے۔ پس جب یہ پیشتر بیان کیا ہوا مقدمہ متقرر ہو گیا اور آپ لوگوں نے اسے اپنے دلوں میں جگہ دے لی تو آئیے ہم اور آپ ملکر اس عالم کے مادہ اسکے انواع اور ان عجیب و غریب صورتوں میں جزوہ شتمل ہے اور ان حیرت انگیز گوناگوں تبدیلیوں میں جو ان میں واقع ہوتی رہتی ہیں غور کریں اور دیکھیں تاکہ ہمیں یہ بات معلوم ہو جائے کہ مادہ میں ان امور کا قیام مادہ اور اس کے ذرات کی حرکت کے فعل سے ہے یا ان چیزوں میں سے باہم ایک کے دوسرے میں تاثیر کرنے کے باعث سے یا اس خدا کے فعل سے ہے جو کہ اعلیٰ درجہ کا علم رکھنے والا صاحب ارادہ۔ قادر اور ذی قدرت ہے کہ اپنے ارادہ سے جسے ساتھ چاہتا ہے اس کی تخصیص کرتا ہے اور جس طور پر چاہتا ہے اسے متبخر کرتا ہے۔ اور پھر اس کے اعمال بھی ایسے با عظمت اور انتہا درجہ کے استحکام اور تدبیر کے ساتھ ہوتے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اور اسکی صفات کی عظمت غیر محدود ہے عقل اس کو نہیں پاسکتی اور نہ افکار اس کو عادی ہو سکتے ہیں اس امر کے واضح ہونے کے بعد کوئی کام جسکو عقل جائز کہتی ہو کتنی ہی عظمت کو کیوں نہ پہنچ جائے اور اس میں کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی باریکی اور استحکام کیوں نہ موجود ہو لیکن اس خدا کی عظمت اور اس کی صفات کے کمال کے سامنے بالکل ہرجا

تشریح  
بسیار قوتوں کی حالت میں  
کچھ خاص حالت میں  
کچھ خاص حالت میں  
کچھ خاص حالت میں

بالکل آسان اور ظاہر معلوم ہو گا۔ اس پاک ذات کی عظمت کا کیا کہنا ہے اس کا تسلسلہ عجیب کمال رکھتا ہے پیدائش اور ہر طرح کی تدبیر اسی کے ہاتھ میں ہے اسے ہر شے پر پوری قدرت حاصل ہے۔

آپ آئیے ہم عالم کو اکب کی طرف متوجہ ہوں اب ضرور ہمو آپ لوگوں کی کتب ہدیت کی تصریح کے موافق یہ بتا دے گا کہ ہر

ہر ایک کی ایک جدا خاصیت ہے جو دوسرے میں نہیں پائی جاتی اور ہر ایک خاص حالت کے ساتھ مخصوص نظر اور نگاہ چنانچہ بعض

ان میں سے نہایت ہی چھوٹے ہیں اور بعض بہت ہی بڑے جتنے کہ ہماری زمین کو اس کے ساتھ وہی نسبت پائی جاتی

ہے جو ایک بالو کے ذرہ کو اس کرہ کے ساتھ ہوتی ہے جس کا قطر ایک ہاتھ یا کچھ اس سے بھی زیادہ ہو پس اگر ہمارے

زمین کا قطر سات ہزار نو سو بارہ میل کا <sup>(۷۹۱۲)</sup> اور اس کا محیط چوبیس ہزار آٹھ سو ننانوے میل کا <sup>(۲۳۸۹۹)</sup> ہے تو آفتاب کا قطر

آٹھ لاکھ بارہ سو ہزار پانچ سو اسی میل کا <sup>(۹۹۲۵۸)</sup> اور اس کا محیط چھ بیس لاکھ <sup>(۳۷۸۵۰)</sup> آٹھ ہزار پانچ سو میل کا ہے اور اس کا جرم ہماری

زمین کے جرم سے بارہ لاکھ <sup>(۳۵۹۰۰)</sup> آٹھ ہزار سات سو گنا بڑا ہے۔ اور ان میں سے بعض ہم سے بہت ہی قریب اور بعض

لاکھوں میل کے فاصلہ پر ہیں ان میں سے بعض کا دن اور سال ہمارے یہاں کے دن اور سال سے چھوٹا ہوتا ہے

اور بعض کا ہمارے یہاں کے دن اور سال سے بہت زیادہ بڑا ہوتا ہے جتنے کہ نعل کا ایک سال ہمارے یہاں کے

آنتیس سال کے برابر اور انوس کا چوراسی سال کے برابر اور نیپٹون کا ایک سو چونتیس اور چند کسور سال کے برابر

ہے۔ بعض ان میں سے اپنے مدار پر طبعی حرکت کرتے ہیں اور بعض بہت ہی سریع حرکت میں جتنے کہ مشتری

کی چال تیس ہزار ارب فی گھنٹہ ہے پس جتنی دیر میں کہ انسان ایک تیرہ سالن لیتا ہے وہ نو میل چل جاتا ہے اور اس کی حرکت کا

گردش کے لحاظ سے اس کے اجزاء سطح کی حرکت کی سرعت چار سو ٹھٹھ میل ہے۔ ان میں بعض کا نور سرخ ہے بعض کا

نور سفید اور بعض کا کسی اور رنگ کا ان میں سے بعض کا نور اصلی ہے جیسے کہ آفتاب اور ثوابت کا۔ اور بعض

دوسروں نے نور حاصل کرتے ہیں جیسے قمر اور باقی سیاروں کا ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن میں ذرا بھی حرارت نہیں

پائی جاتی اور بعض میں بہت حرارت موجود ہے چنانچہ آپ لوگوں میں سے بعض کے قول کے موافق آفتاب میں اتنی

حرارت ہے کہ اگر وہ جمع کیجائے تو وہ اتنی مقدار برف کے پگھلائے کے لیے کافی ہو سکتی ہے جس سے تمام روئے زمین

پھسپ جائے اور اسکی موٹائی یکدہ میل کی ہو اور جو حرارت کہ اس کی زمین نگاہ پہنچتی ہے وہ اسکی حرارت کے دواہ

اڑتیس کروڑوں لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ ہے ان میں سے بعض ثوابت ہیں کہ جو شمس (آفتاب) کے مثلے

ہیں ان کی روشنی ہمارے آفتاب ہی کی طرح ذاتی ہوتی ہے جس سے کہ وہ تمام عالم جو اس کے متعلق ہے روشن ہوتا ہے

وہ ثابت اور اپنی جگہ پر ٹھہرے ہوئے نہیں ہیں جیسا کہ ان کے نام سے شبہ ہوتا ہے بلکہ وہ بھی حرکت کرتے ہیں

لیکن بات صرف یہ ہے کہ وہ ہم سے چونکہ بہت ہی فاصلہ پر واقع ہیں اس لیے ہم کو ان کی حرکت کا پتہ صرف اس وقت

لگ سکتا ہے جبکہ صدیوں کی صدیاں گزر جائیں اس لیے ہمارے ان کی دوری کی نسبت قریب قریب ہی باقی رہتی

ہے جو سچے معنی۔ ان میں سے بعض آفتاب سے دور ہیں اور یونانیو نام ان کی دوری بڑھتی جاتی ہے اور بعض

اس سے قریب واقع ہیں اور اس طرح نزدیک ہوتے جاتے ہیں بعض کی حالت بدلتی رہتی ہے کبھی تو ان کی

عالم کی دیکھو  
اور عالم کو ایک ہی عالم  
عظمت و قدرت پرستی

روشنی بڑھ جاتی ہے اور کبھی گھٹ جاتی ہے بعض ان میں وقتی ہوتے ہیں سینے و دیگر مخصوص زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں اگرچہ کبھی وہ زمانہ طویل بھی ہوتا ہے اور کبھی چھپ جاتے ہیں اور اس کے بعد ہرگز نہیں نکلتے بعض ان میں سے ایسے ہیں جن کا نور ہم برسوں کے بعد جتنے کہ سیکڑوں برس کے گزر جانے پر پھر بھی نکلتا ہے حالانکہ ہمارے آفتاب کا نور ہم تک آتا ہے مگر اس وقت اور چہرہ سکند کے عرصے میں پھونچ جاتا ہے باوجودیکہ یہ آفتاب ہم سے نو کروڑ میل سے کچھ زیادہ ہی دور ہو گا ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کی نسبت آپ لوگوں کا گمان ہے کہ وہ آباد ہیں اور بعض کی نسبت آپ لوگوں کا یہ خیال نہیں ہے ان میں سے بعض شمالی ہیں بعض جنوبی بعض متوسط بعض کو رات سے مخصوص ہے بعض کو دن سے بعض کا روشن رخ کبھی وسیع ہو جاتا ہے اور کبھی تنگ اور بعض میں یہ بات نہیں پائی جاتی بعض دوسروں کے کہن کا باعث ہوتے ہیں اور بعض میں دوسروں کی وجہ سے گہن لگتا ہے غلے ہذا القیاس بعض کی کچھ حالت ہے اور بعض کی کچھ۔

اور وہ سب خلا میں عام کشش کے قدرتی قانون کے باعث قائم ہیں جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں اور شاید وہ عالم کے قوانین قدرت میں سے جنہیں کہ اس کے پیدا کر نیو اسے نے اس میں جاری کر رکھا ہے کسی دوسرے قانون کے باعث نہ نہایت ہی انضباط اور استحکام کے ساتھ اپنے برجون اور منزلوں میں طرح طرح کی گردشوں اور حرکتوں کے ساتھ چل رہے ہیں جنہیں کہ اوقات منضبط ہوتے ہیں برسوں۔ مہینوں۔ دنوں۔ اور گھنٹوں کا پتہ لگتا رہتا ہے غرض فیصلیں متیز ہو جاتی ہیں اور پھر ان میں وہ ترتیب موجود ہے جس سے عقل حیران رہ جاتی ہے اور ان سب کا مرجع کسی فاعل ذی قدرت کی طرف معلوم ہوتا ہے باوجود ان سب باتوں کے ان میں خلوقات یعنی نباتات حیوانات معدنیات کے منافع بھی موجود ہیں جنکی پرورش ان کے انوار کی حرارت سے ہوتی ہے اور بقدر حاجت ہر ایک کی غذا میا کی جاتی ہے اس طرح بیشمار فوائد ہیں کوئی کہاں تک بیان کرے انسان کی زبان اس کے پورے بیان سے عاجز ہے فکر میں کنداؤں انہیں خیرہ ہیں۔ پس جب یہ سب اصل مادہ کے لحاظ سے برابر اور یکساں ٹھہرے اور ان کا مادہ اسکو مقضی نہ لگا کہ ہر ایک کو اسی خاصیت کے ساتھ جو آپس میں موجود ہے خاص کرے تو اس سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس چیز نے ان میں سے ہر ایک کو اس خاصیت کے ساتھ جو اس میں موجود ہے خاص کر دیا اور جس نے ان کو باوجود اس قدر استحکام کے ایسے عجیب و غریب انتظام کے ساتھ مرتب کیا جنہیں کہ خلوقات کی منہ مصیحت اور فائدہ ہی فائدہ ہے کیا وہ یہی مادہ کے ذرات بسیط کی حرکت ہو سکتی ہے جن میں تو کچھ تمیز ہی پایا جاتا ہے اور نہ کچھ ارادہ اور تدبیر ہی موجود ہے اور یا کھ کہنا مناسب ہے کہ جس نے ان کو ایسے عجیب و غریب طور پر پیدا کیا ہے وہ وہی بڑا جاننے والا خدا ہے ذی قدرت۔ اور اعلیٰ درجہ کی حکمت والا (یعنی خدا) ہے۔

اب آئیے ہم کائنات جو کہی جانب نظر کریں تو اس میں ہمیں جو ہی ہوا معلوم ہوتی ہے جس میں کہ نباتات کی اسوجہ ہے کہ وہ اسی چوس لیتی ہیں زندگی ہے اور حیوانات کی زندگی کا سپر سیٹ مدار ہے کہ وہ بدیر بعد سائنسیں اور پھپھیرے میں داخل ہونیکے امن کے خون کو صاف کرتی ہے۔ چونکہ نسبت اور اشیاء کے ہوا کی زیادہ ضرورت تھی اس لیے وہ دافر مقدار میں موجود ہے نہایت آسانی سے بکثرت حاصل ہو سکتی ہے اور اس کے حاصل کرنے کے ذرائع بالکل مکمل ہیں جن کی وجہ سے وہ بہت جلد کام میں آسکتی ہے۔ اسپر کیا موقوف ہے عالم میں یہی حکمت جاری ہو رہی ہے کہ جس شے کی جب قدر زیادہ



حاجت ہوتی ہے اتنی ہی کثرت سے موجود ہوتی ہے اور اتنی ہی آسانی سے حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ یہ امر ہوا پانی - غذا -  
 وواؤں کی چڑی بوٹیوں - نہایت خوبصورت اور بیش قیمت پتھروں وغیرہ کے حالات میں غور کرنے سے اسی ترتیب سے واضح ہو  
 جائیگا پھر اس میں مختلف ہوا میں ان کی رفتار ان کے منافع - ان کے اشتکات اور ہر ایک کی جدا جدا خاصیتیں پاتے  
 ہیں کوئی ان میں سے شرقی ہوا ہے - کوئی غربی - کوئی شمالی ہے - کوئی جنوبی - اور کوئی انہیں کے درمیان چلتی ہے کوئی  
 تر ہے کوئی خشک - کوئی گرم - کوئی سرد - کوئی سخت ہے - کوئی نرم - کوئی رات کو چلتی ہے کوئی دن کو کیسی چال خاص قوتوں  
 اعتبار سے باقاعدہ ہے اور کوئی بالکل اپنے قاعدہ چلتی ہے کوئی آہستہ چلتی ہے کسی ہوا کی چال کی تیزی کی گنتہ سات میل  
 سے لیکر اکانوے میل ہوتی ہے اور کبھی اس کی تیزی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ فی گنٹہ اکیسویں میل یا اس سے زائد کے  
 حساب سے چلتے لگتی ہے لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے بعض ان میں سے گر دباؤ اور بگولے ہوتے ہیں جسے کہ زمین کے  
 اپنے والوں کو فائدہ پہنچتا ہے وہ بادلوں کو بارش کے مواقع پہنچا دیتے ہیں بار آورادہ کو اعضا تذکرہ سے احضار  
 تانیث میں منتقل کر کے درختوں کے بار دار ہونے کے باعث ہوتے ہیں اور اس کو راحت پہنچاتے ہیں حرارت کو لطیف  
 کرتے ہیں - سمندروں میں ان سے جہاز چلتے ہیں نباتات کے تخم ان کے ذریعہ سے سطح زمین پر پراکندہ ہوتے ہیں اسکے  
 علاوہ اور بہتر سے فائدہ سے دستیاب ہوتے ہیں جبکہ کوئی شمار کر نیو الا شمار نہیں کر سکتا اور نہ بھر پور میں آسکتے ہیں - اس میں ہم  
 بادل اور اس کی نہایت عجیب اور حیرت انگیز بناؤ کو دیکھتے ہیں جسکی وجہ سے ہوا اس کو اٹھا سکتی ہے اور جہاں کہ بارش  
 کی ضرورت ہوتی ہے وہاں مختلف ہوائیں اسکو لیجاتی ہیں اور پھر عدد و برق ان کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں کہ جن کو غیر  
 حکمت یہ خیال کیجاتی ہے کہ نورانی حرارت اور حرکات موجیہ کی وجہ سے اور رعد اپنی کپکپانے والی حرکات کے باعث  
 سے ہائی کو گھملا دیتے ہیں باوجود اس کے ان دونوں سے (رعد و برق سے) جنگل کے رہنے والوں کو یہ بھی معلوم ہو  
 جاتا ہے کہ کہاں پانی برس رہا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ سردی سے برف جم جاتی ہے اور زیادہ تر وہ پہاڑوں ہی پر  
 گرتی ہے تاکہ ایک مدت تک وہاں رہ سکے اور اس کا پانی پگھل پگھل کر ان کے نشیبوں اور خانوں میں جمع ہوتا ہے تاکہ  
 مخلوقات کے منافع کے لیے پانی ان میں جمع ملے اور ان کے جہروں سے نکلتا ہے - یہ طرح پر دریا اور چشمے جاری ہو جاتے  
 ہیں خشک پانی سے ایام گرما میں زمین اور حیوانات کو سیرابی حاصل ہوتی ہے - بڑے بڑے سبز زار اور باغات پیدا  
 ہوتے ہیں پس اگر نالوں سے زمین پر صرف پانی ہی کی بارش ہو کرتی تو پانی پہاڑوں کی چوٹیوں سے قبل اسکے کٹنے  
 خزانے چشموں اور دریاؤں کے جاری کرنے کے لیے کافی مقدار پانی جمع کرنے پاتے سارا پانی برکت کے ساتھ بہہ جاتا  
 (کیونکہ پانی کو تو گویا اپنے مکان سے دشمنی ہے کہ فوراً وہاں سے چلے گیا ہے) اسکے علاوہ اور بہتری چیزیں کائنات  
 جو میں شامل ہیں جن کے بیان میں جلدیں کی جلدیں تصنیف ہوئی ہیں -

فہم اس موقع پر ہمیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم روشنی کا بیان کریں کیونکہ جب وہ اسی فضا میں پہنچتی ہے  
 تو کائنات جو ہم اس کا ذکر کر سکتے ہیں - ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں نہایت ہی عجیب و غریب قوانین قدرت پائے جاتے  
 ہیں جسکے لیے ایک جدا علم بن گیا - یہ خاصیتیں جیسے کہ اسکا منعکس ہونا - اسکا شعلہ ہو کر سات رنگوں میں تبدیل ہونا

یہ روشنی جو ہم دیکھتے ہیں  
 اس میں کئی خاصیتیں  
 ہیں جو ہم دیکھتے ہیں  
 اور ان کی تفصیل  
 دوسری جلد میں  
 دی جائے گی

فوجیہ میں باوجود اسکے اسیں جو امانت اور نباتات کے بتیر سے فائدہ سمجھو وہیں اُن کا اُس سے منہ ہوتا ہے صحت قائم رہتی ہے روشنی سے بتیر سے رہ رہیے حشرات الارض مر جاتے ہیں بندر بید روشنی ہی کے اشیاء نظر آتی ہیں اس طرح اُس کے ہینار فائدہ میں پھر باوجودیکہ وہ روشنی آنکھ کے سامنے خود ظاہر ہے اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرتی ہے لیکن آپ لوگوں پر اسکی حقیقت مخفی ہی رہی کچھ تپ نہ لگا اسکے بیان کرنے میں آپ لوگوں نے عجیب خط چایا ہے چنانچہ آپ لوگوں میں سے سب بڑے شہور فلاسفر کا یہ قول ہے کہ بہت چھوٹے چھوٹے ذرے ہوتے ہیں جو کہ روشن جسم سے چاروں طرف پھیلتے ہیں اور آپ ہی لوگوں میں سے اُس کے بعد واسے فلاسفروں نے وضع دلیلوں سے اُس کے قول کی تردید کر دی اور بات کا قائل ہو گئے کہ روشنی کی حقیقت ایترک مادہ کے اجزاء کی لہر ہے جو کہ عالم میں پھیلا ہوا ہے یعنی اُن کے نزدیک روشنی انہیں اجزاء کی حرکت کو کہتے ہیں۔ اور زمانہ حال میں آپ لوگوں نے عام طور پر اسی تفسیر پر بہرہ ور ہو کر کیا ہے اور اسی بنیاد پر بڑے بڑے قصور کر کے کیے ہیں اور بتیر سے مسائل کا اسکی کو مٹنے قرار دیا ہے۔

سوئی قائل اس موقع پر کہہ سکتا ہے کہ ان ایترک اجزاء کی عجیب حالت بہت بلور کی کئی ناخفہ موٹی چادر کو تو اُن کی حرکت توڑ کر رکھ جاتی ہے لیکن جب اسکے کیسٹرون ایکسٹینٹیو تھنڈا کیا ہی کی لگا دیا جائے تو وہ حرکت اسکو سپارڈ کر پار نہیں جاسکتی گویا ہمالیہ کا کوئی سلسلہ حامل ہو گیا کیا وجہ ہے کہ اس نازک اور پتلی سی تھو کو تو نہ پھاڑ سکے اور بلور کی انقدر ولد دار سخت تھنے کو بچھا کر رکھ جائے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ اس رنگ سے باطن اس کی حرکت کو باطل کر دیا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہاں بیشک اکی پیدا کرنے سے تو یہ ہو سکتا ہے اس سے کوئی امر مان نہیں ہو سکتا لیکن ہم تو آپ کے اکی تفسیر کے موافق اسکی عقلی وجہ پوچھتے ہیں ہمارے لئے تو اسکے موافق بیان کیجئے کہ اس حرکت کو کیونکر اتنے دبیز اور سخت تھنے کو توڑ کر رکھ جانے کی قوت حاصل ہو گئی اور وہ انقدر پتلی اور نازک تھو کو توڑنے سے کیوں عاجز رہی۔ اگر آپ کہیں کہ یہ رنگ روشنی کو جو مستقیم ہے تو ہم آپ سے دریافت کریں گے کہ رنگ کی روشنی کو جو سننے کے ذریعہ حسی حقیقت ذرات کی حرکت ہے) ماننے کیا ہیں ذرا احتیاط کر کے واضح عبارت میں بیان تو کر دیجئے جسکو عقل قبول کر لے۔ علاوہ بریں آپ ہی لوگوں میں سے بعض صناعاتوں نے کچھ تیل ایجاد کیے ہیں کہ جب وہ چند منٹ آفتاب کی روشنی میں رکھ دیے جائیں تو تمام رات تاریکی میں روشن رہتے ہیں پس جو آپ نے روشنی کی تفسیر بیان کی ہے اُس کے موافق اگر آپ کہیں کہ حرکت جو تیل سے تاریکی میں اٹھتی رہتی ہے روشنی کے انکاس کے باعث ہے تو ہم آپ سے دریافت کر سکتے ہیں کہ یہ حرکت تیل سے کیونکر برابر پیدا ہوتی رہی حالانکہ اصلی حرکت جو آفتاب سے اٹھتی تھی اُس سے منقطع ہو گئی اور چند ساعتوں ہی میں اُس سے جدا ہو چکی اور یہ امر قدرتی قانون انکاس کے بالکل خلاف ہے اور اگر میں بیجا کہہ رہا ہوں تو آپ بیان کر دیجئے بعد اس بحث کے بھی ہم یقیناً آپ کی تفسیر کو غلط نہیں سمجھ سکتے بلکہ ممکن ہے کہ صحیح ہو اور یہ بھی خدا کی مخلوقات اور اسکے تخت تصرف میں داخل ہو لیکن ہمارا صرف مقصود یہ ہے کہ آپ لوگوں کو اس امر سے آگاہ کر دیں کہ وہ چیز جسکو آپ زیادہ سے زیادہ یقینی مانتے ہیں وہ بھی لاجیکل (منطقی) طور پر قطعی اور یقینی نہیں ہے اب اس تمام گفتگو کے سابق کے بعد ہم اپنے الفاظ پر چہتے ہیں کہ جسے کائنات جو کہ ہر شے کو اسکی خاصیت کے ساتھ خاص کر دیا اور اُن میں نہایت

کامل صنعت اور پورے ایجاد کے ساتھ منافع شکر کے کہ جن سے زمین کو اسکی موت کے بعد زندہ کر دیا اُس کو شادابی بخشی۔ اُن کو اُس کے سُکھان کے منو کا باعث قرار دیا آنکھوں کے نزدیک دیکھنے کی چیزوں کے ظہور کا اُن کو ذریعہ ٹھہرا تو کیا یہ کہنا ممکن ہے کہ وہ شے اس اضرار کی حرکت یا اتفاقی امر یا ضرورت یا اس کے علاوہ اور محل اور بلے معنی الفاظ جنکی تفسیر بالکل بے تہ ہوتی ہے قرار پاسکتے ہیں یا وہ اسلے درجہ کا علم رکھنے والا۔ پورا واقف۔ صاحب ارادہ دہی قدرت (ضد) ہے؟

اب آئیے ہم اپنی توجہ کو زمین کی طرف مائل کریں اور اسکی جادوی۔ بنائی اور حیوانی کائنات اور ان امور کی جانب جبکہ اُسکا جغرافیہ طبعی حاوی ہے نظر کریں۔

ہم سمندر کو دیکھتے ہیں جبکی مساحت کی مقدار سطح زمین کے چار حصوں میں سے تین حصوں تک پہنچتی ہے یعنی سب کا قریب ایک کروڑ چالیس لاکھ اکر (۱۴۳,۰۰,۰۰۰) مربع میل مربع ہے اور وہی آبی مخلوق کے گردہ کا مسکن ہے اور دیائی جواہر کے پیدا ہونے کی جگہ ہے عام ہے کہ وہ غذا کے کام میں آئیں یا دوا کے یا آرائش کے۔ اور وہ سب چیزیں بھی اُس میں پائی جاتی ہیں جو خشکی میں موجود ہیں جیسے پھاڑ۔ وادی سخت و نرم زمین ٹیلے۔ ریگستان پہاڑیاں سنگلاخ زمین۔ ترابی۔ باغات۔ رنگ برنگ کے درخت۔ چھوٹے بڑے حیوانات جن میں سم ہو تا ہے اور اپنے اجناس۔ انواع اور اصناف کے موافق خاص خاص مقامات میں رہتے ہیں۔ اور سمند میں بڑے عمیق مواضع ہیں کہ جن میں سے سب عمیق موقع کا واقعی طور پر تہ نہ لگا سکا اور تحقیقی طور پر آپ لوگ نہ دریافت کر سکے غایت درجہ جہان آپ لوگوں کی رسائی ہوئی اُسکے موافق اُس کی توسیل تک کی گئی قیاس کی جاتی ہے پھر اسکا بھی کوئی قرار نہیں اور سمندر کے عجائبات میں سے مد و جزر سطحی اور زیریں اوبال۔ پہاڑوں کی برابر لہریں۔ برف کے پہاڑ جو قطب شمالی کے نزدیک تیرتے رہتے ہیں۔ اور اسکا کمار اپن جسمیں بڑی حکمت ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اسکا پانی ضرور متعفن ہو جاتا اور زراعت اور جاندار ہلاک ہو جاتے۔ اور وہ انسان کے لیے ایسا سفر ہو رہا ہے کہ لوگ اُس کی سطح پر سفر کرتے ہیں۔ اُس میں غوطہ لگاتے ہیں۔ اور اُس میں بڑے بڑے راستوں اور مختلف ہواؤں کا انہیں سامنا کرنا پڑتا ہے۔

پھر ہم خشکی پر نظر ڈالتے ہیں اور اُن اشیاء کو دیکھتے ہیں جو کہ اُس میں پائی جاتی ہیں تو سب پہلے ہماری نظر پہاڑوں پر جاتی ہے کیونکہ پانی کے وہی مخزن ہیں جس سے کہ نباتات اور حیوانات کو سیرابی ہوتی ہے انہیں میں طیور و وحش کا ایک بہت بڑا حصہ پناہ گزین ہوتا ہے۔ انہیں میں بڑے بڑے مضبوط اور نہایت ہی بلند درخت اُگتے ہیں جو کہ عمارتوں میں لگانے اور جلانے کے کام آتے ہیں۔ وہی آباد سرزمینوں کے لیے گرم اور سرد ہواؤں سے بڑے محافظ ہیں بعض کا منظر نہایت خوش آئند معلوم ہوتا ہے طرح طرح کی نباتات اور رنگ برنگ کے گل بوٹوں سے مزین نظر آتے ہیں اُن میں سے بعض ایسے پہاڑ بھی ہوتے ہیں جہاں برگ و بار کا نام و نشان ہی نہیں وہاں کی مٹی بھی بارش کے باعث سیاہی نہیں رہی صرف بڑے پتروں کے چٹان رگھنے ہیں جنکی شکل بڑی بڑی تصویروں کے ڈائجٹوں سے جن کا کہ گوشت عیدہ کر دیا گیا ہو

زمین کا جغرافیہ طبعی

زمین کا جغرافیہ طبعی

زمین کا جغرافیہ طبعی

کچھ ملتی جاتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

پس اس قسم کے پتھر کانوں اور قلعوں کی تعمیر میں صرف ہوتے ہیں بعض آتش فشاں پھاڑ ہوتے ہیں جسے راکھ اور جلی ہوئی چیزیں نکلتی رہتی ہیں اس کے تمام اطراف تاریکی کے وقت ان سے روشن ہو جاتے ہیں اس طرح بعض کسی قسم کے ہوتے ہیں اور بعض کسی قسم کے جو کہ انسان کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔

دوسرے مرتبہ میں زمین کا وہ حصہ ہے جو شیب میں واقع ہے وہاں ایک ایک حسین درخت اُگتے ہیں قسم قسم کے پھول و پھل و میٹاب ہوتے ہیں۔ دلوں کو خوشی اور سرور میں ہوتا ہے باوجود اسکے ان میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ ان کو دنیا کی بہشت کہا جاسکتا ہے جس میں جہاں دیکھو وہاں گنجان سایہ اور شیریں چشے دکھائی پڑتے ہیں۔

باغات پھولوں سے آراستہ ہیں۔ درخت بار بار مورہ سے ہیں۔ نہریں بلندی سے پستی کی جانب اترتی چلی آ رہی ہیں۔ ان کے گرد اگر عجیب و غریب آوازیں سمع ہو رہی ہیں کہیں بل کی صیغہ کانوں کو پہلی معلوم ہوتی ہے کہیں سے قمری کی کو کو کی صدا آ رہی ہے کی طرح ہرن اپنی بولی بولتے ہیں کہیں جنگلی کبوتر اُڑنا چڑھنا کے ساتھ غرغور کرتے سنائی دیتے ہیں غرض ایسی ایسی چیزیں ہیں جن سے دل کو خوشی اور آنکھ کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض پھاڑ تو گویا جہنم

ہی ہیں کہ جہاں سوائے ناگوار موت کے اور کچھ بھی نہیں کہیں بوسیدہ ڈھیریاں پڑی ہوئی نظر آتی ہیں جیسے کہ وہ مقام جو جادو کے قریب وادی موت کے نام سے مشہور ہے جس کے اندر کی زمین بالکل صفا چٹ پڑی ہے جہاں کہ کسی نبات یا جاندار کا نشان نہیں اور اس میں تپش اور گرمی اس قدر ہے کہ بالکل جلائے دیتی ہے اسبوجہ سے اس میں جہاں کوئی پرندہ اُتر آیا جاندار گیا یا کسی وحشی جانور نے وہاں ذرا قیام کیا فوراً ہی اس کو خونریز

موت نے دبا لیا اور اس کا کام تمام کر دیا چنانچہ اس میں جا بجا بڑے بڑے جانوروں اور کیرٹوں کی چرائی ڈھیریاں پڑی ملتی ہیں اور وہاں کے ایک قسم کے زہریلے درخت کا اثر سمجھا جاتا ہے جس کے سوانبات کی قسم سے وہاں کچھ نہیں ہوتا لیکن جو بات آپ لوگوں کے نزدیک صحیح سمجھی جاتی ہے اسکے موافق اسکا سبب یہ ہے کہ وہ آتش فشاں پھاڑ کے

بالکل قریب واقع ہے اسوجہ سے وہ اپنے منافقہ سے زائد مقدار کی زہریلی ہوا نکالتا ہے جس سے جاندار مر جاتے ہیں اور نباتات خشک ہو جاتی ہیں۔ اب بتلایئے کہ ان مقامات میں سے کسے بعض کو گویا جنت اور بعض کو جہنم بنا دیا گیا ذرات مادہ کی حرکت ہو سکتی ہے یا وہ صاحب ارادہ اور اسلئے درجہ کا علم رکھنے والا جس کو یہ قدرت حاصل ہے کہ جس شے میں جو خاصیت چاہے پیدا کرے (یعنی خدا) ہے۔ بیشک وہ انتہا درجہ کا ذائقہ کار اور صاحب حکمت ہے۔

تیسرا مرتبہ کہو اور غاروں کا ہے جہیں کہ حیوانات پناہ گزین ہوتے ہیں اور نچکے ذریعے سے پھاڑ اپنے اندر سے بخارات نکالتے ہیں۔ عجائبات میں سے کچھ امر ہے کہ بعض غار گرمیوں میں تو اتنے سرد ہوتے ہیں کہ ان کے اندر کاپانی جم جاتا ہے اور جاڑوں میں خوب گرم رہتے ہیں پس بہت سے حیوانات کہ جو جاڑوں کی سردی سے نہیں برداشت کر سکتے اس میں پناہ لیتے ہیں۔ خدا نے لطیف و ظریف کی پاکی کا کیا کتاب ہے اور ان میں سے بعض موت کے غار ہیں کہ جہاں ان میں کوئی جاندار گیا اور فوراً مر گیا کہ ان غاروں میں آتش فشاں پھاڑوں کی سانسیں نکلتی ہیں



کہ جو اب سمجھ گئے ہیں اور اُن کی زہریلی ہوا باقی رہ گئی ہے جسکی وجہ سے جہاں کسی جاندار نے اُن کا متفنن کیا اور وہ مراد پس بعض غار بن کر قلعہ کے محافظ ہیں اور بعض باعث موت ہیں اُس فاعل مختار کی عجیب شان ہے جو چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے \*

جو کھانا مرتبہ زمین نرم کا ہے اُس میں غالب مادہ ایسا ہوتا ہے جس سے نباتات کا قیام ہے جو کہ حیوانات کی غذا بننے کی صلاحیت رکھتی ہے پھر اُس کی مٹی مختلف قسم کی ہوتی ہے اُن میں سے ہر قسم ایک خاص قسم کے نباتات کے مناسب ہوتی ہے پس اگر کسی مٹی ایک ہی طرح کی ہو اگر تکی تو نباتات کی بہت سی اقسام کی پیدائش میں نقصان آجاتا اور اُس کی بہتیر سی مٹی ہلکو دستیاب نہ ہو سکتیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مٹی نہ تو بہت سخت ہی ہے اور نہ بہت نرم متوسط درجہ رکھتی ہے \*

پس اگر پتھر کی طرح سخت ہوتی تو اُس میں ان چیزوں کی صلاحیت نہ پائی جاتی اور اگر بالکل ہی نرم ہوتی تو حیوانات کے قدم اُس میں دھنس جایا کرتے اور اُس میں وہ چل نہ سکتے اور نہ اُن کے رہنے کے قابل ہوتی پس بتلایئے کہ پتھروں کو کسے استفادہ سختی کے ساتھ مخصوص کر دیا کہ وہ تعمیر کے کام میں آسکیں اور اُس کے سوا اور زمین کو نہ بہت سخت ہی بنایا اور نہ بہت نرم جس سے حیوانات کی غذا کی زراعت کے قابل ہو سکے۔

کیا اس کا بنانا والا صاحب حکمت تمام چیزوں کی خبر رکھنے والے۔ نوی تدبیر اور اسے درجہ کے علم رکھنے والے (خدا) کے سوا اور بھی کوئی ہو سکتا ہے ہرگز نہیں \*

ہم کائنات زمین میں سے معاون کو دیکھتے ہیں کہ اُن کے اندر مختلف خواص اور جدا جدا انواع و اصفان کی اشیاء پیدا ہوتی ہیں جو کہ باوجود مختلف ہونے کے زمین کے باشندوں کے لیے بہت ہی نافع ثابت ہوتی ہیں کیونکہ اُن میں سے کوئی جامد ہے کوئی سیال کوئی سخت ہے کوئی نرم کسی میں چوٹ کھا کر بڑھنے کی صلاحیت ہوتی ہے کسی میں نہیں کسی میں پگھلنے کی قابلیت پائی جاتی ہے اور کسی میں یہ قابلیت نہیں ہوتی کوئی بہاری ہے کوئی ملکی رنگوں کے اعتبار سے کوئی زرد ہے۔ کوئی سفید کوئی سرخ ہے اور کوئی سیاہ اس طرح بہت سی اقسام پائے جاتے ہیں پھر اُسے آدمیوں کو بہت نفع پہنچتا مختلف قسم کے آلات طیار کئے جاتے ہیں جو اکل شرب وغیرہ کی ضرورتوں میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ بہتیا رہتے ہیں مکانات کی تعمیر میں صرت ہوتے ہیں غرض کہ فلاح (جو نفع) زراعت (دولت) اور ادویہ سب ہی میں متعل ہوتے ہیں \*

اور چونکہ لوہا سب سے زیادہ ہنید ہوتا ہے اور زمین میں بالکل ہی پوشیدہ ہوتا ہے یہاں تک کہ لوہے کی معدن کی طرح کوئی معدن اتنی پوشیدہ نہیں ہوتی جیسا کہ کتب معاون میں جو دہے۔ اس کے کثر ان شریک میں لوہا کا تخصیص کر کے خدا نے اُسکے پیدا کر نیک اور نیراس امر کا احسان جنایا ہے کہ باوجود اس قدر مخفی ہوئے ہوئے اُسکے دریافت کرنے کے طریقے مقرر کیے اور اُن کی ہدایت کی چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ (پس) لوہے کو آگاہ

نہیں اُن کی زبان میں علم ہے  
کہ خدا تعالیٰ نے اُن کی زبان میں علم ہے

معاون کا بیان اور خدا تعالیٰ کی  
دست کا ہونا



اول سوال یہ ہے کہ ذرات کی حرکت اور اُن کی وضع کا صرن نہی نتیجہ کیوں ہوا کہ وہ اشیاء مذکورہ ہی کوشش کر  
اُسکی وجہ سے اُس میں بقیۂ معادن مثل سونے تانبے وغیرہ کے کشش کرنیکی قوت کیوں نہ پیدا ہو گئی۔ اس کی  
کوئی صحیح وجہ صاف طور پر بیان تو کیجئے۔

دوسرا یہ کہ اسکا کیا سبب ہے کہ مقناطیس جب کسی لوہے کی سلانج سے ملتا ہے اور اسکو کشش کرتا ہے تو وہ اس میں بھی بغیر اس کے کہ مقناطیس کی قوت میں کچھ کمی ہو کشش کی خاصیت پیدا کر دیتا ہے اسوجہ سے جبکہ مقناطیس اس سلانج سے متصل رہتا ہے مقناطیس ہی کی طرح وہ بھی کشش کرتی ہے۔ اور جہاں اس سے الگ ہوا اور لوہے کی بیض خاصیت گئی اس حالت کو آپ عارضی مقناطیس بننا کہتے ہیں۔ لیکن جب کسی فولادی سلانج سے مقناطیس لگایا جاتا ہے تو اس سلانج میں کشش کرنے کی ایسی خاصیت آجاتی ہے کہ مقناطیس اس سے الگ بھی کر لیا جائے جب بھی وہ خاصیت باقی رہتی ہے۔ اس طرح جب فولادی سلانج مقناطیس سے رگڑ دی جائے تو اس میں اس کشش کی استمراری خاصیت آجاتی ہے اور اسکو مصنوعی مقناطیس بننا کہتے ہیں۔ اب آپ صاف طور پر ذرا بیان تو کیجئے کہ لوہے اور فولاد کی سلانج میں محض مقناطیس کے لگنے سے یہ خاصیت کیسے پیدا ہو جاتی ہے؟ کیا ان دونوں کے ذرات کی وضع بدل گئی چاہے وہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہوں۔ اور جب ایسی ہی بات ہے تو کیا لوہے کی سلانج میں وہ ذرات اپنی اصلی وضع پر نقطہ ہی بہر میں لوٹ آئے اور فولادی سلانج میں اس طرح رہ گئے یا اس کے علاوہ اور کوئی بات ہے۔ ذرا واضح طور پر لوہے اور فولاد میں یہ فرق ہمیں سمجھا تو دیجئے بلکہ سخت اور نرم لوہے میں بھی تو کوئی چند ایسے فرق نہیں حالانکہ سخت لوہے کی بھی فولاد ہی کی سی حالت ہے کہ ذرات اس میں یہ خاصیت آجاتی ہے اور مقناطیس کے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

بیشتر اسوال یہ ہے کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ متفاطیلیسی قطعہ کے دونوں سروں پر کشش کی قوت پائی جاتی ہے اور جوں جوں اسکے وسط کے قریب ہوتے جاسکے یہ قوت کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ ٹھیک وسط میں

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰

یہ قوت ذرا بھی نہیں معلوم ہوتی۔ اور جب اس قطعہ کے ٹھیک بیچوں بیچ سے دو حصے کر دیے جائیں تو اس سر میں بھی جہاں سے کٹا اس قطعہ کے ٹکڑے کیے گئے ہیں بہت ہی قوت آجاتی ہے جیسے کہ اصلی سرے میں بیچاوت کے ساتھ اس کی وجہ بیان کیجئے کہ وہ قوت وسط میں ضعیف اور سروں پر اس قدر قوی کیوں تھی اور پھر قطع کرنے کے بعد اس سرے میں جو وسط میں تھا کیونکر یہ قوت قوی ہو گئی۔ کیا محض قطع کرنے سے اس کے ذرات کی وضع بدل گئی حالانکہ ان کی وضع قوی سے قوی خارجی فاعل سے بھی نہیں بدلی جاسکتی یا کوئی دوسری وجہ ہوئی علاوہ بریں جب لوہے یا فولاد کی سلاح کے سرے پر مقناطیس لگایا جاتا ہے تو اس سلاح میں مقناطیسی قوت آجاتی ہے پس اس سلاح کے دو سرے پر پوری قوت کا ہونا ایک لازمی بات ہے اور اس کے وسط میں وہ قوت قریب قریب معدوم ہونے کے ہوتی ہے اب اس موقع پر آپ کیا کہہ سکتے ہیں کیا یہ حرکت اور ذرات کی وضع کا تغیر دونوں بلا وسط میں گزرنے کے دو سرے پر جا بھونچے یا وسط میں گزرتے وقت کمزور ہو گئے تھے اور اس سے متجاوز ہونیکے بعد پھر قوی ہو گئے اگر ایسا ہے تو پھر بتلایئے کہ اس قوت کے کمزور ہوجانیکے بعد کس چیز نے اسے پھر قوی کر دیا۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ آپ لوگ بھی قائل ہیں کہ زلزلہ ایسے وقت مقناطیس کی قوت جا ذبہ زائل ہو جاتی ہے اور اس کے گزرنے کے بعد پھر اس میں یہ قوت آجاتی ہے چنانچہ اسی بنیاد پر ایک آلہ ایجاد کیا گیا ہے جس سے زلزلہ کی آمد کچھ پیشتر ہی سے دریافت ہو جاتی ہے پس اس سے محفوظ رہنے کا سامان کر لیا جاتا ہے پس اب ذرا زلزلہ کی قوت ذرات کی وضع کے متغیر ہو جانے اور حرکت میں تبدیلی واقع ہونے کا سبب تو بتلایئے اور یہ کہ یہ امر کس طور پر واقع ہوا؟ اور کیوں ہوا؟ میرے خیال میں تو آپ لوگ ان سوالوں کے ثانی جواب دینے پر سرگز قادر نہیں ہیں بلکہ غایت جہالت کی بھینچ ہو سکتی ہے آپ یہی کہیں گے کہ مقناطیس کی خاصیت ہی یہی ہے اور میں آثار ہی ایسے پائے جاتے ہیں۔ اور میں آپ کے کہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں میں جب ان چیزوں کو مشاہدہ کر چکے اور ان کے نزدیک مدلل ہو گیا تو یہی کہتے ہیں کہ بیشک مقناطیس کی یہی خاصیت ہے اور اس میں ایسے ہی آثار پائے جاتے ہیں لیکن وہ آپ کے پوچھیں گے کہ اس کو ان خاصیتوں کے ساتھ کسے مخصوص کر دیا؟ کیا ذرات کی حرکت اس وجہ سے ان کی وضع میں ایک خاص ترتیب آجاتی ہے اتنے بڑے بڑے کام کرتی ہے؟ خلی صحیح وجہ جو کہ غفل بھی مان لے بیان کرنے سے آپ لوگوں کی عقلیں بالکل عاجز ہیں۔ یاد رہے کہ اس کو ان خاصیتوں کے ساتھ مخصوص کیا اور پھر آثار اس میں مستحکم کر دیئے قوی قدرتنا اعلیٰ درجہ کا علم رکھنے والا صاحب ارادہ اور حکمت والا (خدا) ہے؟ اب بتائیئے ان دونوں باتوں میں کونسی بات ماننے کے قابل ہے؟ ذرات الفضا کیجئے حتیٰ تو یہ ہے کہ مقناطیس نہایت ہی عجیب شے ہے اور اس کے فائدے بھی بہت خوب اور کامل درجہ کے ہیں کیونکہ مقناطیس سو ٹیکے ذریعہ سے بڑے بڑے صحرا اور سمندر و کوہ طے کیا جاتا ہے سفر کر مینو اسے خطر وں سے محفوظ رہتے ہیں اس لیے کہ یہ سو فی نہایت ہی امانت دار راہبر کا کام دیتی ہے۔

اور صاف صاف راہ بتاتی ہے۔ وہ ذات عجب پاک و ذی شان ہے جسے انسان کو جمادات میں سے اونے معدن کے ٹکڑے سے راہیں دریافت کرنیکی رہنمائی کی ۴

منجملہ کائنات ارض کے ہمنامات کو دیکھتے ہیں اس نباتی دنیا کے حالات جسمیں کہ حیرت انگیز اور عجیب خیز امور و کثرت موج ہیں اور اسوجہ سے کہ اُس میں حکم انتظامات۔ اسرار و حکمتیں رکھی گئی ہیں نہایت ہی عجیب و غریب ہیں۔ اور اُس کے بھائیبات میں سے یہ امر ہے کہ زمین۔ پانی اور ہوا کے اجزاء کو اپنے ہی طرح کو لپٹی جتے اور انہیں اپنے طور پر بنالیتی ہے چنانچہ کہاں تو ان اشیاء میں نمود اور حیات کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا پھر دفعہ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں یہ اشیاء نباتی ترکیب میں داخل ہوئیں اور انہوں نے جسم نامی کی صورت قبول کر لی منو ہونے لگا غذا حاصل کرنے لگیں نباتی حیات کے ساتھ موصوف ہوں گیں وہ وہ خواص انسانوں نے حاصل کر لیے جو ان میں اس سے پہلے نہ تھے۔ پھر ہم اس نباتی جسم کو دیکھتے ہیں تو ایک جیسے تو ہم سے بھلا ارادہ اور مفقود الادراک پاتے ہیں اور وہ جماد سے بہت ہی مشابہ ہوئی ہوئی ہے اور جب دوسری حیثیت سے ہم نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ غذا حاصل کرنے کے لیے اس کی جڑیں زمین کے اندر گھس گئی ہیں پس وہ حیوان کی طرح اپنی غذا طلب کرنے کے لیے اگرچہ قدموں پر نہیں چلتی لیکن وہ زمین کے اندر وہاں تک پہنچ جاتی ہے جہاں کہ حیوان نہیں پہنچا کرتا اور ہم اُس کی شاخوں کو دیکھتے ہیں کہ بلند ہو جاتی ہیں یا وہ اپنے خار اور بیلوں کے ساتھ آفتاب کی روشنی سے نفع حاصل کر کے بے مرفوع مقامات پر قیام کرتی ہے جیسے کہ حیوانات پھلوں کی تلاش میں درختوں پر چڑھ جاتے ہیں۔

کہاں تو ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ نبات سوائے اجزاء ارضی۔ پانی اور ہوا کے اور کسی شے سے غذا حاصل نہیں کرتی اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نباتات مضمرس یعنی دوسروں کو چھڑا سنے والی بھی ہوتی ہیں اور ایسی وہ نباتات ہیں جو دوسری نباتات میں لگتی ہیں اور ان کے شوق سے غذا حاصل کرتی ہیں جیسے کہ بعض حیوانات بعض پر بسر کرتے ہیں اور انہیں میں اُس نبات کا بھی شمار ہے جسے پتوں پر ایک قسم کا عرق ہوتا ہے جسپر کیاں نہایت حرص کے ساتھ کرتی ہیں اور جہاں اُس کے کسی پتہ پر کوئی کھی گری اور فوراً ہی اُس نے محسوس کیا اور اُس کے ساتھ ہی اُس کو لب کر بند ہو گیا پھر جب تک وہ اُس کا عرق بالکل چوس نہیں لیتا اُس کو نہیں چھوڑتا اور اُس وقت چھوڑتا ہے کہ جب وہ مر ہو کر مثل چھلکے کے رہ جاتی ہے پس یہ نبات اپنی غذا حیوان سے حاصل کرتی ہے گویا اُسے تو نباتی دنیا کا حیوانی دنیا سے انتقام لے لیا کیونکہ حیوان نبات کو کھاتے ہیں۔

اور گو ہمارا یہ خیال ہے کہ نبات کے لیے اُس کی جڑوں کا زمین یا دوسرے درخت سے شعلاتی ہونا جس میں کہ وہ پھر کر گھس جائے ضروریات سے ہے لیکن نہیں بعض نبات ہوائی بھی ہوتی ہیں اور ٹھیکہ بیلیں ہے کہ جو دوسری چیزوں سے معق رہتی ہیں زمین میں اُن کی جڑ نہیں ہوتی وہ اپنی غذا اُپنی سے حاصل کرتی ہیں۔ اور عجیب کی بات یہ ہے کہ ان کے پھول بھی کی قسموں میں سے پر دانہ۔ شہد کی مکھی وغیرہ کے مشابہ ہوتے ہیں اور جب ہوا ان کو حرکت دیتی ہے تو دیکھنے والے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ درخت پر پردانے پکر لگا رہے ہیں یا شہد کی مکھیاں ہیں کہ جو

منجملہ کائنات ارض کے ہمنامات کو دیکھتے ہیں اس نباتی دنیا کے حالات جسمیں کہ حیرت انگیز اور عجیب خیز امور و کثرت موج ہیں اور اسوجہ سے کہ اُس میں حکم انتظامات۔ اسرار و حکمتیں رکھی گئی ہیں نہایت ہی عجیب و غریب ہیں۔ اور اُس کے بھائیبات میں سے یہ امر ہے کہ زمین۔ پانی اور ہوا کے اجزاء کو اپنے ہی طرح کو لپٹی جتے اور انہیں اپنے طور پر بنالیتی ہے چنانچہ کہاں تو ان اشیاء میں نمود اور حیات کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا پھر دفعہ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں یہ اشیاء نباتی ترکیب میں داخل ہوئیں اور انہوں نے جسم نامی کی صورت قبول کر لی منو ہونے لگا غذا حاصل کرنے لگیں نباتی حیات کے ساتھ موصوف ہوں گیں وہ وہ خواص انسانوں نے حاصل کر لیے جو ان میں اس سے پہلے نہ تھے۔ پھر ہم اس نباتی جسم کو دیکھتے ہیں تو ایک جیسے تو ہم سے بھلا ارادہ اور مفقود الادراک پاتے ہیں اور وہ جماد سے بہت ہی مشابہ ہوئی ہوئی ہے اور جب دوسری حیثیت سے ہم نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ غذا حاصل کرنے کے لیے اس کی جڑیں زمین کے اندر گھس گئی ہیں پس وہ حیوان کی طرح اپنی غذا طلب کرنے کے لیے اگرچہ قدموں پر نہیں چلتی لیکن وہ زمین کے اندر وہاں تک پہنچ جاتی ہے جہاں کہ حیوان نہیں پہنچا کرتا اور ہم اُس کی شاخوں کو دیکھتے ہیں کہ بلند ہو جاتی ہیں یا وہ اپنے خار اور بیلوں کے ساتھ آفتاب کی روشنی سے نفع حاصل کر کے بے مرفوع مقامات پر قیام کرتی ہے جیسے کہ حیوانات پھلوں کی تلاش میں درختوں پر چڑھ جاتے ہیں۔

منجملہ کائنات ارض کے ہمنامات کو دیکھتے ہیں اس نباتی دنیا کے حالات جسمیں کہ حیرت انگیز اور عجیب خیز امور و کثرت موج ہیں اور اسوجہ سے کہ اُس میں حکم انتظامات۔ اسرار و حکمتیں رکھی گئی ہیں نہایت ہی عجیب و غریب ہیں۔ اور اُس کے بھائیبات میں سے یہ امر ہے کہ زمین۔ پانی اور ہوا کے اجزاء کو اپنے ہی طرح کو لپٹی جتے اور انہیں اپنے طور پر بنالیتی ہے چنانچہ کہاں تو ان اشیاء میں نمود اور حیات کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا پھر دفعہ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں یہ اشیاء نباتی ترکیب میں داخل ہوئیں اور انہوں نے جسم نامی کی صورت قبول کر لی منو ہونے لگا غذا حاصل کرنے لگیں نباتی حیات کے ساتھ موصوف ہوں گیں وہ وہ خواص انسانوں نے حاصل کر لیے جو ان میں اس سے پہلے نہ تھے۔ پھر ہم اس نباتی جسم کو دیکھتے ہیں تو ایک جیسے تو ہم سے بھلا ارادہ اور مفقود الادراک پاتے ہیں اور وہ جماد سے بہت ہی مشابہ ہوئی ہوئی ہے اور جب دوسری حیثیت سے ہم نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ غذا حاصل کرنے کے لیے اس کی جڑیں زمین کے اندر گھس گئی ہیں پس وہ حیوان کی طرح اپنی غذا طلب کرنے کے لیے اگرچہ قدموں پر نہیں چلتی لیکن وہ زمین کے اندر وہاں تک پہنچ جاتی ہے جہاں کہ حیوان نہیں پہنچا کرتا اور ہم اُس کی شاخوں کو دیکھتے ہیں کہ بلند ہو جاتی ہیں یا وہ اپنے خار اور بیلوں کے ساتھ آفتاب کی روشنی سے نفع حاصل کر کے بے مرفوع مقامات پر قیام کرتی ہے جیسے کہ حیوانات پھلوں کی تلاش میں درختوں پر چڑھ جاتے ہیں۔

منجملہ کائنات ارض کے ہمنامات کو دیکھتے ہیں اس نباتی دنیا کے حالات جسمیں کہ حیرت انگیز اور عجیب خیز امور و کثرت موج ہیں اور اسوجہ سے کہ اُس میں حکم انتظامات۔ اسرار و حکمتیں رکھی گئی ہیں نہایت ہی عجیب و غریب ہیں۔ اور اُس کے بھائیبات میں سے یہ امر ہے کہ زمین۔ پانی اور ہوا کے اجزاء کو اپنے ہی طرح کو لپٹی جتے اور انہیں اپنے طور پر بنالیتی ہے چنانچہ کہاں تو ان اشیاء میں نمود اور حیات کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا پھر دفعہ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں یہ اشیاء نباتی ترکیب میں داخل ہوئیں اور انہوں نے جسم نامی کی صورت قبول کر لی منو ہونے لگا غذا حاصل کرنے لگیں نباتی حیات کے ساتھ موصوف ہوں گیں وہ وہ خواص انسانوں نے حاصل کر لیے جو ان میں اس سے پہلے نہ تھے۔ پھر ہم اس نباتی جسم کو دیکھتے ہیں تو ایک جیسے تو ہم سے بھلا ارادہ اور مفقود الادراک پاتے ہیں اور وہ جماد سے بہت ہی مشابہ ہوئی ہوئی ہے اور جب دوسری حیثیت سے ہم نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ غذا حاصل کرنے کے لیے اس کی جڑیں زمین کے اندر گھس گئی ہیں پس وہ حیوان کی طرح اپنی غذا طلب کرنے کے لیے اگرچہ قدموں پر نہیں چلتی لیکن وہ زمین کے اندر وہاں تک پہنچ جاتی ہے جہاں کہ حیوان نہیں پہنچا کرتا اور ہم اُس کی شاخوں کو دیکھتے ہیں کہ بلند ہو جاتی ہیں یا وہ اپنے خار اور بیلوں کے ساتھ آفتاب کی روشنی سے نفع حاصل کر کے بے مرفوع مقامات پر قیام کرتی ہے جیسے کہ حیوانات پھلوں کی تلاش میں درختوں پر چڑھ جاتے ہیں۔

پھولوں سے شہد جمع کرتی ہیں۔ دوا دوش کر رہی ہیں۔ اور بعض کی کلیاں بھونرے کے مشابہ ہوتی ہیں۔  
 اور بعض ایسی بھی ہیں کہ جن کی شکل بالکل انسان کی سی ہوتی ہے۔ اور جب کوئی نیشہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے وہ اگر چہ بنا  
 ہوئی ہیں سے نہ ہوتی بلکہ اس کا شمار ان نباتات میں تھا جو کہ پیا کی طرح زمین میں اگا کرتی ہیں۔ لیکن وہ ایسی نباتات تھیں جسکے  
 اوپر ایک پھول لگا ہوا تھا جو کہ زر و چربا کی صورت پر تھا اسکے سر آنکھیں چونچ گردن بھی تھی اسکے بازو دستہ پھیلے ہوئے  
 تھے اور قد میں اوپر کو اٹھی ہوئی جیسے کہ مرغ کھڑا ہوا کرتا ہے اور اسکے پیٹ کے نیچے ایک سبجائی رنگ کی شہد کی مکھی  
 کی صورت تھی جو کہ اپنے منہ کو اسکے پیٹ پر اس طرح رکھے ہوئے تھی گویا کہ اس میں سے کچھ چوس رہی ہے اسکے بھی  
 سر و دونوں آنکھیں موجود تھیں۔ پیٹ پر نقش و نگار سینہ ہونے معلوم ہوتے تھے اور اس چڑیا کی رانوں کی جڑ سے  
 اس کے بازو کچھ نکلے تھے پس گویا کہ وہی اس مکھی کے بازو ٹہر سکتے تھے اور ہی اس چڑیا کی رانیں اور یہ سب اعضا  
 اس میں بالکل صاف صاف نظر آتے تھے یہاں نہ ہوتی کہ ان اعضاء کے ساتھ دیکھنے میں مشابہت ہی مشابہت  
 معلوم ہوتی ہو کچھ ایسا تماشا تھا کہ وہاں سے نظر اٹھتی نہ تھی اور اس کے پیدا کرنے والے کی وحدانیت۔ اس کی قدرت  
 اور اس کے استحکام کی کھلی کھلی شہادت دے رہا تھا اور کچھ پھول بیروت کے جنگلوں میں سے اس مقام پر پایا جاتا  
 ہے جسکو کہ ظہور اثر جیہ کہتے ہیں اور اس اطراف کے بعض لوگ اسے چڑیا کا پھول اور بعض شہد کی مکھی کا پھول بھی  
 کہتے ہیں میں نے آپ لوگوں میں سے بعض کو دیکھا ہے کہ حیوانات کی صورت پر اس قسم کے پھولوں کے بننے  
 کی عجب دوا ہی تباہی وہیں بتاتے ہیں۔ میں ان سے اسی پھول کے بننے کی ایسی وجہ پوچھتا ہوں جس کو عقل  
 مان لے۔ میں تو خیال نہیں کر سکتا کہ آپ لوگ اس پر قادر ہوں گے اور نہ میرے خیال میں سوائے اس طرح کے  
 اور کچھ عقل کی لکین ہو سکتی ہے کہ اسکے بننے کو ذی قدرت۔ صاحب ارادہ ماحولہ درجہ علم و حکمت رکھنے  
 والے (خدا) کے فعل کے حال کیا جائے نہ کہ ذرات مادہ کی حرکت۔ قانون تہانیات یا اسی کے مثل اور بے پندہ ٹھوس  
 اور انداد مند باقول کو اس کا مدار قرار دیا جائے۔

پھر خیال کیجئے کہ کہاں تو ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نباتات کو کیسی ہی سختی سے کیوں نہ چھو ا جائے لیکن اس سے  
 ذرا بھی احساس نہیں ہوتا اسی بنا پر ہم حکم لگاتے ہیں کہ نباتات اور حیوان میں جہاں اور فرق ہیں یہ بھی ہے  
 کہ حیوان میں تو احساس کرنے کی قوت پائی جاتی ہے اور نباتات میں نہیں لیکن یکایک ہم بعض نباتات کو ذی حس  
 بھی پاتے ہیں چنانچہ منجملہ ان کے چھوئی موئی کا درخت ہے کہ جب اسے چھو ا جائے یا حرکت دی جائے تو  
 اسکے چھوٹے چھوٹے پتے باہم بجاتے ہیں اور باقی پتے کچل کر رہ جاتے ہیں اور کوئی کوئی نبات حیوان کا شکار  
 کرتی ہے چنانچہ ہم اسکا پیلے ذکر کر چکے ہیں کہ جب اس پر کبھی گرتی ہے تو اسے محسوس کر کے پکڑ لیتی ہے اور اس کو  
 بالکل چوس جاتی ہے کہاں تو ہمارا یہ خیال ہے کہ نباتات جب تک کہ اسے کوئی خارجی فاعل مثل ہوا یا حیوان کے حرکت  
 نہ دے تو وہ حرکت نہیں کرتی لیکن ہم دیکھتے کیا ہیں کہ بعض نباتات بلا کسی ظاہری قہر کے خود بخود بھی حرکت کرتی ہیں  
 پس یہ نباتات خود بخود ایسی حرکتیں کرتی ہیں کہ اسے ہوا میں ہند نہ کی ضرورت نہیں جاتی ہیں۔ اور کچھ نباتات ہیں جو

انسان کی شکل کے والی  
 نباتات  
 انسانی شکل کے والی  
 نباتات  
 انسانی شکل کے والی  
 نباتات

انسانی شکل کے والی  
 نباتات



پتلیوں سے ملکر بنا ہوتا ہے جن میں سے سب سے بڑی پتی بیچوں بیچ میں اوپر کو ہوتی ہے اور دو چھوٹی چھوٹی پتیاں اُس کے نیچے دونوں طرف واقع ہوتی ہیں اور وہ دونوں پتیاں جتنا کہ رہتی ہیں اس وقت تک رات و دن - گرمی میں جاڑے میں - دھوپ میں سایہ میں - خواہ آسمان ہویا بارش ہوتی ہو ہر حال میں برابر متحرک رہتی ہیں ان کی حرکت کبھی رکتی ہی نہیں۔ لگاتار حرکت مندر کے ساتھ ان میں سے ایک اوپر کو اٹھتی ہے اور دوسری نیچے کو جھکتی ہے۔ ان کے خلاف اوپر کی درمیانی پتی سوائے صبح و شام کے اور کسی وقت نہیں حرکت کرتی۔ اور آپ ہی لوگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے ہند میں گنگا کے کنارہ پر ایک گھاس دیکھی ہے جسکی پتیاں سطح ہرنٹ میں ساٹھ حرکتیں کرتی ہیں پس وہ تو ایک زندہ اور بڑھنے والی گٹری ہے جو نہ ہی نہیں ہوتی اور نہ اپنے رکھنے والے کو اپنے لیے کسی قسم کے صرف کرنیکی تکلیف دیتی ہے ہند کے مشرق اس گھاس کو مقدس سمجھتے ہیں اور اس کی طرف خداوندی قوت کی نسبت بتلاتے ہیں حالانکہ وہ تو اپنے پیدا کر نیوالے کے ربوبیت کے ساتھ متفرد ہونے پر شاکہ ہے۔

بعض نبات کی یہ حالت ہے کہ اُسکا پھول آفتاب کی حرکت کے ساتھ ساتھ حرکت کرتا اور پھرتا جاتا ہے جبکہ ہند میں سورج مکھی کہتے ہیں وہ ہماری طرف کے شہروں میں بکثرت پایا جاتا ہے لوگ اسکو فلک اور عابدش کہہ کرتے ہیں کیونکہ اُسکا متدیر پھول جیسے کہ عجیب و غریب رنگوں کے دائرے پائے جاتے ہیں جو کہ نہایت مضبوطی کے ساتھ بنے ہوتے ہیں وہ چاروں طرف سے ریشوں سے گرا ہوتا ہے جو کہ مثل ریشمی ڈوروں کے معلوم ہوتے ہیں اُسکے بعض اقسام میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اُسکے بیج میں گٹری کے کانٹے کے مثل ایک شے ہوتی ہے جسوقت آفتاب نکلتا ہے اسوقت یہ پھول بالکل اُسکے اُسے سانسے ہوتا ہے اور جوں جوں آفتاب اپنے مدار پر بلند ہوتا جاتا ہے اتنا ہی پھول بھی اُسی طرف منہ کیے ہوئے اُٹھتا جاتا ہے جسے کہ دوپہر کے وقت پھول سطح نظر آتا ہے اور پھر آفتاب جتنا کہ غروب کے لیے جھکتا جاتا ہے اتنا ہی پھول پھول بھی جھکتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ غروب ہونے کے وقت اُس سے مفارقت ہو جاتی ہے۔ ایسی نادر اشار کے بنائو لے اور اعلیٰ درجہ کی واقفیت رکھنے والے کی عجب شان ہے اسکی پاکی کا کیا کہنا ہے۔

پھر نبات کے اقسام میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اُس سے تو عقل حیرت میں رہ جاتی ہیں اور وہ اختلاف صاف صاف ابیات کی شہادت دیتا ہے کہ اُسکا پیدا کر نیوالا کوئی فاعل مختار ہے۔ کوئی قدرتی قانون اُسپر حکم نہیں چلا سکتا اور نہ اُس کی قدرت کی کچھ حد معلوم ہوتی ہے یہاں تک کہ محدود ہونے سے اُس کا مضطر اور بے اختیار ہونا ظاہر ہوتا۔

بیان اسکا یہ ہے کہ بعض درختوں کو ہم مستدر بڑ اور بلند دیکھتے ہیں جسکی کوئی حد ہی نہیں جیسے کہ کوہ لبنان اور امریکاکا بڑی ترانی ایک قہم کا درخت دیکھنے میں آیا ہے اُس درخت کی لبنائی تین سو سے چار سو قدم تک کی ہوتی ہے اور بعض بعض کا قطر تو زمین کے قریب تیرہ قدم تک پایا گیا ہے اور پوست کی موٹائی اٹھارہ قیراط

جسکی پتیاں ہر وقت متحرک رہتی ہیں  
اور وہ دونوں پتیاں جتنا کہ رہتی ہیں اس وقت تک رات و دن - گرمی میں جاڑے میں - دھوپ میں سایہ میں - خواہ آسمان ہویا بارش ہوتی ہو ہر حال میں برابر متحرک رہتی ہیں ان کی حرکت کبھی رکتی ہی نہیں۔ لگاتار حرکت مندر کے ساتھ ان میں سے ایک اوپر کو اٹھتی ہے اور دوسری نیچے کو جھکتی ہے۔ ان کے خلاف اوپر کی درمیانی پتی سوائے صبح و شام کے اور کسی وقت نہیں حرکت کرتی۔ اور آپ ہی لوگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے ہند میں گنگا کے کنارہ پر ایک گھاس دیکھی ہے جسکی پتیاں سطح ہرنٹ میں ساٹھ حرکتیں کرتی ہیں پس وہ تو ایک زندہ اور بڑھنے والی گٹری ہے جو نہ ہی نہیں ہوتی اور نہ اپنے رکھنے والے کو اپنے لیے کسی قسم کے صرف کرنیکی تکلیف دیتی ہے ہند کے مشرق اس گھاس کو مقدس سمجھتے ہیں اور اس کی طرف خداوندی قوت کی نسبت بتلاتے ہیں حالانکہ وہ تو اپنے پیدا کر نیوالے کے ربوبیت کے ساتھ متفرد ہونے پر شاکہ ہے۔



مک کی ہوتی ہے ان میں سے بعض بعض درخت تو اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ اگر اسکا تنہ اندر سے خالی کر کے ڈال دیا جائے تو اس میں سے سوار اپنے گھوڑے کی پشت پر کھڑے ہو کر اس طرح پر نکل سکتا ہے کہ اسکا بدن اس سے چھوٹے بھی نہ پائے اور اسکا ٹنڈ میں ایک درخت ہے جسکا محیط نوے قدم کا ہے اور اسی نوع کے چھوٹے سے چھوٹے درخت سے مقابلہ کر کے اس کی ٹھکانا حساب لگایا گیا ہے اس حساب سے اس کی عمر پانچ ہزار برس کی معلوم ہوتی ہے اور کالیفورنیا میں ایک صنوبر کا درخت ہے جسکا طول تین سو قدم کا اور محیط انیس قدم کا ہے عمر چھ ہزار برس کی ہے اور ان سب عجیب و غریب ایک خدم کا درخت ہے جو کہ بحر اوقیانوس (اٹلانٹک اوشن) کے چاروں طرف پائا جاتا ہے ایک میں موجود ہے اسکا تنہ اتنا موٹا ہے کہ اگر دس آدمی ہاتھ پھینکا کر اس طرح کھڑے ہوں کہ ایک کی انگلیوں کے سر وئے دوسرے کی انگلیوں کے سر سے رہیں جب بھی اسکو گھیر نہیں سکتے تو یہ چار سو برس کے زمانہ گزرا ہو گا جب تک کہ یہ جزیرہ دریافت ہوا ہے آج تک اس درخت میں بظاہر کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوئی کیونکہ اس قسم کے درخت کا نمونہ ہی آہستہ آہستہ ہوتا ہے جیسا کہ اس نوع کے چھوٹے چھوٹے درختوں کے مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے اس لیے جاننے والے صدیاں اس پر گزر چکی ہوں گی۔ اور بعض لوگ تو ان میں سے یہاں تک کہتے ہیں کہ میرے نزدیک تو انسان کی پیدائش سے بھی بہتر سی صدیوں کے پہلے سے درخت بڑھ رہا ہے۔

نباتات میں سے ہم ایک نہایت ہی چھوٹا عالم بھی دیکھتے ہیں جسکا پتہ بذریعہ خوردبین (مائی کراسکوپ) کے لگایا جیسے کہ کافی جراثیمی کی سطح پر پرتی ہے یا دیواروں وغیرہ پر جم جاتی ہے بذریعہ خوردبین کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ وہ پانچ یا مگر غریب ایک گنجان جنگل ہے جس میں کہ باوجود اسقدر چھوٹے اور بے ہوش ہونے کے پھول اور تخم سب بھی کچھ موجود ہوتا ہے۔ منجملہ اور عجائبات کے ہوا میں وہ بھی منتشر ہوتے ہیں دیواروں وغیرہ پر گر پڑتے ہیں پس جب اس کے موافق زمانہ آتا ہے وہ جم کر بڑھنے لگتے ہیں پھر پھول اور تخم پیدا ہوتے ہیں اگرچہ خالی آنکھوں کو تو محض ایک منہ غریب سا نظر آتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔

ہم نباتات میں ایسی صفات دیکھتے ہیں جسکے اعتبار سے وہ ہم ایک دوسرے کے خلاف ہوتی ہیں ان کی اور ان کی شکیں مختلف ہوتی ہیں پھول پھیل جاتا ہے اور زوال کے اعتبار سے ان میں نہایت تفاوت پایا جاتا ہے ان کے منافع اور مضرتیں ہمارے ہمارے حال کے امور جن کے لحاظ سے ان میں باہم فرق کیا جاتا ہے۔ پتہ کے ہوتے ہیں پھر بعض نباتات کے تنہ دار درخت ہوتے ہیں بعض کی بدلیں پھلتی ہیں بعض گھاس کی طرح اٹھ کھڑے ہیں بعض کے لحاظ سے کوئی گرمی میں ہوتی ہے کوئی جاڑے میں۔ کوئی ریح میں کوئی خریف میں بعض نباتات نرم زمین میں پیدا ہوتی ہیں بعض پہاڑوں ہی پر کیسے کیے فقط بارش کا پانی کافی ہو جاتا ہے کہ انکو اور پانی کی بھی ضرورت ہوتی ہے کہ جسکو کسی ایک ولایت کے ساتھ خصوصیت ہوتی ہے کوئی تمام ولایتوں میں رہ سکتی ہے پتوں کو دیکھئے تو کیسے گول۔ کیسے پتے۔ کیسے نیچے کیسے چوڑے ہوتے ہیں۔ اور پتوں کی ان کا رنگ ہر وقت ہوتا ہے لیکن ہنری میں بھی بڑا اختلاف پایا جاتا ہے جسے اگر ایک

ان نباتات میں ان صفات پر  
خوردبین کے مشاہدات پر

نوع کی بری دوسری نوع کی بری کے بالکل مشابہہ بھی نہیں۔

پھولوں کو لیجئے تو ان میں بھی بڑا اختلاف ہے ان کے رنگ اور شکلوں کے بیان میں بڑا جمل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ کوئی پھول گول ہوتا ہے کوئی لٹا۔ کوئی اکڑا۔ کوئی ڈہرا۔ اسی طرح بیشمار شکلیں ہوتی ہیں۔ رنگوں کو دیکھیے تو سفید، سرخ، زرد، نیلگوں، سبز اور رنگ برنگ کے نقوش سے منقش نظر آتے ہیں پھر کسی میں دوہری رنگ ہیں کسی میں بہت سی مختلف رنگ جمع ملتے ہیں۔ ہر ایک کی خوشبو میں تو خاصیت ہی جدا ہوتی ہے کوئی خوشبو نہایت پاکیزہ اور دل خوش کن ہوتی ہے کوئی نہایت ہی ناگوار کہ جان ہی لیے لیتی ہے۔ خوشبو کے اختلاف کی نسبت اس قدر آگاہ کروینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ ایک نوع کے پھول کی خوشبو کو دوسرے نوع کی خوشبو کے ساتھ پورے طور سے ہم ملتے ہوئے پاتے ہی نہیں۔ اور پھولوں میں شکل برنگ، بو، ذائقہ اور مقدار کے لحاظ سے تو اتنا اختلاف ہے کہ نقل حیران رہ جاتی ہے چنانچہ بڑے چھوٹے چوڑے۔ لمبے۔ گول۔ کروی۔ جھکے ہوئے۔ نوکدار وغیرہ اقسام کے پائے جاتے ہیں پھر ان کا رنگ بھی سبز، زرد، سفید، سیاہ، نیلگوں، منقش وغیرہ دیکھا جاتا ہے۔ بعض پھولوں میں ایسی پاکیزہ خوشبو ہوتی ہے کہ وہ نہ تو اس کے پھولوں میں پائی جاتی ہے نہ پتوں میں اور اس کے سروں پر دوسرے قسم کی اسی کے قریب قریب خوشبو ہوتی ہے۔ ذائقہ کو لیجئے تو شیریں، ترش، چاشنی، دار، تلخ، اسی طرح لٹے ذائقے ہوتے ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ پھولوں میں ایک نہایت عجیب بات یہ ہوتی ہے کہ ان کے چھکوں میں جو مزہ، رنگ اور بو پائی جاتی ہے۔ وہ ان کے گودے میں نہیں ہوتی۔ اور ان میں سے جو ہم گودہ میں دیکھتے ہیں اس کا پتہ تخم میں نہیں ملتا۔ اور جو تخم میں پایا جاتا ہے وہ درخت کے کامل اجزاء میں نہیں پایا جاتا بعض پھولوں کے اندر مختلف شکلوں کے بیج طرح طرح کی خوشبو میں مزے اور رنگ پائے جاتے ہیں۔ بعض بیج سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ پھر کسی پر ایک غلاف چڑا ہوتا ہے کسی پر زیادہ اور کسی پر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کوئی پھل ہوتا تو چھوٹا ہے لیکن اس کا درخت بہت بڑا ہوتا ہے جیسے کہ انجیر یا برگہ بعض پھل بڑے ہوتے ہیں اور پیدا بیلوں سے ہوتے ہیں جیسے کہ خرپڑہ۔ بعض مہینہ بہر میں بار آور ہوتے ہیں بعض اس سے بھی کم مدت میں۔ بعض کا پھل برسوں کے بعد پھٹتا ہے۔ بعض کے ریشوں۔ جڑوں۔ پتوں۔ پھول۔ پھل۔ تخم۔ پوست۔ یا عرق سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ بعض کی فقط دوہری چیز کام میں آتی ہیں۔ بعض کی زیادہ۔ بعض کی کل چیزیں بعض کی بڑی مفید ہے اور پھل۔ یا پتے یا پھول ضرر رسنا بعض کی اس کے خلاف حالت ہے پس ایک ہی نبات میں مرض اور دوا دونوں ہی ملتے پائے جاتے ہیں مختصر یہ کہ ہم ایک ہی درخت کو دیکھتے ہیں کہ اس کے ریشہ۔ تنہ۔ پوست۔ پتے۔ پھول۔ پھل۔ اور تخم۔ میں جدا جدا خاصیتیں موجود ہوتی ہیں پس ایسا آپ ہرگز نہیں پاسکتے کہ ان میں سے ایک خاصیت دوسری خاصیت پر پوری پوری منطبق ہو جائے۔ پھر باوجود اختلافات کے جب یہ ہے کہ تمام اقسام کی نباتات ایک ہی پانی سے سیرجی جاتی ہیں ایک ہی مٹی سے اپنی غذا حاصل کرتی ہیں۔ اور ایک ہی ہوا

جذب کرتی ہیں جو ان کے لیے ضروریات سے ہے ان کے اعضاء اور قسّم ہوتے ہیں بعض کا شمار تو اعضاء نمونہ ہے جیسے کہ بڑے تندرستے۔ اور بعض کا شمار اعضاء میں کیا جاتا ہے جن سے نسل چلتی ہے جیسے کہ بہول۔ پہل۔ بیج۔ پیرا نہیں ہوتے سے اعضاء بسیطہ سے ہزاروں ہی قسم کے نباتات مرکب ہوتے ہیں جن کا شمار اس حساب سے جہاں تک کہ علم نباتات کے جاننے والوں کی رسائی ہوئی ہے اتنی ہزار اقسام سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ انہیں کی بدولت ہمارے پہاڑ۔ ٹیلے۔ ترانیاں۔ باغات سبز نظر آتے ہیں۔ اپنے پہولوں سے یہ انہیں زمینت بخشتی ہیں۔ ہمارے خزانوں کو اپنے پیوے اور دانوں سے بھر کر دیتی ہیں۔ ہمارے جسموں کے لیے پوشش مہیا کرتی ہیں۔ ہمارے گہروں اور کشتیوں کی تعمیر میں صرف ہوتی ہیں۔ ہمارے مرضوں کے علاج کے کام میں آتی ہیں۔ ہماری آگ کو مستعمل کرتی ہیں۔ ہمارے مال و متاع کی حفاظت کرتی ہیں۔ کہاں تک کوئی بیان کرے لگے فوائد تو اس قدر ہیں کہ قلم آگے بڑھ کر نہیں روانگی سے عاجز کر چلتے چلتے کاغذ پر سر رکھ رکھ دیتا ہے۔ اور زبان کی گویائی مفقود ہو جاتی ہے۔

کیا ان تمام صورتوں۔ اتنی نفع بخش کی چیزوں اور پیراں پر اس قدر شافع کے مرتب ہونے اور اتنے اسرار ظاہر ہونے کی وجہ باوجودیکہ ان کا اصل مادہ ہی ایک تمام اسباب جو ہر یہ بھی منتق ہیں محض ذرات مادہ کی حرکت قرار پا سکتی ہے اور وہ ہی اندازہ نہ ضرورت کے ساتھ یا مجرد اتفاق جو کہ بالکل بے ہمتے ہے۔ اسکی وجہ ٹھہر سکتا ہے۔ یاد تو تین قدرت جو کہ نہ تو کچھ جانتے ہی ہیں اور نہ کچھ ارادہ ہی کر سکتے ہیں۔ اس کا باعث سمجھے جاسکتے ہیں؟ یا یہ بات ہے کہ یہ سب شیا کسی ذی قدرت اور عجیب طور پر پیدا کرنے والے۔ غالب۔ صاحب حکمت۔ اتنے بڑے جاننے والے کے پیدا کرنے سے جس کو کہ جتنی چیزیں ہو چکی ہیں یا ہونے والی ہیں سب کی خبر سے موجود ہوتی ہیں؟ بے شک یہ سارے عجائب و غرائب پکار پکار کے اس بات کی شہادت ہے کہ ہر چیز ضرور عالم کا کوئی اثر واقع کار خدا اور ذی حکمت بنانے والا ہے جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس امر کا ارادہ کرتا ہے کر گذرتا ہے۔

پھر ہر جگہ نباتات کی ہر نوع خداوندی نعمت ہے جسکے ساتھ خالق سبحانہ نے اپنی خلق پر احسان کیا ہے لیکن بعض کا شمار نہایت عظیم نعمتوں میں کیا جاتا ہے۔ اور ان سے خدا کا بڑا احسان ظاہر ہوتا ہے۔ اس قسم کی جتنی چیزیں ہیں گو سب ہی تعجب انگیز ہیں لیکن ان میں سے کسی کسی کا تعجب کے اعتبار سے نہر بہت ہی بڑا ہوا ہے چنانچہ ہم جانتے ہیں کہ اسکی کچھ تفصیل ذکر کریں۔

پس سنئے کہ بنائی دنیا کی حیرت خیز نعمتوں میں سے روٹی کا درخت ہے جو بحر الکابل (پیسفک اوشن) کے جزائر میں پایا جاتا ہے اسیں کڑوی شکل کے پہل لگتے ہیں جن میں سے چھوٹے سے چھوٹے پہل کا قطر چار قیراط کا اور بڑے سے بڑے کا قطر سات قیراط تک کا ہوتا ہے اس کا وزن چار سو بیس درہم یعنی ایک ہزار چار سو ستر ماہد کا ہوتا ہے اور ہر سال اٹھ ماہ تک برابر اسیں سے پہل توڑے جاتے ہیں۔ ان جزائر کے لوگ اس قدر تیروٹی پر لبس کرتے ہیں جیسے کہ ہم لوگ مصنوعی روٹی پر گذر کیا کرتے ہیں وہی ان کی ساری غذا

منہ  
بنائی شیا سے خدا  
کی صفات کا لایہ  
ہستیاں

منہ  
بنائی شیا سے خدا  
کی صفات کا لایہ  
ہستیاں

ہوتی ہے خدائے الہی نے اُنکے لئے ہر کسی کی مشقت کے جو ہم کو اپنی روتی کے طیار کرنے میں اٹھانا پڑتی ہے  
اسکو مہیا کر دیا ہے۔ اس درخت سے اُن کو اور بہت سے منافع حاصل ہوتے ہیں اُنکے خزان اس کی لکڑی  
کے ہوتے ہیں۔ اُس کی چھال سے وہ اسپتہ کپڑے بناتے ہیں۔ اُنکے تنہ کی اُن کی ڈونگیوں بنی ہیں  
اسی قبیل سے دودھ کا درخت ہے اُس کے اشام میں سے جو قسم سیٹا سیٹا کہلاتی ہے ہند میں بھی  
پائی جاتی ہے اُنکے تنہ میں شگاف نسبتہ میں پھر اُس سے بہت عمدہ دودھ گائے کے دودھ سے فضا  
کاڑا نکلتا ہے۔ براڈل میں ایک درخت ہوتا ہے جس کا نام (ماسا زندویا) ہے وہ ماہ شباط میں پھوٹتا  
ہے اور اوس میں پہلے لگتے ہیں جن کا ذائقہ شہد بہت لیموں کا ہوتا ہے۔ اور اوس کے تنہ سے  
سفید رنگ کا دودھ نکلتا ہے جو مرغوب الطبخ اور بکری کے دودھ سے اچھا ہوتا ہے۔ وہاں کے باشندے  
اسے بطور غذا کے استعمال کرتے ہیں۔ اور اسی سے اُن کو مادہ حیات حاصل ہوتا ہے۔

اسی قبیل سے بالائی کا درخت ہے جو کہ ہندو افریقہ میں پیدا ہوتا ہے اوس میں ایسا پہل لگتا ہے جس  
کے اندر کا گودا خوام اور ذائقہ میں بالکل بالائی کی طرح ہوتا ہے گرم ملکوں میں مہینوں برتنوں میں رکھا رہتا  
نہ اوس کے رنگ میں کچھ فرق آتا ہے اور ذائقہ ہی بگڑتا ہے۔

اسی قبیل سے جوز ہندی یعنی نارہیل کا درخت ہوتا ہے۔ اوس میں اتنے منافع پائے جاتے ہیں کہ وہ سب  
کسی ایک درخت میں شکل سے ملیں گے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اُس کے پہل سے کپنے کے قبل  
شراب بنائی جاتی ہے اور کپنے کے بعد جو اس سے بنتا ہے بالکل دودھ کے مشابہ ہوتا ہے  
مثل ترکیاری کے اُنکے سپتہ پکتے ہیں۔ اوس کے پھول کے عرق سے شکر بنتی ہے اوس کی  
لکڑی اور اوس کے پہل کے چھلکے سے برتن۔ پیالے۔ کپڑے طیار جوتے ہیں گہروں میں اوس کی لکڑی  
کی دھنیاں بھی لگائی جاتی ہیں۔ اوس کے پتوں کے ٹاٹ اور سائبان بنے جاتے ہیں۔ اوس کی چھال کے  
ریٹوں سے کپڑے چھلنیاں بوری اور سی تیار کئے جاتے ہیں۔ اُنکے پہلوں کی گری کا تیل نکلتا ہے  
اوس کی لکڑی کے برادہ سے لکھنے کی روشنائی بنتی ہے۔ اُس کے پتوں سے لکھنے کا کاغذ بنایا جاتا  
ہے۔ کھجور کا درخت بھی کثرت منافع کے لحاظ سے اس سے کچھ نہیں چنانچہ ہم اُنکے پہل کو دیکھتے ہیں کہ  
کلی سے لے کر گدرا۔ ادھ کچا۔ پکا ہوا۔ اور خشک سب طور پر کہا جاتا ہے وہ میوہ کامیوہ ہے اور غذا کی غذا  
ذخیرہ بنا کر رکھے جب بھی رہ سکتا ہے۔ اوس کی لکڑی شاخیں۔ ڈالیاں چھال یہاں تک کہ اوس کی گٹھلی ہی  
کام میں آتی ہے۔ گٹھلی کو پیس کر اونٹوں کو کھلاتے ہیں پس اوس ختم حقیقی کی عجب پاکذات ہے جو اپنے بندوں کو  
عجیب غریب غنیمتیں عنایت کرتا جو ادھر طرے کھاتا مسامات کرتا جو انواع انواع اور قسم قسم کی اشیاء کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔

بنائی دنیا کے بیان میں آخری بات ہم ضرور کہیں گے کہ بلا شک نباتات کے عجائب حالات کو دیکھ کر

عہ شاید ناچار کھجور کا درخت مراد ہے ۱۲ عہ شباط ایکاد می مہینہ کا نام ہے جو کہ قریب قریب مارچ کے ہوتا ہے ۱۱

نہ کا درخت

نہ کا درخت

عزیزان کے بیان سے خدائے تعالیٰ کی قدرت و کرم سے لالہ کر کے



ذی حکمت۔ صاحب علم۔ اور پھر ہی قادر صانع کے وجود پر استدلال کرنے کے سبب سے زیادہ  
 سختی علم نباتات کے جاننے والے ہیں جنہوں نے جلدیں کی جلدیں اُس کے حالات کے بیان  
 میں بہرہ دی ہیں آپ انہیں دیکھیں گے کہ اُس کے احوال سے بحث کرنے میں ایسے مستغرق ہیں کہ اُس کے  
 کلمہ کے پہوٹ نکلتے۔ اُس کے بڑھنے اور اوس کے تمام تغیرات سے جو کہ اُس کے بولنے کے  
 وقت سے لے کر انتہا کو پہونچنے تک اوس پر طاری ہوتے ہیں سب سے بحث کرتے ہیں۔  
 اُس کی نسل کے چلنے اور اوس پیدائشی مادے سے بار بار ہونے کی کیفیت جو کہ اُس میں حیوان  
 کی بنی کے قایم مقام ہوتا ہے بیان کرتے ہیں۔

اُس کی جڑ۔ شاخوں۔ پتوں۔ اُس کے پہلے گے غلافوں۔ پہوٹوں۔ پہلوں۔ اور بیجوں کی ساخت  
 کی تشریح کرتے ہیں۔ اور ان سب چیزوں کے اعضا اور ان انتظامات کو ظاہر کرتے ہیں جو ان میں قایم  
 ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے خواص۔ کام۔ منافع۔ تغیرات۔ مدت حیات۔ اُن کے انواع کے اختلافات  
 کو ذکر کرتے ہیں انکو قطار۔ گروہ۔ انواع۔ اجناس۔ اور افراد وغیرہ کی جانب منقسم کرتے ہیں۔ ان کا باہمی  
 فرق ظاہر کرتے ہیں بہر حال یہ ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں جس سے عقل ذنگ رہ جاتی ہے۔ اور اُس کے  
 پیدا کرنے والے کی قدرت کی عظمت اور اُس کی صورت بنانے والے کی حکمت معلوم ہوتی ہے۔  
 پس خدا یعنی پروردگار عالم کی عجب بابرکت ذات ہے۔ علم طبعیات کے جاننے والوں میں سے  
 علماء نباتات کی نسبت تو عقل شکل سے تصدیق کریں گی کہ اس فرقہ میں بھی خدا کے منکر موجود ہیں اور  
 کیونکہ نہ ہو وہ لوگ تو نباتی دنیا کے بہت سے تفصیلی حالات دریافت کر چکے ہیں۔ اُس کی پیدائش کی  
 ایک سے ایک ہارکیاں دیکھ چکے ہیں جنکے لئے کسی ذی قدرت صانع۔ اور کسی صاحب حکمت۔ اعلیٰ درجہ  
 کے علم رکھنے والے مدبر کی بڑی ضرورت ہے۔ ایسا اس کے ایسی ہارکیاں ہو ہی نہیں سکتیں۔

پھر اس زمین کے رہنے والوں میں ہم حیوانی دنیا کو دیکھتے ہیں یہ وہ مصنوع ہے کہ عجیب و غریب ہونے  
 کے اعتبار سے جس کا درجہ بہت ہی عالی ہے۔ استحکام اور مضبوطی کے لحاظ سے جس کا مرتبہ بہت ہی بڑھا  
 ہوا ہے۔ چنانچہ کہاں تو ہم نے نبات کو دیکھا تھا کہ زمین میں جم کر غذا حاصل کرنے اور نوپانے کے ذریعہ  
 سے جمادی مادوں کو اُس نے اپنے نباتی ساخت کے مثل بنایا۔ پھر دفعتاً ہم دیکھتے ہیں کہ حیوان اُسکو منہ میں  
 رکھ گیا اور اُس نے اپنے منہ کے آلات کے حوالہ کر دیا۔ انہوں نے اُسکو چاکریا اور اس طرح کچھضم  
 کیا پھر اُس نے اپنے لعابے بن کے ساتھ لاڈلا لانا کہ کسی قدر اور ضم صیل ہو جائے اُس کے بعد  
 اُس نے لنگل کر اپنے معدہ اور امعاء میں پہونچایا وہاں پہونچ کر حرارت اور باضم عروق کے باعث سے وہ بالکل  
 منہضم ہو گیا اور اُس سے ایک غذائی یا پرورش کنندہ مادہ جدا ہوا اور پھر وہ کام وہاں ہونے لگے جن  
 سے عقل کو حیرت سی ہو گئی اس کے بعد یہ پرورش کن مادہ معدہ اور امعاء سے اور اعضا کی طرف چلا

فہم  
 علم نباتات کا بیان اور  
 حیوان حیات و غریب  
 سے طرز ذی عظمت  
 قدرت پر استدلال



اور ان اعضاء کے فعل کی وجہ سے طرح طرح پر صورت بدلتا رہا آخر کار وہ خون بن گیا پہلے اپنے دوران کی وجہ سے صاف ہو کر بدن حیوان کے حصوں پر منقسم ہونا شروع ہوا اور ہر عضو کی ساخت میں اس کے ذرے بدل با تخیل بننے کے لئے داخل ہونے لگے۔ اس میں سے ایک حصہ حیوان کی منی اور اس کے تخم کی شکل میں بھی تبدیل ہو گیا پہلے حل قرار پانے کے بعد اس کی خون بستہ کی شکل ہوئی پہلے گوشت کا ٹکڑا بنا اور اس میں مختلف شکلیں اور صورتیں پیدا ہونے لگیں۔ اس کے اعضاء میں غصہ ہوا اور ہر ایک اپنا اپنا کام دینے لگا یہاں تک کہ وہ مکمل ہو کر اسی حیوان کے مثل ہو گیا جس کے بدن کے اعضاء سارے تغیرات ہوتے رہے تھے اور اس میں حیوانی حیات بھی جو باعث حس ہے حلوں کی پکی پہلے تو وہ اپنی اصل کے موافق قوت سامعہ - باصرہ - شامہ - ذائقہ - اور لامہ رکھنے والا حیوان بن گیا اس کے بعد وہ وقت آتا ہے کہ جدا ہوتا ہے اور اپنی نوع کے موافق اپنی روزی حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے اسے اپنی زندگی بسر کرنے کی تدبیر کے لئے جس قدر ادراک کی ضرورت ہوتی ہے اسے اس قدر اس میں قوت ادراک بھی بڑھتی جاتی ہے اور کبھی یہ قوت اس قدر ترقی کرتی ہے کہ وہ حیوان اس کی بدولت عاقل - عالم - حکیم اور مدق بن جاتا ہے ہر شے میں اپنی عقل دوڑاتا ہے اور کائنات عالم میں سے بہترین چیزوں میں تصرف کرنے لگتا ہے وہ باعث پیدا کرنے والا بڑا با برکت ہے جو اس مخلوق کو سنی اور پانی سے پیدا کرتا ہے اور یہ عجیب المخلقت مخلوق باوجودیکہ نبات کے ساتھ بعض خواص جیسے کہ منافع غذا اور تولد میں مشارکت کھتی ہے لیکن اس سے اور نبات سے اس بات میں کہ اس میں ادراک اور حواس ظاہری و باطنی سے احساس کرنے کی قوت ہوتی ہے اور نبات میں نہیں امتیاز بھی ہے اور ان سب سے بڑے جو شے اس کے لئے باعث امتیاز واقع ہوئی ہے اس کی عقلی قوت ہے جس کے ذریعہ سے وہ استدلال اور استنباط کر سکتا ہے پہلے اس کی مختلف اجناس - انواع - اور اصناف کی جانب تقسیم کی جاتی ہے - جن کی صفات میں بہت ہی بڑا تفاوت پایا جاتا ہے - چنانچہ اس میں سے بعض بہت ہی بڑے ہوتے ہیں جیسے کہ ہاتھی جہیں سے بڑے ہاتھی کی بلندی بارہ قدم کی ہوتی ہے -

تغیرات  
حیوانات میں  
نظر آئے  
ہیں ان کی بیان

اور بعض نہایت ہی چھوٹے ہوتے ہیں حتیٰ کہ ہلاحد خوردین کے جس کے ذریعہ سے بہت ہی چھوٹے چھوٹے جانداروں کی کائنات کا پتہ لگا ہے نظری نہیں آسکتے اس مخفی مخلوقات کا نام نقاعی رکھا گیا ہے کیونکہ سب سے پہلے یہ اس پانی میں دریافت ہوئے تھے جہیں کہ سبز گھاس بھگی رہی تھی اور وہ ہزاروں اور لاکھوں ہی ایک قطرہ پانی میں بلا کسی مزاحمت اور رکاوٹ کے تیرتے رہتے ہیں پھر باوجودیکہ وہ اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں تب بھی ان میں حیات ہوتی ہے تمام حیات کے آلات پائے جاتے ہیں - وہ اجناس - انواع اور اصناف پر منقسم ہوتے ہیں - ان کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں ان کی بعض قسموں میں

عقائد عامی عربی لفظ نقاعہ کی جانب منسوب ہے جس کے معنی حساندہ کے ہیں ۱۲

فاسفورس کا مادہ پایا جاتا ہے جن میں سے نئے شمار سمندر کے سطح پر جمع ہوتے ہیں۔ اور اس طرح پر پکتے اور  
 روشن ہوتے ہیں جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگ کا سیلاب اوٹھ رہا ہے وہ سب رات دن جلگتے ہی رہتے  
 ہیں کیسے وقت سوتے ہی نہیں اور نہ کبھی آپ آنکو حالت سکون میں دیکھ سکتے ہیں ہاں جب وہ اپنی اصل سے پیدا  
 ہی نہیں ہوئے تھے اسوقت ساکن ہوں تو ہوں۔ اور علماء علم حیوانات کی بحث و تحقیقات سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے  
 کہ ان چھوٹے چھوٹے کیرڑوں میں سے سولہ کروڑ کیرڑوں کا وزن بھی ایک دانہ لکڑیوں کے برابر نہیں پہنچ سکتا اور  
 روئے زمین پر جتنے آدمی بستے ہوں گے ان سے شمار میں کہیں زیادہ یہ چھوٹے کیرڑے صرف ایک  
 قطرہ پانی میں موجود ہوتے ہیں اور ان لوگوں نے دیکھا ہے کہ دراسی دیر میں ہزاروں کے ہزاروں ہی بچے ان میں  
 سے ایک ایک کیرڑے کے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر ان کیرڑوں میں قسم قسم کے اعضاء بکثرت پائے جاتے ہیں انہیں  
 اپنی غذا حاصل کرنے کی سمجھ ہوتی ہے انہیں اتنا میسر ہوتا ہے کہ نافع چیز کی طرف مائل ہوں اور ضرر رساں سے  
 بھاگیں اور اسقدر ہوشیار ہیں ان میں پانی جاتی ہے کہ وہ خطروں سے بچتے ہیں ایک دوسرے سے ٹکراتے نہیں  
 اور نہ کوئی کسی سے مزاحمت کرتا ہے۔ ہزاروں۔ لاکھوں۔ کروڑوں ہی ایک قطرہ پانی میں تیرا کرتے ہیں جیسا کہ ہم  
 پیشتر بیان کر چکے ہیں وہ بڑی تیزی سے حرکت کرتے ہیں وہ یہاں تک چھوٹے ہوتے ہیں کہ بعضوں کے قول  
 کے اعتبار سے ان میں سے ایک نوع ایسی ہوتی ہے کہ جنہیں سے ایک کیرڑا اگر دیکھا جائے تو وہ ایک بال کے  
 حجم کے دو ہزار حصوں میں سے ایک حصہ سے کسی طرح زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔ اور اس پر بھی ہر ایک میں اوسکی  
 زندگی کے قائم رکھنے کے لئے کافی اعضاء موجود ہوتے ہیں پس وہ ذی قدرت پیدا کرنے والا بڑا ہی بابرکت ہے۔  
 اور حیوانات میں سے بعض کی عمر بہت ہی بڑی ہوتی ہے اور بعض کی بہت تھوڑی اس طرح بڑائی عمروں میں  
 اختلاف پایا جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو ایک مدت کے ساتھ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ عقل اس کے  
 لئے اسی خاص مدت کے ہونے کی کوئی قطعی وجہ نہیں بتلا سکتی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بے سینگ کے جانوروں  
 کی عمر سینگ والے جانوروں سے زیادہ ہوتی ہے اسی طرح جراثیم و جانوروں سے زیادہ مدت تک  
 زندہ رہتے ہیں۔ پانی۔ اور خشکی کے جانور ہوائی جانوروں سے زیادہ عمر والے ہوتے ہیں لیکن گدہ۔ کرگس۔ طوطے  
 اور کوئلے جیسے ہی دن زندہ رہتے ہیں جتنے دن کہ انسان۔ اور یہ بات تو مشہور ہے کہ ایک قسم کا کرگس ہوتا ہے  
 جو دو سو برس تک۔ کچھ اودھو سو برس تک۔ ہاتھی سو برس سے زائد زندہ رہتا ہے اور خشکی میں رہنے والا اور  
 آبی مینڈک ان جانوروں سے جو اس کے برابر ہوتے ہیں زیادہ دن تک جیتا ہے اور کسی نے تو ایک مینڈک  
 کی چھیٹیس سال تک نگہداشت کی تھی اور اس میں ضعیفی کی کوئی علامت بھی ظاہر نہیں ہوئی۔ گھوڑا غالباً بیس سال  
 تک زندہ رہتا ہے اور اس تک تو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ کوئی گھوڑا ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہو۔ بکری  
 کی اوسط عمر پندرہ برس کی اور کتے کی اوسط عمر بیس برس کی ہوتی ہے اسی طرح کیا چھوٹے اور کیا بڑے  
 ہر حیوان کی ایک خاص عمر ہوتی ہے اور ان کی عمر کی درازی اور کوتاہی انکے سکس اور طریقہ گزاران پر یا جسم کے ٹسے اور چھوٹے

ہر جانور کی عمر اس کے  
 اعضا اور قوت اور  
 اس کی نشوونما پر

ہونے پر یا اسکے علاوہ کسی اور شے پر موقوف نہیں ہوتی جیسا کہ میں نے دیکھا ہے۔ پس اب ضروری ہے کہ کوئی شخص یا جانور جو ان میں سے ہر ایک کو ایک عمر کے ساتھ خاص کر دے اور وہ ان کا پیدا کرنے والا ہی ٹھہر سکتا ہے جس نے انکو عدم سے وجود کی طرف نکالا اور پہلے ہی سے انکی تخصیص کر دی۔ وہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کا حکم کر دیتا ہے۔ حیوانات میں سے بعض ہوا میں زندگی بسر کرتے ہیں بعض پانی میں رہتے ہیں بعض سطح زمین پر بعض دونوں میں پہر کوئی اپنے دو پیروں پر چلتا ہے اور اسکے دونوں ہاتھ غذا کے تناول کرنے اور کام کاج کرنے کے آلات ہوتے ہیں یا وہ اسکے دونوں بازو قرار پاتے ہیں جنکے ذریعہ سے وہ ہوا پر اڑ سکتا ہے۔ بعض کے چلنے کے لئے چار پیروں ہوتے ہیں اور بعض کے اس سے بھی زیادہ کئی کئی دلیوں تک فزیت پہنچ جاتی ہے جیسے کہ کھنکھوڑا۔ اور بعض اپنے پیٹ کے بل ان چھلکوں کے ذریعہ سے جو اس پر لگے ہوتے ہیں چلتے ہیں۔ درختوں اور دیواروں پر چڑھ جاتے ہیں جیسے کہ سانپ۔ بعض اپنی غذا کو اپنے ہاتھوں سے لیتے ہیں۔ بعض اپنے منہ سے۔ بعض چرچ سے۔ بعض ناک سے جیسے کہ ہاتھی۔ بعض اپنی زبان سے لیتے ہیں جیسے کہ گرگٹ۔ وہ اپنی لمبی زبان میں ایک سدا راوہ لگا کر نکالتا ہے۔ اس طرح وہ کبھی وغیرہ کو ہواسے پکڑ لیتا ہے۔ بعض حیوانات کے شکم کے اندر ہی بیضہ ٹوٹ کر بچہ نکل آتا ہے اور وہ وہیں تمام خلقت بھی ہو جاتا ہے اسکے بعد پیدا ہوتا ہے جیسا کہ اکثر دودھ پلانے والے حیوانات کا حال ہے اور بعض انڈے دیتے ہیں انڈے کے اندر بچہ کی غذا وغیرہ کا پورا سامان مہیا رہتا ہے اور اسکے اندر اس کی خلقت کی تکمیل ہوتی ہے۔ یہ حالت پرندوں بعض سانپوں اور چھپکلی کی دیکھی جاتی ہے بعض کی یہ حالت ہے کہ جب تک نر کی نسی ہواسے محفوظ رکھ کر شکم میں نہ پہنچے حل قرار ہی نہیں پاسکتا کیونکہ ہواسے لگنے سے انہیں خرابی آ جاتی ہے بعض کی یہ کیفیت ہے کہ جب مادہ اپنے بیضہ کو اپنے جسم سے نکال کر باہر ڈالتی ہے اسکے بعد نر اپنی نسی کو اس پر گرا دیتا ہے اور اس طرح بچہ بنتا ہے جیسے کہ بعض مچھلیوں میں دیکھا گیا ہے کیونکہ انکی نسی پانی یا ہواسے خراب نہیں ہوتی۔ بعض حیوانات اپنے بچوں کو اپنے دیا یا دودھ پستانوں سے دودھ پلاتے ہیں جس کو کون کا پیدا کرنے والا اس میں مہیا کر دیتا ہے۔ بعض اپنے بچوں کو دانہ بہراتے ہیں جیسے کہ کبوتر۔ بعض اپنے بچوں کو اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں اور ان کی غذا انکو تھلاتے ہیں جیسے کہ مرغی۔ بعض حیوانات میں نر اور مادہ دونوں شریک ہو کر بچہ کی پرورش کرتے ہیں اور یہ اسوقت ہو کرتا ہے جبکہ بچے ابتدا کے پیدائش میں چلنے پر قادر نہیں ہوتے جیسے کہ چڑیوں۔ کجوتروں اور انسان میں دیکھا جاتا ہے کیونکہ صرف ایک ہی کا بچہ کی پرورش میں مشغول ہونا اور اپنی روزی بھی تلاش کرنا اسکے لئے اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف کا باعث ہو گا اور بعض کی صرف مادہ ہی اپنے بچوں کی پرورش کر لیتی ہے اور یہ اسوقت ہوتا ہے جبکہ بچے اپنی ماں کے ساتھ چلنے پھرنے پر قادر ہوتے ہیں جیسے کہ مرغی اور کچھ۔ بعض اپنے بچوں کے سبب کیفیت کا گھونسلنا بناتیں خواہ درختوں میں کہو در باغی یا کسی اور طور پر بعض اپنے بچوں کو اپنی پیٹھ پر لادے لادے پہرتے ہیں جیسے کہ ایک جانور امریکا میں ہوتا ہے جو

جو چیٹوں کا شکار کرتا ہے۔ بعض لپٹے بچوں کو ایک تہیلی میں لئے پہرتے ہیں جو کہ اُن کے پیٹ کے پاں ہوتی ہے غذا تلاش کرنے کے وقت اوسمیں سے نکلتے ہیں اور سونے کے وقت پہراوسی میں رکھ لیتے ہیں وہ اسٹریلیا میں ایک قسم کا جانور ہوتا ہے بعض کے فضلہ اور بیضہ کے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہوتا ہے بعض کی یہ کیفیت نہیں ہوتی بعض حیوانات کے جفتی کہا نے کا ایک وقت معین ہوتا ہے بعض کی جفتی کا کوئی وقت معین نہیں ہوتا بعض جفتی کے وقت مادہ کے اوپر آجاتے ہیں بعض اپنی مادہ کی دم سے دم ملا کر جفتی کہاتے ہیں بعض اپنی مادہ کے پہلو سے پہلو ملا کر رگڑتے ہیں یہاں تک کہ وہ اندھے دیدیتی ہے اور اُنکے اوپر نر اپنی منی کو گرا دیتا ہے۔ اس طرح پر بھیجتا ہے جیسے کہ بعض مچھلیوں کا حال ہے۔ بعض کے اندھوں کے نفوش اُن کے رنگوں کے مشابہ ہوتے ہیں جیسے کہ چکور اور بعض ہندی مرغیاں کیونکہ اُن کے بیضوں میں رنگ برنگ کے خطوط ہوتے ہیں جو کہ اُنکے پروں کے رنگ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ بعض کے اندھے سفید یا کسی اور رنگ کے ہوتے ہیں جنکو ہلکی پروں کے ساتھ ذرا بھی مشابہت نہیں ہوتی۔ پہرہ اندھے شکل۔ مقدار۔ اور ہیئت کے اعتبار سے مختلف طرح کے ہوتے ہیں چنانچہ بعض گول ہوتے ہیں بعض لمبے بعض پٹریں جھوٹے۔ بعض کسی اور طرح کے۔ بعض حیوانات کے ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ بعض کے زیادہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ اُن کی تعداد نہایت ہی عظیم ہوتی ہے۔ بعض کا بدن پروں سے ڈھکا ہوتا ہے جن کی وجہ سے وہ گرمی اور سردی سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور وہ اپنی مضبوط ساخت کے سبب اوس کے اڑنے کے لئے بھی موزوں ہوتے ہیں۔ آئیے ہم کسی طائر کے دونوں بازوؤں کے پروں کو دیکھیں چونکہ پروں کے لئے یہ ضروری امر ہے کہ وہ اڑنے میں اُنکے بدن کے اٹھانے کے لئے کافی مقدار پھیلیں۔ اسلئے آگے کے دبیز پر پورے بنائے گئے ہیں تاکہ اڑنے میں ہلکے معلوم ہوں۔ لیکن باوجودیکہ وہ پورے ہوتے ہیں۔ اُن کا مادہ ایسا مضبوط اور لوچدار ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ صدات کے متحمل ہو سکتے ہیں اور آسانی سے ٹھٹھے نہیں اور ان میں سے پہچلے پر ایک نہایت ہلکے گودے کے مثل مادہ سے ہرے ہوتے ہیں جن کا اٹھانا کوئی گراں نہیں گذرتا۔ یہ عجیب حیرت انگیز انتظام کیا گیا ہے جس کو دیکھ کر عقل اوسکے بنانے والے کی حکمت کا یقین کر لیتی ہے۔ علاوہ پر میں ایک جانور ایسا بھی ہوتا ہے جسکے باوجودیکہ پر نہیں ہوتے لیکن اُسے بھی اڑنے کی قوت غایت ہوتی ہے اس جانور کے بدن پر روئیں ہوتے ہیں اور اُسکے دونوں بازو تیلی جھتی کے بنے ہوتے ہیں جسے کہ وہ اڑا کرتا ہے۔ تمام پرندوں کے خلاف اوس میں یہ بات بھی دیکھی گئی ہے کہ اُسکے بجائے پونچ کے تہ ہوتا ہے جس میں دانت موجود ہوتے ہیں اور اُسکے دونوں بازوؤں پر تیلیاں بھی لگی ہوتی ہیں اس جانور کا نام چمگاڑ ہے جس میں کہ وہ وہ پلانے ملے جانوروں کے خواص پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اوس کو اُنکے ساتھ شکل اور منی کے اعتبار سے مشابہت حاصل ہوتی ہے انہیں کی



طرح بچہ دیتا ہے دودھ پلاتا ہے اور اُنہی فرق اسمات میں ہے کہ وہ اور پرندوں کی طرح ہوا میں اڑتا ہے۔ وہ قنا نہایت ہمارا اور بے مثل ہے جس پر اُس کی مصنوعات کے بارہ میں کوئی قانون حکومت نہیں کر سکتا اور اُس کی قدرت عمل کے طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے ساتھ محدود ہو سکتی ہے تاکہ اُسے ایشی کی پابندی کرنا پڑتی اور وہ انکی مخالفت کرنے پر قادر ہو سکتا بلکہ وہ چہا ہوتا ہے کرتا ہے اور اپنی مخلوقات کو جس طور پر ارادہ کرتا ہے بنا دیتا ہے حیوانات میں سے کسی کا بدن اُسے چہا ہوتا ہے کسی کا بالوں سے۔ کسی کا رُوں سے۔ کسی کا ڈھی سے جیسے کہ کچھوا۔ کسی کا چہلکوں سے اور کسی کی کہاں پر کچھ نہیں ہوتا صاف نظر آتی ہے۔ بہر حیوانات کی شکل اور ہیئت میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اُس سے عقل دنگ ہو کر رہ جاتی ہے۔ چنانچہ بعض لمبے ہوتے ہیں بعض گولائی لئے ہوئے۔ بعض کی شکل نصف کرہ کی سی ہوتی ہے۔ بعض کے ہاتھ لمبے ہوتے ہیں اور پیچھے جیسے کہ ڈرافٹ۔ بعض کی شکل اس کے خلاف ہوتی ہے۔ جیسے کہ خرگوش۔ بعض کی گردن چھوٹی ہے۔ بعض کی لمبی یہاں تک کہ کسی کی گردن اتنی لمبی ہوتی ہے کہ وہ سر کی طرح اپنی گردن کو لپیٹ لیتا ہے اس قسم کا طرابلس کے اطراف میں ایک پرند پایا جاتا ہے جو منصور سے ذرا بڑا ہوتا ہے بعض کے دو ہی اکھیں ہوتی ہیں بعض کے بہت زیادہ جیسے کہ بعض بعض کڑیوں میں پانی جاتی ہیں۔ بعض کے دم ہوتی ہے بعض کے چھتی۔ بعض کے کان لمبے ہوتے ہیں۔ بعض کے گول۔ بہر حیوانات میں سے بعض کے سم ہوتے ہیں۔ بعض کے کھر۔ بعض کے خف۔ جیسے کہ اونٹ کے۔ بعض کے قدم بعض کے پنجے بعض حیوانات میں اوپر ہری دیکھی جاتی ہے تاکہ بناتی غذا جس کی زیادہ مقدار میں ضرورت پڑتی ہے اُس میں پروٹین کے لئے کافی طور پر رہ سکے یہ بات نبات خور جانوروں میں ہوا کرتی ہے اور بعض کے فقط معدہ ہی ہوتا ہے کیونکہ اُن کی حیوانی غذا اُن کی پروٹین کے لئے بہت تھوڑی مقدار میں کافی ہو جاتی ہے۔ بعض حیوانات کے ایسے دانت ہوتے ہیں جن سے وہ گوشت کو جو کہ اُن کی غذا ہوتی ہے پارہ پارہ کر سکیں بعض کے دانت اپنی غذا لینے نباتات کے چبانے کے لائق ہوتے ہیں۔ بہر دانتوں کی ساخت کو ملاحظہ کیجئے خصوصاً اُن میں اور جس ترتیب سے وہ رکھے گئے ہیں اور سکودیکھنے سے اہل نظر کو تو ایک حیرت سی ہو جاتی ہے چنانچہ کاٹنے والے دانت منہ میں سامنے کھڑے گئے ہیں جو اپنی تیزی کی وجہ سے اُن چیزوں کو جگے کہ کاٹنے کی ضرورت پڑا کرتی ہے بخوبی کاٹ سکتے ہیں اُس کے پاس ہی کڈا کچلیاں ہوتی ہیں جو توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے کے لئے نہایت موزوں ہیں چنانچہ اُن کی شکل ہی کہے دیتی ہے کیونکہ وہ بالکل کداری کے مثل ہوتے ہیں اور اُنہی کی ہوتی دائر میں واقع ہوتی ہیں جو کہ نظر سے عذر زرافہ بضم اول و تشدید ثانی و فاد و ز و بعضے بیخ اول حیوانیت کہ شتر گاؤ پلنگ نام دارد چہ گوش بگردن شتر ماند و شمش بہ گاؤ و رنگش بہ پلنگ و دوش بہ دم ہو و دند الش بدندان خرد و ہر دست دراز و ہر دو پائے



پوشیدہ رہتی ہیں اور اس وضع کی بنائی گئی ہیں جن سے باریک کرنے اور پینے کا بخوبی کام نکل سکے  
پس اب دیکھئے کہ اگر ان کی یہ ترتیب بدل دی جاتی دار میں منہ میں سامنے کو ہوتیں اور کاٹنے والے دانت  
تھچھے کو تو غذا کے کھانے میں کسی وقت پڑتی اور منہ بھی عجیب بصورت نظر آتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا  
بنانے والا بڑی حکمت اور علم اور جہ کی واقفیت رکھنے والا (خدا) بے مثل ہے۔ اس میں ذرا بھی نقص  
پھر اگر حیوانات کے آلات کے اختلاف پر نظر ڈالئے تو عقل حیرت میں رہ جاتی ہے۔ چنانچہ سنجے۔ دانت۔  
سینگ۔ سوڈ۔ ڈنگ۔ زہر قاتل اور نہایت ہی ناگوار ہوا جیسے کہ خطر بان میں دیکھی جاتی ہے پائے  
گئے ہیں۔ پھر حیوانات کے غذا حاصل کرنے کے مختلف طریقوں اور تدبیروں کو اگر دیکھا جائے تو  
سمجھنے والے کو عجیب حیرت ہوتی ہے چنانچہ بعض تو اپنے بدن سے ایک مادہ نکالتے ہیں اور اس کو جال  
کے مثل بنا کر کبھی وغیرہ کے پہاڑ کے لئے لگا دیتے ہیں۔ اس طرح ہر اس کا شکار کر لیتے ہیں جیسے  
کہ مکڑی۔ بعض باویں گٹھا کہو در اس کے نیچے چھپ رہتے ہیں۔ اور جب اس کے شکار کے اقسام  
میں سے کوئی جانور اس میں گر پڑتا ہے تو وہ فوراً شکار کر لیتے ہیں۔ اور جب اس میں کوئی ایسی چیز  
گر پڑتی ہے جو ان کی غذا کے قابل نہیں تو اس کو عجیب طرح کی حرکات سے گڑھے سے باہر نکال دیتے ہیں  
اس قسم کا ایک چھوٹا جانور ہوتا ہے جو ریت میں پایا جاتا ہے اس کو بعض لوگ اسد النمل کہتے ہیں بعض  
کبھی کے مثل چھوٹے چھوٹے جانوروں کو جو ہوا میں اڑا کر لے ہیں مچھٹ لیتے ہیں جیسے کہ بائیل  
بعض اپنی غذا انک رسائی حاصل کرنے کے لئے زمین کے ہوتے ہیں بعض درخت پر چڑھ جاتے ہیں بعض پانی میں غوطہ کھاتے  
ہیں۔ بعض میدانوں میں پکر لگائے ہیں۔ بعض اپنے شکار کے سکھ کے دیر کھڑے رہتے ہیں اور ایسی سخت  
بلو اور ہوائ نکالتے ہیں جس سے کہ وہ مر جاتا ہے پھر اسے کھا لیتے ہیں جیسے کہ خطر بان کا گوہ کے ساتھ حال ہے  
پھر حیوانات کی غذا کے اختلافات کھانے اور حج کرنے کی کیفیت کو دیکھئے تو نہایت ہی عجیب و غریب معلوم ہوتی  
ہے چنانچہ بعض تو اٹھ جاتے ہیں بعض پتھر۔ بعض گوست کیر کو کھڑکھا کر اپنا پیٹ بھر لیتے ہیں بعض کی غذا آتش ہی  
نقیس ہوتی ہے۔ بعض کو نہایت ہی خراب گندی اور ناپاک غذا اچھی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے کہ سورج  
اپنی غذا کو بو نہیں نکل جاتے ہیں۔ بعض چباتے ہیں۔ بعض اپنی خواب کو حج کر کے نہیں رکھتے بعض  
جاڑوں کے لئے اپنی غذا اگر میوں میں حج کر لیتے ہیں اور پھر حج ہی عجیب تدبیر کے ساتھ کرتے ہیں جیسے  
کہ شہد کی کبھی اور چوٹی کا حال ہے۔ چوٹی کی تو یہ کیفیت ہے کہ جب اس کی ذخیرہ کردہ اشیاء کو زمین  
کی رطوبت کا اثر پہونچ جاتا ہے تو وہ اسے آفتاب کی روشنی میں نکال لاتی ہے یہاں تک  
کہ اس کی رطوبت خشک ہو جاتی ہے وہ دانہ میں سوراخ کر دیتی ہے تاکہ رطوبت کے باعث  
سے جم کر وہ آگ نہ آئے اور بعض بعض دانوں میں کئی کئی سوراخ کر دیتی ہے کیونکہ اسے  
عمدہ نظر ان ایک جانور کی کے برابر ہوتا ہے جس سے سخت ہدایت ہے۔ ۱۲۔

اتنا اور اک حاصل ہے کہ ایک آدھ سوران انہیں اُگنے سے روک نہیں سکتا جیسے کہ دہنے کا حال ہے۔ پس وہ پیدا کر لے والا بڑا ہی بے مثل ہے جسے یہ امر کہنے کے طور پر چہا دیا۔ پہر اوکے رنگوں کے اختلاف نظر کو مٹے سے ہی چھپے معلوم ہوتے ہیں اور اُن سے عقل حیرت میں رہ جاتی ہے۔ چنانچہ وہ سفید سرخ۔ زرد۔ نیلگوں۔ سیاہ۔ اور رنگ برنگ کے نقوش سے منقش دیکھے جاتے ہیں۔ پھر اگر ہم ایک نوع کو دیکھتے ہیں کہ اُس کے تمام افراد ایک ہی رنگ یا ایک قسم کے نقش رکھنے کے لحاظ سے برابر ہوتے ہیں جیسے کوا چکوز اور صفور کی ایک مختلف اقسام تو دوسری نوع کو کیا دیکھتے ہیں کہ رنگوں یا نقوش کے لحاظ سے اوکے افراد مختلف قسم کے ہوتے ہیں جیسے کہ گھوڑا اور مرغی۔ بعض کے نقوش ایک ہی کیفیت پر انتظام کے ساتھ واقع ہوتے ہیں جیسے کہ چیتے اور طاؤس کا حال ہے بعض کی یہ کیفیت نہیں ہوتی جیسے مرغی کی پوتڑ اور بلی میں دیکھا جاتا ہے کہتے ہیں ایک بات سے دوسری بات پیدا ہو رہی جاتی ہے۔

چنانچہ اے اہل سائنس میں نے آپ ہی لوگوں میں سے بعض لوگوں کو چیتے کی جلد کے نقش ہونے کی وجہ یوں بیان کرتے سنی ہے کہ وہ گزشتہ زمانہ میں عرصہ تک درختوں کے سایہ میں بیٹھا کرتا تھا اور شاخوں میں سے گزر کر آفتاب کی شعاعیں اوپر پڑا کرتی تھیں اسلئے اس کی جلد پر اس طرح کے نقش بن گئے مجھے امید ہے کہ یہ محل صاحب اس کی بھی کوئی وجہ بیان کر سکیں گے کہ طاؤس کے پردوں پر سنہلی سبز نیلگوں سیاہ سرخی وغیرہ رنگوں کی باقاعدہ شکلیں اور نہایت پائدار لکیریں کیونکر بن گئیں۔ اور اس کی کیا وجہ ہوئی کہ مرغی کے ہر فرد کے نقش و نگار ایک نئے طرز کے نظر آتے ہیں۔ جس کی نظیر اسی نوع کے اکثر افراد کی دیکھ بہال سے ہی مشکل سے ملے گی۔

اسی طرح اور بہت سی چیزیں ہیں۔ اس شخص نے جو چیتے کی جلد کے نقش ہونے کی وجہ بیان کی ہے میں یقینی طور پر تو نہیں کہہ سکتا کہ غلط ہے کیونکہ شاید خدا تعالیٰ نے اسی سبب سے اس میں یہ رنگ پیدا کر دیا ہو جیسے کہ اس کی عادت ہی جاری ہو گئی ہے کہ وہ اسباب پر سببیت کو مرتب کر دیتا ہے لیکن میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تمام امور کو محض طبعی ہی نہ قرار دے لیا جائے اور پہلے ان کے لئے واہی تباہی و جہیں تراشی جائیں بلکہ ہر علت کو خالق سبحانہ کے فعل کی طرف راجع کرنا چاہئے ورنہ پھر میں ان سب کی وجہیں پوچھتے پوچھتے ناک میں دم کر دوں گا اور آپ لوگوں کو اپنے عجز کا اقرار کرنا پڑے گا پھر میں کہتا ہوں کہ حیوان کے عجائبات میں سے اس کی آواز اور صورت کا مختلف ہونا ہے چنانچہ بعض کی آواز تو ایسی طرب انگیز ہوتی ہے جس کو سنکر دل بہر کرتا ہے۔ اور بعض کی ایسی ناگوار آواز ہوتی ہے جس کے سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ کان بہرے ہوئے جاتے ہیں۔ بعض اسے خوبصورت ہوتے ہیں کہ ان پر نظر پڑے ہی جم کر رہ جاتی ہے سننے کا نام نہیں لیتی جیسے کہ طاؤس۔ زرافہ۔ اور بعض بعض مرغ۔ اور پرچ پوچھے تو نوع انسان میں سے جو حسین ہیں وہ ان سب سے خوبصورت اور خوشنمائی میں بے نظر ہوتے ہیں کیونکہ یہاں تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ نظر ہے

وہاں سے

وہ بھی حیران رہ جاتی ہے۔ ہوش جدا آڑ جاتے ہیں۔ دل قابو میں نہیں رہتے۔ بڑے بڑے عقلا کی عقلیں جواب دیتی ہیں۔ بڑے بڑے زبردست اور حکومت والوں کی شان و شوکت بھی کام نہیں آتی۔ نیز بھی مینو کا عہد اپنا قبضہ کر ہی لیتا ہے، ہلا تہلا تہ تو ہی کہہ بندروں میں بھی اس کا نام و نشان کہیں پایا جاتا ہے؟ قسم اُسکے حق کی جس نے آنکھوں کو ایسا جاوہر بنایا اور پیشانی کو گیسوؤں سے زینت بخشی۔ ہرگز نہیں اب اُن لوگوں کی عقلوں کو آفریں کہتے جو ان اور بند روئوں کو یک ہی اصل سے بتلاتے ہیں۔

اور بعض حیوان تو ایسے ہوتے ہیں جنکو دیکھ کر بدن کے روئیں کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل کا پھٹ جاتے ہیں جیسے کہ بھڑا۔ جنگلی سور وغیرہ۔ بعض کو مادہ کے ساتھ خصوصیت ہوتی ہے بعض کو نہیں۔ بعض اپنی غذا انتہا کر تلاش کر لیتے ہیں۔ بعض کو وہ ملکر جستجو کیا کرتے ہیں۔ بعض کا مجمع ہونا جمہوری انتظام کی حیثیت رکھتا ہے۔ بعض کا اجتماع کی حالت میں شائبہ انتظام ہوا کرتا ہے۔ ان میں سے کچھ پہرے پر مقرر ہوتے ہیں۔ کچھ راہبر اور جستجو کرنے والے۔ پانی اور گھاس کی تلاش میں آگے آگے جاتے ہیں حیوان کے اخلاق اور عادات میں بھی عجیب اختلاف پایا جاتا ہے اس بارہ میں تو متحد و کثا میں بھی تالیف ہوئی ہے چنانچہ کوئی تو بڑا دلیر ہوتا ہے۔ کوئی بودا۔ بعض انسان سے جلد ماؤں ہو جاتے ہیں بعضوں کے لئے مدتیں درکار ہوتی ہیں ایسی ہی اور بہت سی باتیں ہیں اسی طرح ان میں قوت اور ضعف کے لحاظ سے اختلاف ہوا کرتا ہے بعض کو اگر غذائے ملے تو اسکو ہی برداشت کر سکتے ہیں بعض ایسے نہیں ہوتے۔ بعض خارجی خدمات کا پورا اقدار کر سکتے ہیں۔ بعض اسکے تحمل نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ بعض کی تو یہ حالت ہے کہ اگر انکے حرام مغز میں ذرا سی سوئی نہری چھو دی جائے تو وہ فوراً مر جائیں۔ اور زندگی رخصت ہو جائے جیسا کہ انسان کی نسبت کہا جاتا ہے اور کھسی کی یہ حالت کہ اگر انکے تین تین ٹکڑے بھی کر دیے جائیں۔ سراگ۔ دھڑاگ۔ دم الگ۔ اور پھر چند روز تک اُسے یوں نہیں چھوڑ دیا جائے تو آپ پھیں گے کہ سر میں دھڑا اور دم نکل آئی ہے۔ دھڑیں سر اور دم الگ آئے ہیں اور دم میں سر اور دم دونوں کے دونوں لگ گئے ہیں اور ان میں ہر ایک ٹکڑا پورا جانور بن گیا ہے اور سب سے پہلے سر میں باقی چیزیں لگ کر پورا جانور بنایا کرتا ہے۔ اس قسم کا چھوٹے چھوٹے جانوروں میں ایک حافور ہوتا ہے جس کا نام ہیڈرا ہے۔

پس یہ سارے اختلافات اس بات کی پہلی کھلی دلیل ہیں کہ اس حیوانی دنیا کے بنانے والے پر کوئی قدرتی قانون حکومت نہیں چلا سکتا اور نہ کوئی ضرورت اس بات پر مجبور کر سکتی ہے کہ وہ اپنی ایجاد میں کسی ایک طریقہ کا پابند ہو جائے بلکہ وہ نہایت ہی وسیع القدرت اعلیٰ درجہ کا علم رکھنے والا اور بڑی تدبیر اور منظم ہے وہ اگر ایک نوع کو کسی کیفیت پر پیدا کرتا ہے جو اس کی زندگی اور نظام حیات کے قایم رکھنے کے لئے کافی ہو اور اس سے آسکی صورت کی پوری زمینت ہو گئی ہو تو وہ دوسری نوع کو ایسی کیفیت پر بناتا ہے جو پہلی کیفیت کے بالکل مخالف ہو اور پھر وہ اس کی زندگی کے قایم رکھنے اور اس کے مکمل بنانے کے لئے ویسی ہی کافی ہوتی ہے۔

چنانچہ انہی کے لئے ایک کتاب لکھ کر  
 دیا کہ انہی کو پڑھ کر ان کی  
 دلالت ہو جائے۔

[illegible]

اور مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ عقلیں متنبہ ہو جائیں اور لوگوں کے افہام کو چونا کا دیا جائے کہ یہ سمجھ لو کہ عالم کا بنانے والا خالق مختار ہے اسے کوئی شے عاجز نہیں کر سکتی اور نہ اس کے کامل علم سے کوئی پوشیدہ ہے پوشیدہ بات چھپی رہ سکتی ہے۔ وہ تمام ان بیجا باتوں سے جنہیں جاہل لوگ دیکھا کرتے ہیں۔ بالکل پاک اور  
مبرا ہے۔

پھر حیوان کی جو چیز دیکھتے ہیں اُس کی عجیب و غریب ترکیب۔ اوسکے ظاہری اور باطنی عواس اور اعضا کی ساخت۔ ہر عضو کا ایک خاص فعل۔ اُسکے بناوٹ کے اختلافات۔ اُن کی باریکیاں اور پھر اُن کا بے شمار فوائد اور مصروفیتوں پر مشتمل ہونا جو بالکل محنت پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔ المختصر یہ سب ایسے امور ہیں جنہے عقل کو ایک حیرت سی ہو جاتی ہے۔ انہام حیران و پریشان رہ جاتے ہیں اور ہر عاقل کو یہ بات واضح طور پر معلوم ہونے لگتی ہے کہ اس عالم کا حضور کوئی ایسا بنانے والا ہے جو اسے اس طرح کا علم رکھنے والا تدبیر و حکمت اور صاحب قدرت ہے جو چاہتا ہے کہ کس کس کو کس طرح کا ارادہ کرے۔ اسی سے اس کا ارادہ کرتا ہے۔

اب میں چاہتا ہوں کہ خستہ ساز کے ساتھ ان میں سے بعض چیزوں کا ذکر کروں جن پر کہ علم تشریح اور علم فزیالوجی جاننے والوں کو آگاہی ہوئی ہے۔ جن کا کام یہ ہے کہ اعضاء حیوانات کی حقیقت۔ ان کی ساخت۔ ان کے افعال۔ اور ان کے فوائد و اغراض سے بحث کریں۔

پس میں کہتا ہوں کہ جب تمام حیوانات خصوصاً انسان کے حواس خمسہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہر منضبط اور استحکام کے لئے درجوں پر پہنچنے ہوئے ہیں جس میں ہر کمرہ کے وجود میں اس کے اعتبار سے وہ سراسر حکمت اور کمال کے فائدوں پر مشتمل معلوم ہوتے ہیں کسی طرح سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ وہ اتفاقی طور پر یا علی وجہ الضرورت بن گئے ہوں۔ بلکہ وہ اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ جسے حیوانات کو وہ حواس ملے ہیں اُسے اپنی مخلوقات پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

چنانچہ بصر ایک قوت ہے جو آنکھ کے ایک جھوٹے پتھر میں رکھی ہوئی ہے اور وہ دماغ سے جا کر لگلی ہے  
 ناکہ جو چیزیں دیکھی جائیں ان کی صورت وہاں تک پہنچا دے اور پھر نفس ان کا ادراک کرے۔ پھر آنکھ کو دیکھ  
 وہ اس بات کا آلہ ہے جس میں روشنی کے ذریعہ سے صورتیں مرتسم ہوں وہ تمام آلات بصری سے مضبوطی  
 اور صحیح ہونے میں زیادہ مکمل ہے کیونکہ وہ غلطیاں جو تمام آلات بصری میں واقع ہوا کرتی ہیں انہیں نہایت  
 قدرت اور شکل سے وقع ہو سکتی ہیں کسی چیز کے عفات طور پر دیکھ لئے جانے کا فیصلہ خود اسی سے ہوتا  
 ہے وہ اس ڈی کے جوت میں رکھا ہوتا ہے جس کو حلقہ چشم کہتے ہیں۔ اس کی ترکیب میں تین طبقے اور تین  
 رطوبتیں شامل ہیں لیکن رابطہ دریدہ اور شہ یابی کی رنگیں جھلی اور پھٹنے جن کی اسکو ضرورت ہے وہ لٹکے  
 علاوہ اس۔

اب طبقات کا حال سنئے پہلے کا نام صلیب ہے وہ ایک چمک دار مضبوط اور دھندلا پردہ ہے جسکے آر پار

فان  
یہاں ہی اندر والی  
یعنی غائبہ کی حالت  
افعال الاحضار کے  
ملاقات خاص غائبہ سے  
کائنات کی تشکیل کا  
معاذ نبی حکمت اور  
قدرت پرستہ مال

تشریح و توضیح  
کے خواص ۱۱



روشنی نہیں جاسکتی اور نہ اس کے ادھر کوئی چیز نظر آسکتی ہے۔ وہ باقی طبعوں اور ساری رطوبتوں پر اس لئے محیط ہوتا ہے تاکہ وہ محفوظ رہیں ان کی اوضاع اور ترتیب کے نظام کی حفاظت ہوتی رہے ہاں اس کے آگے کے حصہ میں ایک شفاف قطعہ ہوا کرتا ہے جس کی شکل اس اعتبار سے کہ وہ باہر سے صلب اور اندر سے مقعر ہوتا ہے بالکل گہری کے شیشہ کی سی ہوتی ہے اور وہ اس پردہ میں اسی طرح اترتا ہوا ہوتا ہے جس طرح کہ گہری کا شیشہ پتیل کی چوٹی میں اترتا رہتا ہے اس قطعہ کا نام قرینہ ہے۔

دوسرے طبقہ کا نام شبیمہ ہے۔ وہ سیاہ رنگ کا غل کی طرح نرم پردہ ہوتا ہے۔ صلبہ اور شبکیہ کے بیچ میں رہتا ہے۔ تیسرا طبقہ شبکیہ کہلاتا ہے۔ اسکی ساخت آنکھ کے اُس پتے کے پہلے جانے سے حاصل ہوتی ہے جو کہ دماغ سے نکلتا آنکھ کے پہلے حصہ سے آئیں داخل ہو جاتا ہے اب رطوبتوں کو لیجئے پہلی رطوبت کو رطوبت مائیدہ کہتے ہیں وہ پتلی صاف اور شفاف ہوتی ہے اور قرینہ کے ادھر ایک گڑھے میں بہری ہوئی ہوتی ہے اور اس گڑھے کو ادھر ادھر سے ایک پردہ پر گڑھے سے بہتا ہوا گرجے بیچ میں ایک سورج پاپا جاتا ہے۔ اور اس پردہ کا نام قرنیہ ہے اس کا رنگ سیاہ یا نیلگوں یا سیاہ یا لالی ہے یا کسی اور طرح کا ہوتا ہے اور اس سورج کو عرفی میں بوریو کہتے ہیں۔ دوسری کا نام رطوبت بلوریہ ہے وہ ایک بچک دار چکنا اور سورج کی طرح دونوں طرف سے صدمہ جسم ہوتا ہے وہ کناروں کی بہ نسبت بیچ میں زیادہ کثیف ہوتا ہے اور قرنیہ کے ادھر رہتا ہے تیسری رطوبت کو رطوبت زجاجیہ کہتے ہیں وہ ایک انڈے کی سفیدی کی طرح شفاف اور سردار جسم ہوتا ہے اور آنکھ کے اندر رطوبت بلوریہ کے ادھر حقیقتاً خالی جگہ بچتی ہے۔ اسکو بہترتا ہوا شبکیہ تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر جس چیز کو جسم سے لگی ہوئی چیزوں کی صورتیں آنکھ میں مرسم ہوتی ہیں وہ روشنی ہے جو کہ ان چیزوں پر چھینیں کہ ہم دیکھتے ہیں کرتی ہے۔ اور او اسے منعکس ہو کر آنکھوں کے اندر پہنچتی ہے روشنی میں فطرتی طور پر چند قوانین پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے روشنی صورتوں کو لیجاتی ہے۔ اور پھر انہیں مرسم کر دیتی ہے۔ لیکن خداوندی حکمت آنکھ کے ترتیب دینے میں مختلف تدبیروں سے کام نہ لیتی تو روشنی کے بعض قوانین کے مقتضائے موافق ہم پورے طور سے نہ دیکھ سکتے۔ اور دیکھی ہوئی چیزوں کی صورتیں آنکھ پر پہیل کے رجحانیں بیان اس کا یہ ہے کہ روشنی جب کسی کثیف اور گہرے جسم پر گرتی ہے تو اس سے منعکس ہوتی ہے اور اس کی صورت مقابل کی شے پر مرسم کر دیتی ہے خصوصاً جبکہ وہ مقابل کا جسم جلا کر وہ بھی ہو لیکن روشنی جب خطوط مستقیمہ میں حرکت کر کے مقابل کے جسم تک پہنچتی ہے تو صورت کو اس پر غیر واضح طور پر مرسم کرتی ہے کیونکہ روشنی کی شعلاں جس قدر دراز ہوتی جاتی ہیں اوس قدر وہ پہیلی جاتی ہیں اور خطوط شعاعیہ میں اتنی ہی دوری بڑھتی جاتی ہے اس لئے مقابل کے جلا کر وہ جسم پر اسکی صورت کے واضح طور پر مرسم کرنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ خطوط شعاعیہ وہاں تک پہنچنے کے وقت مجتمع رہیں پھر یہ سمجھئے کہ یہ فوری خطوط اسی وقت مجتمع ہوتے ہیں جبکہ کسی سورج کی شکل کے شفاف جسم سے گزریں یعنی سورج کی طرح اسکی دونوں جانب صدمہ اور



اُبھری ہوئی ہوں یا ایک جانب محذب اور دوسرا برابر ہوا ایک جانب محذب اور دوسرا مقعر ہو۔ پھر ایسی شکلوں میں گزرنے کیونکہ  
سے جو ان خطوط میں اجتماع آجاتا ہے وہ زیادہ تر وسط میں پایا جاتا ہے۔ ان اشکال کے کناروں پر اس درجہ کا اجتماع  
موجود نہیں ہوتا خصوصاً جبکہ وسط کناروں سے زیادہ دبیز بھی ہو۔

اسی طرح یہ فوری خطوط اسوقت بھی مجتمع ہو جاتے ہیں جبکہ وہ کسی لطیف جسم میں سے گزرنے کے بعد کسی کیف  
اور شفاف جسم پر سے گزریں اور یہ بات اسوقت نہیں پائی جاتی جبکہ پہلے وہ کسی کیف جسم سے گزر کر پہرے اسے  
جسم سے گزرا جائیں کہ جسمیں پہلے سے کیفد رکھ کثافت پائی جاتی تھی کیونکہ اسوقت یہ فوری خطوط پہلے لگتے  
ہیں اور باہم ان میں دوری آجاتی ہے۔ پھر یہ دیکھئے کہ سیاہ رنگ کے علاوہ جتنے رنگ ہیں سب سے فوراً  
ہوتا ہے ہاں سیاہ رنگ سے منعکس نہیں ہوتا ہے۔ ..... کیونکہ وہ ہلکپی جاتا ہے اور محذب  
کر لیتا ہے اسلئے اس سے انعکاس نہیں ہو سکتا چنانچہ وہ جسم سیاہ یا اس کے قریب قریب کوئی رنگ لکھتا ہو اس کے  
اگر پار فوراً نہیں جاسکتا ہے لیکن یہ سارے رنگ فوراً چمکتے اور اس کو لہکا کر دیتے ہیں جنہیں سے سیاہ رنگ فوراً  
کے جذب کر لے اور جس لینے میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔ پھر فوری خطوط کے مجتمع ہونے کے بعد واضح طور  
پر اسوقت صورت مرتسم ہو سکتی ہے جبکہ وہ جسم جس پر صورت مرتسم ہوتی ہے اس جسم سے جس سے کہ ٹوٹ کر  
ہو رہا ہے یا جس کے اندر سے وہ نفوذ کر رہا ہے ایک خاص دوری بدلتی ہو۔

جب یہ جگہ امور قرار پا چکے اور آپ کو روشنی کے قوانین مذکورہ سے واقفیت حاصل کر لی تو اب آئے ہم دیکھنے کی  
کیفیت کی تشریح بیان کریں پس ہم کہتے ہیں کہ جب روشنی ان چیزوں پر پڑتی ہے جو کہ نظر آتی ہیں تو اسے منعکس  
ہوتی ہے اور اس کے خطوط آنکھوں میں جا کر طبقہ شبکیہ پر ان کی صورتوں کو مرتسم کر دیتے ہیں اور وہ ان کو  
اعمال کر کے دلخ مت پہنچا دیتا ہے لیکن شے مرئی سے منعکس ہونے کی وجہ سے فوری خطوط مستقیم ہوتے  
ہیں پس اگر بغیر اجتماع کے اسی طرح پر شبکیہ تک پہنچتے تو ضرور وہاں پہنچنے کے وقت منتشر اور پہیلیے ہو  
ہوتے اور واضح طور پر اس کی صورت کو مرتسم نہ کر سکتے اسلئے خداوندی حکمت نے یہ انتظام کر رکھا ہے  
کہ فوراً آنکھوں میں داخل ہونے وقت سب سے پہلے قرینہ سے ملتا ہے اور اس سے نفوذ کر کے آگے جاتا ہے  
اور چونکہ اس کا برونی رخ محذب اور اندرونی مقعر ہوتا ہے اسلئے فوری خطوط میں کیفد راجتماع حاصل ہو جاتا ہے  
اسکے بعد وہ فوراً طوبت مائیں سے نفوذ کرتا ہے اس میں بھی چونکہ کثافت پائی جاتی ہے اسلئے اس میں سے نفوذ  
کرتے وقت بھی فوری خطوط میں زیادہ اجتماع آجاتا ہے اور وہ باہم لجا لے ہیں تاکہ صورت مرتسم کرنے کی  
ان میں قابلیت آجائے لیکن جبکہ طبقہ شبکیہ جس پر صورت مرتسم ہوا کرتی ہے مقعر ہوتا ہے پس وہ  
سارے خطوط جو طوبت مائیں سے گزرے ہیں اگر اسی قدر اجتماع اس کے ساتھ شبکیہ تک پہنچتے  
تو ضرور تھا کہ وہ اس کے وسط اور دونوں جانب صورت کو مرتسم کرتے پس اسوقت وہ پہیلی ہوئی اور منتشر ہوتی  
خصوصاً اس حالت میں جبکہ نور بکثرت ہوتا اور اپنی کثرت کی وجہ سے نگاہیں جکا چڑھا لیتا اسلئے با حکمت خدا نے پاک

لے اس بات کا انتظام کیا اور طوبت مائید کے پیچھے پردہ قرعہ کو رکھ دیا جس کے وسط میں حلقہ کے مثل ایک سورج پایا جاتا ہے جس کے عربی اصطلاح میں بولہ کہتے ہیں اور اس کے وسیع اور تنگ ہونے کو ان عضلات کے سبب سے جتنے ساتھ یہ پردہ لگا ہوا ہے دیکھنے والے کے ارادہ کے تحت میں کرواہے تاکہ دیکھنے والا اس فرد میں سے جو کہ رطوبت مائید سے نفوذ کرتا ہے جس مقدار کی ضرورت ہو داخل کر سکے چنانچہ جب نور کم ہو تو اسے وسیع کر لے اور پہلا لے تاکہ کافی مقدار نور کی داخل ہو سکے اور جب نور بکثرت پایا جائے تو وہ اسے تنگ کر لے تاکہ صورت پر آگندہ نہ ہونے پائے پہر اطراف قرعہ کا رنگ کبھی سیاہ ہوتا ہے کبھی نیلگوں کبھی سیاہ اثل بسرخی یا اس کے علاوہ ہر حال وہ ایسا ہوتا ہے جو نور کے نافذ ہونے کو روکے اور اس کو جذب کر کے خفیف بنائے تاکہ وہ نوری خطوط جو بولہ کے گرد اطراف قرعہ پر واقع ہوں وہ نفوذ نہ کر سکیں کیونکہ اگر وہ اطراف شبکیہ تک پہنچ جائیں گے تو صورت پریشان ہو جائیگی جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں پہر یہ خطوط رطوبت بلوریہ میں سے جسکی دونوں جانب محذب ہوتی ہیں نفوذ کرتے ہیں اسکی وجہ سے ہی ان میں پہلے سے اور زیادہ اجتماع آجاتا ہے خصوصاً وسط میں کیونکہ بلوریہ کا وسط اس کے اطراف سے زیادہ کشیف ہوتا ہے اور ذی حکمت اور خیر خدا نے اس بلوریہ کو ہی دیکھنے والے کے ارادہ کے تابع بنایا ہے تاکہ اس کے محذب یعنی ابہار کو بڑا کر لے سکے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس جسم سے کہ یہ خطوط نفوذ کرتے ہیں اسکا محذب بقدر بڑھتا جاتا ہے۔ اوسے قدر ان نوری خطوط میں اجتماع آتا جاتا ہے اور جتنی کہ اس کے محذب میں کمی ہوتی جاتی ہے اتنی ہی لگے اجتماع میں ہی کمی واقع ہوتی جاتی ہے پس دیکھنے والے کو جب قدر ضرورت پڑتی ہے اتنا ہی انہیں بقدر کر لیتا ہے کبھی اس کے محذب کو بڑا لیتا ہے کبھی کم کر لیتا ہے اس کے بعد خطوط رطوبت بلوریہ میں سے ہو کر گزرتے ہیں۔ اسکی وجہ سے ان میں اتنا زیادہ اجتماع آجاتا ہے جو کہ صورت کے واضح طور پر مرئیم کرنے کے لئے کافی ودانی ہے اور اس رطوبت کی دبازت کی مقدار اس مسافت کے لئے جنہیں کہ نور قرعہ میں داخل ہونے اور اس سے اور اس کے بعد والی رطوبت وغیرہ سے لے کر شبکیہ تک پہنچنے کے وقت تک ہوتا ہے بالکل کافی ہوتی ہے۔ پہر جب یہ خطوط ان اجتماعات کے بعد شبکیہ تک پہنچتے ہیں اور اس پر صورت کو مرئیم نہیں تو بہا عث اسکی شفافیت کے انہیں سے ان خطوں کی ایک مقدار نفوذ کر کے صلیبہ پر جا کر واقع ہوتی ہے اور اس غرض سے کہ وہ خطوط اس سے منعکس ہو کر کہیں ان شعاعوں سے متصادم نہ ہو جائیں جو کہ باہر سے آرہی ہیں اور اس طرح پر صورت پر آگندہ ہو جائے خدا نے حکم دیا جسکی قدر بہت بڑی ہے صلیبہ کے اندر کا رنگ سیاہ بنایا ہے تاکہ شبکیہ کے اندر سے نفوذ کرنے والے خطوں کی اس مقدار کو وہ جذب کر لے اور انہیں شکس نہ ہونے دے۔ پہر ان وسائل و وسائل کا متعدد ہونا جنہوں نے کہ اپنے کشیف بہرہ سے اپنی شکل کے

محبوب ہونے، شبکیہ اور اس جسم کے درمیان کی مسافت معین کرنے جس میں سے کہ نور نفوذ کرتا ہے۔ اور شعاعوں کے گذرنے کے راستہ کو کشادہ اور تنگ کرنے پر اور نیز محب کے زیادہ اور کم کرنے پر ارادہ کے مسلط ہونے کے سبب سے نوری خطوط کو رفتہ رفتہ اجتماع کے ایسے درجہ پر پہنچا دیا جو کہ صورت کے وضع طور پر مرسم کرنے کے لئے بالکل کافی ہو اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہوا کہ بذریعہ مختلف رنگوں کے پراگندگی بھی نہیں ہونے پائی اور یہ سب کچھ ایک نہایت عظیم حکمت پر مبنی ہے چنانچہ بعض لوگ اسکے قائل بھی ہیں اور وہ حکمت یہ ہے کہ موجب کسی محب اور شفاف جسم سے نفوذ کرتا ہے تو وہ اپنے مختلف رنگوں میں جو کہ فن طبعیات میں مشہور ہیں مخل ہو جاتا ہے اور وہ قوس قزح کے رنگ ہیں۔

پس وہ صورت جس کو کہ نور محب جسم کے اندر سے نفوذ کر کے بچا تا ہے انہیں رنگوں میں رنگی ہوئی معلوم ہونے لگتی ہے اس کو خطا، لونی یعنی رنگ کی غلطی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

اور آکات بصری کے صنایع پہلے جسم کے ساتھ ایک شفاف اور محب جسم کو ملا کر کہ جو نور کو پہلے جسم کے خلاف منحل کرتا ہے اس غلطی کو رفع کر دیتے ہیں چنانچہ اس طرح پر وہ نور اپنے سفید رنگ کی طرف لوٹ آتا ہے اور صورت کو بغیر رنگے ہوئے پہنچا دیتا ہے اور خطا، لونی اٹھ جاتی ہے۔ پس ان بعض لوگوں کے قول کی بنا پر رسوبات میں کہ وسائل و وسائل مذکورہ متعدد بنائے گئے ہیں اور ایک چیز کا تقاضا نہیں کیا گیا جو کہ نوری شعاعوں کو دفعتاً مجتمع کر دیں مجلہ باری تعالیٰ کی اور محبتوں کے ایک یہ بھی حکمت ہے کہ یہ خطا، لونی اٹھ جائے پس جب نور مثلاً قرینہ سے نافذ ہوا اور اپنے مختلف رنگوں میں منحل ہو گیا تو باقی اور وسائل یعنی رطوبت مائیدہ۔ بلوریدہ۔ اور زجاجیہ جو کہ نوری خطوط کو مجتمع کرتے ہیں قرینہ کے خلاف اس کو اسکے ہی رنگ کی طرف منحل کر دیتے ہیں اس طرح یہ کہ وہ پہر صلی رنگ کی طرف لوٹ جاتا ہے اور جو چیز سفید ہوتی ہے وہ سفید ہی نظر آتی ہے اور یہ غلطی اٹھ جاتی ہے ایسا ہی بعض لوگ خیال کرتے ہیں اور یہ حکمت کے قریب بھی معلوم ہوتا ہے۔

اب میں کہتا ہوں کہ حکما رسوبات کے قائل ہیں کہ ان اجتماعات کا جو کہ نوری خطوط میں بذریعہ وسائل مذکورہ یعنی قرینہ مائیدہ۔ بلوریدہ۔ اور زجاجیہ کے حاصل ہونے ہیں یہ مقتضا ہے کہ شعاعیں شبکیہ تک اس وقت تک پہنچیں جبکہ ان میں تقاطع ہو چکے اور جو شے کہ نظر آتی ہے اسکے اوپر کی جانب سے جو شعاعیں منعکس ہوتی ہیں وہ شبکیہ کے نیچے کے کنارہ پر واقع ہوں..... اور جو شعاعیں اسکے نیچے کے کنارہ سے منعکس ہوں وہ شبکیہ کے اوپر کے کنارہ پر پڑیں اور اس وقت جو شے نظر آئیگی اس کی صورت انٹی ہوگی۔ لوگ اسکی وجہ بیان کرنے میں بڑے بچکرائے ہیں کہ باوجودیکہ شبکیہ میں صورت الٹی مرسم ہوتی ہے لیکن پہر بھی جو چیز ہم کو نظر آتی ہے اسکی صورت سیدھی ہی معلوم ہوتی ہے اور جتنی وہ ہیں کہ لوگوں نے بیان کی ہیں ان سب میں مشہور وجہ یہ ہے کہ عقل کو تمام چیزوں کے سیدھی ہی دیکھنے کی عادت ہو گئی ہے کیونکہ جتنی چیزیں نظر آتی ہیں اس لئے ہوتے ہوئے نہیں سب کی سب کیساں ہیں اور اسوجہ کے بیان کرنے میں جو تقریر انہوں نے

نور  
شبکیہ میں خطا، لونی

نور  
شبکیہ میں خطا، لونی

نور  
شبکیہ میں خطا، لونی

کی وہ بالکل لچر ہے۔

میرے خیال میں جو اس کی وجہ آئی ہے وہ یہ ہے کہ نوری شعاں میں ہوا سے ہو کر قرینہ - مایہ - بلوریہ میں سے جو کہ وسط میں شدت کے ساتھ دبیز ہیں نفوذ کرنے کے بعد صورت کے قطع طور پر مرسم کرنے کے لئے متقاطع ہونے سے پہلے ہی کافی طور پر مجتمع ہو جاتی ہیں پہر جب راجاہیہ سے نفوذ کرتی ہیں تو شاید اس وجہ سے کہ وہ بلوریہ سے کسی قدر کم دبیز ہے تو یہ شعاں میں جس سافت میں جمیں کہ انہیں راجاہیہ کے اندر چلنا پڑتا ہے پہلے لگتی ہیں جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ نور جب کسی لطیف جسم میں سے گزرنے کے بعد کسی دوسرے جسم سے جو کہ اُس سے زیادہ لطیف ہو نفوذ کرتا ہے تو اسکی شعاں میں پہل جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اسی طرح شبکیہ تک پہنچتی ہیں پس اس پر سید ہی صورت مرسم کر دیتی ہیں اسلئے کہ وہ شبکیہ تک اُسی کیفیت کے ساتھ پہنچتی ہیں جس پر کہ وہ قرینہ میں پہلے پہل داخل ہونے کے وقت تھیں یعنی جو چیز نظر آتی ہے اُسکے اوپر کجانب جو شعاں منعکس ہوتی تھیں وہ شبکیہ کے بھی اوپر کے کنارہ پر واقع ہوتی ہیں اور جو اُسکے نیچے کی جانب سے منعکس ہوتی ہیں وہ شبکیہ کے نیچے کے کنارے پر پڑتی ہیں اور چونکہ شعاں میں تقاطع نہیں واقع ہوا اسلئے ضروری ہے کہ اس وقت شبکیہ پر سید ہی صورت مرسم ہو۔ میں احتمالی طور پر ایسا خیال کرتا ہوں اور اس طرح پراعتراض بھی اُٹھ جاتا ہے اور راجاہیہ کا فائدہ بھی معلوم ہوتا ہے جو کہ اس سے پہلے کسیکے خیال میں بھی نہ آیا ہو گا اور جو کہا جاتا ہے کہ بعض لوگوں نے اُٹھ کے پچھلے حصہ کو چیر کر دیکھا تو شبکیہ پر الٹی ہوئی صورت مرسم پائی گئی یہ ایسی بات ہے کہ جس کا صحیح ہونا میرے نزدیک اب تک محقق نہیں ہوا اور اگر یہ امر میرے نزدیک پایہ ثبوت کو پہنچ گیا تو اس وقت میں انہیں گفتگو کر لوں گا۔

پس ہمیں تک دیکھنے کی کیفیت سے بحث کرنے والوں کی رسائی ہوئی ہے اور اس میں انتہائی مرتبہ یہ ہے کہ وہ لوگ نظر آنے والی چیزوں کی صورت کا شبکیہ تک مرسم ہونا دریافت کر سکے اور یہاں تک انہوں نے بحث کو پہنچا دیا اور پھر اس بات کے قائل ہو گئے کہ وہ شبکیہ صورتوں کو دلغ تک پہنچا دیتا ہے لیکن یہی بات کہ نفس ان صورتوں کا کیونکر ادراک کرتا ہے یا ان لوگوں کی اسلئے کے موافق جو نفس کے منکر ہیں عقل یا دلغ کو ان صورتوں کا کس طرح پر ادراک ہو جاتا ہے اس امر کی نسبت ہمیں ان کی جانب سے کوئی شافی کلام نہیں ملا بلکہ ہم نے اہل سائنس میں سے بہتیروں کو دیکھا ہے کہ جب اسکی حقیقت کی تحقیق میں گفتگو کی گئی ہے تو وہ تھیر ہو کر رہ گئے۔

پس جب ہم اُٹھ کی ترکیبات عجیبہ اور بنا پر مختلفہ میں جن کی وجہ سے اس کی مینائی اور بصارت کی تکمیل ہوتی ہے غور کریں تو کیا اُنہیں سے اپنے عقل کے لے بھی اس بات کے یقین کر لینے کی کوئی گنجائش مل سکتی ہے کہ اُٹھ کی ایسی عجیب غریب ساخت بغیر ارادہ اور بلا کسی حکمت اور تدبیر کے خود بخود ہو گئی ہے یا محض ضرورت اسکو مقتضی ہو گئی اور اتفاق نے اسکو ایجاد کر دیا اور انتخاب طبعی نے اسکو ضایع اور ہلاک ہونے سے روک رکھا ہے۔ ہرگز نہیں

اشکال کے یہ جملے  
یعنی نہ تواس نہ

تو اسکی کیفیت سے  
انہیں گفتگو کر لوں گا  
خدا پرستوں کی خدمت میں  
اور اسکی حقیقت کے جان  
کرنے سے بل سائنس کا  
پس اور یہاں اسکی نظری  
مکت وہ وہ کا نظام اور  
لئے شخص کا کافی بنا



ہرگز نہیں۔ اس بات کو کوئی ذی عقل تسلیم نہیں کر سکتا ہاں جن کی عقل کمزور ہو وہ جو چاہیں یقین کر لیں اور میرا تو خیال ہے کہ جو شخص ذرا بھی غور کرنے کی قابلیت رکھتا ہو گا اور اسے کچھ بھی سمجھ ہو گی تو وہ آنکھ کی اس عجیب و غریب ساخت کو دریافت کرنے کے وقت ضرور اسی بات کا یقین کر لے گا کہ بے شک اس کا بنانے والا کوئی ذی ارادہ۔ صاحب علم و حکمت اور بہت ہی بڑا مدبر ہے جو کہ استحکام اور مضبوطی کا پورا انتظام کر سکتا ہے اور وہ خدا ہے۔ اُس کے منکر جن ہیوہ باتوں کے قائل ہیں اُن سے بالکل متنازع اور متبر ہے۔ اور پھر ہم اگر اس امر کی طرف نظر ڈالیں کہ باوجودیکہ آنکھ کا قطر ایک قیراط سے بھی کم ہے لیکن پھر بھی اُسے شبکیہ پر اتنی برقی زمین کی صورت سخت و نرم زمین۔ پہاڑوں۔ وادیوں۔ چٹانوں۔ دریاؤں۔ درختوں۔ مکانات اور حیوانات کی جملہ اقسام کے ساتھ مرسم ہو جاتی ہے پس گویا شبکیہ ایک دریا کا کنارہ ٹھہرا جس کی طرف فوری موجیں چاروں طرف سے چلی آتی ہیں۔ اور گردوں کے گردوں ہی اُس کے پاس آکر ٹٹے جاتے ہیں اور اپنا اپنا نقش بناتے جاتے ہیں۔ تو اس صورت کی باریکی کے سمجھنے میں جو کہ شبکیہ پر مرسم ہوتی ہے ہماری عقلیں جکڑ جاتی ہیں اور خوبی یہ کہ باوجود اس کے حجم کے اس قدر چھوٹے ہونے کے بھی اتنی بڑی زمین اور آئن تمام اشیا کے ساتھ جو اس میں پائی جاتی ہیں پوری مشابہت موجود ہے جتنے کہ ذرا سی شے ہی اُس میں سے چھوٹے نہیں پائی اب اس موقع پر سمجھئے کہ اُس کی کتنی بڑی قدرت ہے جس نے کہ اُس کو ایجاد کیا اور اپنی حکمت سے اُس کی تدبیر کی۔ بیشک اُس خدا کی بہت بڑی شان ہے اور وہ تمام نقائص سے بالکل بر ہے اور جب ہم آنکھ کی تشریح کی طرف متوجہ ہوں اور اُن کے عظمت و اعصاب کو دیکھیں کہ اپنا اپنا کام کرتے ہیں اور اُس کی شرائین اور وردوں سے واقف ہوں جسے کہ اُس کی پرورش ہوتی ہے اور اس کے علاوہ رباطات اور رطوبات وغیرہ سے آگاہی حاصل کریں تو ان سب سے ہمارا تعجب اور ہماری حیرت اور بڑبڑ جاتی ہے۔ پھر جب ہم آنکھ کے باہر تک پہنچتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ نے آنکھ کی حفاظت اور اُس کے کام کے باسانی انجام پانے کے لئے جو تدبیریں کی ہیں وہ نہایت ہی مضبوط اور اعلیٰ درجہ کی صناعی پر مبنی ہیں۔

بیان اسکا یہ ہے کہ آنکھ جبکہ لطیف شے ہی اور خارجی اجسام سے اگرچہ وہ چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں اُس کو صدمہ پہنچ جانے کا بہت اندیشہ تھا اس لئے اُس کے بنانے والے نے سوائے اُس جہت کے جس پر سے کہ اُس میں صورت کے مرسم کرنے کے لئے نور داخل ہوتا ہے اور تمام اطراف سے محفوظ رکھنے کے لئے اُس کو استخوانی حلقہ کے اندر رکھ دیا ہے اور اُس کا پہلا طبقہ جسے کہ صلبہ کہتے ہیں مع قرینہ کے بوجہ بنا دیا ہے تاکہ صدمات خارجیہ کا تھوڑا بہت مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکے۔ علاوہ بریں اس کو پوٹوں ہی چھپا دیا ہے تاکہ وہ تمام اوقات خصوصاً سونے کے وقت محفوظ رہ سکے اور اُس سے زمینت ہی حاصل ہو پھر پوٹوں کے کنارے پر اسے مڑگاں کو آگادیا ہے اور وہ سیاہ رنگ کے کیمقدردیزین لونج دار اور کھڑکھڑا ہونے والے ہوتے ہیں جن سے اوپر والے ذرا اوپر کی طرف مائل ہوتے ہیں اور نیچے والے نیچے کی طرف

مڑگاں اور اس کے  
سے کیا فائدہ ہے۔



کو اور انکے رنگ کے سیاہ ہونے میں یہ حکمت ہے کہ وہ اس نور میں سے جو کہ باہر سے آنکھ پر آکر پڑتا ہے کسی قدر چوس لیں خصوصاً جبکہ نور میں زیادہ قوت ہی پائی جائے دونوں بہوں دونوں آنکھوں کے اوپر سیاہ یا اس کے مشابہ رنگ کی بغرض زمینت رکھی گئی ہیں اور نیز اس لئے کہ جو نور باہر سے آنکھ پر آکر پڑے انہیں سے کسی قدر چوس لیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جبکی بہوں اور مڑگان کے بالوں کا رنگ سفید ہوتا ہے اسکی آنکھ چونکہ سیاہ جاتی ہے اور وہ اپنی آنکھوں کو درانداز کر کے دیکھتا ہے۔ یہی بات کہ نور کی مقدار کے کم کرنے اور ہلکا کرنے کا کام صرف سورخ قرنیہ کے تنگ رکھنے ہی سے کیوں نہیں لیا گیا تو اسکی یہ وجہ ہے کہ اگر وہ ہمیشہ تنگ ہی رہتا تو ضرور دونوں آنکھیں ہمیشہ چند ہی راکتیں اور دیکھنے میں ہی بدناما معلوم ہوتیں اور پلک کے بالوں کے دبیز اور باوجود دوج دار ہونے کے قائم رکھے جانے میں یہ حکمت ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے اجسام کا جو آنکھ پر گرس مقابلہ کر سکیں کیونکہ مثلاً آنکھ جب کوئی مٹی کا ریزہ گر تاپے تو اکثر وہ مڑگا پر واقع ہوتا ہے اور وہ بال جو کہ تیروں کے مثل بلند رہتے ہیں اس کو اندر جانے سے روکتے ہیں بلکہ اپنی پلک سے اسکو دور پہنکدیتے ہیں اب یہ امر کہ اوپر کی پلکوں کے بال اوپر کی طرف اور نیچے کی پلکوں کے نیچے کی طرف کیوں مائل رکھے گئے اسکی یہ وجہ ہے تاکہ جب پلکوں کا کہونا منظور ہو تو آسانی سے کہل سکیں کیونکہ بالفرض اگر مڑگان کے بال بالکل سیدھے ہوتے تو پلکوں کے بند کرنے کے وقت ایک دوسرے پر منطبق ہو جایا کرتے اور انسو کی ترسی سے جو چپٹ کر رہ جاتے تو پہر ادنکے جدا ہونے میں بڑی وقت پڑتی اور اگر کہیں وہ اس طرح ہر قائم ہوتے کہ اوپر اور نیچے کے پلکوں کے بال ایک دوسرے میں داخل ہو جایا کرتے تب تو انسوؤں کی رطوبت سے چپٹ جانے کی وجہ سے ادنکے جدا کرنے میں اور بھی زیادہ وقت پڑا کرتی علاوہ بریں اس طرح ہر ہونے سے وہ نور کے طریق میں حائل ہو جاتے پس شبکیہ تک ادنکی بھی صورت منتقل ہوتی۔ اور اسلئے جو چیزیں نظر آتیں انکی صورتوں میں ہر گندگی واقع ہو جاتی۔ پس ان دونوں کا اس طرح ہر ہونا کہ کسی قدر اوپر اور نیچے کے جانب ان میں میلان پایا جاتا ہو عین حکمت اور غایت درجہ استحکام پر مبنی ہے لکے سوا اور کوئی صورت مناسب ہی نہیں ہو سکتی ان سب فوائد سے اگر قطع نظر ہی کیا جائے تو مڑگان سے زمینت حاصل ہونا ایک ایسا امر ہے کہ جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ماں کسی کو ذوق سلیم ہی نصیب نہ تو بات ہی دوسری ہے پہر جب آنکھ سے غبار نہ تو حلقہ چشم کی وجہ سے دفع ہو سکتا تھا اور نہ بیوٹوں ہی سے کیونکہ دیکھنے کے وقت آنکھ کے ہونے کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ مڑگان ہی اسکی دفع ہو سکتی تھیں اور غبار پڑنے کی وجہ سے قرنیہ کی شفافیت میں فوری پڑتا تھا اور جو غرض اس کے شفاف رکھنے سے ہے وہ باطل ہوئی جاتی تھی علاوہ بریں آنکھ میں غبار کے جم جانے سے اس کا ضرر بھی تصور تھا اسلئے خدا نے حکم دیا کہ اسے صاف کرنے کا یہ انتظام کر رکھا ہے کہ انسو کی گلیوں سے جو کہ پلکوں کے اندر آنکھ کے دوسرے کے پاروں طرف پائی جاتی ہیں کسی قدر انسو نکالا کرے اور اسکی وجہ سے آنکھ میں تروٹ باقی رہے اور پلکوں کو کھینچے اور بند ہونے کے اعتبار سے تو خدا نے



بھی اگر وہ اس کا پیدا کرنا نہ چاہے تو ہرگز اس کا وجود نہ ہو اور کوئی چیز بھی فطرۃً آئے اور اس کی آئینے پاس بہت سی  
 قاطع اور یقینی دلیل موجود ہیں جو کہ انکی کتابوں میں مذکور ہیں اور جنکا اس موقع پر ذکر کرنا طوالت سے خالی نہیں اور خدا  
 عالم کی صفات کے ثابت کرنے کے..... مقام پر پیشتر ہمارا بیان گزر چکا ہے.....  
 جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم میں کوئی اثر غیر خدا کے پاک کے پیدا کرنے اور بجا دے کرنے کے ہرگز نہیں پایا  
 جاسکتا اور ظاہر ہے کہ نظر آنا ہی بخلاف آثار کے ہے تو اسکی یہی ہی حالت ہونا چاہئے۔ اور اسے اہل سامعین اور اسے  
 مادہ کے قدیم ماننے والو ہمارے طرز استدلال کے موافق وہ دلیل جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ یہ ساری  
 شرطیں عادی ہیں اور یہ کہ نظر آنے کی تمام شرائط کی اصل اصول اور سب سے قوی شرط یعنی روشنی کے  
 محذوم ہونے کی حالت میں بھی نظر آنا ممکن ہے وہ مشہور واقعہ ہے جو ہمارے نزدیک پایہ ثبوت کو پہنچا  
 ہوا ہے اور جسکو کہ بڑے بڑے فلاسفوں کی جماعت کثیر نے ذکر کیا ہے چنانچہ اس زمانہ کے مصنفوں  
 میں سے ہی بعض بعض نے اسکو نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ امریکا میں ایک جوان عورت کو کوئی مرض  
 ہو گیا تھا جسکی وجہ سے وہ سوتے میں جاگنے والوں کی طرح سے کام کیا کرتی تھی۔ اٹھتی تھی اور باتیں  
 کرتی تھی۔ پھر جب رفتہ رفتہ مرض کی یہاں تک شدت پہنچی کہ دن و رات وہ اٹھیں ہٹلا رہا کرتی تھی جب جس  
 کا اسکو دورہ ہوتا تھا تو اسکی آنکھ عجیب قسم کی ہوجاتی تھی کہ اس سے عجیب تر کہ یہی دیکھنے میں نہیں آئی اسوقت  
 وہ بڑی شدید تاریکی میں نہایت ہی باریک حروف کو پڑھ لیتی تھی اور خوبی یہ کہ اسکی دونوں آنکھیں اس حالت  
 میں بند رہا کرتی تھیں۔ یہ واقعہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعتقاد کا بالکل مؤید ہے کہ نظر آنا محض  
 خدا کے پیدا کرنے ہی سے ہوا کرتا ہے جیسا کہ دیگر احساسات کا بھی یہی حال ہے اور نظر آنے یا کسی دوسرے  
 احساس کے لئے جتنی شرطیں مقرر ہیں وہ سب عادی ہیں جیسا کہ ہم اسکا ذکر کر چکے ہیں۔ اور اگر ہم سننے  
 سوچنے دیکھنے اور چھو کر دریافت کرنے کے اعضا سے بحث کرنے والوں کے تمام بیانات اس موقع پر ذکر  
 کریں اور ان عجیب و غریب تراکیب و انتظامات کو جو قوانین قدرت کے موافق ہر ایک کے مکمل ہونے کے لئے  
 کئے گئے ہیں بیان کریں اور انکے ذریعہ سے اور اک کرنے کی کیفیت سے بحث کریں اور یہ دکھائیں کہ ان  
 حواس سے جو ان کو کیا منفیہ حاصل ہوتے ہیں اور یہ کہ ہر ایک کو اتنے ہی حواس ملے گئے ہیں جتنے کہ  
 اسے اپنے محفوظ رہنے اور اپنی زندگی کے ضروریات دریافت کرنے کے لئے ضرورت پڑتی ہے تو ہمیں صاف  
 طور پر یہ معلوم ہونے لگے کہ مصنوعات میں کس کام مرتبہ بڑا ہوا ہے اور بلاتامل خلوص قلب سے ہم اس امر کی  
 شہادت دینے لگیں کہ جس نے یہ حواس عنایت کئے ہیں وہ بیشک پوری قدرت۔ نہایت وسیع علم اور علم اور  
 حکمت والا ہے۔ اسکی عطیات بکثرت ہیں اور اسکی نسبت جو کچھ ناواقف کہا کرتے ہیں وہ ان تمام طرافات  
 سے بالکل ہٹا اور متنفر ہے۔ لیکن سچے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان سب مباحث کے ذکر کرنے سے  
 کلام میں نہایت طوالت ہو جائیگی۔ اور عجب نہیں کہ ناظرین اکتا جائیں۔ اور اصل مقصود ہاتھ سے جاتا رہے اسلئے

میں اپنی قلم کو روکتا ہوں منہ کے طور پر میں نے کچھ بیان کر ہی دیا ہے۔

اگر ہم ساخت انسانی اور اس کے بدن کے باقی اعضا پر غور کریں اور ان میں سے ہر ایک کے کام کو دیکھیں اور جتنی چیزیں کہ حیوانی بدن میں پائی جاتی ہیں خواہ وہ بہنے والی ہوں خواہ بستہ ہوں اور ان کے اور ان کے منافع کو جاننا کریں تو ہمیں یہ امر کہی آنکھوں سے نظر آنے لگے گا کہ ان سب چیزوں کے لئے ضرور کوئی ذی حکمت منتظم اور اعلیٰ درجہ کا علم رکھنے والا خالق ہے۔ اب مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں میں سے بعض کو اشارتاً ذکر کروں پس میں کہتا ہوں کہ کیا دیکھنے والوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا اور کیا بحث کرنے والے غور فکر سے ذرا بھی کام نہیں لیتے اور انہیں عالم کے پیدا کرنے والے کے وجود کا یقین نہیں ہوتا جب وہ ان چیزوں کو جو انسانی جسم میں پائی جاتی ہیں جیسے کہ گودا، گودے دار بڑی، پٹھے، دل، دو پیٹھ پر سے، جگر، طحال، دوا گروہ، معدہ، ہمتیں، درید، شریانیں، اوتار، عضلے، خردو، کری بڑیاں، سخت ہڈیاں، جالی دار ہڈیاں، سائل کشیاں جیسے کہ خون، صفرا، لعاب، معدہ، آنتوں اور پنکریاس گلی کے عرق مختلف گیس وغیرہ دیکھتے ہیں اور ان چیزوں کے افعال، تحریکات، اور وہ اعمال جو ان سے بدن میں مثل ہضم کرنے، پروش کرنے، سانس لینے اور شیا کو باہم جارحانہ کے انجام پاتے ہیں ان پر مطلع ہوتے ہیں اور اعضاء توالد، ان کے افعال، ان کا استحکام اور توالد و تناسل اور ان نظام کی کیفیت سے آگاہی حاصل کرتے ہیں جو کہ امر توالد کے انجام پانے، بچہ کے محفوظ رکھنے، اس کے نشوونما وغیرہ کے لئے ضروری ہیں اور اس کے علاوہ اور بھی بہتیرے امور ہیں جن کی تفصیل سے جلدیں کی جلدیں بہری جاسکتی ہیں۔

اور وہ علماء و جوان مباحث پر تفصیل کے ساتھ واقفیت حاصل کرتے ہیں اور ان پر ان سب کی باریکیاں، اسرار اور حکمتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس بات کے مستحق ہیں کہ عالم کے لئے ذی علم مدبر با حکمت پیدا کرنے والے خدا کا تمام لوگوں سے اور بھی زیادہ قوی یقین کریں اور اگر ہم کہیں کہ یہ لوگ ان علماء علم کلام سے بھی جو خدا کے وجود پر اجمالی دلیل قائم کرتے ہیں گدھ پراپان لائے اور اس کے وجود کو اس کے مستحق ہیں تو کچھ مستبعد نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یہ لوگ تو عالم کے پیدا کرنے والے کی مصنوعات میں سے عجیب سے عجیب شیاؤں کے تفصیلی حالات پر واقف ہوتے ہیں اور کوئی بتا سکتا ہے کہ خدا نے پاک کے وجود پر سوائے اس کے کہ اس کی مصنوعات اور عجائبات قدرت سے اس پر استدلال کیا جائے اور بھی کوئی عقلی دلیل ہو سکتی ہے۔ پس جب کوئی انہیں مصنوعات میں غور کرے گا اور ان کی تفصیلی حالت پر اسے اطلاع ہوگی ان کا استحکام اور یہ امر کہ ان کے بنانے میں ضرور ارادہ اور حکمت سے کام لیا گیا ہے اس پر ظاہر ہوگا اور ضرورت اور اتفاق اس کے نزدیک ساقط الاعتبار قرار پائیں گے تو اس وقت آپ کہیں گے کہ ایسی شخص کے دل میں ایمان نہ پھاڑے ہی زیادہ مضبوطی کے ساتھ اپنا قدم جمایا ہے اور آپ کو نظر آئے گا کہ ضلالت و گمراہی کی درست درازیوں سے وہ کوسوں دور جا پڑا ہے اس پر

عہ پنکریاس معدہ سے متصل ایک گلی ہوتی ہے جس سے عرق ہضم نکلتا ہے۔ ۱۲

نہ جسمانی جن اعضا میں  
جاوڑے کے افعال میں  
جالی دار اندرونی کث

نہ علم کائنات کا غنہ طے  
خدا کے وجود پر اس کے ذی قوت  
ذی حکمت پر غور  
اور خدا پر اس کے ذی قوت  
نہ سب سے پہلے



اس کا جادو ہرگز نہیں چل سکتا۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ جو لوگ ان کالجوں میں داخل ہوتے ہیں جن میں کہ علوم کائنات کی تعلیم ہوتی ہے خصوصاً جن میں کہ علم طب وغیرہ میں کام آنے کی غرض سے علم نباتات یا علم حیوانات پڑھایا جاتا ہے تو ان میں سے اکثر کی ہم یہ حالت دیکھتے ہیں کہ ان علوم کے حاصل کرنے کے بعد وہ کالج سے کیا نکلتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ ہی دائرہ اسلام سے بھی خارج ہو جاتے ہیں ان کے عقائد اسلامی عقائد سے کوسوں دور معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ موجد عالم کے اعتقاد کو چھوڑ بیٹھتے ہیں وجود کائنات اور تمام موجودات کے آثار کو ادھار ادرادہ کی حرکت۔ طبیعت۔ قوانین قدرت وغیرہ اشیا کے حوالہ کرتے ہیں ان کے نزدیک خدا کوئی چیز ہی نہیں ہوتا اگر کچھ ہے تو خیر ہے جو کچھ ہوتا ہے اسی نے شعورنا سمجھ نیچر سے ہو جاتا ہے۔ پس جب انہوں نے انشا برا اسلامی رکن مہندم کر دیا تو انہوں نے دین اسلام میں سے اعتقاد ہی کس بات کا کیا ہے؟ اب اونے کس عبادت کی امید ہو سکتی ہے؟ اور اون کی کونسی حوصلت کو لسا ادب قابل ستائش ٹھہر سکتا ہے خصوصاً جب وہ فن طبیعیات بھی پڑھ لیتے ہیں جب انہیں کائنات کے قوانین قدرت پر اطلاع حاصل ہو جاتی ہے اور جب وہ ان کے اثر کرنے کی کیفیت سے واقف ہو جاتے ہیں تو ان کے لمحہ خدایات کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہوتا پس جب ایسی کیفیت ہو تو یہ کہنا کہاں رہا کہ جو لوگ ان علوم کو تفصیل کے ساتھ حاصل کرتے ہیں وہ خالق کائنات کے وجود کے یقین کرنے اور ان کے وجود کے نہایت ہی قوی اعتقاد رکھنے کے زیادہ مستحق ہیں۔

اس اشکال کا جواب مجھے سنئے انشا اللہ میں اس اعتراض کا شافی و کافی جواب دوں گا اور میں اپنے جواب سے اپنے اسلامی بہائیوں کو متنبہ کر کے اس امر کی طرف متوجہ کروں گا کہ وہ اس بلا سے بے دربان کے دور کرنے کی جانب راغب ہو جائیں جو کہ ان کی نسل کے نوجوانوں میں سرایت کرتی چلی جاتی ہے ورنہ آئندہ نسوں میں جا کر اس کا علاج قریب قریب ناممکن کے ہو جائیگا اس لئے بہتر ہے کہ اس با وقعت اور قابل قدر دین کی حمایت کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور اسکے تدارک کرنے کی طرف ابھی سے نہایت سرگرمی کے ساتھ متوجہ ہو جائیں۔ پس سنئے کہ یہ علوم مذکورہ یعنی علم نباتات و علم حیوانات اور اسی طرح علم فلکیات۔ علم کائنات جو ایسے ہی اور علوم طبیعیہ جنہیں کہ کائنات کے قوانین قدرت سے بحث کی جاتی ہے جن میں کہ روشنی۔ پانی۔ ہوا۔ قوت کهربائی وغیرہ کے خواص بیان کئے جاتے ہیں ان میں تو ذرا ہی شک و شبہ نہیں کہ ان علوم کے مباحث خالق کائنات کے وجود پر چکے احوال سے ان علوم میں بحث کی جاتی ہے نہایت قوی دلیلوں کے ساتھ دلالت کرتے ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بنانے والا بہت ہی بڑا صاحب قدرت اور اعلیٰ درجہ کی حکمت رکھنے والا ہے کیونکہ ساری کائنات اسی خالق کے آثار ہیں اور جو اثر ان کے آثار ہی کو دیکھ کر استدلال کیا جاتا ہے اور پھر چونکہ ان علوم کے مباحث میں عقل پر کائنات کے اسرار اور حکمتیں منکشف ہو جاتی ہیں اور ان کے نزدیک یہ امر ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہر چیز کی کسی نہی اختیار نے اپنے قصدا و ارادہ سے بنائی ہیں اور ان کے بنانے میں اس قدر کی تدبیر اور



انتظام سے کام لیا گیا ہے اسلئے ان مباحث سے خدایہ بخوبی استدلال ہو سکتا ہے لیکن بات یہ ہے کہ نوثر پر استدلال  
 کرنا بالکل آسان امر نہیں ہے اس استدلال کے طریقہ میں اوقات دشواری و پریش ہو جایا کرتی ہے یہاں قدم در مشکل سے  
 جھنبے پاتے ہیں اس موقع پر عقل کا لغزش ہے پھر سنا بڑا کام رکھتا ہے اسلئے کہ انسانی عقل بہ آثار کو دیکھتی ہے اور انکے  
 اسباب کے دریافت کرنے کے درپے ہوتی ہے اسوقت اگر اسے ہر ایک بینی سے کام نہیں لیا ہے تو وہ ظاہری سبب  
 تک پہنچ کر رہ جاتی ہے اور اسکو نوثر حقیقی اور سبب واقعی گمان کرنے لگتی ہے اور پہلے انسانی رفتار کو دیکھ کر غم کر دیتی ہے  
 اسوجہ سے جو لوگ علوم طبعیہ میں مشغول ہوتے ہیں ان میں سے بعضوں کو جب ان آثار پر چھٹے کہ ان علوم میں بحث  
 کیجاتی ہے اطلاع حاصل ہوتی اور وہ بغیر اسکے کہ ہر ایک بینی سے کام لیتے اور بحث میں غور و فکر کرتے ان آثار کے اسباب  
 سے بحث کرنے لگے اور چونکہ انہیں کسی سچے دین کا اعتقاد یا ایسا ہی کوئی اور امر جو انکی فکر و تخیل متنبہ کرتا اور نوثر حقیقی اور  
 واقعی تک انکی رہنمائی کرتا حاصل نہ تھا اسلئے انکی عقلیں مادہ اور قوانین قدرت تک کہ جو ان آثار کے ظاہری اسباب تھے پہنچ کر  
 رہ گئیں اور انہوں نے غرض کر لیا کہ مادہ کے اجزاء بسیطہ کی حرکت ہی سب کچھ کرتی ہے پس وہ اسکی وجہ کے متعقد ہو کر  
 رہ گئے اور چونکہ انکی نظریں ہر ایک بینی سے قاصر تھیں اسلئے انکی عقلیں اس امر سے متنبہ نہ ہو سکیں اور انہوں نے اسبات میں غور  
 نہیں کیا کہ کیا مادہ اور ان قوانین قدرت میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ ان تمام عجائبات عالم کے حقیقی سبب قرار پائیں یا ایسا  
 نہیں ہے اور نہ انہوں نے اسکی وجہ کو کہیں مادہ میں یہ قیامت موجود ہی ہے کہ اسی سے ساری چیزیں صادر ہوں اور وہ مادہ کسی صادر  
 نہ ہو یا ہوا یا اسکو اسوجہ سے کہ اسکا حدوث لازمی امر ہے کسی دوسری شے کی ہی ضرورت ہے جس سے کہ وہ صادر ہوا  
 اس سبب سے کہ ہمیں پر وہ شے کر گئے اور انہوں نے انکی عقلوں سے اس سے کہ کچھ کام نہ لیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اس  
 امر کا واقعہ و کواکرات تمام کائنات کے صادر ہونیکا حقیقی سبب مادہ اور قوانین قدرت اور اسکے ذرات بسیطہ کی حرکت  
 ہی ہے اور خدائے عالم کے وجود کے منکر ہو گئے اور اس انکار کے ایسے عادی ہو گئے کہ عالم میں جس اثر کو انہوں نے دیکھا مادہ  
 اسکی حرکت اور ان قوانین قدرت کی جانب جو انہیں پائے جاتے ہیں منسوب کرنے لگے پھر اسکو انہوں نے مختلف عنوانات سے تعبیر کرنا  
 اختیار کیا جس وہ صرف اپنی من جہوتی کر لیتے ہیں پس کہی تو کہتے ہیں کہ یہ اثر طبیعی کے فعل سے ہوا کہہی کہتے ہیں قوانین  
 قدرت کا فعل ہے اسی طرح اور مختلف عنوانات ہی میں غلام یہ کہ وہ اپنی اس نام تمام تحقیقات کے برسر شہد سے محقق  
 پہر بعض کی یہاں تک نہت پہنچی کہ انہیں علوم کی رنگ تیزوئیں کی وجہ سے ان مدارس میں جنہیں کہ ان علوم کی تعلیم ہوتی ہے کسی مدرسہ  
 کے ٹیچر ہو گئے اور انکے پاس انجان ناواقف طالب علم ان علوم کے حیرت کر نیکیے لئے آئے جنہیں اسلام کے سچے عقائد کی اطلاع  
 تک نہیں اور نہ انہوں نے کسی سے واقفیت حاصل کی کہ کائنات کے بننے اور ان آثار کے حادث ہونیکا کیفیت کی نسبت  
 مسلمانوں کو کیا اعتقاد کرنا چاہئے اور نہ انہوں نے اسکی وجہ کو کہ ساری کائنات زمین و آسمان کے موجود کے پیدا کرنے سے موجود  
 ہوتی ہے اب ان علوم کے پڑھانے والوں کو موقع ملا کہ ان ناواقف شاگردوں میں اپنے باطل خیالات اور غلط اعتقادات جو انکے دل  
 میں تمام تحقیقات کی وجہ سے جکر رہ گئے تھے علمی تحقیقات کے پیرایہ میں پھیلائیں پس جب کہی انہیں عجائبات میں سے کسی عجیب چیز کی اطلاع ہوئی  
 یا اسرار کائنات میں کوئی راز انکو معلوم ہوا یا مصنوعات کی حکمتوں میں سے کسی حکمت پر انکو واقفیت حاصل ہوئی تو بجائے اسکے کہ اپنے

شاگردوں سے کہتے کہ اس عجیب اثر کے ایجاد کرنے میں اکیس حیرت انگیز صنعت کو دیکھو اور اس کی اعلیٰ درجہ کی حکمت میں غور کرو انہوں نے  
اسے یہ کہا کہ تم نے دیکھا طبیعت کا کیسا بوجھ خیر فعل ظاہر ہوا اور فلاں قدرتی قانون کا کیسا عجیب غریب اثر ہے علیٰ ہذا القیاس  
ایسی ہی اور غریب عقائد باتیں کہنا شروع کیں کاش اس موقع پر وہ یوں کہتے کہ غم نے فلاں قدرتی قانون کو دیکھا کیسا عجیب غریب  
ہے اسباب سے سمجھ لو کہ جسے عالم میں ایسے قدرتی قوانین جاری کئے ہیں وہ کیسا با حکمت اور قادر مطلق ہو گا؟ لیکن انہوں نے یہ تو  
کیا نہیں بلکہ قوانین فطرت تک پہنچ کر رکھے اور اس کی طرف تمام چیزوں کو مستند کیا کئے اور برابر ایسی طریقہ کا انکے ساتھ بتاؤ  
کرتے رہے یہاں تک کہ یہی کیفیت انکے دلوں میں بخوبی جا گزری ہو اکی اور ایسی قسم کے خیالات انکی عقلوں میں بھی منقوش ہوئے  
سے خلاصہ یہ کہ مدارس میں رہنے کا زمانہ ختم ہی نہیں ہوتا ان کا اس سے پہلے ہی انکے دلوں میں یہ خیال جم جاتا ہے کہ عالم میں سوائے  
طبیعت مادہ کے ذات بسیطہ کی حرکت اور قوانین قدرت کے کوئی فاعل ہے ہی نہیں اور انکا یہ اعتقاد کہ عالم کا پیدا کرنے والا کوئی  
خدا ہے بالکل زائل ہو جاتا ہے پس جس وقت وہ مدرسہ کو چھوڑتے ہیں تو انکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ انکے ساتھ ہی بلکہ اُس سے پہلے ہی  
آبائی دین کو خیر یا خیر یاد کہہ چکے ہیں اور اہل اسلام کو لے کر یہ امید ہوتی ہے کہ جماعت اسلام میں تعلیم یافتہ اشخاص کی تعداد میں ترقی ہوگی  
یہ لوگ دین سے وقف ہوں گے ان کے اسلام کو نفع پہنچانے کی شہریت محمدیہ کی حمایت کریں گے تمام غلوں کے کام ان کے لئے کیسا سنگین  
کی تدبیر تلائیں گے لیکن حقیقت میں انکی یہ ساری امیدیں خاک میں مل جاتی ہیں انکی کوششیں بے سوث ثابت ہوتی ہیں اور انکو ایسے  
لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت سے نقصان اٹھانا پڑتا ہے جبکی نسبت وہ تو یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ بھی ہیں لوگوں میں ہیں جس  
تعلیم یافتہ دینی بہائی ہیں اور افسوس کیونکہ تو وہ بین طینت اور وطن سب کے پکے دشمن ہوتے ہیں عقائد انکے اہل اسلام کے خلاف  
ہوتے ہیں انکے طرز رفتار بڑا برا۔ وغیرہ جس میں کیجئے کسی میں اسلامی بوتک نہیں پائی جاتی انکے مقاصد اور ارادہ اسلامی  
شان کے بالکل خلاف ہوتے ہیں انکی حالت دیکھ کر تو براچی و کھتا ہے اور بے ساختہ منہ سے انا لمد وانا الیہ اجعون نکلتا ہے  
خدا انکو ہدایت کرے۔ پس یہی عوامل ان اسلام کے ذمہ یہ امر ضروری ہے کہ اس عجیب غلیظہ کا تدارک کریں خصوصاً اُن لوگوں  
تو اسکا برا استعمال کرنا چاہئے جو حاکمین اسلام میں اسکا صاحب حکومت اور ذی اختیار ہیں انکو یہ خیال کہنا چاہئے کہ ان کے لئے  
حتی القدر اور ایسی ہی اشخاص معلوم کرو جو ان کے عقائد اسلام کو فاسد سمجھیں اور ان کی تعلیمات کے صدق دل متفقہ ہوں ان نام کی  
عصا صحت پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس امر کو ظاہر کروں کہ قدرتی قانون نام کس چیز کا ہے۔ میرے نزدیک قانون فطرت کسی با اختیار کام  
کرنے والے کے طرز عمل کا نام ہے اور اس کی مثال ریل کی پٹری کی سی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ریل جب چلتی ہے وہ اسی طرف کو جاتی  
ہے ہر کہہ کہ انکی پٹری بھی ہوتی ہے اسی طرح عالم میں جو افسر ظاہر ہوتا ہے وہ قانون قدرت کے موافق ظاہر ہوتا ہے اور جیسے کہ ریل کے چلنے کے  
لئے حصص پٹری کا ہونا کافی نہیں بلکہ کسی ڈرائیور کی ضرورت ہے جو انکو انکے لئے چلے اسی طرح یہاں بھی کوئی ذی اختیار ہونا چاہئے جو اپنے افعال قانون  
قدرت کے موافق کرے اور جیسے کہ ریل کی پٹری بچھا دیوے کو اختیار ہے کہ وہ ہر جا ہے اُس کا رخ بدلے اسی طرح خالق کائنات کو بھی اختیار ہے کہ  
جیسے کہ ان کے اپنا طرز عمل ایک طرح پر مقرر کر لیا تھا۔ حکومت قانون قدرت کہتے ہیں؟ جیسا کہ کوئی دوسرا قانون مقرر کر دے پس جیسے کہ ریل کے چلنے میں  
موتروں کو ڈرائیور بچھا جاتا ہے اور پٹری کو کوئی موٹر نہیں کہتا اسی طرح اہل اسلام کے نزدیک حقیقت میں خدا موٹر ہے اور قانون قدرت اسکا طرز عمل جو چاہے  
اپنے اختیار سے مقرر کر رکھتا ہے اسی لئے قوانین قدرت حقیقی موٹر نہیں ہو سکتے اہل اسلام کے نزدیک قانون قدرت کا نام عادت الہیہ ہے ۱۲

ف  
قانون دیکھ سکتے  
ایک سال میں چھ ماہ  
مستحق

مسلمان ہوں بلکہ باوجود رستی عقائد کے شریعت محمدیہ کے آداب اخلاق سچی اگر سستہ ہوں اور حتی الامکان شریعت کے پورے پابند ہوں  
اس لئے کہ شاگرد کی مثال اپنے استاد کے اعتبار سے اہل آئینہ کی سی ہے پس جیسے کہ آئینہ کے سامنے جو چیز آتی ہے اس کی صورت  
اس میں منقش ہو جاتی ہے اور نظر کرنے لگتی ہے اسی طرح جو استاد کی حالت ہوتی ہے وہی شاگردوں میں بھی سرایت کر جاتی ہے استاد کے  
خیالات کا شاگردوں پر بہت بڑا اثر پیدا ہوتا ہے اور دوسرا اہم پڑھواری ہے کہ طالب علم ان مدارس (علوم طبعیہ کے مدارس) میں  
تک ہرگز داخل کئے جائیں جب تک کہ وہ پہلے ایک کافی زمانہ تکسینی مدارس میں قیام نہ کر چکے ہوں اور وہاں رہ کر انہوں نے اپنے  
اسلامی عقیدہ سے پورے طور سے صحیح نہ کر لئے ہوں تاکہ ان کے بعد شہادت الایمنی سے انہیں تزلزل نہ گئے پائے اور لوگوں کی بے  
سروپا باتیں اور رنگ میزبان انکو پس و پیش میں نہ ڈال سکیں آداب حسنہ کے انکی اصلاح ہو جائے اور عبادتوں کی بجا آوری کے  
عادی ہو جائیں اور اگر یہ خیال ہو کہ اس امر کے التزام کرنے سے وہ وقت جوان دینی علوم کی تحصیل کرنے کے لئے  
زیادہ مناسب ہے یا نہ سے جانا رہیگا تو بہتر امر ضروری بلکہ نہایت ضروری ہے کہ انہیں مدارس میں ایسے علمائے رکھے جائیں  
کہ انکو اسلامی عقائد اور احکام کی تعلیم دیا کریں اور اس ضرورت کا مقابلہ کر سکیں ان مدارس میں داخل ہونے کے وقت سے لیکر ان کے پورے  
کے وقت تک یعنی عقائد اور احکام کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا جائے چاہے تھوڑی سی دیر کیوں ہو لیکن ہو بلا ناغہ اور تنہا  
اونکا مدرسہ میں قیام رہے اس زمانہ تک برابر علمائے ان کے عقائد و آداب و عبادات وغیرہ کے فکر میں ہوں اور انکی اصلاح کرتے ہیں اور  
جہاں کہیں دینی احکام نظر آ رہے ان عقلی علوم کے مخالف معلوم ہوں ان میں باہم تطبیق دین اور دینی امور کو عقلی دلائل سے ثابت  
کر دکھائیں میں اگر ان دونوں شرطوں کی رعایت کی جائیگی جنہیں اول قویہ کہ جو اساتذہ ان مدارس کے لئے انتخاب کیے ہیں وہ اسلام کے  
پابند ہوں اور عقائد اسلامی تعلیم کو صحیح سمجھیں اور دوسرے یہ کہ ان طالب علموں کو اسلامی احکام کی عوامی عقائد اسلام کی عموماً کافی ہو گئی کیسا آئینہ تیار کیا جائے تاکہ انکو  
اور کاجوں میں داخل ہونے سے پہلے ہی اس کا نظام کیا جائے یا عقلی علوم کے تحصیل کیساتھ ہی تعلیم جاری رکھی جائے تو بہتر ہے  
تعلیم یافتہ اشخاص کجروی سے ضرور محفوظ رہیں گے انکی دینی حضرات و آداب میں فتور نہ آنے لگے گا عبادات میں ان کے پیرے پیرے  
ظاہر ہوں گی بلکہ ان کے عقیدہ کے اور نہایت ہی پختہ ہونے کے خصوصاً اسوجہ سے کہ ان عقلی علوم کی تحصیل کے زمانہ میں انکو خداوندی  
مخصوصات ان کے حیرت انگیز افعال اور عجائبات قدرت کا مشاہدہ بھی حاصل ہوتا جائیگا کیونکہ اس تقدیر پر جب کبھی وہ کوئی عجیب  
صفت یا عجائبات قدرت میں سے کوئی راہ مشاہدہ کریں تو اپنے مسلمان اساتذہ کو یہی کہتے ہوئے سنیں گے کہ خداوندی  
صفت کو دیکھو اور اس عجیب و غریب مصلحت میں جو اپنے اپنی اعلیٰ وجہ کی پادار اور حکم حکمت سے کام لیا ہے کہیں غور کرو میں اسوقت  
بلا تامل انکی زبان سے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا نکلیں گی اور سبکی تسبیح اور تہنیر میں مشغول ہو جائیں گے ہر طرح خداوندی عظمت ان کے دلوں  
میں روز افزوں ترقی کرتی رہے گی اور انکی قدرت انکی نظروں میں نہایت ہی عظیم معلوم ہوگی پس ان مدارس میں اس قبل ہی ان کے  
قیام کا زمانہ گذرنے بھی نہ پائے گا کہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان اور موجدین میں سر پر آدودہ اور فاضل شمار کئے جائیں گے مستحق ہو جائیں گے  
اسوقت بیشک مسلمانوں میں ایسے تعلیم یافتہ اشخاص پیدا ہو سکیں گے کہ اسلامی دین کی حمایت کریں اور اپنی قوم ملک اور  
کے کام آویں اور حسب تک کی غیبت نہ ہوگی اسوقت تک ہم ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ جو لوگ علوم عقلیہ حاصل کر کے تعلیم یافتہ اشخاص  
میں شمار کئے جائیں گے انہیں سلام یا مسلمانوں کو کچھ ہی نفع پہنچ سکتا ہو کیونکہ جب ان کے عقائد جو سلام کارکن عظم سے وہی

درستیوں کو اہل اسلام کو اُن سے کیا امید ہو سکتی ہے جبکہ خود ہی اسلامی تعلیم سے نا آشنا ہو رہی ہیں تو اہل اسلام کو کچھ بیشیہ اسلام کے کیا نفع پہونچا سکتے ہیں۔ دنیاوی فوائد تو دین کے مقابل میں دنیاوی فوائد کی اُس شخص کی نظر دل میں جو مسلمان کو ہرگز نقص نہیں ہو سکتی یا امر اسلامی مقتضی کے بالکل خلاف ہے بغرض محال اگر اُن سے اس حالت میں دنیاوی نفع کی امید بھی کی جاوے تو دنیاوی ضرر کے مقابلہ میں جو اُن سے پہونچا گیا اسکی کوئی قدر نہیں کی جا سکتی علاوہ بریل اس امر میں انکی خصوصیت ہی کیا ہوئی دنیاوی نفع کے پہونچانے میں انسانی ہمدردی کے موافق تو غیر قویں بھی برابر ہیں۔ میری اس تقریر سے یہ نہ سمجھا جا کہ میرا مقصود افسوس کرنا ہے میری اسلامی ہمدردی جو کہو جو کرتی ہے کہ اپنے بہائیوں کو زراستہ نہ کروں۔ آپ میں خدا کے پاک اس امر کی التجا کرنا ہے کہ ہمارے حکام کو ایسے امور کی توفیق دے۔ جہاں امت محمدیہ کی بہتری ہو اور انکو اپنے فضل و کرم کی برکت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اسکا اجر جزیل عنایت فرمائے۔ آمین۔

اہل سائنس اور ادب کے قدیم ماننے والو اب میں تم سے کہتا ہوں کہ محسوسات کے احوال ہیں تو ہم نظر کر چکے اس سے تو سابق میں بحث ہو چکی اب اگر حیات۔ روح۔ عقل۔ قوت۔ متذکرہ وغیرہ نفس کی قوتوں میں ہم غور کریں تو انکو ایک بہت وسیع میدان نظر آئے گا جسکو دیکھ کر ہم بے حد حیرت و حیران رہ جائیں گے اور کچھ نہ ہو سیکے گا اور ہم اُسے کہ ان حقایق کی حقیقت اور اس امر سے ہم واقف ہو جائیں یعنی یہ کہ آسمان کی صورتیں انسان کی نزدیک کیونکر محفوظ رہتی ہیں بہر حال کے بعد اسے کیونکر یاد آجایا کرتی ہیں اس کے صفحہ فکر سے کس طرح پیچیدہ یا بالکل زائل ہو جایا کرتی ہیں اور کس طور پر وہ معقولات کا تصور کرتا ہے کلی اور جزئی کے احکام کیونکر اُس کے ذہن میں قائم رہتے ہیں تو ہم ایک بحر عمیق میں غوطہ کھاتے رہیں گے اور اس قسم کے جس مسئلہ کو آپ پیچھے گا اُنکی نسبت یہی دریافت ہو گا کہ علم اور حکما کی عقلیں اسکو حل نہ کر سکیں اسکا راز کسی کی سمجھ پر سے طور سے نہ آیا یہ محاکسی پر نہ کہلا اور حقیقت حال تک شاید کسی کی بھی رسائی نہیں ہوئی غایت سے غایت نہ ہوا کہ جو کہ ان چیزوں کی حقایق کے دریافت کر لینے کے مدعی ہیں وہ چند ایسی دقیق اور مبہم باتیں کہہ سکتے ہیں کہ جس سے سننے والے کی ذرا بھی تسکین نہیں ہوتی اور نہ وہ کچھ سمجھ ہی سکتا ہے پس انسانی معقولات ان حقایق کے مخفی رکھنے میں مجب نہیں کہ ان کے تھلے کو اٹھا کر ظاہر کرنا مقصود ہوتا کہ اپنے کو ان اشیاء کی حقایق کے دریافت کر لینے سے عاجز یا کہ اس امر پر متنبہ ہو جائیں کہ جب فکر انسانی اپنی اور اپنی عقل اور اپنی قوتوں کی حقیقت پوری طور سے دریافت نہ کر سکے تو وہ اسکی حقیقت کے دریافت کر لینے پر کیونکر قدرت رکھ سکتی ہے کہ جسے ان حقایق کو پیدا اور بجا دیا ہے اس موقع پر تعجب خیز امر تو یہ ہے کہ انسان کہ جسے اپنی عقل سے زمین و آسمان کے قلابے ملاوئے۔ افلاک۔ اور سیارات کو دریافت کیا جمادی بنائی اور حیوانی دنیا پر اطلاع حاصل کی ہے اپنی نفس اور اپنی اور ان قوتوں کی حقیقت کے دریافت کر لینے عاجز رہا اور تمام عقلا رہبر تک کہ مرگے کو ایک اس بات کا فیصلہ نہ ہوا کہ ان چیزوں کی حقیقت کیا ہے ہر فلاسفر نے اپنی ایک نئی فلاسفی قائم کی جس سے کہ دوسروں کے انکار کیا ہر حال قطعی فیصلہ ان امور میں کسی میں بھی نہ ہو سکا اب اُس تہرا اور تہرا خدا کی قدرت کو دیکھئے کہ جس نے بتلائے کو تو انسان کو عقل نہ کیا وہ وہ چیزیں بتلائیں کہ جسے وہ بالکل واقف تھا لیکن بہر ہی اسکو اس کے نفس اور اسکی قوتوں کی حقیقت پر آگاہی نہیں بخشی ہمو ق پر پہونچ کر تو انسان کا مطلق بالکل بند ہو گیا اور پھر کیونکر جو سے ایسا معلوم ہوئے گا کہ گویا اسکو چشم و گوش سے کچھ بہرہ ہی نہیں ملا ہے۔

تو جانتے عقل خود سے  
بدلتے ہیں اپنی کیا حالت  
جو دنیاوی قوتوں کی عقل  
کی عقلیت کو پہونچتے  
ماہر و دانشور اسکا راز



پیش آئے مگر وہ قیام نہ کر سکا اور میرے انسانی بہاؤ کی وجہ سے تمام کائنات کے کائنات ہونے اور زمین و آسمان کے پیکر کر خولے کے جب وہ  
 ہونے پر تھے دلائل آپ لوگوں کے سامنے قائم کر چکا تو مجھے اس کے بعد بھی آپ بارہ کے قیام پر چہرہ کر کے اور یہی کہو جائیں گے کہ بارہ ورت  
 بسطہ کی حرکت ہی تمام کائنات کو بنانیوالی ہے اور خدائے عالم کا جسے کہ اپنے وجود پر روز روشن کے مثل کئی کئی اولیٰ قیام کر دی ہیں انکا  
 ہی کہتے ہیں گے ہیں آپ کے لئے اس امر کی دعا کرتا ہوں کہ آپ کی عقلیں مختلف ہونے سے غرض نہیں اور آپ تمام شیا کو انصاف کی نگاہ  
 دیکھیں میں بوقت قیام انسانی ہمدردی کے آپ لوگوں کو اس امر کی درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے فکروں سے آزادانہ طور پر غور کر لیں  
 اور سوچیں اور ان منالطہ کمزراتوں اور وہابی بنیادی شہدوں کو جو کائنات کی وجہ سے خدا خواست آپ کو سخت مصیبت اٹھانا پڑے  
 کیونکہ زندگی کی مدت بہت سی تھوڑی ہے چند روزیں گزر جائیں اور کچھ عرصے اندر علیہ وسلم کے ہر رکنہ ہیں اس کے معنی ہونگی  
 صورت میں آپ کو اس زندگی کے ختم ہونے کے سخت ہولناک چیزوں سے سنا پڑے گا اس وقت پیشانی کی کچھ کام نہ آئیگی اور یہی اس غلطی پر  
 ہمیشہ اندوس کرنا پڑے گا اور فاعل کو تو چاہئے کہ ایسا طریق اختیار کرے کہ جو زیادہ تر احتیاط پر مبنی ہو اور اس امر کا بھی غلط طریقہ کر چکا  
 مرقع ہونا اور مشکل ہے کیوں نہ ہو چہ جائیکہ کہ اگر کسی شے کا وقوع بالکل انسان ہی ہو اور اس کے وجود میں آجائے ایسی ہی پائی جاتی ہو  
 پہلا پہلے پیران محمد علیہ وسلم کے حالات میں غور تو کیجئے اگر آپ ذرا ہی غور کریں تو معلوم ہو جائے کہ آپ کی مثال اس کے ساتھ  
 ان دونوں کی سی ہے کہ جو کسی نہایت رفیع الشان اور مضبوط کوئی ہیں داخل ہوتے ہیں جن میں کہ متعدد مستحکم کمرے اور نشست گاہیں  
 پائی جاتی ہوں وہ دروازوں اور کنگلوں سے اس قدر بڑے ہو کر برآمد ہوتے ہیں اور دروازوں کے ساتھ بنائی گئی ہوں  
 اور ان کمروں میں اعلیٰ درجہ کے فرش پہنچے ہوں بڑے بڑے بلند تخت لگے ہوں نہایت بیش قیمت ترین اس کے چاروں طرف  
 قرینہ سے کچھ ہوں مختلف گہروں متعدد مقیاس البحر ارت اور مقیاس اللہ کے درجہ سے انکی دیواروں کی زیبائش کی گئی ہو ان میں  
 بود و باش کرنے کے لئے جتنے ساز و سامان ضروری ہوں سب ہی کچھ موجود ہوں اس کے چاروں طرف نہایت خوبصورت سیرگاہیں  
 نظر آتی ہوں گرد گرد آویں جن ہندی کی گئی ہو جہیں درخون کا صف باندھ کر ایسا وہ ہونا لگا ہوں کہ بہت خوش آئند معلوم ہوتا ہو  
 قسم قسم کے پہلوؤں کی کیا ریاں واقعہ سے بنائی گئی ہوں انکی نہروں اور جدولوں میں پانی شوخی سے رہا ہو انکی مستحکم  
 بنی ہوئی تختیں لمبا لب بہری ہوں خلاصہ یہ کہ عیش و آرام کے سارے سامان میا ہوں کہ جو انہیں دیکھے ہی کہے کہ فلاں چیز  
 فلاں حکمت پر مبنی ہے اس چیز سے یہ فائدہ ہے اسکا بنانیوالا کیسا ذی اختیار اور تدبیر تھا جس نے کہ جو چیز بنائی ایک قرینہ سے  
 بنائی اور جس شے کے لئے جو مقام تجویزی اس کے لئے وہی مناسب ترابا ایسے مقام پر پہنچکر ان دونوں شخصوں میں سے ایک تو  
 یہ کہنے لگا کہ ساری عسائی خود بخود تو ہونہیں سکتی ضرور کسی بڑے صنایع سے اسکو بنایا اور اسکی تمام شیا کو مستحکم کیا ہے صاف  
 آپس تو ذرا ہی شک نہیں کہ اس کل بنانیوالا ان ساری صنایعوں پر خوب ہی قادر تھا اس کے تالیف و تزیین کے طریقوں سے  
 بھی بڑی واقفیت رکھتا تھا جب تو اس نے انتہا درجہ کی حکمت کے سوا اسکو اس قدر مضبوط و مستحکم بنایا اور خوبی یہ کہ اس کے تمام ہی  
 لوازمات کامل طور پر اسے مہیا کر دئے تاکہ یہاں رہنا اور کما حقہ عیش و آرام سے بسر کرنا ممکن ہو کوئی امر سائش میں غفل نہ  
 ہونے پائے اسکا بنانیوالا اگرچہ ہماری نظروں سے غائب ہے جس نے اسکو دیکھا نہیں اور نہ ہماری عقل کی یہاں تک سالی رہی  
 کہ ہم اسکی حقیقت دریافت کر لیتے لیکن تاہم اس بات میں تو ذرا ہی شک نہیں کہ وہ ہے ضرور اور انہیں علم قدرت پر ہم

انسان کو اس بات  
 پر تیار کرنا چاہیے  
 کہ وہ اپنے وجود پر  
 روز روشن کے مثل  
 کئی کئی اولیٰ قیام  
 کر دی ہیں

انسان کو اس بات  
 پر تیار کرنا چاہیے  
 کہ وہ اپنے وجود پر  
 روز روشن کے مثل  
 کئی کئی اولیٰ قیام  
 کر دی ہیں



حکمت وغیرہ ایسے صاف جی کہ اس کو ٹہی کے بنائیں ضرورت پڑ سکتی ہے سب موجود ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ جس شے  
 کے وجود کا اور اسکے اوصاف کا ہم یقین کرتے ہوں اسکو چنے اپنی آنکھوں سے ہی دیکھ لیا ہو کیونکہ اگر کسی شے کا کوئی  
 اثر نہ ہو مگر وہ ہم کو ہم یقیناً سمجھ لیں گے کہ وہ شے ہی ضرور موجود ہے چنانچہ اس موقع پر اس کو ٹہی کے بنانیوالے کے اثر کا کوئی  
 بھی کو ٹہی اور جو صنایع اس میں پائی جاتی ہیں دیکھ لینا اسکے بنانیوالے اور اسکے خاص خاص اوصاف کے اعتقاد کے لئے  
 کافی ہے اور عقل کی اس سے بخوبی تسکین ہو جاتی ہے ہر وہی شخص کہنے لگا کہ اس کو ٹہی کے ساز و سامان میں اگرچہ بعض  
 ایسی چیزیں بھی پائی جاتی ہیں جنکی حکمت میری سمجھ میں نہیں لی لیکن ان میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ہوگی اگرچہ اسکو دریافت نہیں ہو سکا  
 کیونکہ جن اشیا کی حکمت میری سمجھ میں آئی ہیں اسی سے اس امر کو نہایت اطمینان کے ساتھ سمجھ لیا ہے کہ اسکا بنانا  
 والا بڑا حکمت والا ہے تو اسنے بلا کسی حکمت کے اسکو نہ بنایا ہوگا۔ اور دوسرا شخص اپنے ساتھ سے کہنے لگا کہ اسکے  
 بنانیوالے کا تو نے جو اعتقاد کر لیا ہے تو اسکو اپنی آنکھ سے اس کو ٹہی کو بننے ہوئے دیکھا نہیں پس میں تو اسکے وجود  
 کا ہرگز اعتقاد نہ کروں گا اور نہ ان صفات ہی کو مانوں گا جیسا کہ تو نے اس کو ٹہی کو دیکھا اسکی نسبت اعتقاد کر لیا ہے لیکن  
 ہاں اس کو ٹہی کے اس حکم کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے کہ اسکو کوئی ایسی چیز ہونا چاہئے کہ جس سے یہ تیار ہوئی ہو یہ حکم  
 وہ اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا اور اسکی نظر ایک پہاڑ پر پڑی جو اس کو ٹہی کے پاس ہی ایسا وہ تھا اور اسکی جڑ سے پانی کا ایک چشمہ  
 جاری تھا جسکا پانی اس کو ٹہی کی نہروں میں آتا تھا یہ دیکھ کر وہ شخص کہنے لگا کہ میری عقل نے اس شے کو دریافت کیا جس سے  
 کہ یہ کو ٹہی واقع میں بنی ہے اور جو اسکی اور جتنی اشیا کہ ہمیں پائی جاتی ہیں ان سب کی حقیقی علت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس پہاڑ کی  
 جڑ سے اس قطعہ زمین کی جانب جہیں یہ کو ٹہی واقع ہے ہمیشہ زمانہ قدیم سے ہوا چلا کرتی ہے پس لاکھوں ہی برس کا زمانہ گذرا  
 جسے کہ یہ ہوا ٹہی پتھر کو کھپاٹے منتقل کرتی رہی اور وہ سب چیزیں اسکی وجہ سے مختلف شکلوں پر اس قطعہ زمین میں جمع ہوتی رہیں  
 اور بارش کا پانی ہمیشہ انہیں کچھ تصرف کرتا رہا کہ یہی اسکی شکل کچھ ہو گئی اور کبھی کچھ اس طرح کہی وہ سب چیزیں جمع ہو گئیں اور کبھی  
 پر لگندہ۔ اور انکی اوضاع اور شکلوں میں ہوا اور بارش کی وجہ سے ہمیشہ کچھ نہ کچھ تبدیلی واقع ہوتی رہی کو ٹہی یہ تبدیلی برائے نظامی کے ساتھ  
 ہوئی اور کبھی انتظام کے ساتھ یہاں تک کہ کہ دروں ہی برس کے زمانہ کے گزرنے کے بعد اس کو ٹہی کی باقاعدہ صورت بن گئی  
 کہ کمرے نسبت گاہیں۔ دروازے جگہ۔ برآمدے۔ رستہ۔ جو میں اور نہریں سبھی کچھ پائی جاتی ہیں انکی کے ٹہیے اور پتھر بارش کے  
 پانی سے جو ٹہی گیلی ہوئی تھی اسکی خاصیت کی وجہ سے جم گئے ہیں اس طرح براسقہ مستحکم اور مضبوط کو ٹہی مع تمام صنایعوں کے تیار ہو گئی  
 اور انہرولک جاری ہونا اسکی یہ صورت ہوئی کہ اسی چشمہ سے جو کہ اس پہاڑ کی جڑ میں واقع ہے ہمیشہ پانی بہہ کر اس قصر کے صحن میں مختلف  
 طریقوں سے جاری ہوا کہ یہی برائے نظامی کے ساتھ اور کبھی باقاعدہ اسلئے کہ پانی سے اسکی ٹہی گلی تھی ہوا اور بارش کا ٹہیے راستہ میں  
 اثر ہوتا رہا شدہ۔ غندہ لاکھوں ہی برس کے زمانہ کے گزرنے کے بعد باقاعدہ نہریں اور حوضیں بن گئیں اور انہیں پانی اس موجود  
 انتظام کے ساتھ پہنچنے لگا اب اسے برتن۔ فرش۔ گھر۔ ٹوں۔ اور مختلف قسم کے مقاسوں کو بھیجے۔ انکی یہ صورت ہوئی کہ مسافروں کا قافلہ  
 جو کبھی اس پہاڑ پر آتا ہے اس میں اترا تو قافلہ والوں کی یہ چیزیں اتفاق سے چھوٹ گئیں اور ہوا انکو مختلف طرح پر اور ہر گز منتقل کرتی رہی کہ  
 کوئی چیز نہ بک گئی کہی دھڑکی گئی کہی کوئی شے کمرہ کے اندر چلی آئی کہی باہر گئی خلاصہ یہ کہ دروں ہی برس کے زمانہ کے بعد یہاں تک

نوبت پہنچی کہ فرشتہ قاعدہ پیر گویا برتن قطاروں میں آگستہ ہو گویا گہریاں اور مختلف قسم کے مقیاس بولار پڑاؤ بڑاں ہو گویا پستی امت آن ورتوں  
اور پو پو کی ہوئی جو یہاں کی سیر گاہوں میں باقاعدہ لگو ہو گئی ان کے بیچ ہوا میں ارکڑ یہاں تک پہنچ گئی اور اس میں پر جگر لگ گئے اور کچھ  
سراوڑ ہر نقل ہو رہا تھا قاعدہ طہر پڑاؤ سستہ ہو گئے تھے کہ وہ موجودہ حالت پر نظر کرنے لگے ملاحظہ یہ کہ ہواؤں کی آمد و رفت اور بارش کے اثر سے  
کبھی کوئی چیز ہر ہونے کبھی اور کبھی انکی صورت سناسبت ضح پر ہونے لگی ان کے خلاف اس طرح مختلف صورتیں بدلا گئیں ان تک کہ ان سب سے سکو  
موجودہ ساخت پر پہنچا دیا اور جب وہ کچھ آگے گام اور قاعدہ کی کس مرتبہ کو پہنچ گئی تو اب ان میں ہوا اور بارش کھانا کر نیکی پوری تھ گئی ایک ہی وجہ سے  
ان سب چیزوں میں جو بدلتا رہا اس پہاؤں سے ہوا کرتی تھیں اب نہیں ہوتیں اور اسکی وجہ یہی کہ پہلے کی شکلوں میں اس قدر تک کام نہیں آیا تھا جتنا کہ  
موجودہ اور سیر گاہ کی اس کو بھی کام سے سازگار و سامان کہ ان میں اسباب مذکورہ کی وجہ سے موجود اور مرتب ہو چکا کچھ سبب نہیں ہے کیونکہ ہوا اور بارش میں  
اگرچہ کچھ عقل کا وزن علم اور نہ وہ دونوں کوئی کام اپنے قصد و ارادہ کرتے ہیں لیکن انکی حرکات اور تصرفات کا بہت اثر واقع ہوتا اور ان میں فرق کا لگنا پایا  
جایا یہ سب چیزیں ایسی ہیں جن میں کچھ اس کو بھی کام سے سازگار و سامان کو حالت موجودہ پر پہنچا دیا اور اس میں اس قدر تک کام کیا کہ سیر گاہ کی اس بات کی دلیل  
کہ یہ کوئی کسی اپنے قصد و نیت نہ لانی اور نہ کسی حکمت کی نہیں عایت کی گئی ہے کہ ان میں بعض ایسی چیزیں ہیں جنکی قیادت میں ارادہ و حکمت کا نام و نشان ہی  
نہیں معلوم ہوتا ہے بل اس میں سائنس اور مادہ قائم ہونے والوں ان دونوں خصوصیات میں پیروان محمد علی المدنیہ و سلم کی مثال تو پہلے شخص کی کسی سیر گاہ  
کے ہیں کہ جس نے یہ تمام کائنات کی جاد کی جو وہ صفا ارادہ فی قدرت علم اور حکمت رکھنے والا ہے اگرچہ یہاں تک انکی سامانی نہیں ہے کہ خدا کو وہ اپنی انکسار سے  
دیکھ لیتے لیکن انکو مصنوع کا دیکھ کر انہوں نے اس کے وجود اور صفات پر استدلال کر لیا اور اگر کہیں انکی کسی مصنوع کا کی حکمت انکی سمجھ میں نہیں آتی تب بھی انکی  
اس امر کو تسلیم کیا کہ ان میں ہی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے جو ہم پر پوشیدہ ہے جو ہم کو نہ تسلیم کرتے وہ انکی باقی مصنوع میں انکی حکمتیں شاہدہ کریں جو کہ تو اور  
دوسرے شخص کی مثال آپ کو کوئی ہی جو حسابات کا قائل ہیں کہ مادہ کی حرکت ہی تمام کائنات کو روانہ و راز میں اس طرح بنایا کہ وہ حرکت جزا ارادہ کی طرح کی  
صورتیں لاتی ہی جتنی کہ تمام کائنات موجودہ حالت پر پہنچ گئی اور انتخاب کی کمال کو قیاد وہ ایسے درجہ پر پہنچا جو کچھ کہ انکو قدر ہو سکے اور یہی قانون کائنات  
کے نظام کا فلسفہ ہے اور یہی نہایت عمدہ اشیا کو بانی کھنا جو اس عالم کی حکمت اور قصد کے پائے جانے پر آپ کا استدلال ہے کہ بعض چیزیں عالم میں ایسی بانی ہوتی  
ہیں جن میں حکمت اور قصد کا نام و نشان ہی نہیں معلوم ہوتا اور آپ لوگ ہزاروں کہوں حکمتوں کو جو اس امر کی گواہی دیتی ہیں کہ ان میں اس کائنات کا بقا و  
برپائی کی حکمت ہے غافل ہو گئے پس ذرا غور تو کرو کہ ان دونوں خصوصیات میں کون اس امر کا مستحق نہیں کہتا ہو کہ عقل سلیمہ و سلی بات میں اور انسانی تفصیلات  
اور طبیعی خواہشات کے آثار و عقیدے اسے تسلیم کریں یہ عقل و ایسا اندیشہ کہ حق کو واضح ہو جائے کہ ہم نے انکو ساتھ روگردانی کو کام لیا جائے اور انکو  
کے ظاہر ہو جانے کے بعد بھی اپنی سٹ کجیائے ہاں ہم اسکی ہدایت کا خدا ہی مالک ہے جسے چاہے وہ ہدایت کرے۔  
اب جبکہ میں صانع عالم کے وجود پر اس کے تمام صفات کمال کیساتھ متصف ہو رہا ہوں تو تمام صفات کو منہ پر لائیں اور یہ کہ وہ بار بار اوجھ کا خاک پیدا کر رہا  
ہی خدا کو آپ کو کوئی لالہ قائم کر چکا جسے مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ انکی عقل کی تسکین ہو جائیگی اور وہ دلائل آپ کو کوں کے لئے راہ ہدایت میں ملے گی  
کا باعث ہو جائیگی تو اس کے بعد مجھے آپ کو کوں کچھ اور عرض کرنا ہو یہ کہ میں آپ کو کوں کی کتابوں میں چند شے دیکھتا ہوں کہ اگر آپ لوگ انکو قطع دلی  
سو فیہ کریں تو وہ آپ کی ان میں ضرور غنہ اندازی کا باعث واقع ہوں اور انکا نتیجہ نہایت بد ہو لیکن ان اگر آپ لوگ یہ تمام کیساتھ حق تک پہنچنے  
طالب ہو جائیں ان دلائل کو جو میں آپ کے لئے قائم کی ہیں پسندوں میں جگہ دیں۔ اس خدائی خلعت کو پیش نظر کریں طریق معرفت میں اپنے پیچھے کا اعتراف  
کریں اور تسلیم کریں کہ خدا پاک اور اس کے تمام اعمال کے حاطہ کرنے سے ضرور ہم لوگ قاصر ہیں تو پھر یہ سارے شے ساقط ہو جائیں اور اس امر کا عقائد کر لیا

نات غلظت کا نام  
عالم کو کام سے  
پیدا کرنا اور اسکی  
خلقات میں اسکا  
عالم کی خاطر ہو  
پیدا کرنا کے لئے  
سائنس کی قیادت  
اور عقل کا



اور جس امر میں کہ میں گفتگو کر رہا ہوں ہمیں بہت بڑی گنجائش ہے اگر میں اُن تمام اشیاء کو کہ جسے کہ آپ اپنے علمی مباحث میں لائی گا اظہار کیا کرتے ہیں شمار کرنا شروع کروں تو کلام میں ضرورت سے زیادہ طوالت ہو جائے۔ میں اتنے مختصر بیان کو ہی منصف کے لئے کافی خیال کرتا ہوں اور پھر کہنے کی بات تو یہی ہے کہ موجودہ عالم کی نسبت آپ لوگوں کی نادانگی اعلیٰ درجہ ہے اور بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ جب یہ حالت ہو اور پھر اسوقت آپ خدائے عالم کی عظمت کا اُسکے آثار و دسترس سے مستزاد کر کے خیال باندھیں اور حقایق اشیاء کی نسبت اپنی نادانگی کے مرتبہ کو بھی پیش نظر کہیں تو اسوقت حق اور انصاف کی بات تو یہی ہے کہ اس خدائے عظیم کی حقیقت دریافت کرنے کی ڈینگ سے اپنے آپ کو باز رکھیں۔ اگر انصاف اور شہرہ بھی کوئی چیز ہے تو کس منہ سے آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم خداوند عالم کی حقیقت دریافت کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں جبکہ اُس کی مصنوعات میں سے ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کی حقیقت سے آپ نادان قف ہیں بقول شخصیکہ ۷

تو کاه زمین را بنحوسختی	که با آسمان نیز پرداختی
-------------------------	-------------------------

آوردہ یہ ہے کہ جو شخص فرض سمجھے کہ ایک گہڑی کی تمام چیزوں کی حقیقت دریافت کرنے سے بھی عاجز رہے اور اس کا گہڑی ظاہر ہو گیا ہو تو اس کو کس طرح سزاوار ہو سکتا ہے کہ وہ محض اس گہڑی دیکھ کر جس سے کہ صرف یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی بننا والا ہے اُسکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کرنے کی ڈینگ مارنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ میں گہڑی ہی کو دیکھ کر بتلا سکتا ہوں کہ اُسکے بنانے والے کی کیسی شکل و صورت ہے۔ وہ سفید ہے یا سیاہ دراز قد ہے یا پستہ قد۔ موٹا ہے یا ڈبلا۔ سیطرہ او چیزیں بھی۔ جو کوئی ایسے شخص کو محض گہڑی دیکھ کر اُسکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کر لینے کی ڈینگ مارتے ہوئے گئے گا یہی کہہ گا کہ کیا تیری عقل جاتی رہی ہے جو ایسی بہہ ہواہ باتیں کہتا ہے۔ عقل کے پورے ذرا سمجھ تو بھی کہ اس گہڑی کے دیکھنے سے صرف یہ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اُسکو کسی ایسے بنانے والے نے بنایا ہے جو اُسکا بنانا جانتا ہے اور اُسکے بنانے پر سبکو قدرت بھی حاصل ہے۔ رہی یہ بات کہ اس گہڑی کے دیکھنے سے یہ معلوم ہو جائے کہ اُسکے بنانے والے کی حقیقت کیا ہے۔



اور اس کی شکل و صورت کسی سے محض کچھڑی کے دیکھ لینے کا تو ہرگز مقتضائیں ہو سکتا کہ اس سے یہ سب کچھ بھی معلوم ہو جائے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ لوگ کے تمام پرزوں کی بھی پورے طور سے حقیقت نہ جان سکا۔ حالانکہ وہ ترے سامنے موجود ہیں تو پھر ان کے بنانے والے کی حقیقت دریافت کر لینے کے لئے جو کہ تیری نظروں سے غائب ہے مانتی اپنے نفس کو تکلیف دینا ہے۔ یہ امر نہایت ہیجا اور سرسری ہے الضامی پر مبنی ہے۔ اور اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ ہمارے گزیرے مطلب نہیں کہ ہم محض کائنات کو دیکھ کر اس کے بنانے والے خدا کی حقیقت دریافت کر لیں گے بلکہ اس بات کو تو ہم بھی جانتے ہیں کہ محض کائنات کا دیکھ لینا اس خدا کی حقیقت پر دلالت نہیں کر سکتا۔ اور نہ اس سے اس کی حقیقت ہمیں معلوم ہو سکتی ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جو خاص آپ نے ذکر کئے ہماری عقلوں میں یہ نہیں آتا کہ کوئی چیز ایسی بھی ہو سکے جو ان کے ساتھ موصوف ہو کر پائی جائے بلکہ ہماری عقلوں کو تو اس بات کا یقین ہے کہ ایسی کوئی شے نہیں پائی جا سکتی کہ جو ان خواص مذکورہ کے ساتھ موصوف ہو یعنی نہ وہ جسم ہو نہ مادہ جسم ہو۔ علیٰ ہذا قیاس اور خواص بھی کیونکہ جتنی چیزیں موجودات عالم میں سے ہمیں معلوم ہوئی ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس میں خواص مذکورہ پائے گئے ہوں۔ تو اس کے جواب میں میں کہوں گا کہ اگر آپ کی عقلوں کو اسے خیال کرنے کی قدرت نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ شے واقع میں بھی موجود نہ ہو کیونکہ بھرت ایسے حقائق ہیں کہ جن کو آپ پورے طور سے خیال نہیں کر سکتے اور کچھ بھی وہ نفس الامر میں موجود ہیں۔ اور صرف اس لئے کہ ان کے وجود پر دلیل قاطعہ ہے ان کا وجود مانا جاتا ہے اور آپ لوگوں کا یہ یقین کہ لینا کہ ایسی شے کا جو ان خواص کے ساتھ موصوف ہو پایا جانا ممکن ہی نہیں قیاس بتیشیل سے ناشی اور اسی پر مبنی ہے جیسا کہ آپ کے اس قول سے (کیونکہ جتنی چیزیں موجودات عالم میں سے ہمیں معلوم ہوئی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس میں خواص مذکورہ پائے گئے ہوں) ظاہر ہو رہا ہے۔ پس آپ لوگوں نے جتنی مشاہدہ کیا ہے آپ قیاس کر کے یہ گمان کر لیا کہ ہر شے موجود کا ان خواص مذکورہ کے احدا کے ساتھ موصوف ہونا لازمی ہے۔ اور یہ قیاس کوئی قطعی دلیل نہیں ہے بلکہ محض ہر شے کی دلیل ہوتی ہے کیونکہ ہر اوقات یہ دلیل انسان کو دھوکا دیکر غلطی میں ڈال دیتی ہے یہاں تک کہ وہ ایک شے کے احکام کو دوسری شے پر جاری کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ وہ احکام اس دوسری شے پر جو کسی امر فارق کے کہ جس کی اطلاع مستدل کو نہیں ہوئی جاری نہیں ہو سکتے اس وقت آپ لوگوں نے پوچھا جاسکتا ہے کہ ایسا خدا جو نہ جسم ہو نہ مادہ ہو یہاں تک کہ تمام مادی خواص سے منزہ ہو اگر موجود مانا جائے تو کیا ضروری لازم آتی ہے اور اس کے سامنے سے کوئی امر مانع ہے آپ لوگوں کا اس کی حقیقت کے تصور کرنے پر قادر نہ ہونا یہ کوئی استحال کی دلیل نہیں بن سکتی اسی طرح ان چیزوں پر جو مادی عالم میں آپ لوگوں نے مشاہدہ کیں اس خدا کو قیاس کرنا کہ جبکی وجہ سے آپ نے یہ یقین کر لیا کہ ایسے خدا کا وجود ناممکن ہے محض مخالفی قیاس ہے کیونکہ ان دونوں میں فرق کیونکہ جو مع جو ہے اور وہ دونوں ہرگز یکساں نہیں ہیں یہاں تک کہ ایک کے احکام دوسرے پر جاری کرنا صحیح ٹھہر سکے۔ اور اگر آپ کہیں کہ ہمیں اس کی ضرورت کیا ہے اور کوئی شے ہمارے ذمہ اس امر کو لازم کرتی ہے کہ ہم اس خدا کے وجود کو مان ہی لیں تو اس کا جواب ہم سے سنے کہ وہ شے اس کے آثار قدرت ہیں کہ جو اس کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کہیں کہ اچھا اس کی کیا ضرورت ہے کہ ہم اس خدا کو جسم سے ایک جزئی پر دوسری جزئی کو قیاس کر کے اس کا حکم دریافت کرنا قیاس بتیشیل کہلاتا ہے۔ ۱۲ مترجم۔



مادہ جسم اور مادہ کے تمامی خواص سے منفرد نہیں تو ہم کہیں گے کہ انکی اسلئے ضرورت ہے کہ ہمارے پاس اس بات پر دلائل قائم ہو چکے ہیں کہ مادہ اور مادہ کے آثار و خواص سب کے سب حادث ہیں قدیم نہیں ہو سکتے اور خدا کے ساتھ کے لئے ضروری ہے کہ وہ قدیم ہو کیونکہ اگر ایسا ہی ہو گا یا اس میں مادہ کے خواص پسے جائیں گے تو وہ بھی مادہ ہی کی طرح حادث ٹھہرے گا۔ اور یہ محال ہے چنانچہ شروع بحث میں پیشتر اس کا بیان آچکا ہے۔

اور اگر آپ کہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم کو کوئی ایسی دلیل مل جائے جسکے ذریعہ سے ہم اس خدا کی حقیقت تک پہنچ جائیں تو ہم آپ سے کہیں گے کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک غایت درجہ کی بحث و تدقیق سے یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ خدا کی حقیقت تک پہنچ جانا اور اسکو دریافت کر لینا انسانی عقل کی طاقت سے باہر ہے چنانچہ شریعت محمدیہ کی تصریحات سے بھی صاف صاف یہی ظاہر ہوتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ خدا کے ساتھ غایت درجہ کی عظمت والا ہے اور انسانی عقلوں کا ادراک اسکی عظمت کے لحاظ سے انتہا درجہ کی پستی میں واقع ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ خدا اور اسکی عظمت سے بہت ہی بڑا ہوا ایسی حقیقت کے دریافت کرنے تک کہ جو انتہا درجہ عالی اور با عظمت ہو اسکی رسائی ہونا ناممکن ہے اور اسکی شریعت نے انکو سمجھا دیا ہے کہ اس خدا کی جانب سے انکو اسقدر اس کی معرفت کی تکلیف دی گئی ہے جہاں تک کہ اسکے آثار قدرت سے پہنچ سکتا ہے۔ اور وہ اس امر کا یقین کر لینا ہے کہ وہ موجود ہے۔ زندہ ہے۔ ذی قدرت ہے۔ صاحب ارادہ ہے اسی طرح تمام ان صفات کے ساتھ موصوف ہے جنکا کہ پیشتر ہم ثبوت سے چکے ہیں اور ان کی نسبت سابق میں ہم سے اور آپ سے گفتگو ہو چکی ہے اور ان کی شریعت نے خدا تعالیٰ کے لئے بعض ایسے صفات کے عقائد کرنے کی بھی تکلیف دی ہے کہ جنکے ثبوت پر کوئی دلیل عقلی قائم ہے۔ اور نہ ان کی نفی پر اسلئے شریعت محمدیہ نے خود وہ صفات انکو ہٹا دیے ہیں پس انہوں نے اس کا اعتقاد کر لیا۔ اور ذات خدا کی حقیقت میں خوض و بحث کرنے سے شریعت نے ان کو منع کر دیا ہے اسلئے کہ وہ اسکے ادراک سے عاجز ہیں اور نیز اس خوف سے کہ کہیں اسکو وہ اپنی عقلوں میں جیسا کہ وہ واقع میں ہے اسکے خلاف نہ خیال کر لیں اور ہر قابل قدرت جہل میں جا پڑیں اور خلاف واقع کا اعتقاد کرنے لگیں چنانچہ بعض پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بحث و تفتیش سے بچانے کو یوں کہا ہے (کہ جو چیز تیرے (یعنی انسانی) دل میں آسکے وہ ضرور ہلاک ہونے والی ہے اور اللہ اس کے خلاف ہے)

پھر سنئے جیسے کہ یہ خدا انتہا درجہ کی عظمت سے کہنے والا ہے اسی طرح اس کے اعمال بھی غایت درجہ کے عظیم ہوتے ہیں اور یہ بات اسی کائنات اور ان عجائب و غرائب میں جو ہمیں اسے جانتے ہیں غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ ان عجائب میں سے قدرے قلیل ہم بھی پیشتر بیان کر چکے ہیں۔ اور ہمیں تو کچھ شک نہیں کہ آپ لوگ اسکی مصنوعات میں سے بکثرت اشتیاق کے سمجھنے اور ان کی حقیقت دریافت کرنے سے عاجز ہیں گو اسکو پہلے بھی ہم نے بیان کیا ہے لیکن یہاں پر کچھ اور بھی بیان کئے جیتے ہیں چنانچہ آپ لوگ اپنی تحقیقات جدیدہ میں یہ کہتے ہیں کہ حرکت کہربانی کی گنجائش منتقل ہوجاتی ہے اور قوت کہربانی حرارت کی جانب اور حرارت روشنی کی جانب۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ تصور کر لینا اور سمجھنا آپ کی وسعت میں ہے کہ اشتیاق مذکورہ بعض بعض گنجائش کیونکر منتقل ہوجاتی ہیں اور پھر ہم کہہ کر کیا آپ کسی عبارت سے جس کو آپ نے سمجھا ہے

بیان کر سکتے ہیں کہ انتقالات کی حقیقت ہم کو بھی معلوم ہو جائے پس تو کسی طرح خیال نہیں کر سکتا کہ ہمیں سے کچھ بھی آپ کی وسعت میں غایت سے غایت آپ یہ کہیں گے کہ یہ انتقالات ذرات مادہ کی حرکات اور اوضاع کے تغیر سے پیدا ہوئے ہیں لیکن اس تغیر کا آغاز کر دینا اور اذہان کا اس کی حقیقت کو دریافت کر لینا پہر پہلے اور دوسرے انتقال میں اسی طرح دوسرے اور تیسرے وغیرہ انتقالات میں فرق بیان کر دینا ذرا کام رکھتا ہے کچھ آسان نہیں ہے۔ اسی طرح بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ اُسکے تصور کرنے اور حقیقت بیان کرنے سے آپ بالکل عاجز ہیں پس جب اُس خدا کی مصنوعات میں بکثرت ایسی چیزیں موجود ہوں کہ جنکی نسبت آپ لوگوں کا بظاہر چوکاڑ تو بظہر ہمیں آپ کو تعجب ہی کیا ہو سکتا ہے اگر آپ اسباب کو تصور نہ کر سکیں کہ اُس خدا نے عالم کو عدم محض سے کیونکر پیدا کر دیا حالانکہ آپ لوگوں کا کسی واقعی شے کو تصور نہ کر سنا اُس شے کے لئے نفسہ معدوم ہونے پر یوں نہیں بن سکتا جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے اور اگر آپ کہیں کہ ہماری عقلیں اس امر کو محال سمجھتی ہیں کہ کوئی شے عدم محض سے وجود میں آجائے یعنی یہ ہماری عقل میں نہیں آتا کہ کوئی شے پہلے تو بالکل نیست و نابود ہو پھر وہ کیونکر سے موجود ہو جائے کیونکہ جتنی چیزیں ہم نے مشاہدہ کیں اُن میں سے کوئی بھی ایسی نہیں دیکھی جو عدم محض سے پیدا ہوگی ہو اور نہ کوئی ہم میں سے کسی شے کو عدم محض سے پیدا کر سکا ایسا وسط ہم اُسکے محال ہونے کا حکم کرتے ہیں تو میں کہوں گا کہ آپ لوگوں کے کسی شے کو عدم محض سے پیدا ہوتے ہوئے مشاہدہ نہ کرنے سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ محال ہو اسی طرح آپ لوگوں میں سے اگر کسی کو عدم محض سے کسی شے کے پیدا کرنے پر قدرت نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ خدا بھی اس کی قدرت نہ رکھتا ہو پس آپ لوگوں کا اس امر کے محال ہونے کی نسبت حکم لگانا بھی قیاس تمثیل ہی پر مبنی ہے جو کہ قطعیاً نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات سخت غلطی میں ڈال دیا کرتا ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے۔ اور آپ لوگوں نے تو خدا کی قدرت کو اپنی قدرت پر خدا کے علم کو اپنے علم پر خدا کے اعمال کو اپنے اعمال پر قیاس کر لیا ہے۔ اس قیاس کا ضعیف ہونا تو حذر با یہ تو دیکھ لیجئے کہ مقیس اور مقیس علیہ میں کیسا ظاہر فرق پایا جاتا ہے۔

پہلا کہاں آپ لوگ اور کہاں وہ خدا نے تمام کائنات کو اس استحکام کے ساتھ بنایا ہے اس فرق کا کچھ نہ کہنا ہے اگر کچھ انصاف ہو تو زمین و آسمان کا فرق صاف صاف نظر آتا ہے۔ آپ لوگوں کی کیا بات ہے آپ لوگ باوجودیکہ علم کیا میں بڑے فضل و کمال کی لگتے ہیں لیکن آج تک آپ کو یہ قدرت نہ ہوئی کہ عناصر کی تخلیق کر لیتے۔ یا کسی جسم کو ترکیب دیکر جاندار بنا لیتے جہیں کہ زندگی کے تمام خواص پائے جاتے اور جانداروں کی سی اُس کی صورت ہوتی زبان دونوں بسیط امروں کے بنائے سے آپ لوگوں کا عاجز رہنا اسی طرح اور خداوندی اعمال میں سے بکثرت اعمال پر آپ کا قدرت نہ رکھنا ایسا امر ہے جس کی دلیل بیان کرنے میں کلام کو طوالت دینے کی حاجت نہیں تو کیا اسے بعد بھی آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ آپ اپنے نفسوں کو اُس خدا کے قاصر کی ذات پاک پر اور اپنے اعمال کو اُس کے اعمال پر قیاس کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ علاوہ میں اگر آپ خود سے کام لیں اور اپنے اعمال کو صواب تو آپ لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ جو اعمال آپ کرتے ہیں اُن میں بھی آپ کا حقیقی فعل نہیں پایا جاتا چنانچہ آپ مثلاً فلاں معدن کی جو شے عناصر کی تھیل کر کے ہیں یا فلاں مرکب کو دو یا زیادہ عناصر سے ترکیب دیتے ہیں تو اسکو دیکھیں۔ آپ کو بابت ظاہر ہو جائیگی کہ آپ نے تخلیق یا ترکیب میں انہیں اسباب سے کام لیا جو خدا کے پیدا کردہ ہیں۔ اور انہیں کو جاری کر دیا جن پر

مہ یعنی ہر عنصر کی تخلیق کر کے مکے ذرات بسیط نکال لیتے مثلاً آئینہ کو تخلیق کر کے اُسکے ذرات بسیط نکال لیتے ۱۲

کرکپ کا اطلاع حاصل ہوگئی کہ فلاں چیز کے لئے فلاں شے سبب ہے مثلاً ایک شے کو دوسرے میں ملا دینا یا گرم کرنا یا بجھا دینا وغیرہ یہاں تک کہ اس طرح پر تحلیل یا ترکیب حاصل ہوگئی۔ باقی رہی عناصر کے متغیر ہوجانے کی حقیقت اور یہ کہ کیونکر ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں یا ذرات مادہ کے خاص طور پر ملجانے کی کیا حقیقت ہے کہ جس سے شے مطلوب حاصل ہوتی ہے واقعی بات تو یہ ہے کہ آپ لوگ ان سب باتوں کو پورے طور پر تصور کرنے سے عاجز ہیں اور نہ ان کا صاف صاف بیان ہی کر سکتے ہیں چہ جائیکہ آپ ان سب کے عمل کر سنے پر بھی قادر ہوں اور یہ کہ سکس کہ دوسرے عناصر کے ذرات بسیطہ سے ہر عنصر کے ذرات بسیطہ کو تحلیل کر کے بالکل جدا کر لیں یا ہر عنصر کے ذرات بسیطہ کو دوسرے کے ذرات بسیطہ کے ساتھ خاص اوضاع پر کہ جو لازمی ہیں ملا کر ترکیب دے لیں۔ اور اس سے آپ لوگوں کا صنعت اور عمل میں بھی مجھ نظر ہو گیا جیسے کہ اوراک اور صنعت میں ظاہر ہو چکا پس اسے عقلیہ کیا اس کے بعد بھی اس خدا کے اعمال کو اپنے اعمال پر اور اس کی قدرت کو اپنی قدرت پر قیاس کرنے کی ڈینگ مارنے رہو گے اور بھی حکم لگائے جاو گے کہ جب تم کسی شے کو عدم محض سے پیدا نہ کر سکتے تو وہ خدا کے قادر بھی اس سے عاجز رہے گا۔ آپ لوگوں کی غلط فہمی سے خدا کی پناہ باوجودیکہ علم اور عمل دونوں میں آپ کا مجھ نظر ہو چکا پھر بھی آپ دہو کے میں پڑے ہوئے ہیں اور اپنی زبردستی سے باز نہیں آتے اگر دنیا میں انصاف بھی کوئی چیز ہے تو آپ لوگوں کو تو لازمی طور پر وہ طرز و روش بتا کر نا چاہئے جس پر کہ بیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے ہیں کیونکہ یہ طریق بالکل سیدھا۔ بے انصافی سے خالی اور سراسر انصاف پر مبنی ہے اس طرز کے اختیار کرنے میں انہوں نے دور اندیشی بیدار مغزی اور انتہا درجہ کی احتیاط سے کام لیا ہے اور جو اس کی یہ ہے کہ ان کے نزدیک خدا کے عالم کے وجود پر اس کی قدرت کے عجیب و غریب اور با عظمت آثار کے مشاہدہ کرنے سے قطعی دلیل قائم ہو چکی۔ اور آپر بحث و تدقیق سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ اس خدا کے پاک کی عظمت کے مقابلہ میں ان کے قوائے اور اکیہ بالکل قاصر ہیں اسوجہ سے انکی حقیقت کا سمجھنا اور تصور کر لینا ان کے اسکان سے باہر ہے اور اس سے وہ سراسر عاجز ہیں اور اس عاجز رہنے سے خدا کا وجود جو آثار قدرت کی دلالت سے ان کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے منہی نہیں ہو سکتا اور نہ یہ خدا کے وجود پر جو قطعی دلیل سے ثابت ہو چکا ہے ایمان لے آنے کے منافی نہیں ہو سکتا ہے۔

پھر ان کے نزدیک دلائل سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ عالم پہلے بالکل نیست تھا اور اس کے بعد حادث ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ عدم سے اسکو حادث کرنے کے لئے کسی نہ کسی محدث کا ہونا لازمی ہے اور کسی کو وہ خدا کہتے ہیں لیکن وہ اس اعتبار اور پیدا کرنے کی کیفیت کے تصور کرنے سے عاجز ہیں اور اس عاجز رہنے سے اسکا محال ہونا لازم نہیں آتا اور نہ یہ عاجز رہنا عالم کے اسی طور پر پیدا ہونے کے یقین کے منافی ہے کہ جو قطعی دلیل سے ان کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے۔

پس اس موقع سے آپ لوگوں میں سے بعض کا وہ قول بھی ساقط ہو گیا کہ جو ایسے موقع پر وہ کہا کرتے ہیں جبکہ بیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہایے خدا کے وجود کا اعتقاد کرنا ذکر کیا جاتا ہے کہ جو نہ جسم ہے اور نہ اس کے لئے اجسام کے صفات ہی ثابت ہیں اور نیز یہ اعتقاد کہ اس خدا نے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اور وہ قول یہ ہے (کہ صاحب اس اعتقاد میں تو بہت ہی قوی ایمان کی ضرورت ہے ہمیں علم کو کوئی بھی دخل نہیں)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کے کہنے والوں نے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ ایمان کسی شے کے محض سیدھے سادے طور پر

یقین کر لینے اور بلا کسی قطعی دلیل کے اندہ ہند کسی بات کے مان لینے کا نام ہے اور ان ہولے بہالے عقلمندوں کو یہ پتہ نہ لگا کہ شریعت محمدیہ میں ایمان جب تک کہ کسی قطعی دلیل سے نہ ہو کامل ہو ہی نہیں سکتا اور اس شریعت میں ایمان کامل کے یہ سبب ہیں کہ قطعی دلیل کے ذریعہ سے ان ساری چیزوں کا یقینی علم حاصل ہو چکی نسبت یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور اس کے ساتھ ہی شریعت کا اپنے آپ کو مطیع اور متقاد بھی بنا دیا جائے پس ان لوگوں کا خدا کے عالم کے وجود کے ساتھ اور اس بات کے ساتھ کہ اُسے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اسی قسم کا ایمان ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے لیکن وہ ذات خداوندی کی حقیقت اور نیراس امر کے اور اک سے کہ اُسے عدم محض سے عالم کو کیونکر پیدا کیا عجز کا اقرار کرتے ہیں اور کسی شے کی حقیقت کے تصور کرنے سے عاجز رہنا جس کے نفس الامری وجود پر دلیل قائم ہو چکی ہے اُس شے کے وجود کے اعتقاد حازم کے منافی نہیں ہو سکتا پس ان بعض لوگوں کا کیسا پھر خیال ہے۔ جتنی بات کہ بیان کرنے میں انہوں نے کیسی اپنی جہالت ظاہر کی ہے اور علم اور ایمان کے درمیان فرق کرنے میں کیسی غلطی کرائی ہے یہ نہ سمجھ سکے کہ علم کی تمام انواع میں سے سب سے کامل نوع کو ایمان کہتے ہیں۔ ناواقفی بھی کیا بُری چیز ہے۔ خدا اس ناواقفی اور جہل کا مستیاس کرے۔

اور سنئے کہ پھر یہ ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مصنوعات خداوندی میں طرح طرح کے اسرار اور ایک سے ایک بڑے بڑے حکمتیں مشاہدہ کیں اور رازِ راز جو حکمتیں برسوں تک انہیں مخفی رہی تھیں یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتی رہیں اس سے اُن کے نزدیک یہ بات اور بھی پابینِ ثبوت کو پہنچ گئی کہ یہ خدا کے پاک بہت ہی بڑی حکمت والا ہے لوگوں کی عقلیں اُس کی حکمتوں کو ہرگز حاوی نہیں ہو سکتیں اس کے بعد کائنات میں سے جب انہوں نے کسی شے کو مشاہدہ کیا کہ جسکی حکمت انکو ظاہر نہ ہوئی تو انہوں نے اُس کی نسبت یہ اعتقاد نہیں کیا کہ وہ شے محض عبث اور بلا کسی حکمت کے پائی گئی بلکہ یہی کہنے لگے کہ اسکا پیدا کرنے والا حکمت والا ہے اس دلیل سے کہ ہم نے اُس کی کائنات میں اتنی حکمتیں مشاہدہ کیں ہیں کہ جنکا شمار نہیں ہو سکتا اور ان میں سے بہت سی ایسی حکمتیں ہیں کہ جو ہم پر بدتوں تک مخفی رہیں اور ہر اُس کے بعد ظاہر ہوں پس اس شے کی نسبت یہی حکمت ہمارے نزدیک بھی ظاہر نہیں ہوتی ہے ہمیں یہی کہنا چاہیے کہ ضرور اس میں کوئی حکمت ہے جو ہم پر مخفی رہ گئی ہے نہ یہ کہ وہ شے بلا کسی حکمت کے پائی گئی اور سہارہ میں جس امر سے کہ ہماری عقلوں کی نشانیں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ خالق نہایت ہی عظمت والا ہے چنانچہ ہم اُس کے صفات اسرار اور حکمتوں کی عظمت اُسکی خلق میں دیکھتے ہی ہیں۔ اور انسانی عقلوں میں کتنی ہی وسعت کیوں نہ ہو جائے لیکن وہ اُس کی نسبت نہایت ہی حقیر ہیں اور اُسکی عظمت پر قیاس کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسانی اور اک کی اُس کے مقابل میں کوئی ہستی نہیں پس اسے اہل سائنس آپ لوگوں کے حق میں امرِ صواب یہی ہے کہ آپ بھی اسی سربا پانصافانہ طریق پر جس پر کہ پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم چلتے ہیں چلنا اختیار کریں پس آپ لوگوں کی عقلیں اُن سب سے شمار حکمتوں کی وجہ سے کہ جو آپ کے نزدیک ظاہر ہو چکی ہیں اور نیران کی وجہ سے کہ جو برسوں تک آپ لوگوں پر مخفی رہنے کے بعد وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہیں گی اس بات کو مان لیں گی کہ تمام کائنات حکمت پر مبنی ہے اور کوئی شے ہی حکمت سے خالی نہیں۔



اور ہمیں سے آپ لوگ یہاں تک پہنچ جائیں گے اور سمجھ لیں گے کہ عالم کے لئے ضرور کوئی ذی حکمت صانع ہے اور عالم میں کوئی شے اندھا دھن ضرورت کی وجہ سے بلا ارادہ موجود نہیں ہوتی۔ اور جب آپ کسی ایسی چیز کو دیکھیں گے کہ جس کی حکمت آپ کو ظاہر نہ ہو تو بچائے اسکے کہ آپ اسکو تمام کائنات کی بلا حکمت اور بغیر کسی ارادہ کے پیدا ہونے کی دلیل ٹھہرائیں اور اسکو خالق عالم کے وجود سے انکار کرنے کا ذریعہ بنانے کے چلے ہوں آپ یہ کہیں گے کہ اتنی بے شمار حکمتیں جو ہم کو ظاہر ہو چکی ہیں ان پر قیاس کر کے ہم کو کبھی حکم لگانا چاہئے کہ اس شے میں بھی ضرور کوئی حکمت ہے کہ جو ہم سے مخفی رہ گئی۔ اور بارہ میں جو شے آپ لوگوں کی عقلوں کو تسکین بخش سکتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ اس خدا کی عظمت اور کائنات میں جو اسکے بڑے بڑے اعمال ہیں ان کی عظمت کا تصور کریں اور ان بے شمار حکمتوں کے علوقہ کو دیکھیں کہ جن پر آپ کو اطلاع حاصل ہو چکی ہے اسکے بعد یہ بھی بخاطر کہیں کہ انسانی عقلیں خدائے تعالیٰ کے اسکے اعمال اور حکمتوں کے اعتبار سے نہایت ہی قاصر ہیں اور ان کا ادراک اسکے مقابل میں کسی شمار میں نہیں اور نہ کچھ ہستی رکھتا ہے۔

اب بعد اسکے کہ میں آپ لوگوں کے ان تینوں شبہوں کو باطل کر چکا ہوں چاہتا ہوں کہ ایک مثال ذکر کروں جس سے کہ ان شبہوں کی طرف ذہن منتقل ہونے میں چوٹ کود ہو کا ہو گیا ہے وہ بھی ظاہر ہو جائے۔

پس آئیے اہل سائنس میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ذرا تکلیف فرما کر ان کیٹروں میں جو کہ بذریعہ مانی کراسکوب (میکرو) پانی کے ایک ذرے قطرہ میں ہزاروں اور لاکھوں ہی لفظ کرتے ہیں غور کریں کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ یہ کیڑے باوجود کہ ان کی اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے جتنی ذرا دراک کی ضرورت پڑ سکتی ہے حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی حقیقت کا تصور کر سکتے ہیں؟ اور کیا اس ساری تفصیل کو سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کے اعضا کیسے ہوتے ہیں انکے کیا افعال ہیں۔ اسکے سننے۔ دیکھنے۔ چمکنے۔ اور چھو کر دریافت کرنے کی کیا کیفیت ہے۔ وہ خدا کیونکر حاصل کرتا ہے اسکے اعضا غذا کیا کیا افعال کیا کرتے ہیں اور ان خون کیونکر انجام پاتا ہے۔ اسکے خیالات اور اوراکات کے بارہ میں دماغ سے کیا افعال سرزد ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ کیڑے کیا انسانی مصنوعات اور اعمال کو جان سکتے ہیں۔ یعنی یہ کہ وہانی کلیں کن حمول پرنتی ہیں کیونکر اپنا کام انجام دیتی ہیں مختلف قسم کے کیڑے انسان کی طرح بنا کر تلبہ اسکی استعمار خورد و نوش اور ادویہ کیسی ہوتی ہیں۔ اسی طرح اسکی تالیفات اور مطبوعات میں کیا ہے ٹیلیگراف۔ فونوگراف۔ ٹیلیفون۔ فونوگراف وغیرہ کے آلات کس قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ اسنے آنکھ کیونکر ایجاد کیا کس چیز سے بنایا۔ کوسے اور باقی معدنیات کو اسنے زمین کے اندر سے کیسے نکال لیا اور اس سے ایسے عجیب و غریب آلات کیونکر بنائے اور یہ کہ انسان کے بنائے ہوئے آلات اور گلوں کے ہر ہر پرزے میں کیا حکمت مد نظر رکھی گئی ہے اور وہ اسی طرح کیوں بنایا گیا مثلاً جب یہ کیڑے ٹیلیگراف کی بیروں کو دیکھیں جن پر کہ تار لگا ہوا ہے تو کیا اب وہ اس کی حکمت کے جان لینے پر قادر ہوتے ہیں اور اسپر کہ وہ اسی طرح کیوں لگایا گیا ہے اور وہ ٹیلیگراف کی اور دوسری گلوں کو سمجھ سکتے ہیں جس حالت میں کہ انہوں نے سوائے ان بیروں اور کوسے کے تاروں کے جو آپرنگے ہوئے ہیں اور کچھ نہیں دیکھا۔ پس جب فرض کر لیا جائے کہ انسان کے اعمال عظیمہ پر آنکھ اطلاع ہو گئی اور یہ کہ اس سے انہوں نے انسان کے وجود اور اس کی عظمت پر استدلال کر لیا اور اس کے بکثرت اعمال اور اسکے عمل کرنے کی کیفیت ان پر مخفی رہی اور یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ انہوں نے اسکی مصنوعات کی

نہایت  
عظمت  
کے مقابلہ  
میں انسان کا  
خیال چھو  
جاسے خیال  
میں خور و  
پانی سے  
نظر نہ  
ہو سکے نہ



بہت سی حکمتیں بھی دریافت کر میں اور اس سے انہوں نے اسباب پر استدلال کر لیا کہ وہ نہایت کامل حکمت والا ہے۔ پس کیا ان کیرٹوں میں سے ہر ایک کو یہ کہنا ضروری نہ ہو گا کہ میں اسے سے اور اک کو لے کر جسکا کہ انسان اور اس کے اعمال کی عظمت اور اسکی حکمت کی وسعت کے مقابل میں کر کرنا بھی نامناسب ہے اس کی حقیقت کے اور اک کر لینے کا دعوے کر سکتا ہوں مجھے اسکی حقیقت کے دریافت کرنے سے سراسر عجز کا اقرار ہے۔ غایت سے غایت مجھے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ میں اس کے وجود اسکی قدرت اس کی حکمت کا یقین کروں اسلئے کہ میں نے اس کے اعمال مشاہدہ کئے ہیں اور اسکی مصنوعات کے بنانے کی جو کیفیت ہو اس کے ایک بہت بڑے حصہ کے سمجھنے سے اپنے عجز کا اقرار کروں اور محض اسوجہ سے کہ میری عاجز فکر اس کا تذکرہ نہ کر سکی اس کے وجود سے انکار نہ کروں۔ اور جب میں اس کی مصنوعات میں سے کسی ایسی شے کا مشاہدہ کروں جس کی حکمت مجھے ظاہر نہ ہو تو میرے اوپر یہ بات لازم ہے کہ اسکی حکمت دریافت کرنے سے اپنے عاجز رہنے کا اقرار کروں کیونکہ اس کے اعمال کی کثرت حکمتوں سے اسکا ذی حکمت ہونا ثابت ہو چکا ہے اسلئے میں یہ کہتا ہوں کہ ضرور ہمیں کوئی حکمت ہے لیکن وہ میری فہم قاصر پر مخفی گئی ہے پس یہ کیسے جب مثلاً ٹیلیگراف کی بلیوں کو دیکھیں گے اور نیز یہ کہ اس کے اوپر تار لگے ہوئے ہیں تو وہ یہ نہ کہیں گے کہ یہ سب سہتوں میں بغیر کسی حکمت اور فائدے کے بارش اور آفتاب کی گرمی سے تلف ہو جانے کے لئے لگے ہیں بلکہ کہیں گے کہ ضرور ان میں کوئی حکمت مد نظر رکھی گئی ہو گی اگرچہ وہ ہم پر مخفی ہے۔

پس اسے اصل سائنس آپ لوگوں کے علوم اور ادراکات اس خدا کی عظمت اس کے اعمال کی عظمت اور اس کے علم اور حکمت کی وسعت کے سامنے ایسے ہی ہیں جیسے کہ ان مائکروسکوپ کی کیرٹوں کے ادراکات کو انسانی عظمت کے ساتھ اور نیز اس کے اعمال میں جو قدرت علم اور حکمت پائی جاتی ہے اس کے ساتھ نسبت ہے بلکہ انصاف تو یہ ہے کہ اس سے بھی کہیں زیادہ تفاوت پایا جاتا ہے انسانی ادراک کی خداوندی عظمت کے سامنے کوئی ہستی ہی نہیں جب یہ حالت ہو تو آپ لوگوں کا اپنے آپ کو نہایت عظیم خیال کرنا اور اپنے معلومات اور معارف کی کثرت پر ناز کرنا کیا حقیقت رکھ سکتا ہے۔

میں اپنے خیال میں آپ لوگوں کو اسلامی گردہ میں سے ایک گمراہ اور متدع فرقہ (معتزلہ) کے بالکل مشابہ پاتا ہوں انہوں نے خدائے تعالیٰ کے سامنے بھی اپنے آپ کو بہت کچھ عظیم سمجھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خدا پر بھی اس کے خلق کے بارہ میں اپنی جانب سے طرح طرح کی شرطیں لگانے لگے اور اس پر بھی مختلف احکام کی تھمیل کو واجب ٹھہرانے لگے۔ چنانچہ وہ اسباب کے قائل ہو گئے کہ انسان کے حق میں جو امر بہتر ہو خدا کے ذمہ اسکا کرنا واجب ہے اور اس سے وہ بالکل غافل رہے کہ خدا کے سامنے وہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ مائکروسکوپ کی کیرٹے انسان کے سامنے بلکہ اس سے بھی انتہا درجہ حقیر اور ذلیل ہیں۔ اس امر سے بھی انہوں نے غفلت کی کہ خدا کے پاک وہی ہے جسے کہ انہیں عدم سے پیدا کیا ہے وہ انکا اور ان کی جانوں کا علم لاطلا مالک ہے اور وہ فاعل مختار ہے اپنی ملکوت چیز میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے وہ اپنی ملکوت میں کیسا ہی کیوں نہ تصرف کئے لیکن اس کی طرف ظلم کی ہرگز نسبت نہیں ہو سکتی۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی بہت ہی بڑا بادشاہ پانی میں سے جسکا کہ وہ مالک ہو ایک قطرہ نیلے حالانکہ اس میں ان مائکروسکوپ کی کیرٹوں میں سے ہزاروں ہی موجود ہوں اور پھر وہ اسے آگ میں ڈال دے

جس سے کہ وہ قطرہ اور سارے کیڑے جو کہ ایک قطرہ میں بسا اوقات لتنے ہوتے ہیں جتنے کہ تمام روئے زمین پر آدمی آباد ہو سب کے سب بالکل نیست و نابود اور ہلاک ہو جائیں تو کیا اس موقع پر کسیکے دل میں یہ بات گزر سکتی ہے کہ اس بادشاہ نے کسی امر ممنوع کا ارتکاب کیا اور اپنے اس فعل سے ان بچارے حیوانات پر ظلم کیا اور کیا کوئی اس بادشاہ سے اس بارہ میں مناہت کر سکتا ہے حالانکہ وہ بادشاہ اس قطرہ کا اور نیز ان تمام جانداروں کی جو کہ اس قطرہ میں تھے مالک تھا۔ میرے نزدیک تو اس بارہ میں بادشاہ سے سوائے اُس شخص کے جو کہ جسطی اور ایسے امور سے ناحق تعرض کرنے کا عادی ہو چمیں کہ اُس کا کوئی بھی ساتھ نہ دے اور کوئی مناہت نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اس خدا نے محض اپنی رحمت اور فضل سے اپنی تمام مخلوق کو بیشمار نعمتیں دے کر نالا مال کر دیا ہے لیکن خدا کا یہ نعمتیں دینا بطور وجوب کے نہیں ہے بلکہ محض اُنکی مہربانی اور احسان ہے یہاں تک کہ اگر وہ نعمتیں نہ دیتا اور بجائے اسکے طرح کی مصیبتیں اپنے مسلط کر دیتا تو یہ فعل بھی اُس کی جانب سے مستحسن ہی شمار ہوتا اسلئے کہ وہ اپنے ملک میں تصرف کرتا اُس سے مناہت کرنے کا کسیکو حق نہیں جو چاہے سو کرے اور جو اس کا ارادہ ہو وہ حکم کرے۔

پس لے اہل سائنس بعد اسکے کہ حق آپ پر ظاہر ہو گیا اور آپ کے واسطی تباہی شیعہ ساقط ہو گئے تو آپ کو چاہئے کہ جب آپ کے نفوس آپسے خدا کی حقیقت دریافت کرنے کے لئے مناہت کریں آپ اُنسے کہہ دیجئے کہ ہماری انسانی عقلیں اس امر سے بالکل قاصر ہیں بلکہ اُسکی اُسی قدر معرفت کافی ہے جس پر کہ اُسکے آثار قدرت دلالت کرتے ہیں یعنی یہ کہ وہ موجود ہے اور نیز تمام ان صفات کے ساتھ موصوف ہے جو کہ اُسکے آثار قدرت سے معلوم ہوتی ہیں اسی طرح جب آپ کے نفوس اس بات کو دریافت کرنا چاہیں کہ اُسے عالم کو عدم سے کیسے پیدا کر دیا تو آپ اُنسے کہہ دیجئے کہ ہم نے خدا کے تمام اعمال کو تو جانا نہیں اور نہ یہ کہ وہ ان اعمال کو کیونکر کرتا ہے تو جہاں اور بہت سی چیزوں کو ہم نہیں سمجھ سکے وہاں یہ بھی سی اور ہم لوگوں کا جسکو تصور نہ کر سکتا اسکا مقضی نہیں ہے کہ ہم اسکا انکار کریں۔ اور جب آپ کے سامنے کوئی ایسی چیز آئے کہ جس کی حکمت آپ نہ سمجھ سکیں تو آپ کو یہ کہہ دینا چاہئے کہ عالم کا بنانے والا حکیم ہے کیونکہ اُس کی مصنوعات میں بکثرت حکمتیں ہم دیکھ چکے ہیں پس اگر اس شے کی حکمت کو ہم نہیں سمجھ سکے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم کو بھی حکمت ہی نہ پائی جاتی ہو کیونکہ ہمارا نہ سمجھ سکتا حکمت کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے یہی لازم آتا ہے کہ ہم عالم میں حکمتوں کے پائے جانے سے ایک سرے سے انکار کریں اور اندھا دھند ضرورت کو مان لیں کہ اُنی سے سب چیزیں ہوجاتی ہیں۔ خدا ہم کو اور آپ کو ایسے طریق کی رہنمائی دے جس سے آخرت میں نجات ملے۔ آمین۔

لے اہل سائنس یہاں تک تو میں نے آپ کے ساتھ عالم اور اُس کے تمام تنوعات کے حدوث ثابت کرنے میں گفتگو کی اور اس پر دلائل قائم کئے کہ کوئی خدا بھی ہے کہ جس نے عالم کو عدم سے ایجاد کیا اور یہ کہ وہ تمام اُن صفات کے ساتھ جو انکی ذات کے شایاں ہیں موصوف ہے اور نیز آپ کے بہت ہی مشہور شیعہوں کا جواب دیا اب آپ کے بیان کردہ مذہب میں سے چند چیزوں میں اور گفتگو باقی ہے اور وہ گفتگو چارہم مسئلوں پر مشتمل ہوگی۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عالم میں سے خواہ سداوی ہوں یا ارضی تمام اشیاء کے حادث ہونے کا طریقہ نشو و نما ہے یعنی پہلے

مذہب سائنس کی روشنی میں  
دن کے منتظر ہو جائیں  
تو وہ عالم کو پیدا کرنے  
کی کیفیت بتائیں  
کہ مطلق ساقط  
ہو جائے اور نہ  
بعض عالم میں  
دن کے منتظر ہو جائیں  
تو وہ عالم کو پیدا کرنے  
کی کیفیت بتائیں  
کہ مطلق ساقط  
ہو جائے اور نہ  
بعض عالم میں





رسالت ثابت ہوئی ہے کیونکہ اگر عقل نہ ہوتی تو ہم اس رسول کے دھوسے رسالت میں صادق ہونے پر کھنڈ لال نہ کر سکتے۔ پس جب یہ اصل ہی ہندم ہو جائیگی تو فرج کا بھی لامحالہ ہندم ہو جائیگا۔ پس عقلی دلائل کو چھوڑ دینا عقلی دلائل کو بالکل برہم کرنا ہے اور یہ خلاف مقصود اس کے ہر نص ظاہر المعنی کا بلکہ کوئی قطعی عقلی دلیل اس کے منافی نہیں ہو سکتی۔ پس اس میں تاویل کی جائیگی اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ لکھتہ قاعدہ ہے (ایسا ہی کثرت اسلامی کتب میں موجود ہے جیسے کہ تفسیر رازی میں آیت لا یكلف الله نفساً الا و سہا کی تفسیر میں مذکور ہے اسی طرح متعاصدا و روحہ میں بھی ہے)

مثلاً قرآن مجید میں سکندر زوالقرنین کے قصہ میں واقع ہوا ہے حتیٰ اذا بلغ مغرب الشمس وجد ما تعرب فیہ میں چشمہ یعنی یہاں تک کہ جب (سکندر زوالقرنین) آفتاب کے غروب ہونے کے مقام پر پہنچا تو اسے ایک دلہنہ چشمہ میں ڈوبنا پایا۔ پس اس نص متواتر کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ آفتاب زمین کے چشموں میں سے کسی چشمہ ڈوبا کرتا ہے پس اگر عقلی قطعی دلیل اس ظاہری معنی کے خلاف اور ناقض نہ قائم ہوتی تو شریعت محمدیہ میں ہی متبادر اور ظاہری معنی کا اعتقاد کرنا ضروری ہوتا اور اس کی تاویل جائز نہ ہوتی اور اسوقت یہ کہا جاتا کہ ایک سچے شخص کی خبر نہ لینے کے لئے ظاہری معنی سے اسباب پر دلالت کی کہ آفتاب زمین کے چشموں سے کسی چشمہ میں غروب ہوا کرتا ہے اسکا اعتقاد کرنا ضروری ہے لیکن چونکہ عقلی قطعی دلیل اسباب پر قائم ہو چکی ہے کہ آفتاب زمین سے بہت بڑا ہے اور بڑے جسم کا چھوٹے جسم میں سما جانا باوجودیکہ وہ دونوں اپنی مقدار ہی پر باقی بھی رہیں محال ہے اور علاوہ اسکے اسباب پر بھی عقلی قطعی دلیل قائم ہو چکی ہے کہ آفتاب خود زمین ہی میں نہیں ڈوبتا پس اسوقت اس نص کی احتمالی طور پر تاویل کرنا اور اسکا اس کے ظاہری معنی سے پھیر دینا واجب ہے یوں تو اندہ ہی اپنی مراد کو خوب جانتا ہے لیکن مثالیوں کہا جائیگا کہ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ مطلب ہو کہ زوالقرنین جب مغرب کے شہروں میں سے اس مقام پر پہنچا تو اسے دیکھنے میں ایسا معلوم ہوا جیسے آفتاب ایک دلہنہ چشمہ میں غروب ہو رہا ہے کیونکہ جو شخص کسی بلاد کے سواہل پر آفتاب کی جانب نظر کرے گا تو اس کے خیال میں ہی آئیگا کہ آفتاب مغربی سمندر میں جواں بلاد کو گھیرے ہوئے ہے ڈوب رہا ہے اور اس سمندر میں سیاہ رنگ کی کچڑ اور تاریکی بھی کثرت پائی جاتی ہے اور وہاں گرمی بھی بہت ہے اور یہ اس جانب اشارہ ہے کہ زمین کے مغربی کنارے کو سیاہ سمندر گھیرے ہوئے ہے خواہ ہم اسکو مغربی افریقہ کا کنارہ کہیں یا مغربی امریکہ کا اور یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ آفتاب حقیقتہً زمین کے چشموں میں سے کسی چشمہ میں غروب ہوتا ہے (یہ تاویل تفسیر رازی، جلالین، اور تفسیر کواش سے اخذ ہے جیسا کہ اسکو شیخ مرعی البھنبلی نے کتاب عجائب الخلق و احوال میں نقل کیا ہے اور بعض اہل قصص نے جو یہ کہہ دیا ہے کہ آفتاب حقیقتہً چشمہ ہی میں غروب ہوتا ہے یہ بالکل بے ٹہرگانے بات ہے اور اعلیٰ معنی کے بالکل خلاف۔ اور خدا کا کلام ایسی باتوں سے بالکل برسر ہے پس سوائے تاویل کی طرف رجوع کرنے کے اور کوئی صورت باقی نہیں ہے ایسا ہی تفسیر رازی میں ہے)

اور اس طرح ہر تو لوگ بول چال میں کہتا ہی کرتے ہیں کہ میں نے فلاں مقام پر آفتاب کو دریا میں ڈوبتے ہوئے پایا اور فلاں مقام پر آفتاب کو پہاڑ کے نیچے یا فلاں داوی میں ڈوبتے ہوئے دیکھا تا لاکہ قائل کا یہ ہرگز اعتقاد نہیں ہوتا کہ ان مواقع مذکورہ میں سے کسی میں بھی آفتاب ڈوبتا ہو بلکہ مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے میں جیسا معلوم ہوتا ہے اسیکو

فصل فی اثبات خبر  
مغرب جہا  
قصرانی مدینہ  
کی تاویل کی جائیگی  
کہ اسکا ظاہری  
معنی عقلی قطعی  
کے خلاف ہے



بیان کر دیا جائے۔

لیکن جب کوئی عقلی فیصلہ قطعی یعنی قطعی دلیل شریعت کی کسی نص کے متنازعہ معنی کے مناقض واقع ہو تو اس نص کی تاویل کرنا اور اسکو متنازعہ معنی کے علاوہ کسی دوسرے معنی کی طرف راہ کی دنیا ہرگز جائز نہیں بلکہ اسکا ظاہری معنی کا اعتقاد کرنا اور اسکو اپنی حالت ہی پر مبنی رکھنا ضروری ہے کیونکہ وہ پہل خود ضعیف ہے اس کی وجہ سے ہم کو کوئی وجہ مجبوری کی نہیں ہے اور یہ امر تو قطعی ہے کہ قطعی دلیل عقلی وہی ہو سکتی ہے جو پہلے مدلول پر لفظی طور پر دلالت کرے اور ہمیں اپنے مدلول کی نقیض کا احتمال بھی نہ ہو۔ اور قطعی دلیل عقلی اس سے کہتے ہیں جو اپنے مدلول پر رجحان کے ساتھ دال ہو اور ہمیں مدلول کی نقیض کا بھی احتمال پایا جاتا ہو اگرچہ وہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو پس وہ اسی احتمال کے باعث سے یقینی کے درجہ سے گھٹ جاتی ہے اور اسلامی اعتقادات میں اس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا اسی لئے قطعی دلیل شریعت کی کسی متواتر یا مشہور نص کے ظاہری معنی کے معارض بھی نہیں ٹھہر سکتی اور نہ اس دلیل قطعی کی وجہ سے نص کو اس کے ظاہری معنی سے پھیرنا ہی جائز ہے۔

پھر شریعت محمدیہ میں بعض ایسی نص بھی موجود ہیں جنکے لئے وہ شرایط جسے کہ وہ متواتر یا مشہور کے درجہ کو پہنچ جائیں کمال طور پر نہیں پائی جاتیں اسلئے انکے وارد ہونے کا ثبوت یقینی نہیں ہے اور اس قسم کا نام آحاد ہے یہ بھی متعین المعنی اور ظاہر المعنی کی طرف منقسم ہوتی ہے اور اسلامی شریعت میں اس کا یہ حکم ہے کہ شرعی اعمال میں اس پر جو اعتقاد کر لیا جائے کیونکہ اعمال کے حق میں فقط ظن کافی ہو سکتا ہے لیکن اسلامی مقدمات کے بارے میں اس پر استقلال و اعتقاد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کے وارد ہونے کا ثبوت قطعی ہے یقینی تو ہے ہی نہیں اسلئے اس کے شریعت میں وارد ہونے یا اس کے معنی کا منکر کافر نہیں سمجھا جاتا۔ (چنانچہ اصول کی کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے لیکن ہاں آحاد کو جب قابل اعتقاد اشخاص نقل کریں اور محدثین نے عبادات کے بارے میں ان پر اعتقاد کر لیا ہو تو پھر جب تک کہ کوئی قطعی دلیل عقلی اس کے معارض نہ ہو اسکا انکار کرنا ہرگز جائز نہیں تاکہ کہیں اس طرح پر متواتر اور مشہور کے انکار کرنے تک نوبت نہ پہنچ جائے خدا پناہ میں رکھے)

ہاں جب خبر آحاد کے ساتھ بھی ایسے ہی امور پائے جائیں جنہیں اس کی تقویت ہو جائے اور یقینی علم اس سے حاصل ہو تو اسوقت البتہ اسلامی مقدمات میں بھی اس پر اعتقاد کیا جاسکتا ہے جیسے کہ اعتقادات کے بارے میں متواتر اور مشہور پر اعتقاد کیا جاتا تھا۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ شریعت محمدیہ بلکہ تمام شریعتوں کا مقصود نیسے امور کا بیان کرنا ہرگز نہیں جسے کہ خلق خدا کی معرفت کجائے ہدایت ہو۔ اس کے موجود ہونے اس کے صفات کمال کے ساتھ متصف ہونے کا اعتقاد حاصل ہو۔ اس کی عبادت کرنے کا طریق معلوم ہو۔ اس کے شکر ادا کرنے کی کیفیت سے آگاہی ہو اور ایسے احکام پر واقفیت حاصل ہو جائے جسے کہ معاش کا انتظام درست ہو۔ محاد اور عاقبت کی خوبی حاصل ہو جائے۔ سب سے علوم کائنات (طبیعیات وغیرہ) کے مباحث اور انکا بتلانا جسے کہ عالم کے پیدا ہونے کی کیفیت اور وہ قوانین قدرت جو فرضی یا سمادی اشیاء میں قائم ہیں اور اسی طرح کے اور امور۔ پس اس قسم کی چیزیں شریعتوں کے مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ سارے مباحث اس قسم

عہ البتہ بلا دلیل شرعی یا انکار و ترک واجب کے موجب مصیبت ہوگا۔ ۱۲

اس واقعہ میں  
پانچ چیزیں قابل اعتقاد  
ہیں جنکے خلاف اعتقاد  
مطلوبہ نہیں ہے  
اور ان میں سے  
بعض امور کو  
مطلوبہ نہیں ہے  
اور بعض امور کو  
مطلوبہ نہیں ہے

کے معلومات ہیں جنکو سمجھدار لوگ اپنی عقلوں سے دریافت کر سکتے ہیں پس کہی تو اسے اپنے دنیاوی مقاصد میں کام لیتے ہیں اور کبھی محض اُن کا دریافت کر لینا ہی اپنی خوش قسمتی شمار کرتے ہیں اور شریعتیں ان امور کی جانب اول تو مقصودیت کی حیثیت سے التفات ہی نہیں کرتیں اور نہ اُن کی تفصیل ہی کا کچھ خیال کرتی ہیں ہاں کہی اجمالی طور پر ان میں سے بعض چیزوں کو استقدر کر دیا کرتی ہیں جتنے کہ اُن کے مقاصد میں دخل ہوتا ہے چنانچہ اُن میں مثلاً مختلف آسمان و زمین کی پیدائش کا اُن کو عدم سے وجود میں لانے کا تنوعات کے لحاظ سے انواع و اقسام کے مختلف ہونے کا۔ کائنات کی تدبیر کا اُن کے انتظام کی کیفیت کا اجمالی طور پر ذکر موجود ہے تاکہ یہ لوگوں کے لئے خدا کے عالم کے وجود پر اُن کے علم۔ قدرت۔ اور حکمت وغیرہ صفات کے ساتھ متصف ہونے پر عقلی دلیل بن جائے۔ اور کبھی کسی مقتضایہ کو جو اسے کہ حکم جج اُن کے مقاصد ہی کی جانب ہوتا ہے بعض مباحث کی تفصیل بھی بیان کر دیا کرتے ہیں۔

جب آپ نے ان دونوں مقدمات کو سمجھ لیا تو اب سنئے کہ شریعت محمدیہ میں جو نصوص متواترہ یا مشہورہ اس قبیل کی وارد ہوئی ہیں جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں خصوصاً کائنات کی پیدائش اور اسکے انواع و اقسام میں متوجع ہونے کے بارے میں اعتماد کیا جاتا ہے وہ صرف ایسی نصوص ہیں جنہیں کہ پیدائش اور اُن کی کیفیات کے تفصیلی حالات کا بیان نہیں اور وجہ اسکی وہی ہے جو ہم نے آپسے بیان کی کہ اس قسم کی اشعار و شریعتوں کے مقاصد میں سے نہیں ہوا کرتیں لیکن ان مباحث میں سے شریعت میں استقدر کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو چہ دن میں پیدا کیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ آسمان کی جانب اُس حالت میں متوجہ ہوا جبکہ وہ وہاں تھا پس اُسے اُس کے سات آسمان بناوے (یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جانب اُس حالت میں قصد کیا جبکہ وہ پانے کا بخار بٹھا جیسے کہ تفسیر جلالین میں مذکور ہے) اب پروردان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چہ دنوں کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے اور ہر شخص شرعی دلائل میں سے کسی نہ کسی دلیل کے ساتھ تسک کرتا ہے پس اکثر علماء اسلام نے تو یہی کہا ہے کہ یہ دن ہمارے ہی دنوں کی طرح ہیں یعنی وہ مدت زمانی مقدار میں ہمارے چہ ایام کے برابر تھی کیونکہ اس وقت تو نہ آفتاب ہی تھا اور نہ آسمان۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان دنوں سے آخرت کے دن مراد ہیں کیونکہ شریعت کی اصطلاح میں یہ بات وارد ہوئی ہے کہ آخرت کا ایک دن ہمارے یہاں کے ہزار برس کے برابر ہوتا ہے (ایک دن کے ہزار برس کے ساتھ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جیسا کہ وراق کی مباحث الفکر میں موجود ہے) اور بعضوں نے کہا ہے کہ دن کا اطلاق شرعی اصطلاح میں پچاس ہزار برس پر بھی آتا ہے باوجود ان سب باتوں کے وہ سب کے سب اس امر پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین اور اُن کے اندر کی تمام چیزوں کو ایک لمحہ سے بھی کم میں پیدا کرنے پر قادر ہے کیونکہ اُن کے نزدیک اُس کی قدرت کے عظیم ہونے کے دلائل قائم ہو چکے ہیں اور اُسے جو صرف چہ ہی دن میں تمام عالم کو پیدا کیا انہیں بھی ضرور کوئی حکمت ہے جسے وہی خوب جانتا ہے۔ اور بعضوں نے اپنی سمجھ کے موافق ایسی حکمت بیان بھی کی ہے وہ یہ ہے کہ عالم کی پیدائش کی کیفیت رسولوں کے ذریعہ سے اپنے بندوں کو پہونچا کر انہیں سکھائے کہ جلدی کرنے سے ٹھہر کر کام کرنا بہتر ہوتا ہے اگرچہ کام کرنے والے کو یہ بھی کیوں نہ محاذیم کہ جلدی کرنے سے بھی غلطی سے محفوظ رہے گا۔

شرعی دلائل سے  
مذکورہ بالا بیان  
اور شریعت کے مطابق  
اس کے بیان میں  
کئی اور مسائل  
موجود ہیں





گنجائش نہ رہے (لیکن ایسا کہاں ہو سکتا ہے) اور پھر وہ ان محمد علیہ وسلم کی عقلیں انکو مان لیں تو اسوقت بیشک یہ لوگ اس کے قائل ہو جائیں گے لیکن اس اعتقاد کے کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو ایجاد کیا پھر اس سے ستاروں اور زمین کو اسی کیفیت سے جسکو کہ آپ بیان کیا کرتے ہیں جدا کیا اور قوانین قدرت چکے کہ آپ لوگ عالم کی پیدائش کے بارے میں قائل ہیں وہ محض ان کے نزدیک اسباب عادی ہیں ذاتی طور پر ان میں کوئی بھی تاثیر نہیں جیسا کہ وہ قوانین قدرت جنہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دیکر کائنات کی پیدائش کے لئے مقرر کیا ہے۔ آپس نہات مثلاً بدریہ پانی۔ روشنی۔ اور مٹی کے بخارات سے اور نہات کے پیدا کر دینے میں انکو ذاتی طور پر کوئی تاثیر نہیں بلکہ موثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ہاں اس کی عادت جاری ہو گئی ہے کہ اسباب کے پائے جانے کے وقت ان کے مسببات کو بھی پیدا کر دیا کرتا ہے اور اسوقت یہ امر بخوبی واضح ہے کہ سابق میں جو نصوص مذکور ہوئے ان میں سے کوئی بھی اس طریقہ پیدائش کے منافی نہیں جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں جیسا کہ غور کرنے والے پر مہفی نہیں۔

بہر حال ہر تقدیر پر ہمارا مقصود حاصل ہے اور وہ آثار خود بخود کھڑے ہو کر پیدا ہو رہے ہیں۔

اے اہل سائنس جب آپ اسلامیین کو قبول کر لیں اور اس امر کے معتقد ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ماوہ حادث ہوا ہے جیسا کہ میں نے بیان سابق میں آپ لوگوں کے لئے اس امر پر دلیل قائم کر دی ہے اور نیز اس امر کا اعتقاد کر لیں کہ سات آسمان موجود ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کے لئے اسکا بیان آئندہ آتا ہے اور آپ لوگوں کے نزدیک آفتاب کا بننا اور پھر اس سے ستاروں اور زمین کا جدا ہونا اس طریقہ پر جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں قطعی دلیلوں سے ثابت ہو جائے تب بھی آپ لوگوں کو ممکن ہے کہ شریعت محمدیہ کی ان نصوص کے موافق جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں اعتماد کیا جا سکتا ہے اور نیز اس کے موافق جیسا کہ اسے شریعت کے بعض علماء سمجھتے ہیں اپنے اعتقاد کی تقریر کریں پس اسوقت آپ لوگ یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے عالم کا مادہ پیدا کیا اسکو مادہ آسمان کے ذکر کرنے کے وقت اسے دھان یعنی دھوئیں سے موسوم کیا ہے جبکہ تفسیر علماء نے پائیکے بنار کے ساتھ کی اور یہ وہی چھوٹے چھوٹے غیر منقسم قصبے ہیں جو خلا میں منتشر ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو علیحدہ کیا یعنی مادہ آسمان کو اس مادہ سے متمیز کر لیا جس سے کہ اس کا مادہ آفتاب۔ ستارے اور زمین بنانے کا تھا ذاتی اور فنی کی تفسیر میں ابن عباس اور ان کے ساتھیوں سے جو کچھ منقول ہے اسکی موافق یہ تقریر حل ہو سکتی ہے جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے اس کے بعد مادہ آسمان کو اسے اشعار مذکورہ کے مادہ کے اوپر اٹھایا پھر اسے آفتاب بنایا اس سے ستاروں اور زمین کو جدا کیا یہ تقریر ان کے قول کے موافق ہو سکتی ہے جو فلک کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ وہ کو اکب کبھار کا نام یعنی اس خلا کا سمندر کہ وہ کو اکب (ستارے) دورہ کرتے ہیں (لیکن زمین جسوقت جدا ہوئی تھی وہ اسوقت پہلی مٹی نہ تھی یعنی اس وقت پہلی مٹی نہ تھی کہ وہ قابل ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جانب قصد کیا اور ابھی وہ دھواں ہی تھا یعنی پانی کا بخار تھا اور یہ وہی چھوٹے چھوٹے قصبے ہیں جو تمام خلا میں منتشر پائے گئے ہیں۔ پھر اسے اس کے ساتھ آسمان بنا دئے۔ اور آسمان دکھلائی نہیں دیتا اور جو کچھ نظر آتا ہے یہ کہ وہ ہوا ہے (یہ تقریر ابو بکر بن عربی کے قول کے موافق ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے) پھر اس کے بعد اسے زمین کو پہلیا دیا یعنی اسکو بودہ باش کے قابل بنا دیا اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے خاص خاص قوانین قدرت کے موافق کیا اور وہ سب عادی اسباب ہیں انہیں ایک طویل زمانہ صرف ہوا جسکو کہ اللہ تعالیٰ نے چہرہ ن کے ساتھ موسوم کیا ہے حالانکہ

تو وہ عالم کے سبب  
میں کی کیفیت ہے  
خیال کے موافق  
اسلامی طریقہ  
بیان کر سکتے ہیں  
آج وہ دھواں ہے  
علا جی کہ قول  
کے موافق حوالہ  
دیا گیا ہے  
کہ اسے کافی  
ہو سکتا ہے



وہ خدا قادر ہے کہ بغیر ان قوانین قدرت کے بھی اور ایک لحظہ سے بھی کم ہیں تمام چیزوں کو پیدا کر دے۔ پس اس تقریر پر آفتاب ستار اور زمین آسمان کے نیچے قدرتی قانون کشش کے ذریعہ سے جسکو اللہ تعالیٰ نے انہیں رکھ دیا ہے قائم ہیں اور یہ بھی عادی سبب ہے اور فاعل حقیقی خدا تعالیٰ ہی ہے۔ پس اس تقریر سے آپ لوگوں کا مذہب شریعت محمدیہ کی نصوص سابقہ پر اور نیز بعض علماء شریعت کے اقوال پر جو کہ آفتاب ستاروں اور زمین کی پیدائش کے بارے میں وارد ہوئی ہیں پورے طور سے منطبق ہو گیا۔ اور اس طرح پر آپ کے مذہب اور اسلامی دین کے مابین کوئی ایسی مخالفت باقی نہیں رہی جس کی وجہ سے آپ لوگوں کا اہل اسلام میں شمار نہ ہو سکے اور اسلامی دین سے آپ لوگوں کا خارج ہونا لازمی قرار پائے۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہونے کے تفصیل جسے کہ آپ لوگ آفتاب کے بننے اور ستاروں اور زمین کے اس سے جدا ہونے کے بارے میں قائل ہیں۔ قطعی دلائل سے انکے نزدیک ثابت نہ ہو جائے ہرگز اسکا التزام نہیں کر سکتے۔

ہاں اگر قطعی ثبوت مل گیا تو بے شک اسکا التزام کر لیں گے ورنہ اعتقاد کے بارے میں انہیں نصوص سابقہ پر جو شریعت محمدیہ میں سب سے واقع ہوئی ہیں اقتصار کرینگے اور جمالی طور پر سمجھنے کے لئے اپنے یہاں کے جمہور علماء کی رائے کا اتباع کریں گے اور اس تفصیل کو خدا تعالیٰ کے حوالہ کریں گے کیونکہ اس تفصیل سے بحث کرنے کی انہیں تکلیف نہیں دی گئی ہے اور جب اُنہیں ایسے امر یا ایسی مسئلہ اور امور کی نسبت چلے کہ انکی شریعت میں تصریح نہ وارد ہوئی ہو اور نہ انہیں قطعی دلیلیں قائم ہو چکی ہوں بلکہ ان کے دلائل ضمنی ہوں سوال کیا جائیگا تو وہ کہیں گے کہ وہ امور ان کی شریعت کے منافی ہیں انہیں وہ منافی ہوئے تو وہ ان کو ترک کر دیں گے اور ہرگز انکے قائل نہ ہوں گے۔ اور اگر وہ منافی نہ ہوئے تو وہ کہیں گے کہ ہاں ممکن ہے کہ یہ صحیح ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے خلاف ہوں کیونکہ یہ امر منطوق ہے۔

پھر کائنات کے بارے میں پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یقینی اعتقاد اس قدر ہے کہ تمام کائنات حادث ہے اور اس لئے اُس کے اسطے ضرور کسی محدث کی ضرورت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے اسے حادث کیا اور عدم سے ایجاد کر دیا اور اس کو ان اشیاء پر منقسم کر دیا جو کہ بالفعل مشاہدہ کی جاتی ہیں اور یہ سب کچھ طبیعت یا کسی قدرتی قانون کی ذاتی تاثیر سے نہیں ہوا۔ ہاں جو قوانین قدرت کائنات میں سے سمجھنے میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں وہ صرف عادی سبب باب ہیں جنکو کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لئے مقرر کیا ہے تاہم خدا ان قوانین قدرت سے بالکل بے نیاز ہے وہ بغیر ان قوانین قدرت کے بھی کائنات کے پیدا کرنے پر پورے طور سے قادر ہے اور اس قدر یہ یقینی علم خدا کے وجود پر اسکی قدرت۔ علم اور تمام ان صفات کے ساتھ موصوف ہوئے ہر جن پر کہ اس کے آثار دلالت کرتے ہیں استدلال کرنے کے لئے کافی و ذاتی ہے پس اس اعتقاد کے مقتضا کے موافق جب وہ خاصہ زمین کے مابین عالم یعنی معدنیات۔ نباتات۔ اور حیوانات کے بننے کیجا ب انشاءات کرینگے تو ظاہر ہے کہ انکے نزدیک یہ دونوں صورتیں تحت قدرت ہونے میں برابر ہیں۔ ایک صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں کو بطریق خلق کے ایجاد کیا ہے یعنی اُنہیں ان میں سے ہر نوع کو دوسرے سے جدا کرنا اور مستقل طور پر ایجاد کیا کوئی نوع دوسری سے مشتق اور نکلی ہوئی نہیں عام اس سے کہ اُنہیں اسکو دفعتاً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ اس طرح بہنایا ہو کہ اُنہیں مادہ کو انکی البسط حالات سے ترقی دیتے دیتے حالت موجودہ تک پہنچا دیا ہو اور دفعتاً بنانا یا رفتہ رفتہ پیدا کرنا ان میں سے ہر ایک عقلی ممکنات میں سے

ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت میں داخل ہیں اور وہ خدا کے پاک فاعل مختار ہے جو طریقی چاہے اختیار کر سکتا ہے گے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور دوسری صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں کے انواع کو بطریق نشو کے ایجاد کیا ہو یعنی اُسے بسیط مادہ کو ایجاد کر دیا ہو پھر اُسکو عناصر تک ترقی دی ہو پھر محاذوں یا سب سے بسیط ذری حیات جسم (برٹو بلاسم) تک پہنچا دی درجہ کی نبات یا حیوان تک ترقی دے کہ پہنچا دیا ہو پھر اُسے طریقی انواع کو متفرع کیا ہو اور ایک کو دوسرے سے نکالا ہو اور جنس کو باقی رکھا ہو..... اور بعض کو نیست و نابود کر دیا ہو اور یہ سب ان قوانین قدرت کے موافق انجام پایا ہو جنہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مادہ میں رکھ دیا ہے اور انہیں کیونکہ سے ترقی ہونے لگی اور مختلف انواع بننے لگیں جسے کہ یہ تینوں عالم موجودہ انواع تک پہنچ گئے ہیں یہ دونوں صورتیں یعنی طریقی خلق اور طریقی نشو جس حالت میں کہ انکو اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت کی جانب نسبت کیا جاوے پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خدا تعالیٰ کے وجود و صفات کمال پر استدلال کرنے کے لئے کافی ہیں اسکو دوسری عبارت میں یوں سمجھئے کہ ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت مافی جاوے یعنی خواہ انواع ہی کو ابتدائی مخلوق مانا جاوے جس میں جنس کا وجود محض فطری و استراعی پھر لگا اور خواہ جنس کے مادہ کو اولاً موجود مانا جاوے اور انواع کو انہیں سے متفرع ہوتا ہو اکھا جاوے اور ترقی کرنے کرنے حالت موجود تک پہنچا ہوا اکھا جاوے دونوں صورتیں اللہ تعالیٰ کے وجود و صفات کمال پر استدلال کرنے کے لئے کافی دوانی ہیں لیکن وہ نصوص جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں اعتماد کیا جاسکتا ہے کائنات ارض کی پیدائش کے بارے میں جو شریعت محمدیہ میں وارد ہوئی ہیں انکا خلاصہ یہی ہمارا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ذی حیات شے کو پانی سے بنایا۔ اور یہ کہ اُسے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ اور یہ کہ اُسے ہر لکڑیہ گیہ کیلئے اُسے زمین میں جانداروں کو کھیلایا اور یہ کہ اُسے ہر ایک سے جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ اور یہ کہ اُسے چوپایوں سے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ (یعنی نر اور مادہ جیسا کہ تفسیر میں ہے) اور یہ کہ اُسے جوڑوں کو پیدا کیا ہے (یعنی تلم اصناف و اقسام کو جیسا کہ تفسیر میں ہے) اور یہ کہ اُسے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں (یعنی دو صنف یا دو قسمیں جیسا کہ تفسیر میں ہے) نر اور مادہ۔ اور یہ کہ اُسے زمین میں ہر ایک ثمرات جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں (یعنی ہر قسم کے جیسا کہ تفسیر میں ہے) پس اول کی تینوں نصوص میں فی نفسہ یہ احتمال ہے کہ انکی تفسیر طریقیہ خلق کے موافق کی جائے یا طریقیہ نشو کے۔ اور لے اہل سائنس پہلو کی دونوں نصوص کے تو آپ لوگوں کا جہد یہ قول کہ ذی حیات مادہ پانی سے حاصل ہوتا ہے بالکل موافق ہے سب میں باقی نصوص مذکورہ انکے متبادر اور ظاہری معانی ہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں (معدنیات۔ نباتات حیوانات) کی انواع کو بطریق خلق کے ایجاد کیا یعنی اُسے ہر نوع کو جدا گانہ اور مستقل طور پر ایجاد کیا ہے دوسرے سے نہیں نکالا ہے عام ہے کہ اُسے دفعتاً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ جیسا کہ یہ امر اس شخص پر مخفی نہیں جو عربی کلام کے طرز سے واقف ہے کیونکہ مثلاً جب کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے مہاں کے سامنے کہا نے کی مختلف انواع کو پیش کیا تو اُسکے کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُسے ہر نوع کو مستقل طور پر طیار کیا اور اُسے اپنے مہاں کے سامنے پیش کیا رہا یہ امر کہ اُسے پہلے سارا کہا نا ایک ہی جنس کا تیار کیا ہو۔ پھر طبعی کی صنعت کے موافق اُسکو ترقی دے کر اس سے اور انواع کو نکال لیا ہو یہ معنی ارادہ سے دور ہیں اسکا دل میں خیال کبھی نہیں گذرنا اگرچہ یہ ممکن الوقوع ہے۔ اور بعض احادی نصوص کہ جو اعتقاد نہیں قرار پاتیں ان نصوص کے ظاہری معانی

کی تائید کرتے ہیں لیکن باوجود اسکے کوئی ایسی نص نہیں وارد ہوئی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نوع کو مستقل طور پر ایجاد کیلئے خواہ دفعتاً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ۔ ہاں بعض احادیث خصوصاً میں (مسلم کی حدیث میں) یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چہ دونوں میں سے جنہیں کہ اُسے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے درخت کو فلاں من پیدا کیا۔ پھر اُس کے بعد حیوانات کو فلاں من پیدا کیا لیکن اس سے سوائے اسکے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ حیوان کی پیدائش درخت کے بعد ہے رہا یہ امر کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نوع کو دفعتاً ایجاد کیا یا رفتہ رفتہ اس سے کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ پس بارہ خصوص مذکورہ کے بوجہ اُس قاعدہ سابق الذکر کے کہ بدون ضرورت معارضہ دلیل عقلی قطعی کے نصوص مشہورہ و متواترہ کے معانی متعینہ و معانی ظاہرہ کو چھوڑنا جائز نہیں۔

پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ یہی اعتقاد رکھنا ضروری ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات ارض کے تینوں عالموں (معدنیات، نباتات، حیوانات) میں سے ہر نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا ہے بطریق نشو کے نہیں پیدا کیا اور نہ ایک نوع کو دوسرے سے نکالا اگرچہ وہ دونوں صورتوں پر بخوبی قادر ہے۔ رہا یہ امر کہ ہر نوع کو اُسے دفعتاً پیدا کیا ہے یا رفتہ رفتہ موافق اُن قوانین قدرت کے جنہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے مقرر کیا ہے تو ان دونوں امور میں سے وہ کسی نسبت قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ توقف کرینگے کیونکہ اُن کی شریعت میں کوئی ایسی نص نہیں وارد ہوئی جس سے ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک خاص طریقہ کا یقین ہو جائے اور حکم شریعت کے مقتضائے موافق اُنکو یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ اس ظاہری معنی (طریق خلق) کے اعتقاد سے عدول کر کے اُس کے خلاف ایک نوع کے دوسرے نوع سے نکلنے اور بطریق نشو کے پیدا ہونے کا اعتقاد کر لیں جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں کیونکہ یہ امر نصوص سابق الذکر کے ظاہری اور متبادر معنی کے خلاف ہے اور کوئی قطعی دلیل جو ان کو اُن کی تاویل کرنے پر مضطر کر دے قائم نہیں ہوئی اور جو دلیلیں آپ لوگ طریق نشو پر اپنی کتابوں میں ذکر کیا کرتے ہیں وہ محض ظنی اور فرضی ہیں احتمال کے دائرے سے جس سے کہ استدلال یقینی ساقط ہو جائے (اسے) خارج نہیں ہیں جیسا کہ خود غرضی کو چھوڑ کر اُن دلیلوں کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے اور جب تک کیفیت پہنچی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروان نصوص کو اُنکے ظاہری معانی سے ہرگز نہیں پہنچینگے۔ اگرچہ یہی اعتقاد کیوں نہ رکھنا پڑے کہ طریق نشو بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے ہے بلکہ جب تک یہ حالت رہے اُنکو تاویل کرنا جائز بھی نہیں ہے ہاں اگر عقلی قطعی دلیل ان نصوص کے ظاہری معانی کے خلاف قائم ہو جاتی اسوقت اُنکے ذمہ سابق الذکر قاعدہ کی بنیاد ان نصوص کو عقلی قطعی دلیل کے ساتھ تطبیق دینے اور دونوں میں موافقت ثابت کرنے کے لئے تاویل کر دینا واجب ہوتا (اور میرے خیال میں یہ امر ناممکن ہے) پس اے اہل سائنس اگر فرض کر لیا جاوے کہ آپ لوگوں نے جو طریق نشو پر دلیلیں بیان کی ہیں وہ یقین کے درجہ کو پہنچ گئیں اور آپ لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے اعتقاد کرنے کی جس کی بنیاد یہ ہے کہ کسی شے کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی خالق نہیں ہے وراثت ہو جائے تو ہمیں کوئی مضائقہ نہیں کہ آپ لوگ ان نصوص کی تاویل کر لیں اور اُنکے ظاہری معانی سے پہرہ دیں اور اس طرح اُنکو طریق نشو کے جس پر کہ قطعی دلیلیں (بالفرض) قائم ہو سکیں میں موافق بنالیں اور اُنکے ساتھ یہ بھی اعتقاد رہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے

ہیں اور جب یہ حالت ہو تو ہمیں کوئی منافات نہیں کہ آپ کا شمار بھی اہل اسلام میں کیا جائے اور اس طرح پر اس کائنات کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت - علم اور حکمت کے کامل ہونے پر استدلال کرنے میں آپ لوگوں سے کوئی چیز بھی نہیں سکتی لیکن میں آپ کو اس غلطی سے ڈرائے دیتا ہوں کہ آپ اپنی دلیل کو جو آپ کے نزدیک قایم ہوں کہیں یقینی نہ گمان کرنے لگیں اس لئے آپ کو اس بارے میں بڑی باریک بینی سے کام لینا چاہئے خدا ہی ہم سب کا باوی ہے۔ کائنات ارض کی پیدائش کی نسبت جو کچھ مینے لکھا ہے وہ انسان سے قطع نظر کر کے تحریر کیا ہے اس کی پیدائش کی نسبت میں مستقل طور پر گفتگو کرتا ہوں۔

پس میں سمجھتا ہوں کہ شریعت محمدیہ کی ان نصوص میں سے جن پر کہ انسان کی پیدائش کی نسبت اعتقاد کے بارے میں علماء و کیا جا سکتا ہے یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا اور یہ کہ اس نے اسی مٹی سے چپکتے ہوئے گارے سے - نچھڑے ہوئے گارے سے - شری چھڑی سیاہ مٹی سے - ٹھیکرے کے مثل مٹی سے پیدا کیا۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اس نے پانی سے پیدا کیا۔ پس پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علماء (امام رازی) نے یہ کہا ہے کہ انسان کی اصل مٹی اور پانی ہے یعنی خدا نے اس کو مٹی اور پانی سے پیدا کیا ہے۔ اسی لئے نصوص میں کہیں پانی کا ذکر ہے کہیں مٹی کا اور وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔ یہ عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کی پیدائش تمام کائنات سے ایک ممتاز صورت پر ہوئی ہے اور وارد ہوا ہے کہ خدا نے پاک نئے آدمی کو ایک نفس (آدم) سے پیدا کیا۔ اور اس سے اس کی زوجہ (حواء) کو بنایا اور ان دونوں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کو پیدا دیا۔ ان نصوص سے بظاہر ہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک مستقل نوع بنایا ہے بطریق نشو کے ہمیں پیدا کیا اور نہ اس کو کسی دوسری نوع سے نکالا جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں خصوصاً وہ نفس جس کا یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی ہے۔ اور بعض آحادی نصوص میں تو اس کی بخوبی تصریح موجود ہے کہ انسان کی پیدائش مستقل طور پر ہوئی وہ کسی دوسری نوع سے نہیں نکلا۔ یہی کہی شک نہیں کہ یہاں بھی بالفرد ہمارا اعتقاد نہیں ہیں لیکن اس سے بھی گئی گدزی نہیں کہ ان نصوص کے ظاہری معانی کی جو کہ مدار اعتقاد ہیں تائید و تقویت کر دیں۔ علاوہ بریں یہ امر غایت درجہ مستبعد ہے کہ انسان کی اصل مادہ بسیطہ ہو پھر اسے عناصر تک ترقی کی ہو پھر جاندار مادہ تک اور وہ جو بلا شک ہے پھر ادنیٰ حیوان تک پھر اس کے بعد ترقی کر کے بندرت تک پہنچا ہو پھر بندر سے انسانی بندرت تک اور پھر اس سے ترقی کر کے انسان بن گیا ہو جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں اور پھر کبھی اللہ تعالیٰ نے ان سب کا بیان چھوڑ دیا ہو اور صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کر لیا ہو کہ انسان کی پیدائش کو اس نے مٹی سے شروع کیا ہے

۱۔ آیت یہ ہے بَرَّخَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ طِينٍ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰

بلکہ کسی حکمت کا تو مقتضایہ تھا کہ ان تطورات اور ترتیبات کی تشریح کرنا اور اسکی تفصیل بیان کرنا جیسے کہ اُسے نسل انسان کی پیدائش کی تفصیل بیان کی ہے چنانچہ نصوص شرعیہ میں اُسے اس تفصیل کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا (یعنی اسلئے کہ انکے باپوں کی غذا جس سے مٹی بنتی ہے اُس کی اصل مٹی ہی ہے ایسا ہی تفسیر رازی سے معلوم ہوتا ہے اور دوسری تفسیر میں خدا کے اس قول کے معنی کہ اُسے (خدا نے) انہیں مٹی سے پیدا کیا یہ لکھے ہیں کہ اُنکے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اوروں کو اُنکے لطف سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے پھر اسلئے کہ انکو بچہ بنا کر نکالیں بیشک نفس کے بارے میں یہ تفصیل خالق سبحانہ کی قدرت پر دلالت کرنے کے لئے عقل کے نزدیک بہت با وقعت معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہمیں مادہ کے طرح طرح کے انتقالات پائے جاتے ہیں۔ پس نصوص مذکورہ کا طریق نشو و نما انسان کے دوسری نوع سے نکلنے کے بیان سے ساکت رہنا اور محض بیان سابق پر اکتفا کرنا اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ انسان مستقل نوع بنا کر پیدا کیا گیا ہے کسی دوسری نوع سے نہیں نکلا جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں اگرچہ دونوں امر عقلاً ممکن ہیں جبکہ خدا کو پوری قدرت حاصل ہے ہاں ان نصوص میں یہ امر صراحتاً مذکور نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے دفعتاً پیدا کیا یا رفتہ رفتہ بنایا اسلئے اُن نصوص کے موافق جو کہ مدار اعتقاد قرار پا سکتی ہیں ان دونوں امروں میں سے کسیکے ساتھ یقین نہیں کیا جاسکتا بلکہ محل توقف ہے اگرچہ بعض احادی نصوص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پہلے انسان (آدم) کی رفتہ رفتہ پیدائش ہوئی ہے اور اسپر ایک طویل زمانہ گزرا۔ اور اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت ہے اور بعض علماء اسلام (امام رازی) نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں کہ تم کو اُس نے مٹی سے پیدا کیا پھر ناگاہ تم آدمی ہو کر پیدایا شروع ہوئے۔ یہ تصریح کی ہے کہ انسان کی پیدائش مستقل طور پر ہوئی ادنیٰ حالت سے حالت موجودہ تک ترقی کر کے نہیں ہو چکا ہے اور اس بارہ میں وہ یہ کہتے ہیں کہ عربی میں کلمہ (اذا) جسکا ترجمہ ناگاہ اور فوراً ہے کسی امر کے اچانک اور دفعتاً واقع ہو جانے پر دلالت کرتا ہے چنانچہ عربی محاورہ ہے خرجت فاذا لاسد بالباب یعنی میں نکلا پس ناگاہ شیر دروازہ پر بھٹا اور یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قالب انسانی کو مٹی سے بنانے کے بعد لفظ کن (ہو جا) کہہ کر انسان ہی بنا دیا اور وہ فوراً پیدا ہو گیا یہ نہیں ہوا کہ وہ معدن بنا۔ پھر نبات ہوا۔ پھر حیوان۔ پھر اسلئے بعد انسان بنا اور یہ ایک فلسفی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اول ہی سے انسان بنایا ہے اور وہ انسان بننے کے ساتھ ہی حیوان اور نامی سب کچھ بن گیا۔ یہ نہیں کہ اول اسکو نامی بنایا ہو پھر حیوان بنایا ہو پھر انسان بنایا ہو سو حقیقتاً مقصود اول انواع کا پیدا کرنا ہے پھر ان انواع میں انہی ایک ہی قصد اور ارادہ سے اجناس بھی ہو جاتی ہیں سو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ اخیر ہی کو مقصود ٹھہرایا ہے جو جنس عالی سے نہایت ہی بعید ہے یہ نہیں کیا کہ اوپر سے درجہ بدرجہ منتقل کرتے ہوئے اخیر مرتبہ (نوع حقیقی) پر لائے ہوں (ختم ہوئی تفسیر علامہ رازی کی) پس یہ اس امر کی تصریح ہے کہ اس نص سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی پیدائش بطریق خلق کے مستقل طور پر ہے بطریق نشو کے نہیں ہوئی جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے اور باقی نصوص سے بھی بظاہر طریق خلق ہی کا پتہ چلتا ہے

عہ خلق من تراب ثم اداہم بشر تشریح ۱۲ عہ نامی سے مراد وہ جسم ہے جس میں نشو و نما ہوتا ہو ۱۲ مترجم۔



پس پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتقاد کے بارے میں طریق خلق ہی پر اعتماد ہے طریق نشو و نما نہیں اور نہ انکو ان نصوص کی تاویل کرنا اور انکو انکے ظاہری معانی سے پہرینا ہی جائز ہے مگر ان جب کوئی عقلی قطعی دلیل قائم ہو جائے جو سمات پر دال ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بطریق نشو و نما پیدا کیا ہے جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے (اور یہ امر کوسوں دور ہے) تو اسوقت البتہ وہ ان نصوص کے ظاہری معانی کی تاویل کرنے پر مضطر ہو جائیں گے جیسا کہ انکے نزدیک عقلی اور نقلی دلیل میں تعارض کی حالت میں تطبیق دینے کا قاعدہ ہے اور اسکے بعد بھی اس امر میں خفا نہیں کہ طریق نشو و نما انکے نزدیک ثابت بھی ہو جائے تو وہ نشو و نما نہیں ہو سکتا جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں اسلئے کہ اگر انکے نزدیک نشو و نما ہو گا تو وہ یہی کہیں گے کہ نشو و نما تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے ہے کیونکہ انکے نزدیک سمات پر دلیل قائم ہو چکی ہے کہ سوائے خدا کے نہ کوئی خالق ہے اور نہ موثر۔ رہے قوانین قدرت جسے کہ وہ کام لیتا ہے وہ محض عادی اسباب ہیں۔ ان میں کوئی ذاتی تاثیر نہیں اور جو نشو و نما آپ لکھتے ہیں وہ آپ کے نظم کے اعتبار سے انہیں قوانین قدرت کی ذاتی تاثیر سے ہوتا ہے پس ان دونوں معنوں میں زمین و آسمان کا فرق نکل آیا۔

یہ بھی سن لیجئے کہ جو دلیل آپ اپنی کتابوں میں نشو و نما پر ذکر کیا کرتے ہیں اگر نظر الضاف سے دیکھا جائے تو وہ ایسی دلیلیں نہیں ہیں جنکی وجہ سے پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان ظاہری نصوص کی تاویل کرنے پر مضطر نہ ہوں اور انہیں نشو و نما کا قائل ہونا پڑے کیونکہ وہ سب ظنی دلیلیں ہیں جنکی بنیاد چند یقینی چیزوں پر ہے۔ اور پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب تک کہ کوئی یقینی دلیل معارض نہ ہو تاویل کرنے پر مضطر نہیں ہوتے جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ پس اگر فرض کر لیا جائے کہ انسان کے بطریق نشو و نما پیدا ہونے پر یقینی و قطعی دلیلوں تک آپ لوگوں کی رسائی ہو گئی اور آپ نے اسلامی دین کا بھی اعتقاد کر لیا۔ جسکی بنیاد سمات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ہے اسلئے سوا کسی کچھ ذاتی تاثیر نہیں۔ تو آپ لوگوں کے لئے بضرر تطبیق ان نصوص کی تاویل کرنے اور انکو انکے ظاہری معانی سے پھیر دینے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا اور اس طریقہ کو اختیار کرنے سے آپ اسلامی دین سے بھی خارج نہ رہیں گے۔ لیکن میں آپ کو اس غلطی میں پڑنے سے ڈراتے دیتا ہوں کہ ہمیں آپ ظنی دلیلوں کو یقینی نہ سمجھ لیجئے گا بلکہ مناسب ہے کہ غور و فکر کر کے دلیلوں کو خوب جانچ لیجئے اور پھر گے قدم بڑھائیے لیکن اسوقت پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جہر ہو گا یہ قول کہ پہلا انسان (آدم) جنت عدن میں کڑھ ہاری زمین کے علاوہ ہے پیدا کیا گیا ہے یا بعضوں کا (اور وہ سستی ہیں جیسا کہ کثر الاسرار میں ہے) یہ قول کہ وہ سہارا دیا گیا پیدا کیا گیا ہے آپ کے خیال کے معارض واقع ہو گا اسلئے کہ یہ دونوں قول طریق نشو و نما کے موافق نہیں ہیں جسکی بنیاد اس پر ہے کہ وہ اسی زمین میں ہوئے۔ پس آپ ان میں سے بعض علماء (اور وہ متذہبن سعید بلاطی اور ایک بڑی جماعت کے لوگ ہیں جیسا کہ کثر الاسرار میں ہے) کے قول کے موافق اس سے محال حاصل کر سکتے ہیں اور وہ قول یہ ہے کہ وہ دنیا کی جنتوں میں سے کسی جنت (راغ) میں پیدا کیا گیا ہے اور اس طور پر پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول کے موافق تو آپ ہو جائیں گے جسکی وجہ سے اسلامی دین کی مخالفت آپ سے دور ہو جائیگی اور آپ کے خیال کے یہ قول بھی معارض ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان (آدم) کو پیدا کرنے کے بعد اس سے انس کی زوجہ کو پیدا کیا اور ان دونوں کو جنت میں ٹھہرایا

منہ اس  
آرام میں  
اسلام قبول کرتیں  
اور انکے پاس علی  
نوشہ می یوں قائم  
ہو جائے تو وہ  
طریق نشو و نما  
کے لئے اس کا  
دین تمام ہے  
میں چاہے آدم  
علاوہ کسی چیز  
ہوئی اور چاہے  
تجارت و کسب سے  
علاوہ اسلام میں  
بعض کے قول پر  
اور اگر زمین  
جی اساری میں  
سے خارج نہیں  
گئے

اور یہ جنت وہی مقام ہے جہاں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار بندوں کو مرنے اور پھر زندہ ہونے کے بعد جزائے عظیمہ کا وعدہ کیا ہے اور وہ ہماری زمین کے علاوہ ہے اور یہی جہنم پروران محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ پس آپ ان میں سے بعض (اور وہ ابو القاسم بخاری اور ایک بہت بڑے مفسر ابو مسلم صفہانی ہیں جیسا کہ امام رازی نے نقل کیا ہے) کے قول کو اختیار کر کے اس سے بھی خلاصی حاصل کر سکتے ہیں اور وہ قول یہ ہے کہ جنت زمین ہی میں تھی اور ان دونوں کا اس سے اسباب لینے لازماً ایک حصہ زمین سے دوسرے حصہ کی جانب منتقل ہونے پر محمول کیا جائیگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں دوسرے مقام پر بھی اسرائیل کو خطاب کرتے ہیں) واقع ہوا ہے کہ تم سب شہر میں تیرا کو یعنی شہر میں چلے جاؤ۔ اور اگر آپ کو پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اکثر کایہ قول مشکل معلوم ہو (حالانکہ وہ کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ عقلاً ممکن ہے کچھ خداوندی قدرت کے تصرف میں داخل ہوتا ہے چنانچہ اسی حیوان ہڈی کو دیکھئے اس کے تین حصے کر دئے جاتے ہیں اور ان میں سے ہر حصہ ایک مستقل حیوان بن جاتا ہے جیسا کہ پیشتر ذکر چکا ہے لیکن ہم اپنے مقابل کی آسانی کی غرض سے اسی کے خیال کے موافق گفتگو کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان (آدم) کو پیدا کرنے کے بعد اس سے اس کی زوجہ (حواء) کو پیدا کیا یعنی اس کی بائیں جانب پسلیوں میں سے ایک پسلی سے کیونکہ ان کی شریعت کی بعض احادی نصوح میں وارد ہوا ہے کہ عورت شریعتی پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور نیز بعض جلیل القدر صحابہ نے اس امر کی تصریح بھی کی ہے (اور وہ ابن مسعود اور ابن عباس اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم جمعین ہیں جیسا کہ تفسیر ابی السعود میں ہے) پس آپ اس سے بھی خلاصی حاصل کرنے کے لئے اس قول کو مان سکتے ہیں جیسے کہ ان میں سے بعض نے (ابو مسلم صفہانی نے جیسا کہ تفسیر راوی میں ہے) اختیار کیا ہے اور اس نص کی تاویل کر دی ہے جیسے یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان اول سے اس کی زوجہ کو پیدا کیا اور وہ تاویل یہ ہے کہ اس کی زوجہ کو اس سے پیدا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ انسانی جنس سے پیدا کیا جیسا کہ اس نے (خدا نے) دوسری نص میں کہا ہے (خدا نے) تمہارے نفسوں سے تمہاری نسل کو بنانا اور اس طریقہ سے آپ ایک قسم کی تاویل کر کے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علماء کے ساتھ موافق ہو سکتے ہیں اور اس سے آپ کی اسلامی بین کے ساتھ ایسی مخالفت نہ ہوگی جس سے آپ اس کے پیروی کرنے والوں کی شمار سے خارج کر دئے جائیں اس لئے کہ آپ نے کسی ایسی نص کی تکذیب نہیں کی جو کہ مدار اعتقاد ہو اور نہ آپ نے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے اجماع کی مخالفت کی جو کسی ایسے امر پر جس کا دین میں بالضرورت ہونا معلوم ہو چکا ہو منعقد ہو انتظامیت سے غایت آپ نے جو روش اختیار کی انہیں آپ نے اکثروں کی مخالفت کی اور بعض کے موافق ہوئے اور عقلی و نقلی دلیل میں تطبیق دینے کے لئے آپ نے نصوح میں تاویل کر لی ہم سب کو خدا ہی سیلا پیوستہ دکھلائے والا ہے۔

پھر سنئے کہ ہماری تقریر سابق کا خلاصہ یہ ہے کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اعتقاد کے بارہ میں اپنی شریعت کی ان نصوح کے ظاہری معانی پر جو کہ مدار اعتقاد قرار پا سکتی ہیں اعتقاد کرتے ہیں کیونکہ شریعت میں ان کا وارد ہونا قطعی ہے۔ اور اگر عہدہ آیت یہ ہے اہبطوا مصر ۱۲ عن جعلکم من انفسکم ازواجاً ۱۲

عقلاً اور وجہ سے مخصوص شریعتی تاویل کا دین میں مذکور ہونا چاہیے۔

عقلی دلیل اس کے معارض واقع ہو تو ان کی تاویل نہیں کرتے اور نہ انکو ثبوتی ظاہری معانی سے پھرتے ہیں بلکہ جب عقلی قطعی دلیل ان کے معارض واقع ہوتی ہے اسوقت ان کی تاویل کرنے پر مضطر ہوتے ہیں۔ اس تقریر سے دل میں یہ شبہ گذرنا چاہیے کہ آپ لوگوں کو اسے اہل سائنس کہتے ہیں کیونکہ ان کا اندازہ ان کے لئے ہے کہ ہم اسے لیتے ہیں کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص متعین المعنی کے معانی کے اعتقاد کا ترک کرنا جائز نہیں لیکن نصوص ظاہر المعنی جب تک کہ ان میں غیر ظاہری معنی کا احتمال پایا جاتا ہو اگرچہ یہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو اپنے ظاہری معنی پر دلالت کرنے کے اعتبار سے قطعی ہیں شریعت میں ان کا وارد ہونا قطعی ہو۔ پس دلالت کے اعتبار سے ان قطعی دلیلوں کے مساوی ہو گئیں کہ جو ہمارے نزدیک قایم ہو چکی ہیں۔ پس کیا وجہ ہے کہ وہ ان نصوص کے ظاہری معانی کو ہماری دلیلوں پر ترجیح دیتے ہیں اس کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ اگرچہ نصوص ظاہر المعنی کی اپنے ظاہری معنی پر دلالت قطعی ہے کیونکہ ان میں بعید اور غیر ظاہری معنی مراد لینے کا احتمال پایا جاتا ہے لیکن مخاطب اور بول چال میں اصل یہی ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی ہی مراد لئے جائیں نہ کہ غیر ظاہری سوائے اس حالت کے جبکہ کوئی ضرورت اس کی جانب داعی ہو پس ہا کسی ضرورت کے بعید معنی کے ارادہ کرنے سے بول چال میں افادہ اور استفادہ کے اعتبار سے خلل لازم آئے گا اور اصل کو چھوڑنا ٹھیک اور سہی ہو چھوڑنا ہی نہیں وہ کسی پر محض نہیں۔ پس اس وجہ سے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر اجماع کیا کہ لفظ کے ظاہری معنی ہی پر اعتقاد کرنا ضرور ہے اور غیر ظاہری معنی کی طرف التفات کرنا جائز نہیں سوائے اس صورت کے جب کوئی ضرورت اس کی طرف داعی ہو اور وہ ضرورت عقلی قطعی دلیل کا معارض واقع ہونا ہے اور یہ داعی لفظ سے غیر ظاہر معنی مراد لینے کے لئے مثل قرینہ کے ہو جاتا ہے اور اس داعی کی وجہ سے یہی دوسرے معنی ظاہر بن جاتے ہیں اسی طرح ان کو ان کی شریعت کی جانب سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ظاہری معنی ہی پر اعتقاد کریں اور اس کے خلاف سوائے اس صورت کے کہ کوئی داعی و مقتضی موجود ہو التفات نہ کریں پس اگر فرض کیا جائے کہ قبل وقوع ایسی ضرورت کے جس سے انکو ظاہری معنی کو چھوڑنا ہی پڑے کسی لفظ کے ظاہری معنی ہی کے مقتدر ہیں تو وہ اس امر کو بجا لائے جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور اپنی کوئی گناہ نہیں ہوا اسی طرح اگر فرض کیا جائے کہ اس کے بعد ظاہری معنی سے عدول کرنے کے لئے کوئی مقتضی و داعی ظاہر ہو گیا اور انہوں نے اس نص کو اس کے ظاہری معنی سے پھیر دیا تب بھی وہ اس امر کے بجا لانے والے ہوئے جس کی انہیں تکلیف دی گئی تھی اور اپنی کوئی گناہ نہیں کیونکہ یہی ان کی شریعت کا حکم ہوتا رہی یہ بات کہ ظاہری معنی سے عدول کرنے کے لئے مقتضی و داعی کا انحصار صرف عقلی قطعی دلیل ہی میں کیوں ہو گیا اس کی یہ وجہ ہے کہ اس دلیل کے چھوڑنے سے اس دلیل کا چھوڑنا لازم آتا ہے جس کے ذریعہ سے ان کے رسول کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ دلیل عقل ہے جیسا کہ پیشتر ذکر ہو چکا ہے اور عقل کا چھوڑنا شرع کے چھوڑنے کو مستلزم ہے۔ رہا دلیل ظنی کا معارضہ وہ ظاہری معنی کے چھوڑنے کے لئے اس وجہ سے مقتضی و داعی نہیں قرار پا سکتا کہ دلیل ظنی کے چھوڑنے سے عقل کا چھوڑنا نہیں لازم آتا جیسا کہ ظاہر ہے کیونکہ اس میں عقل کا بھی احتمال موجود ہے۔ پس اگر وہ ظاہری معنی کو چھوڑ دیں اور اس کے معتقد ہو جائیں اور اس کے جس پر دلیل ظنی دلالت کرتی ہے اس صورت میں ان کے اعتقاد کے غلط ہونے کا احتمال ہے اور اسوقت انکو





اور اس ترقی کے صحیح ہونے پر استدلال کرنے کے بارے میں جس پر کہ آپ نے اعتماد کیا ہے انہیں سے ایک یہ دلیل بھی ہے کہ آپ نے علم حیا لوجی کی تحقیقات میں طبقات ارض میں سے سب سے پہلے اور نیچے کے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کے نبات اور ادنیٰ درجہ کے حیوان کے آثار پائے ہیں ان کے بعد کچھ ترقی یافتہ پہر اور ترقی یافتہ یہاں تک کہ سب سے بڑھ کر ترقی یافتہ وہ نبات اور حیوان ہو گا جس کا وجود سب کے بعد ہوا اور طبقات ارض میں سے سب سے اوپر کا طبقہ انسانی پیدائش کی جگہ ہے اور ادنیٰ درجہ کے نبات اور حیوان اپنی ترقی یافتہ حیا لوجی کے پہلے۔ درمیانی۔ اور آخری سب زمانوں میں پائی جاتی اور زمین کے طبقوں میں سے خواہ نیچے کا ہوتا یا درمیانی یا اوپر کا سب میں اس کے آثار پائے جاتے لیکن ایسا نہیں ہے۔ پس اگر یہ مانا جائے کہ موجودہ انواع ایک دوسرے سے ترقی کر کے بنی ہیں جس بنا پر اصل موجودات ادنیٰ طبقہ کی انواع قرار پائیں گی۔ یہ ہر ترقی ترقی کرنے کے لئے حالت موجودہ کا پہلے پچھلے اور ترقی یافتہ انواع ادنیٰ درجہ کی انواع کو تنازع بقا کے قانون کے موافق ہونا کہتی ہیں تو یہ حالت ہرگز نہ ہوتی جیسا کہ ہماری تحقیقات سے ہے۔

پھر آپ نے اس ترقی کرنے کے انواع کے ایک دوسرے کی جانب منقلب ہونے اور ادنیٰ درجہ کی انواع کو ترقی یافتہ انواع کے طبیعت و ناولد کرنے کو چار قدرتی قوانین کے حوالہ کیا ہے۔ پہلا قانون وراثت سے یعنی فرع اپنی اصل کی صفات کو وراثتاً حاصل کرتی ہے۔ دوسرا قانون تباہیات سے یعنی ہر فرع کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی اصل کی صفات وراثتاً حاصل کرنے کے ساتھ ہی اپنی اصل سے دوسری صفات میں مختلف اور بیان بھی ہو۔ تیسرا قانون تنازع بقا ہے یعنی انواع میں باہم زندگی بسر کرنے کے اسباب میں سہقت حاصل کرنے کے لئے منازعت واقع ہوتی ہے اور گھر خارجی صدمات جیسے کہ گرمی و سردی طاری ہوتے ہیں اور ضعیف باعث قوی کے غالب ہونے کے یا بہ سبب صدمات کے ہلاک ہو جاتا ہے اور قوی حیوان صدمات کو برداشت کر سکتا ہے باقی رہتا ہے۔ چوتھا قانون انتخاب طبعی ہے یعنی قوی اور زیادہ مناسب ہی باقی رہتا ہے ضعیف اور غیر مناسب ناپور ہو جاتا ہے پس اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ طبیعت نے انواع موجودہ کو انتخاب کیا ہے۔ اور آپ انہیں قوانین کے فرق نشو و نما اور اس ترقی کی تقریر کرتے ہیں چنانچہ آپ کہتے ہیں کہ جاندار اجسام میں سے جو شے سب سے پہلے موجود ہوئی وہ مکون اول یعنی بڑا مکون ہے جو ذرات مادہ کی حرکت کے باعث سے بعض عناصر کے اجتماع سے بنا ہوا ہے اس میں ناولد ہونے لگا۔ پس اس کے فروع وراثتاً اس کے صفات حاصل کرنے لگے اور دوسری صفات میں اس سے بیان اور مختلف ہونے لگے اور ہر طرح سے فروع کا یہ معاملہ ہول کے ساتھ جاری رہا اور اس سبب سے ترقی ہوتی رہی یہاں تک کہ ادنیٰ درجہ کی نبات اور حیوان تک انہیں پہنچ گئی اور یہی حالت ہمیشہ ہی رہے زمانہ و زمانہ فروع کی صفات اصول کو وراثتاً حاصل کرنے اور دوسری صفات میں نئے مختلف ہونے اور ان تباہیات کے جو کہ وراثتاً حاصل کئے گئے کمزورت پائے جانے کی وجہ سے یہاں تک نوبت پہنچی کہ انواع بننے اور ایک دوسرے سے نکلنے لگیں اور تنازع بقا کے قاعدہ سے ضعیف ہلاک ہوتا رہا اور قوی باقی رہا اور طویل زمانہ گذرنے پر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انتخاب طبعی حاصل ہو گیا اور ان سب امور سے انواع حالت موجودہ تک پہنچ گئیں حالانکہ سب کی اصل ایک ہی ہے۔ اور جب آپ نے دیکھا کہ انسان بندر کے مشابہ ہے۔ صورت اور بعض

ف  
ادنیٰ درجہ کی  
فروع کا اصل درجہ  
کی طرف رجوع  
ہوتا ہے چنانچہ  
قوی و کمزوری  
کا فرق



احتمال کے اعتبار سے اُسی کے قریب قریب تو آپ لے سکے فائل ہو گئے کہ اس سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا کہ وہ دونوں ایک ہی اصل سے نکلے ہوں اور انسان ترقی کر کے حالت موجودہ تک پہنچ گیا ہو۔ اور میں نے آپ کے بعض مقابلین کو جو اس مذہب کو نہیں مانتے دیکھا ہے کہ انہوں نے بڑی لمبی چوڑی تقریروں سے ان امور کو باطل کیلئے جن پر کہ آپ کی لکچر کا اسرارہ میں مدار ہے اور آپ حیلہ اور حوالہ کر کے اُنسے جان بچائے ہیں۔ اور اپنے مذہب کے ثابت کرنے کے لئے دلائل بیان کرتے ہیں۔ سہارہ میں آپ کا اُنسے بہت سی طول طویل مناظرہ ہوا ہے اور سہارہ میں بہت سی کتابیں اور رسالے تالیف ہوئے ہیں اور میں بخوف طوالت اس امر کے پیچھے نہیں ہونا چاہتا جس کے پیچھے آپ کے یہ مقابلین ہوئے لیکن میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے لئے اس امر کو بیان کر دوں کہ طریق نشو و نما اور انواع کے ترقی کرنے کے بارہ میں جن امور پر آپ کے استدلال کا مدار ہے وہ محض فنی امور ہیں جن پر وہ پیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اعتقاد کے بارے میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور نہ یہ امور اُن کی شریعت کے ظاہری نصوص کے مقابل قرار پاسکتے ہیں کہ جبکی وجہ سے وہ اُن کی تاویل کرنے پر مضطر ہوں کیونکہ تاویل کرنے پر انکو سوائے امر فنی کے معارضہ کے اور کوئی چار مضطر نہیں کر سکتی جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں۔

پس میں کہتا ہوں کہ جب دلیل میں احتمال نکل سکتا ہو خواہ وہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو تو اُن دلیل سے استدلال یعنی ساقط ہو جاتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا۔ اور نہ میں آپ کی نسبت ایسا گمان کرتا ہوں کہ آپ اس سے انکار کرینگے۔ پس جب یہ امر قرار پا چکا تو اب سنئے کہ آپ کا نشو و نما پر اعتراض کے نشانات سے یہ استدلال کرنا کہ وہ انواع کے متغیر ہونے پر دلالت کرتا ہے اور یہ تغیر مذہب نشو و نما کے موافق اور نہ مذہب خلق کے خلاف ہے یہ ایسا استدلال ہے کہ جگہ کا نتیجہ سوائے ظن کے اور کچھ نہیں نکلتا اور یقین تو کسی طرح پر ہو ہی نہیں سکتا اسلئے کہ اُنہیں اور بھی احتمال پایا جاتا ہے کیونکہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ان اعضا کے نشانات میں ممکن ہے کہ کوئی فائدہ اور کوئی ایسی حکمت ہو جو آپ پر مخفی ہو جیسے کہ اجسام نباتات اور حیوانات میں بکثرت چیزوں کے ایسے فوائد ہیں جو آپ پر مخفی رہے ہیں جیسا کہ فزیالوجی کی کتابوں کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے مثلاً حیوان کے بدن میں اسی رنگین مادہ کو لیے لیجئے اسکا فائدہ اکثر اجزاء بدن میں کچھ بھی نہیں معلوم ہوا ہاں صرف آنکھ کی پتلی میں لے کے فائدہ کا پتہ لگا ہے چنانچہ رنگین مادہ کی آنکھ کی پتلی میں یہ حکمت ہے کہ جو فوری شعاعیں زائد ہوں انہیں وہ چوس لے اور ایسے ہی اور بہت سی اشیاء ہیں۔ پس آپ کا نشانات میں سے ہر شے کے فائدہ پر حاوی نہیں ہیں یہاں تک کہ آپ یقین کر لیں کہ ان اعضا کے نشانات میں کوئی فائدہ ہی نہیں۔ اچھا مانا کہ اُن میں کوئی فائدہ نہیں اور یہ کہ وہ نوع کے متغیر ہونے پر دلالت کرتے ہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ تو صرف بعض انواع میں موجود ہیں گل میں تو یہ آثار نہیں پائے جاتے۔ یہاں تک کہ آپ کئی حکم لگا سکیں۔ کل کیلئے اکثر انواع میں بھی تو رنگ کا وجود نہیں۔ پس اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ یہ فقیر صرف بعض انواع میں ہوا ہو اور یہ وہی انواع ہوں گی جن میں ان اعضا کے نشانات دیکھے گئے۔ پس اُن میں سے بعض انواع بعض کی جانب غذا کے معزز کر وہ اعضا کی وجہ سے بدل گئے ہوں باقی ہیں وہ انواع کہ جن میں یہ اعضا

ف  
بعض جنات  
میں بعض جنات  
میں بعض جنات  
میں بعض جنات  
میں بعض جنات

نہیں پائے گئے وہ مستقل طور پر پیدا ہوئی ہوں اور اپنی یہ تغیر طاری نہ ہوا ہو پس مذہب نشوونما کے آپ کو عموماً ہر نوع میں قائل ہیں وہ ثابت نہ ہوا مثلاً ممکن ہے کہ اس قسم کا تغیر سانپوں کی نوع میں جنہیں آپ نے اعضا کے نشانات پائے ہیں واقع ہو جائے اور پھر اس میں حشرات کی طرح پیروں والا ہو پھر حرب انسان یا کسی اور حیوان کو اس سے تکلیف پہنچی ہو تو وہ اس کے قتل پر مسلط ہو گیا ہو۔ پس اسوجہ سے وہ زمین کے سوراخوں میں اس سے ڈر ڈر کر پھرتا رہا ہو اور زمین میں گھسلا کر تاجو اور اس حالت میں ضرورت پر پھینکی وجہ سے اسے پیروں کا استعمال بالکل چھوڑ دیا ہو پس زمانہ دراز گزرنے کے بعد خدا نے اس عادی سبب سے اس کی خلقت کو بدل دیا ہو اور یہ تبدیلی اس کی فروع میں منتقل ہونے لگی ہو اور اس کے پیریا بالکل معدوم ہونے لگے ہوں یہاں تک کہ حالت موجودہ تک وہ پہنچ گیا ہو اور صرف پیروں کے نشانات باقی رہ گئے ہوں (یہاں پر کچھ گنجائش معلوم ہوتی ہے کہ کوئی بعض آحادی اخبار میں ابن عباس - ابن مہرب اور ان کے علاوہ مفسرین سے یہ منقول ہے کہ سب سے پہلے جنت کے حیوانات میں سے تھا لیکن چونکہ شیطان کے جنت میں داخل ہونا نہ چاہتا تھا کہ وہ آدم علیہ السلام کے دل میں سوسہ ڈالے اسلئے اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین پر نازل کیا اور اس کی صورت بگاڑ دی ورنہ وہ بڑا خوبصورت چار پیروں والا جانور تھا اس کو کھانا اور پانی میں نقل کیا ہے) اسی طرح باقی جانوروں کی نسبت بھی کہا جاسکتا ہے جنہیں کہ اعضا کے یہ نشانات پائے جاتے ہیں۔ باقی زمین اور اقلع اور وہی مقدار میں زیادہ ہیں ہم کہتے ہیں کہ ان میں اس قسم کی ذرا بھی تبدیلی نہ واقع ہوئی ہو بلکہ وہ جیسی پیدا ہوئی تھیں جیسی ہی ہوں پس اس تقریر کی بنا پر آپ لوگوں کا جملہ انواع پر تغیر اور نشوونما سے پیدا ہونے کا حکم لگانا محض ظن پر مبنی ہے اگرچہ گمان ہے کہ استقرار ناقص کا نتیجہ ہے (اور ظاہر ہے کہ استقرار ناقص یقیناً حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کچھ آدمی سمندروں اور دریاؤں سے دور کے میدانوں میں بسنے والے جانور ہیں اور انہوں نے سوائے خشکی کے جانوروں کے جو کہ پانی میں نہیں رہتے اور جانور نہ دیکھے ہوں اور وہ انہیں جانوروں کو دیکھ کر اور اپنے اسی استقرار سے یہ حکم لگائے لگیں کہ کوئی جانور پانی میں رہتا ہی نہیں تو ان کا یہ استقرار محض ناقص ہو گا اور ان کا یہ حکم لگانا غلط ہے) گا چنانچہ جب وہ سمندروں اور دریاؤں کے کنارے پر آکر دریائی جانوروں کو دیکھیں گے تو انکو اپنے پہلے حکم کی غلطی بخوبی معلوم ہو جائے گی یہ تو ہو چکا پہلے علم حیا لوجی کی تحقیقات میں آپ کا یہ مشاہدہ کہ طبقات ارض میں سے سب سے پہلے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کی نبات اور ادنیٰ درجہ کے حیوان کے آثار پائے جاتے ہیں پھر ان کے بعد ارض سے ترقی یافتہ پہر اور ترقی یافتہ حتیٰ کہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ حیوان و نبات طبقات ارض میں سے سب سے آخری طبقہ میں ہے اور اس کے وجود کا زمانہ بھی سب سے متاخر ہے اور یہ کہ سب سے اونے درجہ والا پہلے معدوم ہوا پھر اس کے بعد اب جو ادنیٰ درجہ کا تھا اسی طرح آپ کی کل سابق الذکر تقریر اور اس سے آپ کا ترقی اور نشوونما پر استدلال کرنا اور یہ کہ یہ تحقیق مذہب خلق کے موافق نہیں ہو سکتی ان سب امور کی نسبت میں کہتا ہوں کہ حیا لوجی کی تحقیقات میں اس کیفیت کی دلالت اگر نشوونما ترقی انواع پر تسلیم بھی کر لی جائے تو وہ بھی غلطی ہوگی کیونکہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ طبقات ارض میں سے سب سے پہلے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کی نبات اور ادنیٰ درجہ کا حیوان پایا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے اعلیٰ درجہ کی نبات اور حیوان کو مستقل طور پر پیدا کر دیا۔ اور

عن حشرات سوسہ سارنہا جانور نیست مشابہ بحر یا دائن در فوجی مصر فیروز ۱۲ منہی الارب -

علاوہ ازیں ہے جو  
طرح نشوونما  
استدلال  
نہیں ہو سکتا

اپنے سے اعلیٰ درجہ کی کسی نوع سے کوئی نوع نہیں بنی پھر اس نے درجہ والی نوع کو دنیاوی اسباب کی وجہ سے ہلاک کر دیا مثلاً اسپر  
سے کہ زمانہ کا وہ دور اس نوع کے مناسب نہیں باقی رہا بلکہ صرف اُس کے بعد والی نوع کے مناسب رہ گیا یا اعلیٰ درجہ کی نوع  
کو اُس نے درجہ کی نوع پر غلبہ حاصل ہو گیا یا اس کے سوا اور کچھ اسباب پائے گئے ہر زمانہ کے دوسرے دور میں اُس نوع سے  
اعلیٰ درجہ کی نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا وہ بھی اپنے سے اعلیٰ درجہ کی نوع سے نہیں بنی پھر اس کو بھی اور دنیاوی اسباب کی وجہ  
سے نابود کر دیا جیسا کہ پیشتر گذر اچھڑ سکے بعد اس نے زمانہ میں اس سے بھی زیادہ اعلیٰ درجہ کی نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا  
پھر اس کو بھی ہلاک کر دیا اسی طرح سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ یہ فورت پہونچی کہ نہات اور حیوان کی موجودہ انواع مستقل  
طور پر بن گئیں اپنے سے کم درجہ کی نوع سے کوئی نوع نہیں بنی اور جو اس سے موجودہ انواع سے پیشتر کی انواع کو اس قسم کے  
دنیاوی اسباب سے نابود کر دیا صرف طبقات ارض میں لگے نشانات اور آثار باقی رہ گئے۔ پس جب تک یہ احتمال قائم ہے کہ تحقیقات  
جیاولوجی سے ترقی اور نشوونما لوگوں کا استدلال کہہ رہے ہیں یہی ہو سکتا ہے اور اس احتمال کی رو سے علم جیاولوجی کی  
تحقیقات مذہب غلطی کے مخالف بھی نہیں رہیں۔ اور اسباب کی نظر کہ جیاولوجی کے زمانوں میں انواع حیوانات اور نباتات  
کا مستقل طور پر وجود نہ ہوا ایک دوسرے سے یہ نہیں نہیں بلکہ ہر درجہ کی انواع اپنے زمانہ کے مناسب پائی گئیں یا ہر سے  
جس کا کم ہر سال مشاہدہ کرتے ہیں کہ نباتات اور حیوانات میں سے بہتیرے جگہ جا رہے کی فصل ختم ہوتی ہے اور فصل بچ  
اور گرمی کی آمد آمد ہوتی ہے پیدا ہو جاتے ہیں چنانچہ اس وقت جو شے سب سے پہلے پیدا ہوتی ہے وہ اعلیٰ درجہ کی نباتات  
ہے جیسے کہ کالی اور گہاس پھر جوں جوں گرمی (ایک درجہ خاص تک) زیادہ ہوتی جاتی ہے اتنی ہی زیادہ اعلیٰ درجہ کی نباتات  
پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ اسی طرح حیوانات میں سے جو سب سے پہلے پیدا ہوتا ہے یا انڈے سے اُس کا بچہ نکلتا ہے وہ اونٹ  
درجہ کا حیوان ہے جیسے وہ حیوانات جو بدلو سے پیدا ہوتے ہیں اور پھر اور کبھی وغیرہ۔ تاہم رفتہ رفتہ یہ سلسلہ ترقی کرتا جاتا ہے  
یہاں تک کہ اعلیٰ درجہ کی نباتات اور حیوانات کی پیدائش کا زمانہ آجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ان انواع میں سے کوئی ایک سے  
سے نہیں بنی ہے اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس مدت میں جو انواع پہلے بنتی ہیں جوں جوں گرمی (اُس خاص درجہ سے) زیادہ  
ہوتی جاتی ہے اُن میں سے بہت سی انواع دنیاوی اسباب سے ہلاک ہوتی جاتی ہیں جیسے کہ اُن میں گرمی کا تاثیر کرنا یا ان  
انواع کا اپنے غلبہ حاصل کرنا جو بعد میں ہونے والی ہیں اور جب گرمی کا زمانہ ختم ہوتا ہے تو غالباً سوائے اُن اعلیٰ درجہ کی نوع  
کے کہ جو اس مدت کی پیدا شدہ انواع میں منتخب شمار ہوتی ہیں اور سب ہلاک ہو جاتی ہیں اور جو ہلاک ہوتی ہیں زمین میں  
اُن کے آثار باقی رہ جاتے ہیں پس یہ سالانہ کیفیت علم جیاولوجی کی اُس حالت کے مشابہ اور مماثل ہے جہے کہ آپ نے اپنی تحقیقات  
سے دریافت کیا ہے یعنی پہلے اعلیٰ درجہ والی نوع کا وجود ہوا پھر اُس سے اعلیٰ درجہ کی نوع کا پھر اُس سے بھی اعلیٰ کا  
یہاں تک کہ یہ سلسلہ انواع موجودہ تک پہونچ گیا اور اُن کے پیشتر کی ساری انواع ہلاک ہو گئیں۔ پس نشوونما جیاولوجی کی تحقیقات  
سے آپ لوگوں کا استدلال بالکل ساقط ہو گیا جیسا کہ منصف کے نزدیک واضح ہے۔

بہر چاروں قدرتی قوانین جن پر کپ نے اس ترقی اور نشو و نما کیا ہے بلکیں نہیں ہیں جو ان دونوں امر پر قائم کی گئی ہیں بلکہ عالم نبات اور حیوان میں جس ترقی اور نشو و نما واقع ہونا مانا گیا ہے اس کی توجیہ کے لئے آپ لوگوں نے ان قوانین کو ذریعہ قرار دیا ہے۔

میں نے یہ سیکھنا چاہتا تھا کہ کیا

اس لئے میں آپ کے ساتھ گفتگو کر رہا ہوں اس ردش کو نہیں اختیار کرنا چاہئے کہ آپ کے مخالفوں نے اختیار کیا ہے اور ان قوانین کے ابطال کے درپے ہو گئے اور آپ ان کے مقابلہ میں ان کو ثابت کرنے میں مصروف ہو گئے بلکہ میں آپ کے سامنے صرف یہ بیان کروں گا کہ دیکھئے یہ قوانین کس درجہ تک پایہ ثبوت کو پہنچتے ہیں اور بر تقدیر ثابت ہونے کے ان سے کس مرتبہ کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے پس میں کہتا ہوں کہ اصول کی صفات کو فروغ کا درشتا حاصل کرنا تو ایک کبھی ہوتی ہے جس کا پیروان محمد علیہ وسلم ہرگز انکار نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ خدا کے پیدا کرنے سے اس کا حاصل ہونا ہر طرح ممکن ہے خواہ بذریعہ اسباب عادیہ کے ہو یا نہ ہو۔ علیٰ ہذا القیاس نتائج بقا کا قانون وہ بھی ایسا ہے جس کے ہونے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے اس نتیجہ سے انکار ہو سکتا ہے کہ بعض انواع باقی رہتی ہیں اور بعض ہلا ہو جاتی ہیں گو ہر حالت میں اس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے حالانکہ بیگز اس قانون کو مخلوقات میں حتیٰ کہ انسان کے اخصاف میں بھی کچھ شک مشاہدہ کرتے چلے آئے ہیں لیکن یہ دونوں قانون تو ایسے ہیں کہ خواہ نشو کے ساتھ پائے جائیں یا خلقت کے ساتھ کوئی خرابی نہیں لازم آتی دونوں ممکن ہیں۔ اور جب یہ بات ٹھہری تو اس سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ تمام انواع مستقل طور پر رہتی ہوں اور باوجود اسکے فروغ اپنے اصول کی صفات کو درشتا حاصل کریں اور باقی رہنے کے لئے باہم انواع میں منازعت متوقع ہو۔ پس قوی باقی رہے اور ضعیف ہلاک ہو جائے اور پھر بھی ہر نوع ان میں مستقل طور پر پیدا ہوتی ہو کسی دوسری نوع سے نہ بنی ہو اب رہا قانون نباتات اور وہ یہ ہے کہ ہر فرع کو اپنی اصل کی صفات وراثتاً حاصل کر لگی لیکن تاہم اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کچھ دوسری صفات میں اپنی اصل کے ساتھ مماثل بھی ہو یہ وہ قانون ہے جس میں آپ کے مخالفوں نے آپ سے یہ منازعت کی ہے کہ جو نباتات فروغ میں پیدا ہو جاتے ہیں وہ عرصی ہیں جو ہری نہیں ہیں یہاں تک کہ وہ نوع بدل جائے اور دوسری نوع بن جائے اور آپ نے جواب دیا ہے کہ لاکھوں برس کے گزرنے کے بعد یہ نباتات بار بار اور پے درپے ہوتے ہوئے جو ہری بن جاتے ہیں اور پھر ان سے نوع کا بدل جانا اور دوسری نوع بننا لازم ہو جاتا ہے اور آپ نے اس بحث میں بہت کچھ لکھا ہے اور محض قیاسی لاطائل کر کے رائی کا بہانہ بنا دیا ہے اب میں کہتا ہوں کہ قانون نباتات معنی یہ کہ فرع ان صفات کے اعتبار سے جو اس کی اصل میں نہیں ہیں اپنی اصل سے مماثل ہوتی ہے نباتات اور حیوان میں مشابہہ کیا گیا ہے اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس قانون کو مخلوقات میں مقرر کیا ہے تاکہ باہم ان میں تنازعہ پایا جائے کیونکہ اگر تمام انواع کے افراد میں سے ہر نوع کے تمام افراد ایک ہی صورت پر ہوتے تو باہم ان میں بڑا اشتباہ پڑتا اور نظام عالم میں خلل عظیم واقع ہو جاتا کہ جس کی انتہا ہی نہیں کوئی شخص نہ اپنے بیٹے کو پہچانتا نہ اپنی زوجہ کو اور نہ وہ دونوں اس کی شناخت کر سکتے ہی طرح اسے اپنے اور غیر کے گھڑے میں بھی میسر نہ ہوتی اور اسکی وجہ سے معاملات میں جو خرابی آتی اور لوگوں کے جو حقوق تلف ہوتے وہ کسی پر خفی نہیں۔ اور یہ قانون تو نباتات یا حیوان کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اور نہ اس کو اصول و فروغ کے ساتھ کوئی خصوصیت حاصل ہے بلکہ دنیا کی تمام موجودات میں یہ قانون عام طور پر پایا جاتا ہے چنانچہ آپ کوئی ایسی شے نہ دیکھیں گے جو دوسری شے کے ساتھ پوری پوری مشابہت رکھتی ہو چاہے وہ اس کی فرع ہو یا نہ ہو یہاں تک کہ انسانی مصنوعات میں بھی اس قانون کا

وجود ہے چنانچہ آپ کسی کتاب کو دوسری کتاب کے ساتھ پورا پورا مشابہہ ہرگز نہ پائیں گے اگرچہ ان دونوں کے بنانے والے نے ایک  
پورے طور سے مشابہہ بنانے میں کتنی ہی کوشش کیوں نہ کی ہو ایک ہی طرح کے ورق لگائے ہوں ایک ہی سطح میں چھاپا ہو اسی  
طرح آپ کسی سیال کو دوسرے سیال کے بالکل مشابہہ نہ دیکھیں گے بلکہ ضرور کچھ نہ کچھ فرق و تباہی موجود ہو گا گو وہ کتنا ہی چھٹی کیوں نہ ہو  
اور یہ بار ایک بینی سے کام لے ہوئے نہ معلوم ہو سکتا ہو اور یہ محض لطف خداوندی ہے جو اسے باہم متمیز کرنے کے لئے مقرر  
کر دیا ہے جیسا کہ ہم نے کہا آپس تمام موجودات میں تباہی کا ہونا اور فرق کا پایا جانا پس رکھنے والے کی جانب سے عطا کیا ہوا ایک ہی  
قانون ہے طبعی قانون نہیں جو جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں کیونکہ اگر فروع اور اصول کو طبعی نظر سے دیکھا جاوے تو فروع کا یہی حق  
اور اس کے لئے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی اصل کے پوری پوری موافق ہو اور اس کی ساری صفات کو ورثہ حاصل کرے اور  
کسی شے میں بھی اس کے ساتھ تباہی نہ ہو ہاں جب اس کا کوئی عارضی سبب پایا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن جب ایسا  
اتفاق ہو کہ مشابہت پیدا کرنے کے تمام اسباب متحد ہوں تو اس وقت دو چیزوں کے درمیان تباہی کا پایا جانا ذرا بھی پورا نہیں  
اثر تا نہ اصل اور فرع کے مابین اور نہ ان دونوں فرع کے درمیان جتنے بننے کے تمام اسباب متحد ہوں جیسے کہ دو جڑواں بچے  
جو کہ ایک ہی تہی اور ایک ہی جلی میں پیدا ہوئے ہوں پھر ان کی پرورش کرنے کے تمام اسباب بھی یکساں رکھنے میں انتہا درجہ  
کی باریک بینی سے کام لیا گیا ہوتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ ان دونوں میں ضرور فرق و تباہی پایا جاتا ہے اور اس وقت تباہی  
اور فرق کے لئے وہی اسباب ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالنا جیسا کہ میں نے آپ لوگوں میں سے بعض کو تسلسلہ ہے وہ بڑا تکلف ہی  
تکلف ہے اور اضاف کے دائرہ سے بالکل خارج ہے۔

جب آپ یہ جان چکے تو ہم کہتے ہیں کہ اس سے کوئی امر نافع ہو سکتا ہے کہ فروع کا اپنے اصول سے متباہی ہونا جس کے آپ  
لوگوں نے زمانہ دراز میں نوع کے بدل جانے اور بدل کر دوسری نوع بن جانے کے بارے میں اعتماد کیا ہے ایک جھین حد تک ہو  
جس سے کہ ایک نوع دوسری نوع کیجانب نہ نکل سکے اور اعمیٰ مقدار سے باہم افراد میں تاثر قائم رہنے کا فائدہ بھی پورا ہو جاتا  
پس ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نوع کے پہلے فرد کی فروع کو اس سے چند صفات میں متباہی بنایا ہو اور ملے ہذا لقیاس  
ان فروع کی فروع کو بھی اسی طرح یہ تباہی سلسلہ بندی میں لاکھوں ہی افراد اور صورتوں میں جاری ہوتا ہو اسی حد تک چلا جائے  
جس سے ایک نوع دوسری نوع کیجانب نہ نکلے اور پھر خدا تعالیٰ فروع میں اس سلسلہ کو از سر نو شروع کرے اور ان کے اجداد  
پیشین کی صورتیں انکو عطا کرنے لگے۔ اسی طرح اسوہ سے کہ فروع نے اپنے اجداد کی صورتیں پورے طور سے حاصل کر لیں دوسرا  
دور بھی ختم ہو جائے پہلے کے بعد آنے والی فروع میں بھی اسی کارروائی ہوتی رہے یہاں تک کہ اس نوع کا یا اس عالم کا خاتمہ  
ہو جائے اور یہاں تک کہ یہ امر ہمارے بعد کی آئندہ نسلوں کے نزدیک بخوبی بدل ہو جائے کیونکہ زمانہ حال کے لوگوں کی عکسی تضاد  
اس کے ہاتھ لگ جائیں پھر جب وہ ان تصویروں کا ان فروع کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھیں جو آئندہ زمانہ میں ہوں تو نظریہ ہو جائے  
کہ ان کے اجداد پیشین کی صورتیں ان کے زمانہ کی موجودہ نسل میں پائی جاتی ہیں۔ بہرہم کہتے ہیں کہ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اصول  
اور فروع میں ادنیٰ سے تغیر کی وجہ سے صورتیں اور شکلیں اس قدر کثرت سے ہو جاتی ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کیفیت کی  
صورتیں جنکو ہم نے بیان کیا تھا نہایت کثیر تعداد میں ہو سکتی ہیں اور پھر بھی ان کی وجہ سے ایک نوع کا دوسری نوع کیجانب نکل جانا

قانون تباہی  
و مشابہت  
و تباہی  
و تباہی  
و تباہی



ضروری نہیں ہوتا کیونکہ وہ محدود صورتیں ہیں جیسا کہ پہلے فرض کیا ہے۔ اسی نوع انسانی کو دیکھئے کہ روئے زمین پر اسکے لاکھوں  
 ہی افراد پائے جاتے ہیں اور پھر ان میں کیسا وسیع فرق اور تبائن پایا جاتا ہے جیسے درمیان رنگی اور سبکی کے۔ کیا اس تبائن اور  
 فرق نے کسی صنف کو اس کی نوع سے خارج کر دیا اور خارج کر کے اسے دوسری نوع بنا دیا؟ ہرگز نہیں۔ اور آپ لوگ اس سے  
 تعجب نہ کریں کہ فروع اپنے اجداد پیشین کی صورتیں کیسے پہر حاصل کر لیں گی کیونکہ آپ ایسے ہی قدرتی قانون کے قائل ہیں  
 ہیں اور وہ قانون (اٹا فیسم) ہے یعنی دادا کی جانب راجع ہونا اور بعض اہل سائنس اس کا نام دور و کافی یا رجعت رکھتے ہیں  
 پس آپ لوگ کہتے ہیں کہ بعض صفات کبھی بعض اقوام میں مخفی ہوتی ہیں پھر اسکے بعد ان کی اولاد میں ظاہر ہو پڑتی ہیں مثلاً  
 جب کوئی حبشی کسی رومی عورت سے شادی کرے تو بعض اوقات اس کی اولاد عورت کی طرح گوری ہوتی ہے۔ پھر کچھ سائنس  
 گزرنے کے بعد کبھی کبھی بعض اولاد میں انکے اس حبشی دادا کی صفات اور ساخت ظاہر ہو پڑتی ہیں اور اسی طرح یہ قانون  
 عادات، اخلاق، اور امراض میں بھی جاری ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ فروع اور اصول میں تبائنات کا محدود ہو کر پایا جانا اور پھر انہیں  
 نکال کر ہونا ہم نے جو فرض کیا ہے ایک ممکن الوقوع امر ہے جسکو عقول جائز کہتی ہیں قابل ترک نہیں خیال کرتیں اور شریعت بھی  
 میں بھی ایسا مضمون وارد ہوا ہے جس سے اس امر کی جانب اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اجداد کی صورتیں فروع کی طرح کچھ جانب رجوع  
 کرتی ہیں چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو انسان کو مخاطب کر کے یہ قول (فی اسی صورتہ) مآثر رکبک یعنی جس صورت میں  
 چاہا خدا نے تجھے ترکیب و بدیا) ارشاد فرمایا ہے اس کی تفسیر میں صاحب شریعت (رسول اللہ) علیہ الصلوٰۃ والسلام سے  
 منقول ہے کہ لطفہ جب رحم میں قرار پاتا ہے تو اس کے اور آدم کے مابین جتنے لوگ سلسلہ نسب میں ہیں خدا سب کی صورتوں  
 کو وہاں حاضر کر دیتا ہے اور جس شبیہ میں چاہتا ہے اس کی صورت بنا دیتا ہے (ایسا ہی تفسیر روح البیان میں ہے) پس  
 جب تک قانون تبائنات میں یہ احتمال قائم ہے کہ وہ تبائنات ہر نوع میں ایسے درجہ تک محدود ہوں کہ وہ نوع کو دوسری نوع  
 کی جانب خارج نہ ہونے دیں اور اصول کے تبائنات فروع میں پھر اندر نہ جاری کئے جائیں اور اسی طرح سلسلہ جاری رہے نہ گسٹ  
 تک نوع کا ایسے درجہ تک چاہو پوچھا کہ اس کا تغیر جو ہر ہی پچھلے اور آسکو وہ ایک دوسری نوع بنا دے محض ایک نئی امر ہے جن  
 اعماد نہیں کیا جاسکتا پس آپ نے اس قانون کی تقریر میں جو زور شور کیا یا ہے اور نیز لاکھوں برس کے گزرنے پر جو آپ نے  
 انواع کی تبدیلی کو اس قانون کے حوالہ کیا ہے یہ سب باطل ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ یہ قانون یعنی تبائنات آپ لوگوں کے زعم کے خلاف  
 غیر محدود ہے اور یہ امر اگرچہ عقلاً ممکن ہے اور اس سے تبدیلی کا واقع ہونا بھی جائز ہے اور یہ سب کچھ خداوندی قدرت کے تحت  
 تصرف میں داخل ہے لیکن اس قانون کا وقوع محض ایک نئی امر ہے اسکا کوئی یقینی ثبوت نہیں۔ پس اسکا نتیجہ بھی (اور وہ انواع  
 کا بدل کر دوسری نوع بن جانا ہے) ظنی ہو گا اور جب یہ حالت ہے تو پیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قانون کی کچھ پروا نہیں  
 کرتے اور نہ اسکو وہ نشو و نما دے سکتے ہیں اسلئے وہ اپنی شریعت کی ظاہری نصوص کی جو طریق خلق اور انواع کے مستقل طور  
 سے بننے پر دلالت کرتی ہیں تاویل کرنے پر مضطر نہیں ہو سکتے بلکہ وہ اپنے اسی اعتقاد پر کہ تمام کائنات بطریق خلق کے پیدا  
 ہوئی ہے برابر قائم ہیں گے ہاں جب یہ بات مان لی جائیگی کہ یقینی قطعاً دلیل اس کے خلاف بر قائم ہوگی (اور یہ امر کو سوں دور ہے)  
 تو اسوقت وہ اپنے سابق الذکر قاعدہ پر عمل درآمد کر کے دلیل عقلی افضل میں تطبیق کرنے کی غرض سے تاویل کر دیں گے۔

قانون انتخاب طبعی وہ تو آپ لوگوں کے نزدیک تینوں قوانین مذکورہ الصدر کے لئے بمنزلہ بیچنے کے ہے اسلئے وہ بھی غلطی ہی ہو گا اور اگر اسکا مانع ہوا تسلیم کیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ قانون انواع کے بطور خلق باطنی کے ساتھ ہی پایا جا اس لئے کہ ہم پہلے ہی درجہ کی نوع موجود ہونی چاہئے اس سے اعلیٰ درجہ کی بغیر اسکے کہ انچوادی نوعی نوع مستقل طور پر پیدا ہونی چاہئے اس لئے اس سے اعلیٰ کیسا تہ باقی کہتے ہیں منازعت کر کے اسے ہلاک کر دیا ہو پھر اس دوسری نوع سے بھی اعلیٰ درجہ کی نوع مستقل طور پر موجود ہونی چاہو اسلئے بھی اپنے سے اعلیٰ نوع کو منازعت کر کے ہلاک کر دیا ہو پھر اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا ہو یہاں تک کہ انواع موجودہ تک نیست ہو چکی ہوں اور کوئی نوع بھی دوسری نوع سے نہ بنی ہو اور سب کی سب مستقل طور پر پائی گئی ہوں پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ زمانہ موجودہ میں سب سے عمدہ اور انبہ انواع کا پایا جانا ثبوت نشو کو مستلزم نہیں بلکہ ممکن ہے کہ خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کے ساتھ بھی پایا جائے پس اس قانون کا پایا جانا نشو پر نہیں دلالت کرتا خلاصہ یہ کہ خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کو مان کر بھی ان قوانین اور بعد کی تفسیر کرنا ممکن ہے۔ یوں کہا جائے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنے درجہ کی انواع کو پیدا کیا ہو پھر اعلیٰ درجہ کی انواع کو بغیر اسکے کہ وہ اپنے سے اعلیٰ درجہ سے پیشتر مستقل طور پر پیدا ہو پھر اسے پہلے پہل انواع کو دنیا دی اسباب اور دوسری انواع سے باقی رہی میں منازعت کرنے کی وجہ سے یعنی تنازعہ بقا کے قاعدہ کے موافق ہلاک کر دیا ہو پھر اسی طرح ہوتا رہا ہو یہاں تک کہ انواع موجودہ تک نویت ہو چکی ہو اور یہی وہ انواع ہیں جو اپنے سے سابق کی تمام انواع سے بہتر اور انبہ ہیں پس یہ کیفیت قانون تنازعہ اور قانون بقا جس پر مشتمل ہے اور باوجود اسکے اللہ تعالیٰ نے فروع کی صفات اصول کو وراثتاً حاصل کرنے اور نیز فروع کے کچھ دوسری صفات میں اپنے اصول سے مبالغہ ہونے کے قانون کو بھی جاری کیا ہے لیکن یہ بتان ایک معین حد تک ہے جس سے کہ ایک نوع دوسری نوع نہ بننے پائے اور اس حکمت یہ ہے کہ ہم تیز قیام رہے جیسا کہ ہم اوپر کہ آئے ہیں اور اس کیفیت سے دونوں باقی قانون کو شامل کر لیا اور وہ قانون ارث اور قانون بتان ہیں جنکا شاہد کیا ہی جاتا ہے باوجودیکہ انواع کا بطور خلق اور مستقل طور پر بننا مانا گیا ہے اور آپ لوگوں کے علم جالوجی کی تحقیقات بھی اس توجہ کے ذرا ہی منافی نہیں پس کیا آپ اس توجہ کے خیال ہونے پر کوئی دلیل بیان کر سکتے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اور بعد ساری سابق الذکر تفسیر کے عقلی نظریں طریق نشو طریق خلق پر راجع بھی نہیں معلوم ہوتا بلکہ دونوں امر برابر نظر آتے ہیں پس ان دونوں میں سے ہر ایک کا احتمال ہے اور ہر ایک ممکن اور خداوندی قدرت کے تحت میں داخل ہے۔ اب ظاہر ہو گیا کہ عقلی نظریں نشو کو خلق پر ترجیح بھی نہیں اور نشو کا احتمال عقل کے نزدیک غلطی بھی نہیں قرار پایا سکتا بلکہ نشو اور خلق دونوں میں عقلی طور پر شک اور مساوات ہی کا رجحان پایا جاتا ہے لیکن بیرون محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کے احتمال کو ترجیح دیتے ہیں اور چونکہ ان کی شریعت کی ظاہری نصوص سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اسلئے وہ اسی کو مانتے ہیں اور آپ لوگوں کے پاس نشو کو ترجیح دینے اور اسکو ماننے کی جگہ میں نے اس کا جس مرتبہ کا ثبوت ملاحظہ کر دیا۔ کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔

یہ تو ہر جگہ اب سابق الذکر تفسیر کے بعد جب نشو ہی اور بطور سے ثابت ہو سکا تو اوپر انسان اور بندہ کا ایک ہی اصل سے نکلنا

قانون انتخاب طبعی  
عقلی نظریں نشو  
پر ترجیح دینے اور اسکو ماننے کی جگہ میں نے اس کا جس مرتبہ کا ثبوت ملاحظہ کر دیا۔

انسان کا بندہ ہونے کی وجہ سے نشو اور اس کے خلاف عقلی نظریں نشو پر ترجیح دینے اور اسکو ماننے کی جگہ میں نے اس کا جس مرتبہ کا ثبوت ملاحظہ کر دیا۔

ابھی جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں مٹی نہیں ہو سکتا اور آپ لوگوں کا یہ قول کہ انسان کے بند کے ساتھ مشابہت رکھنے کے مقصد  
 کے موافق کچھ بعید نہیں ہے کہ انسان اور بند ایک ہی اصل سے نکلے ہوں محض ایک انتہا درجہ کا ساقط الاعتبار شبہ ہے کیونکہ  
 محض صوری مشابہت کا یہ مقصد نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے یہ امر لازم آتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر آپ کہیں کہ اس سے  
 لازم تو نہیں آتا لیکن کم سے کم اتنا تو ہے کہ اس سے اس کا ظن اور گمان غالب پر رہا ہو جائے تو میں کہوں گا کہ یہ بڑا ان محض صلیہ  
 علیہ وسلم اعتقاد کے بارے میں ظن پر اعتقاد نہیں کر سکتے اور نہ اس کو اپنی شریعت کی ظاہری خصوص کے لئے معارض اختیار کر سکتے ہیں  
 علاوہ بریں اس مشابہت سے جو آپ کے نزدیک ظن پر رہا ہو اٹھا اسکے لئے ایک امر واضح بھی موجود ہے اور وہ ہے کہ ہم دیکھتے  
 ہیں کہ انسان اپنی ابتداء سے پیدائش میں عقل اور بدن دونوں میں نہایت کمزور ہوتا ہے چلنے اور آپ سے نیچے پر بھی قادر نہیں ہوتا اور نہ  
 ذرا سی حرکت ہی کر سکتا ہے جو باقاعدہ ہو اور باوجود اسکے وہ نہایت کند اور نادان بھی ہوتا ہے کہ اپنے ارد گرد کی اشیاء کو بھی  
 نہیں پہچانتا اور نہ اسے زمین اور آسمان کی تغیر ہوتی ہے نہ آگ اور پانی میں فرق کر سکتا ہے اسی لئے نہ وہ کسی ایذا رساں چیز سے  
 بچتا ہے نہ کسی نافع چیز کو اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اتنا بھی فہم نہیں ہوتا کہ اپنی ماں کی چہاتی کیسے منہ میں لے چنانچہ  
 وہ کئی روز تک اس کو سکھانے کی کوشش کرتی ہے جب اسے دودھ پینا آتا ہے پھر اس ساری کمزوری اور نادانی کے بعد  
 ہم اسے دیکھتے ہیں کہ قوت اور ادراک میں ترقی کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ ایسے درجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اگر بقیہ حیوانات پر  
 قیاس کیا جائے کہ وہ اپنی پیدائش کے وقت اس سے کہیں توانا اور بھروسہ میں تو اس درجہ تک اسے پہنچنے کی امید نہیں  
 ہو سکتی اور انسان کی یہ حالت خداوندی اعمال میں سے نہایت عجیب تر اور اس کی قدرت کی عظمت پر دلیل روشن ہے کہ اسے لئے  
 کمزور اور اس قدر نادان حیوان کو ایسے درجہ تک کیسے پہنچا دیا جہاں تک کمزور حیوانات نہ پہنچ سکے چنانچہ وہ نہایت قوی اور صاحب  
 غلبہ بن جاتا ہے کہ پتھروں کو اکٹھا کر کھینک دیتا ہے بڑی بڑی عایشان عمارتیں تعمیر کرتا ہے حالانکہ پہلے وہ نہایت کمزور اور  
 عاجز تھا اسی طرح وہ مدق عالم و محقق فلاسفہ بن جاتا ہے بعد اسکے کہ وہ نرمی و نادانی میں غرق تھا اپنی قوت اور عقل کے ذریعہ سے  
 بحر و بر کے حیوانات پر تسلط حاصل کر لے پرنندوں کو اپنے قبضہ میں لاتا ہے لطافہ شمس و قمری کا انقباض کرتا ہے اور پھر  
 بھی یا تو اپنے پیدا کرنے والے خدا سے واحد کا اقرار کرتا ہے یا اس سے پرے درجہ کا منکر بن جاتا ہے رہا بند روہ اور اکثر  
 حیوانات کی طرح ایک قسم کی قوت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ اس وقت کافی حرکت کرنے پر قادر ہوتا ہے تاکہ  
 انکی ماں جو اسکی پرورش کرنا چاہے کہیں وہ اسکی کچھ مدد کر سکے اور اسوقت اسکو اس قدر سمجھ ہوتی ہے کہ انسان کے بچے کے  
 پاس اسکا نشان بھی نہیں پایا جاتا چنانچہ جو غذا اسکے لئے مہیا ہوتی ہے اسے جان لیتا ہے اور بغیر اس کوشش و پیر  
 کے جو انسان کی ماں کو اپنے بچے کے لئے کرنا پڑتی ہے وہ (بند رکا بچہ) اپنی ماں کی چہاتی منہ میں لے لیتا ہے ایذا رساں  
 چیزوں سے بچتا ہے نافع چیز کو اختیار کرتا ہے اور نہایت ہی تھوڑی مدت میں جہیں کہ انسان کا بچہ اپنے سر پر بیٹھنے کے  
 بھی قابل نہیں ہوتا وہ اپنا رزق تلاش کرنے کے لئے دوڑنے لگتا ہے اور اسکو اس قدر سمجھ بھی ہو اسکے اور زندگی کی انشاء  
 دہی کے لئے کافی ہو حاصل ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ اپنی نوع کے بڑے بڑوں کے قائم مقام بن جاتا ہے اور حالانکہ وہ دیکھنے  
 میں بچہ ہی رہتا ہے پس بند اور انسان میں کہیں فرق موجود ہے سو اگر انسان اور بند ایک ہی اصل سے نکلے ہوئے اور



انسان کی عقل باقی حیوانات کی عقلوں سے صرف مقدار میں اختلاف رکھتی ہے حقیقت اور ذات میں اُنسے مختلف نہیں یہ سب ایسی باتیں ہیں جنکا اسلامی شریعت پر الطباق ممکن ہے چنانچہ حیات کی توہیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک ایسی وجودی صفت ہے جو نفس ذات پر زائد اور علم و قدرت کے مغائر ہے جسکی وجہ سے ذات کا ان دونوں کے ساتھ موصوفہ ہونا صحیح ہو جاتا ہے (ایسا ہی تفسیر روح البیان میں ہے اور کسیکے مثل تفسیر رازی میں بھی موجود ہے) آپس جب اُنکے سامنے حیات کے بارہ میں آپ کا یہ قول پیش کیا جائے کہ وہ احسن ارمادہ کے باہمی تاثرات کے ظہور میں سے ایک ظہور کا نام ہے تو وہ یہ کہہ دیگے کہ ہمارے نزدیک حیات ایک عرضی صفت ہے مادہ نہیں ہے اور یہ ظہور جس کو آپ حیات کہتے ہیں وہ بھی عرضی صفت ہے اسلئے اس سے کوئی مانع نہیں کہ حیات بھی ظہور ہو لیکن پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم حیوان میں خدا کے پیدا کرنے سے ایسے حادث کے قائل ہیں نہ جیسے کہ آپ لوگ اجزاء مادہ کی حرکت سے اُنکے حادث کا بلا دلیل گمان کرتے ہیں جیسا کہ پیشتر گذرا اگرچہ ممکن ہے کہ یہ حرکت بھی محض خدا کے پیدا کرنے ہی سے موجود ہوئی ہو اور اس ظہور کا جسے آپ حیات کہتے ہیں سبب بنی ہو شہیک نئی طرح سے جیسے کہ اسباب سے سببات کو پیدا کرنے کی خدا کی عادت جاری ہو گئی ہے۔ باقی رہی عقل اُنکے بارہ میں پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے تو اس کی حقیقت کے بیان کرنے سے یہ کہہ کر تو قضا ہی اختیار کر لیا کہ وہ مخیبات میں سے ہے جسے شریعت نے ہمارے لئے نہیں بیان کیا پس النسب اور ادب کی بات یہی ہے کہ اُنہیں گفتگو نہ کیجائے پس اس بنا پر جب آپ لوگ اُنکے سامنے عقل کی ایسی بیان کرینگے جو ان کی شریعت کے خلاف نہ ہو تو وہ آپسے ہی کہہ دیگے کہ ہاں آپ کی تفسیر میں صحت کا احتمال ہے کوئی مانع نہیں ہے کہ یہی تفسیر صحیح ہو لیکن یہ ظہور خدا کے پیدا کرنے سے حادث ہوا نہ جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ وہ محض اسی حرکت سے حادث ہو گیا ہے۔

اور بعض پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عقل کی تفسیر میں خوض کیا ہے اور جتنے اقوال میں سب اسبات میں متفق ہیں کہ وہ عرض ہے اور سب کا حاصل یہی ہے کہ وہ علوم کے قبیل سے ہے یعنی وہ ایک قسم کا ملکہ ہے جسکے ذریعہ سے نظری علوم اور اک کر لئے جاتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک قسم کا جانور ہے اور ایسا ہی بعض آحادی آثار میں بھی وارد ہوا ہے (جیسا کہ مادر وی کی کتاب ادب الدین میں ہے) اور مراد اس سے یہ ہے کہ وہ ایک باطنی نور ہے پس اس امر کے اعتبار سے کوئی مخالفت نہیں کہ وہ علوم کی جنس سے ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ وہ جوہر ہے لیکن یہ قول رد کر دیا گیا ہے (محمد السلام اور اُنکے حاشیہ اسیر سے ایسا ہی سمجھا جاتا ہے) یہ سب کچھ غریزی یا طبعی عقل کی نسبت کہا گیا ہے یہی عقل کہ نسب جو ای غریزی عقل کا نتیجہ ہے پس وہ کامل متیز صحیح سیتا اور رے کے صائب ہونے کا نام ہے (مادر وی کی کتاب ادب الدین میں بھی ایسا ہی ہے) پس اس بنا پر یہ امر صحیح ہے کہ آپ کے ادران لوگوں کے قول میں جنھوں نے عقل غریزی کی تفسیر میں خوض کیا ہے کوئی منافات نہیں کیونکہ دونوں قول اسبات میں متفق ہیں کہ وہ عرض ہے تو پھر اس بنا پر پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ کہا جائیگا کہ یہ عرض اجزاء مادہ کی باہمی تاثرات کے ظہور میں سے ایک ظہور ہے تو یہ کہنے سے انہیں کوئی چیز نہیں روک سکتی کہ ہاں ممکن ہے کہ

ف  
عقل کا سبب  
نہی جاتا  
نہی جاتا  
نہی جاتا



یہی ہوا و ہر سی ظہور سے علوم کا ادراک حاصل ہوتا ہو لیکن اسکا ادراک دونوں کا جو محض خدا کے پیدا کرنے سے ہے اس طرح یہ قول ہمارے عقائد کے خلاف بھی نہیں ہوتا اب ان میں اور آپ لوگوں میں صرف اسی بات پر فیصلہ کا دار مدار ہے کہ آپ کے قائل ہو جائیں کہ یہ ظہور خدا ہی کے پیدا کرنے سے ہے۔ باقی رہا آپ کا یہ قول کہ انسانی عقل باقی حیوانات کی عقلوں سے صرف مقدار میں اختلاف رکھتی ہے حقیقت اور ذات میں ان کے مختلف نہیں تو یہ قول بھی شرعی نصوص میں سے جن پر کہ اعتقاد کے بارہ میں عقائد کیا جاتا ہے کسی کے بھی خلاف نہیں کیونکہ ان نصوص سے غایت سے غایت جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ اس قدر ہے کہ خدا نے انسان کو عقل دیکر باقی حیوانات سے ممتاز کیا ہے اور اس وجہ سے بخلاف اور حیوانات کے اسکو شرائع کی تکلیف دی گئی ہے۔ رہا ادراک حیوانی سے حقیقت اور ذات میں اسکا متخالف ہونا یا نہ ہونا تو شرعی نصوص میں ان دونوں میں سے کسی کی بھی تصریح نہیں کی گئی اس لئے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس کے بارہ میں سوال کیا جائیگا تو وہ کہہ دیں گے اس سے کوئی امر خارج نہیں کہ ضروریات زندگی کی تدبیر کرنے کے لئے حیوانات کو جو ادراک ملا ہے وہ اور انسانی عقل دونوں ایک ہی مقولہ سے ہوں جو کہ عقل اعراض کے ایک عرض ہوا اور خدا کے پیدا کرنے سے حاصل ہو گیا ہو لیکن وہ انسان میں زیادہ ہو کر ایسے مرتبہ پر پہنچ گیا جسے اسے اس قابل بنادیا کہ وہ طرح طرح کے علوم استنباط کرنے لگا اخلاق حمیدہ اور غیر حمیدہ میں اسے پتہ ہو گئی اور وہ وہ چیزیں حاصل کر لینے کے لائق ہو گیا جنکی وجہ سے وہ اور حیوانات سے ممتاز ہے اور ادراک کے اسی مرتبہ پر پہنچ کر وہ شرعی تکلیف کے قابل بنجا ہے اسکو ہم عقل کہتے ہیں اس لئے کہ لخت میں عقل باندھنے اور دیکھنے کو کہتے ہیں اور وہ بھی اسکو امرنا صواب کے ارتکاب سے روکتی ہے پس اسکا قائل ہونا کہ عقل انسانی حیوانات کے ادراک سے صرف مقدار کا اختلاف رکھتی ہے اسلامی دین کے منافی نہیں بلکہ یہ قول اس پر منطبق ہو سکتا ہے اس بنا پر انسانی عقل کی نسبت شریعت میں جو تعظیمی الفاظ جیسے کہ وہ نور ہے۔ مدد تکلیف ہے وغیرہ واقع ہوئے ہیں وہ صرف ادراک کے اسی عالی مرتبہ کی تعظیم کے لئے ہیں کسی دوسری شے کے لئے جو ادراک حیوانات سے اہل حقیقت میں مغایر ہو نہیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

باقی رہا آپ لوگوں کا باقی مسائل سے انکار کرنا جنکو آپ نے شریعت محمدی میں تو پایا لیکن آپ کے علوم میں ان کی کوئی دلیل موجود نہیں یا ان کی رو سے وہ قابل ترک ہیں ان کی نسبت سنئے۔ ہم سے اور آپ سے جو بحثیں ہو چکی ہیں بعض مسائل کی تو پوری حقیقت ہو چکی تاہم آئندہ موقع بہ موقع ہم تنبیہ کرتے جائیں گے اور جو مسائل باقی ہیں جو ان کے لئے تحقیق کے لئے ہیں ابھی گفتگو کرتا ہوں اور آپ لوگوں کو دکھائے دیتا ہوں کہ ان میں سے کوئی بھی مسئلہ ایسا نہیں جسکو عقلیں متروک خیال کرتی ہوں بلکہ سب کے سب عقلی قواعد پر منطبق ہیں بشرطیکہ عقل سلیم سے کام لیا جائے چنانچہ سنئے ہیں بیان کرتا ہوں یہ سب باتیں تو پہلے معلوم ہو چکی ہیں کہ مادہ عالم پہلے نہ تھا اور پھر حادث ہوا اور یہ کہ جس نے اسکو عدم سے پیدا کیا اور اس سے انواع کائنات کو اس انتظام خاص پر بنادیا وہ ہی خدا ہے اور یہ کہ وہ ان سب چیزوں کو نیست و نابود اور محدود کرنے پر بخوبی قادر ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو باقی حیوانات سے علیحدہ اور مستقل طور پر پیدا کیا اس سے اس کی عورت کو بنایا۔ اور دونوں کو ایک مکان میں جس کا نام جنت ہے سکونت پذیر کیا پھر جس چیز سے انہیں منع کیا تھا اس کی مخالفت کی وجہ سے دونوں کو زمین پر اتار دیا اور یہ کہ جو کچھ عالم میں ہوتا ہے وہ سب خدا ہی کے قضا و قدر سے ہوتا ہے یعنی وہ اسے جانتا ہے اس کا ارادہ

انسانی عقل  
اور حیوانی عقل  
میں اختلاف  
مقدار کا ہے  
اور نہ نوع کا  
اور نہ ذات کا  
اور نہ اس کے لئے  
شرعی تکلیف

کہتا ہے اور اپنی قدرت سے اسے موجود کر دیتا ہے اور یہ کہ جو کچھ وہ قضا (حکم) کرتا ہے وہ سب اُس کے پیدا کرنے سے پہلے جاتا ہے اُس کے سولے کوئی خالق نہیں اگرچہ اسے سبب و مسببات کو اسباب کے ساتھ مرتب کر رکھا ہے سبب و مسببات کو اسباب سے پیدا کرتا ہے لیکن دونوں کا وہ خودی خالق ہے پہلے سبب کو پیدا کرتا ہے اور اُس کے بعد ہی مسبب کو پیدا کر دیتا ہے اور تمام اشیاء میں جو تاثر مشاہدہ کی جاتی ہے وہ خدا ہی کے پیدا کرنے اور ایجاد کرنے سے ہے کوئی شے حقیقت میں طبیعت یا اُس کی قوت کی وجہ سے جو انہیں رکھی گئی ہو اثر نہیں کرتی اور یہ کہ خدا نے بھانہ موجود ہے۔ قدیم ہے ہمیشہ رہے گا۔ اُس کا معدوم ہونا محال ہے۔ ایک ہے اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے۔ علاوہ اُس کے عالم میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب غنی ہے کہیں کا محتاج نہیں۔ ساری چیزیں اُس کی تخلیق ہیں۔ موجودات میں سے وہ کبھی کے مشابہ نہیں اور نہ کوئی چیز اُس کے مشابہ ہے۔ کامل درجہ کا ارادہ کرنے والا پورا پورا علم رکھنے والا ہے تمام چیزوں کو جو موجود ہیں خواہ گزر چکیں یا آئندہ ہوں گی۔ سب کو جانتا ہے اُس کے علم سے کوئی شے باہر نہیں جتنی چیزیں عقلاً ممکن ہیں سب پر قادر ہے خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں۔ زندہ ہے۔ تمام صفات کمال کے ساتھ جو اُس کی ذات کے شایاں ہیں موصوف ہے۔ تمام صفات نقصان سے منزہ ہے پس یہ وہ مسائل ہیں جن پر سابق کے بحث میں کافی طور پر گفتگو ہو چکی ہے اب کوئی ضرورت نہیں کیونکہ بعض کے تحقیق اور ثبوت پر تو میں نے یقینی دلیل قائم کر دی ہے جیسے کہ مادہ کا حادث ہونا۔ خدا کا موجود ہونا۔ اور اُس کا اپنی صفات کے ساتھ منصف ہونا اور بعض کو پیشہ آپ کے علوم کے ساتھ جھگڑے وہ معارض معلوم ہوتی تھیں تطبیق دیدی اور اُس کے لئے کوئی توجیہ ذکر کر دی یا میں نے آپ کو ایسا طریق بتا دیا جس پر چلنے سے اسلامی دین کے ساتھ آپ کی ایسی مخالفت نہیں ہوتی کہ اُس سے آپ اسلام کے اعتقاد نہ رکھنے والوں میں شمار ہونے لگیں اور جس چیز کی میں نے تصریح نہیں کی ہے وہ ادنیٰ غور کرنے سے گذشتہ مباحث سے سمجھی جاسکتی ہے اور تفصیلی گفتگو کثرت اسلامی کتابوں میں موجود ہے جس کا بھی چاہے اُسکی جانب رجوع کرے۔

آپ رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر سات آسمان پیدا کئے اور ان آسمانوں کے اوپر ایک بہت بڑا جسم نام ہے اور اُس کے اوپر اُس سے بھی بڑا جسم نام عرش ہے پیدا کیا۔ اور یہ کہ ہمارے اور ان اجسام کے مابین بہت ہی بڑی مسافت حائل ہے اور یہ کہ اُسے ایک بہت بڑا جسم جس کا نام لوح ہے اور ایک دوسرا جسم جسے قلم کہتے ہیں اسے پیدا کیا تاکہ جتنی ہونے والی چیزیں ہیں ثبت ہیں اور کبھی جائیں گو وہ اس کا محتاج نہ تھا اور یہ کہ انسان کو خدا کی نعمتیں اُس کے ایک نائے ہوئے مکان میں ملیں گی جس کا نام جنت ہے اور دوسرے مکان میں اُس کا عذاب ہوگا جسے جہنم کہتے ہیں۔ زمین۔ آسمان اور عالم کے تباہ ہونے کے بعد جب لوگ مرنے کے بعد زندہ ہوں گے تو خدا ان لوگوں کو ان دونوں مکانوں میں داخل کریگا پس میں کہتا ہوں کہ آپ اور پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلافت کے توفیق ہی ہیں اور اس سے مراد بہت ہی دور و دراز بعد ہے جسکی دست کو سوچ کر عقل حیران رہ جاتی ہے پہر آپ کہتے ہیں کہ آفتاب اور ستارے اس خلا دور و دراز میں قانون کشش کے ذریعہ سے قائم ہیں اور پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض کا قول بھی آپ کے قول کے موافق اور بویہ معلوم ہوتا ہے

عہ خلا سے یہاں زمین کے اوپر کی وہ فضا مراد ہے جو دیکھنے میں سید معلوم ہوتی ہے اور اس سے حقیقی خلا مراد نہیں کیونکہ اہل سائنس کہتے ہیں کہ اس تمام فضا میں ابھر پہلا ہوا ہے ۱۲ متر جم

وہ یہ ہے کہ آفتاب اور ستارے آسمان میں گھومتے ہوئے نہیں ہیں بلکہ وہ خلا میں قائم ہیں اور اس خلا میں جو انکا مدار حرکت ہے وہی انکا فلک ہے جیسا کہ پیشتر گزر چکا پس اس سے کوئی چیز مانع ہو سکتی ہے کہ اسی خلا دور و دراز میں ان ستاروں کے اوپر ان اجسام مذکورہ کو بھی خدا نے پیدا کیا ہو اور وہ ساتوں آسمان (اور ان کا نظر نہ آنا پیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض کے قول کے موافق ہے جیسا کہ پیشتر گزرا اور وہ ابو بکر بن العزلی ہیں) عرش - کرسی - لوح و قلم - جنت اور دوزخ ہیں - اور خدا نے انکو وہاں اپنی قدرت سے قائم کر رکھا ہے چاہے اُسے قدرتی قوانین میں سے جھینیں کہ وہ اپنی مخلوقات میں رکھنا کر تیسے کسی قانون سے کام لیا ہو یا کسی طبعی قانون کے محض اپنی قدرت سے انہیں روک رکھا ہو کیونکہ وہ اس بابت پیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعتقاد کے موافق پورے طور سے قادر ہے کہ قوانین قدرت محض عادی اسباب ہیں جیسا کہ اُسے آفتاب اور ستاروں کو اس خلا میں جس میں کہ وہ پائے جاتے ہیں قائم کر رکھا ہے پہر یہ سب ہم سے نہایت ہی دور و دراز سافت پر واقع ہیں جیسے کہ باہم خود انکے مابین بہت ہی بڑی مسافتیں حامل ہیں اور خدا کی اور اس کی قدرت کی جو عظمت ہم اس کی مصنوعات میں جنکا ہم مشاہدہ کرتے ہیں دریافت کیچکے ہیں اس کے لحاظ سے تو ان میں سے کوئی امر تعجب نہیں معلوم ہوتا پس یہ سب چیزیں ممکن ہیں اور ہو سکتی ہیں عقل انکو محال نہیں سمجھتی اور خدا کی قدرت ممکن کے ساتھ ایجاد کرنے کیلئے متعلق ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ رہا اُنکے ادراک تک آپ لوگوں کی رسائی نہ ہونا خواہ ہر بیچہ جو اس ہوا ہوا مسئلہ دیگر ذریعوں کے اُنکے معدوم ہونے کو مقتضی نہیں ہے اور اس تقریر سے بھی ظاہر ہو گیا کہ ساتوں زمینوں کے موجود ہونے سے بھی جیسا کہ بعض شرعی نصوص میں وارد ہوئے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ اسی خلا میں جس میں کہ جاری ہیں اور تمام ستارے قائم ہیں چہرہ زمین اور بھی قائم ہوں اور ان میں مخلوقات بھی پائی جاتی ہو جیسا کہ آپ لوگ ستاروں میں مخلوقات کے موجود ہونے کا گمان کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کہیں کہ ہم نے تو انکو بڑی بڑی دوریوں سے بھی نہیں دیکھا تو میں کہوں گا ممکن ہے کہ روشن ہی نہ ہوں جو نظر آسکیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے انکو دیکھا ہو اور انہیں ستاروں میں جو کہ خلا میں قائم ہیں انہیں بھی شمار کر لیا ہو۔ اگر آپ کہیں سمجھنا مانا کہ یہ سب کچھ ممکن اور ہو سکتا ہے لیکن اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ سب چیزیں بالفعل موجود بھی ہیں اور کونسا امر باعث ہو کہ پیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُنکے قائل ہی ہو جائیں تو میں کہوں گا کہ اس کا باعث ان کی شریعت کی نصوص ہیں جو ان اجسام کے موجود ہونے کی تصریح کرتی ہیں اور یہی اُنکے وجود پر ان کی دلیل ہے اور یہ وہ نصوص ہیں جنکا اُنکے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وارد ہونا قطعی طور پر ثابت ہے اور وہ جتنی چیزوں کی خبر دیں سب میں سے ہیں کیونکہ وہ جھوٹ سے معصوم اور محفوظ ہیں اسلئے کہ پیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خدا کے پاس سے انکار رسول بنکرانا قطعی دلیلوں سے ثابت ہو چکا ہے اور اگر آپ پوچھیں تو پیر اللہ تعالیٰ نے ان اجسام کو پیدا کیوں کیا تو میں جواب دوں گا کہ جیسے اُسے ستاروں زمین اور مانی حاملوں کو جنکا آپ مشاہدہ کرتے ہیں پیدا کیا وہی تمام چیزوں کے پیدا کرنے کی خوب حکمت جانتا ہے اور وہ تو فاضل مختار ہے جو چاہے سو کرے اُس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا اور سابق میں اس امر پر دلیل قائم کر چکا ہوں کہ اعمال خداوندی کے جمیع اسرار کو عقل انسانی احاطہ نہیں کر سکتی ہے پس اُسکو یاد کیجئے۔ اور پیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اجسام کے پیدا کرنے کے بہت کچھ اسرار اور حکمتیں بھی بیان کی ہیں کہ اگر ہم انکو بیان کرنا شروع کریں تو بہت طوالت ہو جائے جسکا جی چاہے ان کی کتاب

کو دیکھئے۔

اب یہ یاد رکھو کہ اس خدائے کبھی نوزانی اجسام پیدا کئے ہیں جنکا نام ملائکہ (فرشتے) ہے اور جو اپنی شکل کے بدل لینے پر قادر ہوتے ہیں اور یہ کہ آسمان اور زمین کے مابین جس قدر مسافت ہے وہ اسے ایک بہت ہی تھوڑی مدت میں قطع کر سکتے ہیں اور یہ کہ وہ ہمارے سامنے سے اس طرح گزر سکتے ہیں کہ ہم انہیں نہ دیکھیں اور یہ کہ وہ ایسے ایسے افعال کر سکتے ہیں جن سے انسانی قوتیں عاجز ہیں اور یہ کہ آسمان فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں جیسے کہ آسمان پر دو سرے اجسام بھی جو ملائکہ مذکورہ کے ساتھ بعض خواص میں جیسے کہ شکل بدل لینے پر قادر ہونا نظروں سے پوشیدہ رہ سکتا۔ بڑے بڑے افعال پر قدرت رکھنا) مشابہ ہیں پیدا کئے ہیں لیکن وہ ملائکہ سے اس امر میں مختلف ہیں کہ وہ ان کی طرح نوزانی نہیں اس طرح بعض اور اوزاروں میں بھی اختلاف رکھتے ہیں جیسا کہ گورچکا ہے اور ان اجسام کا نام جن ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ اس سے کوئی امر مانع ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ اجسام انہیں خواص کے ساتھ موصوف بنائے ہوں جنہیں کہ ملائکہ کہتے ہیں اور کچھ دوسرے اجسام بھی جو امور مذکورہ میں ان کی نظیر ہوں پیدا کئے ہوں جنکا کہ نام جن ہوا ممکن ہے کہ ان کا مادہ مادہ ایہہ کی طرح ہو جس کی نسبت آپ یہ کہتے ہیں کہ وہ تمام عالم میں بہا ہوا ہے حالانکہ آسمان سے دیکھا نہیں یا ان کا مادہ مادہ ہوا کی طرح ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے بنا کر اس کے ذروں کو ایسی کیفیت پر جمیع کیا ہو جس کی وجہ سے انہیں خواص مذکورہ کی صلاحیت آگئی ہو جیسے کہ آسمان جو ان کو جمادی عناصر سے ایسی کیفیت پر بنایا جس سے کہ آسمان حیات اور اک۔ اور حرکت وغیرہ ساری قوتیں حاصل کر لیں حالانکہ پہلے عناصر میں ان میں سے کوئی شے بھی موجود نہ تھی پس ممکن ہے کہ ہمارا اس کے دیکھنے پر قادر نہ ہونا ان کی شفافیت اور لطافت کے باعث ہے جو ایسے کہ ہوا اور ایہہ کا حال ہے علاوہ یہ کہ پروردگار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس اعتقاد کی بنا پر کہ دکھائی دینا محض خدا کے پیدا کرنے سے ہوتا ہے جیسے کہ سابق میں اس کی تقریر گزر چکی یہ امر بالکل ظاہر ہے اور اس کے اپنی شکل بدل لینے پر قادر ہونے کی وجہ باوجودیکہ وہ عقلاً ممکن ہونے کی وجہ سے خدا کی قدرت کے تحت میں داخل ہے اس طرح ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اجسام کو ایسی کیفیت پر بنایا ہو جسکی وجہ سے وہ ہوا۔ ایہہ یا ان کی کے مثل کسی اور شے سے کچھ فرقہ دار لے لینے پر قدرت رکھتے ہوں اور اسکو کثیف کر کے جس صورت کا چاہیں خول بنا سکتے ہیں پھر اسے بہن لیتے ہوں اور اس طرح نظروں میں اسی صورت کے معلوم ہونے لگتے ہوں اور کبھی ایسی اعمال میں جو اللہ تعالیٰ نے بعض اجسام کو بعض کجایات منقلب کرنے پر جیسے کہ کثیف کو لطیف اور لطیف کو کثیف بنا دینے وغیرہ پر انسان کو قادر کر دیا ہے اس سے ہماری تقریر کا سمجھنا عقلوں کو بہت ہی آسان ہو جاتا ہے اور چونکہ اجسام کا مختلف شکلوں پر ہونا کیسے ہی کہیں نہ ہو خداوندی قدرت کی عظمت کجایات منسوب ہوتا ہے جسکے وہ اعمال عقلوں کو مدہوش کئے دیتے ہیں جو حیوان اور نبات کو مختلف خواص عطا کر دیتے کہ ان میں ہونے میں اسلئے اس میں ذرا بھی تعجب نہ کرنا چاہیے۔

یاد رکھو کہ باوجودیکہ لطیف اجسام ہیں لیکن ایسے ایسے اعمال کرنے پر قدرت رکھتے ہیں جن سے انسانی قوتیں بالکل عاجز ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ہواؤں کے یہ کام کہ وہ کیسے بڑے بڑے درختوں کو اکٹھے کر کے پہنکاتے ہیں اور زبردت کمرانی کے کرشمے کہ وہ کس طرح بڑی بڑی گراناہر شکاری کو جگہ ہزاروں کو می ملا کر حرکت بھی نہیں دے سکتے کچھ لینے ہے دیکھو کہ ملائکہ اور جن کے اعمال میں کچھ بھی تعجب نہیں معلوم ہوتا مخصوصاً جبکہ اسکا ہی خیال کیا جائے کہ انکو ان اعمال کی قوت بخشنے والا خدا ہے جس کی قدرت

فرشتوں اور جنوں کا وجود ہونا  
اور ان کے شکل بدلنے پر قادر ہونا  
اور ان کے خواص کے مختلف ہونا  
جس میں تعجب کی کوئی بات نہیں  
بیشک نہ

کی عظمت کے سلسلے یہ ذرا بھی مشکل کام نہیں۔ اور جب ہم بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے ہاتھ کی قوت سے لوہے کو توڑ دیتے ہیں حالانکہ ان کی ہاتھ کی قوت محض اُنکے پٹھوں کا عمل ہے جن کی انتہا ایک نہایت ہی نازک اور پتلے گودے (میدار اعصاب) جو دماغ کا ایک حصہ ہے (کس ہوتی ہے) کہ حرکت کا میدان ہے جیسا کہ آپ کہتے ہیں اور خارجی جسم کے اوستے (صدفہ) کو بھی برداشت نہیں کر سکتا بلکہ اُس مقدار سے جو اُسکے لئے ضروری ہے خون کا ایک زیادہ قطرہ بھی اُسکے نیست و نابود کرنے کے لئے کافی ہے جسکے بعد پھر انسان بھی زندہ نہیں رہ سکتا تو یہ دیکھ کر ہمیں یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ المدیقائے اُشے نازک و لطیف کو ایسی قوت عطا کرنے پر بخوبی قادر ہے کہ جو کثیف اور سخت شے میں موجود ہو کیوں نہ ہو اُس خدا سے پاک کی عجب قدرت ہے۔

سہ ماہیہ کا اتنی بڑی مسافت کو جو ان سماوی اجسام کے مابین حاصل ہے ایک بہت ہی تھوڑی مدت میں قطع کر لینا تو میں کہتا ہوں کہ عقلاً اُس سے کوئی امر مانع نہیں ہے اسلئے کہ حرکت کی تیزی کسی حد کے ساتھ مخصوص نہیں اسی روشنی ہی کو دیکھئے کہ آفتاب سے کہ جو ہم سے نو کروڑ میل سے بھی کچھ زیادہ فاصلہ پر ہے اُٹھ منٹ اور کچھ کسری کی مدت میں ہم تک پہنچ جاتی ہے اور اگر آپ کہیں کہ روشنی تو ہمارے نزدیک حرکت اور عرض ہے اور یہ اجسام ہیں تو ہیں کہوں گا کہ آپ کے طبیعی علوم (سائنس) میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو جسم زمین پر گرنا ہے پہلے سکند میں اُسکے گرنے کی تیزی سولہ قدم اور کچھ کسری ہوتی ہے اور جب وہ آفتاب کی جانب گرسے تو اُس کی تیزی پہلے سکند میں چار سو پچاس قدم اور کچھ کسری ہوگی۔ پھر اُسکے البعد کی تیزی دریافت کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ جسم کے ساقط ہونے کی تیزی پہلے سکند میں جب قدر تھی اُسکو اُس عدد کے مربع کے ساتھ ضرب دیدیں جس عدد کے لحاظ سے آپ کو تیزی دریافت کرنا ہے مثلاً دوسرے۔ تیسرے چوتھے سکندوں کی تیزی دریافت کرنے کے لئے ۲-۳-۴- وغیرہ عددوں کے مربع کو علیحدہ علیحدہ پہلے سکند کی چال میں ضرب دیدیں تو یہی حاصل ضرب جواب ہوگا جس اس قانون میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حرکت اجسام کی تیزی اس قدر زیادہ ہو سکتی ہے کہ عقل کو سخت حیرت ہو اسی ستارہ مشتری کو دیکھئے جس کی نسبت آپ لوگوں کی ہیئت میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک گھنٹہ میں تیس ہزار میل اُس کی چال ہے یعنی توپ کے گولے سے بھی انہی چیز تیز چانچ جتنی دیر میں انسان سانس لیتا ہے اتنے عرصہ میں نو میل چل جاتا ہے اور اُسکی محوری گردش میں اُسکے سطحی اجزاء کی تیزی چار سو ٹھہر میل فی منٹ کے حساب سے ہے۔ حالانکہ وہ ہماری زمین سے بقول آپ کے یہاں کے ہیئت والوں کے جسکے ساتھ دوسرے ہیئت وال بھی متفق ہیں ایک ہزار چار سو گیارہ گنا بڑا ہے پس وہ خدا جسے اتنے بڑے اور کثیف جسم کو اس قابل بنادیا کہ وہ اتنی دور دراز مسافت کو اس قدر تہوڑی مدت میں قطع کر سکے تو اُس خدا کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ ہشتون بھی بہت ہی تہوڑی مدت میں بہت کچھ مسافت کے قطع کرنے پر قادر کرے اگرچہ یہ مسافت اُس مسافت سے جسے کہتا ہے مشتری قطع کرتا ہے بہت ہی کچھ زیادہ کیوں نہ ہو لیکن تاہم اس ستارہ کی رفتار صحیح طور پر نظر کرنے سے اس بات پر عقل کی کچھ تشکیں ہی ہو جاتی ہے کہ جس خدا نے اس ستارہ کو اس قدر تیزی سے چلا رکھا ہے اس جنس کے بڑے سے بڑے

سے مثلاً ہم کو چوتھے سکند میں اُسی جسم کی تیزی دریافت کر لے جسکی پہلے سکند میں سولہ قدم چال تھی تو سولہ کو چار کے مربع یعنی سولہ میں

مربع دیکھئے تو حاصل ضرب یعنی ۲۵۶ جواب ہوگا صورت یہ ہے  $۱۶ \times ۱۶ = ۲۵۶$  جواب ۱۶ مربع



رہا آسمانوں کا فرشتوں سے بہرہ ہوا ہونا تو ہمیں کوئی بھی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ بھی سنجملہ مخلوقات خداوند ہی کے ہیں جنکو انہیں آسمانوں ہی میں سکونت پذیر کر دیا ہے جیسے کہ کائنات ارض کو زمین میں ساکن کر رکھا ہے اور جیسے کہ کرور ہی حیوانات جو خوردبین سے معلوم ہوتے ہیں ایک قطرہ پانی میں ساکن بنائے ہیں اور انکی قدرت بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز کے ساتھ مساوی نسبت رکھتی ہے کسی میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اور آپ اور آپ کے علاوہ اور لوگوں میں سے بہترین سمیت دانوں کا یہ گمان ہے کہ ان ستاروں میں انسان کی طرح بڑے بڑے کام کرنے والی کائنات موجود ہے جسکے وجود پر انکے اعمال کے آثار سے جو بڑی بڑی خورشیدیوں کے خیال میں آئے ہیں استدلال کرتے ہیں وہ آثار یہ ہیں جیسے راستوں کا مفتح ہونا انہیں کچھ گڑھے سے معلوم ہونا وغیرہ۔ پس اس بیان کے بعد آسمانوں میں ملائکہ کے موجود ہونے اور انھیں آسمانوں کے پُر ہونے سے تعجب ہی کا کون موقع ہے اور اگر آپ یہاں بھی یہی کہیں کہ جملہ گذشتہ امور یعنی ملائکہ اور فرشتے کے ثابت ہو سکتے۔ ان میں ان خاص کے پائے جانے اور آسمانوں کے فرشتوں سے پُر ہونے پر میرزاں محمد علیہ وسلم کیا لیل ہے! تو یہاں بھی میں یہی کہوں گا کہ ان سب چیزوں پر ان کی دلیل ان کی شریعت کی نصوص میں جسکے ساتھ رسول اللہ علیہ وسلم ناطق ہوئے ہیں اور وہ سچے ہیں اور ان کے سچے ہونے کی تصدیق ان کی رسالت کے قطعی دلائل سے ثابت ہو جائے ہے جو حلی ہے یہی امر ہے جسے ہم نہیں اس کے اعتقاد پر آمادہ کر دیا ہے اور یہ سب کچھ عقلاً ممکن ہے جس کے اٹھنے سے کوئی خیال نہیں لازم آتا ہے۔

یہ امر کہ انسان میں ایک خان ہے جسے روح کہتے ہیں اور وہ اسکے بدن کے علاوہ ہے اور اسکو بدن سے ایسا نعلق ہے جسکی وجہ سے اس میں حیات پیدا ہوتی ہے اور جب وہ اس سے جدا ہو جاتی ہے تو اسکو موت آجاتی ہے اور یہ کہ یہ روح بدن سے جدا

مجلس کا یہ سہ ماہیہ ۱۹۰۷ء میں منعقد ہوا تھا۔ اس کے بعد ۱۹۰۸ء میں

ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اسے ادراک ہوتا ہے اور عالم حاصل کر سکتی ہے اور یہ کہ انسان کو مرنے اور فنا ہونے کے بعد خدا کا  
پھر ٹوٹا گیا اور اس کے ساتھ دوبارہ روح کا تعلق پیدا کر دے گا اور اسے جو اپنی زندگی کی مدت میں اچھے عمل کئے ہوں گے  
ان کی جزا دے گا اور برے عمل پر ان کی سزا کرے گا اور جو وقت بدن کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے اور انہیں حیات قائم ہوتی  
ہے اس وقت لذت اور عالم مجموعہ روح اور بدن کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ اور یہ کہ باقی حیوانات کی بھی انسان ہی کی طرح ارواح ہوتی  
ہیں اور انہیں اتنا ادراک حاصل ہوتا ہے جتنا کہ انہیں اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے کافی ہو البتہ اتنا ادراک اور اتنی عقل انکو نہیں  
حاصل ہوتی جتنی کہ انسان کو ہوتی ہے چنانچہ اسی لئے خدا کی عبادت کی تکلیف انسان کو دی گئی ہے نہ باقی حیوانات کو پس میں کہتا  
ہوں جب آپ نے امور مذکورہ کی تصدیق سے اس بنا پر انکار کیا کہ آپ کے علوم سے محض یہیکل انسانی ہی کا پتہ لگ سکا اور اس کے  
سوا کسی چیز کو جیسے کہ روح آپ نے جان سکے علیٰ ہذا القیاس حیوانات میں بھی آپ ارواح کو نہ دریافت کر سکے تو سنئے کہ پیروان محمد  
صلی اللہ علیہ وسلم سب پر متفق ہیں کہ ہر انسان کے ایک روح ہوتی ہے جسے کہ اسکے بدن سے تعلق ہوتا ہے لیکن ہاں اس کی  
حقیقت سے بحث کرنے میں انہوں نے اختلاف کیا ہے پس بعضوں نے تو اس میں خلوص ہی نہیں کیا اس لئے کہ صاحب کعبہ  
سے اس پر کوئی دلیل نہیں وارد ہوئی تھی ان لوگوں کے طریق پر ان شرعی نصوص کے تصدیق کرنے کے لئے جو روح کے وجود پر  
دلائل کرتی ہیں صرف یہی اعتقاد رکھنا کافی ہے کہ ہر انسان کے روح ہوتی ہے اور وہ ایک موجود ہے جس کی حقیقت خدا ہی  
خوب جانتا ہے اور اس کے وجود کے قائل ہو جانے سے عقل کے مزاحم بھی خلاف نہیں لازم آتا۔ رہا اس کا محسوس نہ ہونا اس کے عدم  
کو مقتضی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ہم اس کو اسکی لطافت کی وجہ سے محسوس نہ کرتے ہوں جیسے کہ امیر جسکے آپ لوگ قائل ہیں  
حالانکہ آپ نے کبھی اسے محسوس نہیں کیا یا اس کے بہت باریک اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہم اس کا ادراک نہ کر سکتے ہوں جیسے  
کہ وہ حیوانات جو بذریعہ خوردبین (مانی کراسکوب) کے نظر آتے ہیں یا کسی اور وجہ سے اور ان میں سے بعض لوگوں نے اس کی  
حقیقت سے بحث کرنے میں خلوص کیا ہے چنانچہ بعض محققین نے کہا ہے اور وہ شیخ نووی ہیں جیسا جو ہرہ کے حاشیہ ابوبکر  
ہے کہ روح کے بارہ میں جنے اقوال ہیں سب میں زیادہ صحیح بعض محققین (وہ امام اچھر میں ہیں) کا یہ قول ہے کہ روح ایک  
لطیف شفاف بالذات ذمہ جسم ہے جو اجسام کثیفہ میں اسی طرح رگ و پے میں سرایت کئے رہتا ہے جیسے کہ سبز شاخ  
میں پانی۔ پھر بعض تو یہ کہتے ہیں کہ بدن میں اس کی جائے قرار معلوم نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا مقربہ ہے۔ بعض کہتے ہیں  
قلب کے قریب ہے۔ بعض کہتے ہیں قلب ہی ہے۔ پھر انہوں نے نفس حقیقت انسان میں اختلاف کیا ہے۔ پس بعض کہتے  
ہیں (اور وہ جمہور متکلمین ہیں جیسا کہ رازی وغیرہ میں ہے) کہ انسان بدن ہی ہے لیکن ہاں اسکے روح ہوتی ہے (جیسا کہ پیشتر ذکر  
ہوئے اسکے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور روح کے متعلق ہونے سے خدا کے پیدا کرنے کے باعث سے بدن کو حیات حاصل ہوتی ہے۔  
بعض کہتے ہیں کہ انسان مجموعہ روح اور بدن کا نام ہے۔ اور بعض قائل ہیں جسکی تعداد بہت کم ہے کہ انسان فقط روح ہی ہے  
اور بدن صرف اس کا قالس ہے۔ لیکن بعد اسکے سب سب پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے مرنے اور ان کے بدنوں کے فنا اور  
منتشر ہو جانے کے بعد ان کے بدنوں کو دوبارہ بنا کر انہیں ضرور زندہ کرے گا۔ اور ان کی ارواح کا ان کے بدنوں کے ساتھ تعلق  
پیدا کر دے گا اور ان کے حساب لیگا پھر ان میں سے بعض کو جنت جزائے مکان میں داخل کر دے گا اور بعض کو جہنم یعنی سزا کے

مکان میں داخل کر لیا اور یہ دوبارہ زندہ کیا جانا اور جو اسکے قوا میں سب کچھ اسلامی بن کے قطعی ہوں میں سے ہے جس پر ان سب کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور یہ دین کے ضروری معلومات میں سے ہے یہاں تک کہ جو اسکے ممکن ہونے یا اسکے واقع ہونے سے انکار کرے وہ اسلامی دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ شرعی نصوص میں بکثرت مقامات پر اس کی تصریح موجود ہے اس پر دلائل قیام کے لئے ہیں۔ اور ان نصوص کی تصدیق کرنے اور بحث مذکور (دوبارہ زندہ کئے جانے) کے اعتقاد رکھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ مشرک کہتا ہے کہ کچھ عجیب نہیں کہ اس مقام پر پہنچ کر ناظرین کو خیال پیدا ہو کہ قبل ثبوت بحث کے تمام عالم کے شمار ہو جائے تو کس کو قیامت کہے ہیں ذکر کرنا مناسب یا واجب ہے تو سمجھنا چاہئے کہ اس شمار کا امکان چونکہ نہایت پہلے تھا کیونکہ عالم کے ہزاروں کائنات ہمارے مشاہدہ میں شمار ہوتے تھے چلے جاتے ہیں سو ان کائنات فانیہ دیگر کائنات میں فرق ہی کیا ہے ممکن ہے کہ اسی طرح سب ایک روز فنا ہو جائیں اس لئے اسکا بالاستقلال بیان کرنا مصنف نے ضروری نہیں سمجھا بخلاف بحث بعد الموت کے کہ اس میں کسی قدر خفا تھا اور میں گفتگو شروع کر دی مگر زمانہ حالی کے خیالات کے مطابق ہم نے مناسب سمجھا کہ اس بحث سے بھی یہ کتاب خالی نہ رہے اس لئے اس کے متعلق ہم ایک مفید مضمون بطور حاشیہ کے نقل کر رہے ہیں جس کو ہم نے فاضل حکیم محمد علی صاحب اڈیٹر مرقع عالم کی تقریر دلپذیر سے خلاصہ کیلئے جس میں امکان سے گذر کر وقوع کو قریب لکھ کر دکھایا ہے اس قیامت و اجرت کا مضمون مکمل و مرتب ہو جائیگا وہ مضمون مفید یہ ہے۔ آپ لوگ کہتے ہیں سائنس کا یہ مسلم مسئلہ ہے کہ انرجی یعنی کسی کام کرنے کی قوت یا بمقابلہ اس کے قوت، جس کو قدیم فلاسفہ کی اصطلاح میں بسطہ کہہ سکتے ہیں (کہی ضائع جاتی اور جو چیز حرکت کر رہی ہے اگر اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے تو وہ ہمیشہ اسی طرح حرکت کئے جاوے گی چنانچہ پروفیسر لٹل فورٹ اسٹورٹ نے بھی کتاب کنسرویشن آف انرجی (انرجی کہی ضائع نہیں ہوتی) میں اس کو خوب ثابت کیا ہے اس لئے زمین اور دیگر سیارے جس طرح اب حرکت کر رہے ہیں اسی طرح برابر حرکت کئے جائیں گے اور اس کے ہر پر آپ بڑے دعوے سے کہا کرتے ہیں کہ جب انرجی ضائع نہیں جاتی اور حرکت میں رہنے والی چیز ساکن نہیں ہو سکتی تو پھر کیونکر دنیا کا خانہ ہو گا جس کو تباہ ہوں آپ کہتے ہیں کہ زمین میں دو حرکتیں ہیں ایک محوری یعنی روزانہ جس سے وہ چوبیس گھنٹہ کے اندر ایک مرتبہ اپنے محور پر گھوم جاتی ہے۔ دوسری حرکت دوری یا سالانہ جس سے وہ سال بہر میں آفتاب کے گرد گردش کرتی ہے۔ اور یہ دونوں حرکتیں دو چکر کے حرارت میں تبدیل ہوتی جاتی ہیں اور زمین کی تری رفتار میں کمی جاتی ہے روزانہ حرکت میں کمی ہونے کی خاص وجہ یہ ہے کہ مدوجز (جو آفتاب کی کشش سے ہوتا ہے) کی حرکت یا رفتار زمین کی حرکت سے (جو اپنے محور کے گرد ہے) خلاف ہے۔ اس وجہ سے زمین اور بانی میں بے انتہا گرہ لپکتی رہتی ہے جس سے بانی بانسوں اور پتوں کا ہر حصہ اور ہر لگا لگا جزو میں گھومنے والی زمین کی رفتار کو خراب کر دیا کہ یا کم کر سکتی گراں رفتہ رفتہ اس کے زور کو کم اور فنا کو مستحکم کرتی جاتی ہے ہمارے اس دعوے کا ثبوت ان انجمن کی تحریرات سے آپ کو مل سکتا ہے جنہوں نے گذشتہ زمانہ کے کسوف و خسوف کو اپنے حساب سے درست کیا اور اسکا مقابلہ لگاتی تاریخی کتابوں سے کیا کہ وہ کم پڑے تھے۔ اور ان دونوں مقابلوں سے یہ بات اٹھو معلوم ہوئی کہ گذشتہ زمانہ کے کسوف و خسوف اور حال کے کسوف و خسوف میں فرق ہے۔ یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ زمین کی روزانہ حرکت میں بہ نسبت سابق کے اب کمی ہے اور دورانی نتیجہ اس رگڑ کا ہے جو گلاب چوبیس گھنٹہ میں اپنے محور کے گرد دورہ کر جائے۔ بانی زمین آئندہ کبھی اس قدر زمانہ میں حرکت کرے گی جس قدر عرصہ میں کہ آفتاب حرکت کرے اسے یعنی تیس دن بارہ ساعت چوبیس دقیقہ اور تین ثانیہ اور ہر رگڑ کو قوت ہو جائیگی۔ سالانہ حرکت کی قوت میں کمی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خراب حال ہونے کا مسئلہ فلسفہ میں اچھی طرح مدلل ہو چکا ہے اور یہ امر بھی سائنس نے خوب چھی طرح ثابت کر دیا ہے کہ زمین اور آفتاب کے باہر کوئی مادی

عہ محوری حرکت وضعی ہے اور دوری حرکت ایسی ہے ۱۲ مترجم

یہ تمام کائناتیں فنا ہو جائیں گی  
یعنی ایک شخصیت اور

کسمات کا اعتقاد کر لیا جائے کہ حساب کے لئے بدن کو اُس کے فنا ہونے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے اور ارواح کا اُن کے ساتھ مکرملق پیدا کرنے کے ذریعہ سے بحث اور اُس کے قواعظ ضروریات ہوں گے اور یہ اعتقاد ایسے طریق پر ہونا چاہئے جس میں کوئی عقلی محال لازم (تغیر حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۱۳) چیز ضروریہ جس کو ایتر سے تغیر کرنے میں اور جب ایسی مادی چیز موجود ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ انہیں اور گھومتی ہوئی زمین میں رگڑ پیدا ہو جسے اثر سے زمین کی سالانہ حرکت میں بھی ضرور فرق واقع ہوگا ایک دم وارستارہ جس کو ان کی حرکت کہتے ہیں بلکہ وہ غائب ہوتا ہے اور پھر جب وہ طلوع ہو گا کم کو حساب سے چھی طرح معلوم ہے لیکن آبرو زمین (مشاہدہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی حرکت گھٹتی جاتی ہے جس سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ یہ حیرت انگیز کی ہی مادہ کی رگڑ کی وجہ سے ہے جو ہر ایک طرح سیاروں کے مابین میں واقع ہے یا وہ سیارے اُس کے اندر اسی طرح حرکت کر رہے ہیں جس طرح پانی کے اندر پھیلیاں یہ رگڑ زمین کی حرکت کے متبادل میں گو بہت کم ہے۔ یہ کہنا چاہئے کہ کوئی چیز نہیں لیکن دق کی حرارت کی طرح آہستہ آہستہ اپنا اثر کر گئی اور اس کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ کل سیاروں کی حرکت میں فرق آ جائیگا اور حرکت کرنے کی انرجی (قوت) حرارت میں تبدیل ہو جائیگی۔ گو اس موقع پر یہ فیصلہ فوراً سٹوٹ کی کتاب کنسرویشن آف انرجی (انرجی کبھی ضائع نہیں ہوتی) ہمارے سامنے کرنے کے لئے کہو کہ رکھ دی جائیگی مگر ہمارے دعوے کو اس سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ ہمارا مطلب یہ نہیں کہ زمین کے حرکت کرنے کی انرجی ضائع ہو جائیگی بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اُس کی انرجی حرارت کے قالب میں بدل جائیگی اور ہر اس وسیع اور پھٹا میدان یعنی دنیا میں ایسی آگ برسنے لگے گی کہ کوئی جائزہ خارج نہ ہو سکے گا۔

انرجی کا حرارت کی صورت میں تبدیل ہونا ناگزیر کیونکہ اس سے ضرور چھپا ہوا تھا اور اُس کے بعد بھی کچھ دنوں اس امر میں پس و پیش ہا کہ متحرک جسم کے رنگ جانے پر انرجی کیا ہوئی کہاں گئی؟ لیکن بعض بعض نلاسفوں کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ نیوٹن سے پہلے بھی بعض بعض کو اس امر کا شبہ نہ تھا کہ شاید انرجی حرارت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور پھر تو ہر کچھ محققین میں سے سر مفری ڈیوی۔ بنجمن۔ ٹامسن۔ کائونٹ۔ کرمفرڈ۔ سی۔ کوپن۔ میر۔ کوڈنگ اور میرن کی تحقیقات نے اس مسئلہ کو بہت چھی طرح ثابت کر دیا کہ انرجی واقعی حرارت کے قالب میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

پس ایسی بنا پر ہم بھی اس نتیجہ پر مجبور ہیں کہ وہ انرجی جس پر خدا کی جاندار مخلوق کی حیات مبنی ہے اب ضاب ہو جاتی ہے حرارت تمام عالم پر پہنچتی جاتی ہے۔ اور سال بسال اسکو ترقی ہوتی جاتی ہے گو اسکا بڑھنا کبھی ہر محسوس نہیں ہوتا مگر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ آگے چلا کر ایک ایسا وقت نہ آئیگا کہ اُس کے بڑھنے سے ہم چھی طرح واقف نہ ہو جائیں گے۔ سر ڈیوی ٹامسن کہتے ہیں کل یونیورس (عالم) ایک سسٹم (منظم) ہے جیسا کہ پہلے تھی اور ختم ہوگا۔ اس لئے کہ زوال کی حالت ہمیشہ ایک سال پر اور ایک ہی حد پر نہیں ٹہر سکتی۔ ہمارے زمانہ حال کے محققین سائنس میں سے فریڈرک گال اور رابرٹن صاحب نے کیا خوب کہلئے اگر ہم یونیورس کو ایک ایسا سبب فرض کریں جو ہمیں جلا سے قوت شاید ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سے ہے لیکن اگر اسکو مثل ایسے لپکے خیال کریں کہ جو جلا یا گیلے ہے ہم کو اسکا پورا یقین ہے کہ وہ ازل سے نہیں جلتا ہے اور ایک ایسا وقت آئیگا کہ وہ ٹکٹ ہو جائیگا۔

دنیا کے مختلف مقاموں کی آبادی اور اُس کے عمل کا سوں کا مدار حرارت کے مختلف درجوں (ٹیمپریچر) پر ہے جس کا اعتدال اس قیق ماوس پر منحصر ہے جو آفتاب زمین۔ اور سیاروں کے مابین ہوا ہے۔ اور سیاروں کی مختلف حرکتوں کو رگڑ کر یا دیگر اسے ملتا انرجی کے حرارت میں تبدیل ہونے سے

عہد وکیو الٹاٹیکو پیڈیا ریٹرائنگار ۱۲

عہد وکیو پالپر ریٹرائنگار کن سائنس بالی گال اینڈ رابرٹن ۱۲

آئے بلکہ امکان عقلی کے دائرہ ہی میں رہے اور ظاہر ہے کہ جو شے عقلاً ممکن ہے وہ ضرورتاً کی قدرت کے تحت میں داخل ہے۔ اُن کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس دوبارہ پیدا کئے جانے کی تفصیل اور اُس کی کوئی کیفیت ہی جو عقلاً ممکن ہو انہیں معلوم ہو کیونکہ اُن کی نسبت کچھ جانب سے انہیں اُس کی تکلیف ہی گئی لیکن جب آپر اُن کے مخالفین نے جو بحث کے منکر ہیں اس قسم کے اشکالات وارد کئے جسے بدن کے دوبارہ پیدا کرنے میں لفظ ہر عقلی محالات لازم آتے ہیں معلوم ہوئے تو انکو ضرورت پڑی کہ وہ دوبارہ زندہ کئے جائیں اور اُنکی ممکن کیفیت کے بارہ میں اپنے مخالفین کی تسکین کرنے کے لئے اُنکی تفصیل میں غرض کریں اور حوزہ کر کے کوئی ایسی ممکن کیفیت بیان کریں جس سے عقول کو تسکین ہو جائے۔ اور کمزور دین والوں کے خیالات پر نشان نہ ہوں۔

چنانچہ جو اشکالات بحث اور دوبارہ زندہ کئے جانے پر مخالفین کچھ جانب سے اُن پر وارد کئے گئے ہیں اُن میں زیادہ تر مشہور یہ ہیں کہ انسان اپنے مادہ کی وجہ سے انسان نہیں ہے۔ بلکہ اپنی صورت کی وجہ سے ہے اور انسانی افعال اُس سے صرف اُس کی صورت ہی کے پائے جائیگی وجہ سے صادر ہوتے ہیں چنانچہ مادہ سے جب اُس کی صورت باطل ہو جائیگی اور مادہ اپنے اصول یعنی عناصر کچھ جانب سے اُنکی توجہ سے وہ انسان ہی نابود ہو جائیگا پھر جب اُنکی مادہ سے انسان کی جدید صورت بنائی جائیگی تو اُس سے دوسرا انسان پیدا ہو گا نہ یہ کہ پہلا کیونکہ دوسرے میں پہلا انسان کا صرف مادہ موجود ہے نہ اُس کی صورت اور وہ قابل یا قابلِ مذمت اور ستی ثواب یا عقاب اپنے مادہ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اپنی صورت کی وجہ سے ہے پس لازم آتا ہے کہ جس انسان کو ثواب یا عقاب دیا جائیگا وہ کو کار یا بدکار انسان نہ ہو بلکہ ایک دوسرا انسان ہو چکا ہو اُن کا شریک ہے۔ اور نیز یہ اعراض کہ جب کوئی انسان کسی انسان کو کھانا جائے تو اُنکی غذا بنانے کی وجہ سے دونوں ایک ہو جائیں گے پس بحث کے وقت دوسرا ایک انسان کے ساتھ کیسے متعلق ہوں گی۔ اور نیز یہ اعراض کہ کھانے پر پیرے مردوں کی لاشوں کے اجزاء میں اور اُن میں بہت کچھ کاشتکاری کی دشت لگائے گئے اور اُن کے لوگوں نے غذا حاصل کی اور یہ غذا گوشت اور خون بن کر اُن کے بدن کا بھی جز ہو گئی پس ایک اصل اور ایک دہ لئے بہت سے آدمیوں کی صورتوں کے لئے کیونکر ہو سکیگا فقط ان اشکالات کے مقابلہ میں بیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُنکے دفع کرنے کے لئے اجمالیوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وسعت علم اور اُنکی عظمت قدرت جن دونوں پر کہ اسے معجزات کے عجائب اُسکے اعمال کے غرائب و قایق کے ذریعہ سے یقینی دلیل قائم ہو چکی ہے۔ ان دونوں کے لحاظ سے بحث کا ایسے طور پر ہو جانا جس سے وہ محالات جو ان اشکالات میں لازم کئے گئے ہیں لازم نہ آئیں ذرا بھی مستبعد نہیں ہے اور بحث اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے ساتھ ایمان لانا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ کسی ایسے طریق پر واقع ہو گا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے ہمارے لئے بالکل کافی ہے اپنے ایمان کے صحیح کرنے کے لئے ہمیں یہ ضروری نہیں کہ ہم اُس کی اُس کیفیت کو بھی بیان کریں جسے اللہ تعالیٰ اس میں جاری کرے گا ہمیں اسکا تفصیلی علم خدا کے حوالہ کرنا چاہئے لیکن عقل کی تفصیلی تسکین کر سنے

و تقیہ حاشیہ متعلقہ ۱۴۲۱ اس ایئر کا پیرچہ اپنی حد سے تجاوز کر جائیگا تو یہ دنیا رہنے کی جگہ نہیں رہیگی۔ نباتات کا زمین پر نہیں نام نہ رہیگا۔ کنوئیں سو کہ جائیں دریاؤں میں خاک ڈیگی اور ہر کل جاندار کیا چرند کیا پرند کیا انسان کیا حیوان سب مر کر بجائیں گے۔ سمیادوں کے حرکت کرنے کی قوت (انرجی) جب حرارت میں تبدیل ہوتے ہوئے بہت کم بن جائیگی تو اس کی حرکت کا آخری نتیجہ یہ ہو گا کہ سب سمیادے کیسویق میں آفتاب سے ٹھہ جائیں گے۔ حشر پرا ہو جائیگا۔ زمین بہت چھائیگی۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑیں گے ہستی کا یہ سارا طرہ ٹوٹ جائیگا۔ اور یہی دنیا کا خاتمہ ہے ۱۲ ترجمہ۔

فصل  
مبحث کے بعد  
دوبارہ زندہ ہونا  
اور اسکی شدت  
میں کیا اختلاف  
ہے میں آگے  
اور اشکالات کا جواب  
جو علامہ وارد  
کئے ہیں۔



اور کرہ دین والوں کے خیالات پریشانی سے بچانے کے لئے ہم کہتے ہیں کہ جسم کے جو اجزاء ٹوٹا لئے جائیں گے وہ سب اصلی اجزاء ہوں گے یعنی وہ اجزاء جو اول عمر سے آخر تک باقی رہتے ہیں نہ زاد اجزاء ایسا ہی اس شبہ کے جواب دینے کے لئے جو ایک انسان کے دو ستر انسان کو کہا جانے کی بنا پر کیا گیا ہے جمع الجوامع اور اسے حاشیہ کمال سے نقل کر کے یو اقیٹ میں

اصلی اجزاء اور زاد اجزاء کا امتداد کر رہے اور اسی امر سے باقی مشبہ ہوں گا بھی جواب دیا جا سکتا ہے جیسے کہ میں ابھی اسکی تقریر کرتا ہوں پس امر انہیں ہو سکتا ہے اگر اللہ تعالیٰ جس کا علم وسیع اور قدرت نہایت ہی عظیم ہے انسان کے ان اصلی اجزاء کو مشرق ہوئے اور اپنی صورت کے داخل کر لئے سے محفوظ رکھے اور دوسرے حیوان کے اصلی اجزاء کی ترکیب میں نہ داخل ہونے سے چاہے وہ زاد اجزاء کی ترکیب میں داخل ہو جائیں اس طرح پر اصلی اجزاء ان کے منتشر ہونے کے وقت لئے جدا ہو جائیں گے پھر بحث اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت روح کا تعلق خدا نہیں اصلی اجزاء کے ساتھ کر دے گا اور ان کے ساتھ کچھ زاد اجزاء بھی ملا دیگا۔ عام ہے کہ یہ بعینہ وہی اجزاء ہوں جو قبل موت کے ان اصلی اجزاء کے ساتھ منضم تھے یا دوسرے ہوں اور نعمت و عذاب کا احساس صرف روح اور انہیں اجزاء پر مشتمل ہو گا۔ اس کیفیت پر یہ امر بخوبی صادق آتا ہے کہ یہ دوبارہ زندہ کرنا ہے کیونکہ روح کا اصلی اجزاء کے ساتھ دوبارہ متعلق پیدا کیا گیا ہے بعد اسکے کہ ان اجزاء سے روح کا تعلق جدا ہو گیا تھا اور انہیں اصلی اجزاء میں حیات ٹوٹا لی گئی ہے اور ان کے ساتھ زاد اجزاء ملا دئے گئے ہیں جن کے بعینہ اعادہ کرنے پر انسان کا اعادہ کرنا اور دوبارہ زندہ کیا جانا موقوف نہیں پس اب نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس انسان کو نعمت یا عذاب دیا جائیگا وہ اس انسان کا غیر ہے جو قبل موت کے تھا اور نہ یہ کہ دوسروں کا ایک بدن کے ساتھ متعلق ہونا لازم آتا ہے اور نہ یہی کہ ہر تہہ آدمیوں کے لئے صرف ایک ہی مادہ ہو گا بلکہ اصلی اجزاء کے ساتھ کسی روح کے متعلق ہونے کی وجہ سے جیسے کہ قبل موت وہ کوئی انسان تھا اسی طرح بحث اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت بھی اسی روح کے انہیں اصلی اجزاء کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے بعینہ وہی انسان رہے گا اور خدا کا علم اور اسکی قدرت اس کیفیت کو ایسے طور پر جاری کرنے کے لئے جس سے کوئی بھی خیال نہ لازم آئے کافی ہے چاہے یہ امر کسی قدر فی قانون کے درجہ سے انجام پائے یا بلا کسی قانون کے اور ہمارا انکو نہ دیکھنا ان کے واقع میں نہ ہونے کو مستلزم نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ ہم صرف زاد اجزاء کو مشاہدہ کرتے ہوں اور اصلی اجزاء خواہ اپنے باریک اور چھوٹے ہونے یا اپنی لطافت کے باعث یا کسی اور وجہ سے ہمارے مشاہدہ میں نہ آسکتے ہوں اور کائنات میں تو بہت سے عالم ایسے ہیں جو ہمارے حواس سے مخفی اور پوشیدہ ہیں (جیسے گیس اینٹرو وغیرہ) تو ممکن ہے کہ یہ بھی اسی قبیل سے ہوں خلاصہ یہ کہ ہماری شریعت کی مخصوص بحث اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے ساتھ ناطق ہیں اس لئے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور اسکا اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ امر عظیم امرات ہے کہ کیا انسان اور کیا دیگر حیوانات زمانہ حیات میں سب کے بدن سے اجزاء تحلیل ہوتے رہتے ہیں اور بجائے ان کے بدلہ خدا کے دوسرے اجزاء جزو بدن بنتے رہتے ہیں اب یہ تبدیلی یا تو تمام اجزاء میں ہوتی ہوگی یا صرف بعض میں تبدیلی ہوگی اور بعض اجزاء اول عمر سے آخر تک باقی رہتے ہوں گے اولیٰ تقدیر پر تو یہ بات ثابت ہوگی کہ اگر کسی انسان کے سارے اجزاء بدل جائیں جب بھی وہ انسان دوسرا انسان نہیں بننا بلکہ انہیں صرف اس کی روح کا اعتبار ہے اور ذاتی تقدیر اصلی اور زاد اجزاء ثابت ہو جائیں گے۔ بہر حال دونوں تقدیر پر انسان کا دوبارہ زندہ کیا جانا بااثر کلفت نہایت ہولناک ہے ۱۲ ترجمہ

انسان کے دو قسم کے اجزاء ہیں  
پہلے جن کو مادہ و فطریہ  
اور دوسرے جن کو روحانی  
اور بنیاد روحانی

ایسے طریق پر ہو گا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے اور ہمارے ذمہ اسکی تفصیل کیفیت کا بیان کرنا ضروری نہیں اور اگر اسکی ضرورت ہی ہو تو ہمارے خیال میں ایسی ہی کیفیت جسکی پہچان تقریر کی عقلوں کو تسکین بخشنے اور اشکالات کے دفع کرنے کے لئے بالکل کافی و کافی ہے۔ زیادہ تو خدا ہی جانتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ خدا کے فضل سے اس مقام کی توجہ اور توضیح ایسے طور پر ممکن ہے کہ جن شرعی نصوص پر اعتقاد کے بارے میں ہمارے آن میں سے کسیکے بھی خلاف نہ پڑے اور اس مقام پر ضرورت ہے کہ میں امت محمدیہ کے علماء کا کچھ کلام اسکے پیشتر ذکر کروں تاکہ اُسکے پہچاننے کے بعد توجہ اچھی طرح دل کو لگے

پس سنیئے کہ شریعت محمدیہ کے علماء کا بڑا سچا شخص ہے سب پر کہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ڈھانچے کے علاوہ ہے استدلال کیا ہے (امام رازی) ہیں اپنی تفسیر کبیر میں ذکر کرتے ہیں (چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اسماء کا تو ہمیں یہی علم حاصل ہے کہ بدن کے اجزاء کی اور یا داتی کے اعتبار سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ فربہ اور لاغر ہونے میں اور بیات بھی بالبدن است معلوم ہوتی ہے کہ متبدل اور متغیر ہونے والی شے (بدن) ثابت اور باقی رہنے والی شے (انسان) کے مختار ہے اور ان دونوں باتوں کے ملائے سے اسکا قطعی علم حاصل ہوتا ہے کہ انسان اس مجموعی بدن کا نام نہیں ہے پھر انہوں نے کہا ہے کہ انسان کبھی زندہ رہتا ہے یا وجودیکہ اُس کا بدن مردہ ہو جاتا ہے پس ضرور ہوا کہ انسان اس بدن کے مختار ہوا اور کچھ کہتے ہیں کہ کیا اسکے صحیح ہونے کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَمُوتُونَ قَتْلًا إِنَّهُمْ فِي حِلْهِ مَوْلَا تِلْكَ الْيَوْمِ لَا يُعَذِّبُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ" یعنی ہر جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کئے گئے انکو ہرگز مردہ نہ خیال کر بلکہ وہ زندہ ہیں انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتے ہے پس یہ نص اس بارہ میں صریح ہے کہ یہ مقتول زندہ ہیں حالانکہ بدن یہ جس بدن مردہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ انسان مرنے کے بعد زندہ کیا جاتا ہے اور ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے "انبیاء اللہ تعالیٰ لا یموتون و لکن ینقلون من دار الی دار لیخضعن خدا تعالیٰ کے نبی نہیں مرتے لیکن ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کردئے جاتے ہیں" علیؑ ہذا القیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول "القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفرة النار یعنی قبر یا تو باغات جنت میں سے ایک باغ ہوتی ہے یا اگر یعنی نوزخ کے خندقوں میں سے ایک خندق" پس یہ جملہ نصوص اس بات پر دال ہیں کہ انسان ان کے مرنے کے بعد زندہ رہتا ہے حالانکہ بدست عقل اور فطرت دونوں اس بات پر شاہد ہیں کہ یہ بدن مردہ ہے اور اگر ہم اسکا اسی حالت میں زندہ ہونا جائز نہ لکھیں تو اس طرح کی زندگی تمام جمادات میں ہونگی۔ اور یہ نرا دھوکہ ہے۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ انسان زندہ اور بدن مردہ ہے تو لازم آیا کہ انسان بدن نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی دوسری چیز ہے پھر انہوں نے کہا ہے کہ شرعی نصوص سے جہن کو کاسخ ہو جائے معلوم ہوا ہے ان کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ حالت سخی میں وہ انسان باقی رہا یا نہیں پس اگر نہیں باقی رہا تو یہ اُس انسان کو مار ڈالنا اور اُس حیوان کو جسکی حاجت وہ سخی ہوا تھا از سر نو پیدا کرنا ہو گا حالانکہ سخی اسے نہیں کہتے اور اگر ہم کہیں کہ سخی ہونے کی حالت میں بھی وہی انسان زندہ ہے تو اس تقدیر پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہی انسان اور وہی بدن باقی ہے البتہ وہ ہیکل اور شکل نہیں رہی پس ضروری ہوا کہ انسان اس بدن کے مختار کوئی شے ہو۔

جہ فقہ و اس تقریر سے اپنے مقابل کو الزام دینا نہیں ہے بلکہ صرف یہ بات دکھانا ہے کہ علماء امت محمدیہ کی کیا رائے ہے تاکہ اگے چلکر جو احتمالات ممکنہ بیان کئے جاویں انہیں شبہ ظالمت سے علیٰ علماء امت کا نہ ہو و اللہ اعلم۔

فہم  
امام رازی کا اس بات پر کہ انسان کبھی زندہ رہتا ہے یا وجودیکہ اُس کا بدن مردہ ہو جاتا ہے پس ضرور ہوا کہ انسان اس بدن کے مختار ہوا اور کچھ کہتے ہیں کہ کیا اسکے صحیح ہونے کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے۔

پھر انہوں نے کہا ہے واجب ہے کہ انسان کے لئے صاحب اور اک عقلی ہو نا ضروری اور اور اک عقلی قلب ہی میں حاصل ہوتا ہے نہ کہ بدن میں پس انسان کسی ایسی چیز کا نام ہونا چاہئے جو قلب میں موجود ہو اور جب یہ ثابت ہو تو اس بات کا قائل ہونا کہ انسان ہی یہی ہے اور اسی بدن کو کہتے ہیں باطل ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے اسپر کہ انسان کو علم ہوتا ہے اور نیز اسپر کہ وہ قلب میں ہوا کرتا ہے استدلال کیا ہے جس کا نقل کرنا طوالت سے خالی نہیں۔

پھر جاننا چاہئے کہ قرآن شریف کی نصوص میں خدا کا قول وارد ہوا ہے (واذا اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذرہم وامنہم وامنہم علیٰ انفسہم۔ الست برکھم قلوبا علیٰ شہدنا) جس کا ترجمہ یہ ہے اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انہیں نفسوں پر انہیں کو شاہد بنا کر کھا۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو وہ کہنے لگے بیشک۔ (تو چہارا پروردگار ہے) ہم اس کی شہادت دیتے ہیں، اور اس نص کی تفسیر حدیث میں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم صحیح طور پر منقول ہے یہ وارد ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی کل اولاد کو ذرہ کی نبیئت پر ان کی پشت سے نکالا، پھر ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علمائے اس مقام پر کہہ رہے۔ (جیسا کہ تفسیر جلالین کے حاشیہ جمل میں تفسیر فاران سے نقل کیا ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم کی اولاد ذرہ کے مانند ان کی پشت سے نکالی پھر ان ذروں سے جو آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے تھے انکی اولاد کو ذروں کے مانند نکال لیا پھر ان ذروں میں سے بھی ان کی اولاد کو ذروں کے مانند نکالا پھر اسی طرح یہ سلسلہ نفع انسانی کی انتہا تک چلا گیا پھر ان سب میں عقل۔ فہم۔ حرکت اور گویائی کو پیدا کر کے انہیں اپنے قول "الست برکھم" کے ساتھ خطا کیا اسکے جواب میں سب نے بلی (بے شک) یعنی تو ہمارا رب ہے کہا اسکے بعد سب کو آدم کی پشت میں پہر داخل کر دیا اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں اب دو احتمال ہیں ایک یہ کہ وہ ذرے خود ہی بن گئے ہوں۔ دوسرا یہ کہ وہ ذرے اپنی اصلی حالت پر محفوظ ہوں اور جس مادہ منویہ سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے اس مادہ میں وہ منتقل ہوتے رہتے ہوں۔ اور حقیقت حال کو تو ظہری خوب جانتا ہے۔ (السیلہ جمل میں بالاختصار مذکور ہے) اور بعض نے کہا ہے (جیسا کہ جمل میں شہرانی سے منقول ہے) کہ فہم کے قریب تر جیسا کہ کہا گیا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ان کی اپنی حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے بالوں کے مساوات کی راہ سے نکال لیا پھر یہ کہ انہوں نے گویائی کے ذریعہ سے جواب دیا اور وہ اس حالت میں صاحب عقل اور زندہ تھے کیونکہ عقل کے نزدیک یہ امر محال نہیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں باوجود اس قدر چھوٹے ہونے کے حیات اور عقل دی ہو (میں کہتا ہوں کہ جس نے وہ حیوانات جو بذریعہ مانگا اس کو ب (خوردین) کے نظر سے لکھا دیکھے ہوں گے اور نیز یہ کہ جس قدر اور اک انہیں حاصل ہے جسکی وجہ سے وہ اپنے رزق کے حاصل کرنے کی سعی کر سکتے ہیں ان میں تو اللہ و تناسل ہوتا ہے۔ ایسا رساں چیزوں سے بچتے ہیں۔ انکی راہ میں اگر کوئی دوسرا آجاتا ہے تو وہ کتر جاتے ہیں تو انے اس امر میں کچھ بھی تعجب نہ ہو گا اور خدا کے علم و قدرت کو خاطر کر کے اسکو ذرا بھی سست نہ سمجھو گی) اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ انسان کی صورت پر ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذریت کا لفظ فرمایا ہے ذرات کا لفظ نہیں فرمایا اور ذریت کا اطلاق نہیں پر آیا کرتا ہے جسکی صورت بھی بن چکی ہو پھر کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ خدا نے انکو زندہ نکالا ہے کیونکہ انکو ذریت کہا ہے اور ذریت زندوں ہی کو کہا کرتے ہیں اس لئے احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکے بالوں کی پشت کی تار کی ہیں ان میں ارواح داخل کر دی ہوں اور دوسری مرتبہ ان کی ماؤں کے پیٹ کی تار کی ہیں ان میں ارواح پیدا کرے گا

عقل ان میں داخل ہوتا ہے  
عقل ان میں داخل ہوتا ہے  
عقل ان میں داخل ہوتا ہے  
عقل ان میں داخل ہوتا ہے

اور تیسری مرتبہ اس حالت میں جبکہ زمین کے اندر کی تاریکی میں ہوں گے یہی خدا کے اس قول "خلقنا من بعد خلق فی ظلمات ثلاث" کا مطلب ہے دیگر تین تاریکیوں میں پہلے بعد دیگرے پیدا کرنا خدا کی عادت اسی طرح جاری ہوئی ہے پہر کہا ہے ظاہر ہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جب آدم علیہ السلام کی پشت میں ٹوٹا تو ان کی روحوں کو قبض کر لیا کیونکہ جو کچھ وہ مرنے کے بعد زمین میں ٹوٹانے کے وقت کیا کرتے تھے اس کا قیاس اُنہی کو مقتضی ہے کیونکہ وہ ان کی روحوں کو قبض کر لیا کرتے تھے اور زمین میں انکو ٹوٹا دیتا ہے۔ انتہی باختصار (شعرانی کا قول اختصار کے ساتھ تمام ہوا) اور شہرہ راناموں میں سے بعض نے (امام ابو طاهر ابن کثیر) سراج العقول میں لکھتے ہیں جیسا کہ شعرانی کی کتاب ایوان القیامت سے معلوم ہوتا ہے (سابق الذکر شہدوں کے جواب میں جو بحث پر وارد ہوتے ہیں کہا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جو وہ پہلے زمین سے لیا گیا تھا ہر انسان میں باقی رہتا ہے کبھی نہیں رہتا۔ اور وہی جزا ہے جو قائم رہتا ہے اور جس سے کہ عہد لیا گیا تھا (یعنی جیسا کہ فروں کے خطاب کرنے کی اہلیت میں ہے جو پیشتر گزری) اور قبر میں اُنہی پر سوال متوجہ ہوتا ہے اور وہی جواب کا وہ وارنہا ہے اس طرح کہ اُس میں روح ٹوٹا دیا جاتی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ اور اخبار سے معلوم ہوتا ہے پھر اُنہی کے ساتھ باقی اجزاء جہاں جہاں ہوں گے خداوندی قدرت سے ملجا دیں گے یہاں تک کہ پورا آدمی بنجاو لگتا جیسا کہ دنیا میں تھا یہ ایسی بات ہے کہ نہ عقل اسکی مخالفت ہے نہ شرع۔ انتہی بعض اختصار۔ (امام ابو طاهر کا قول) کسیدہ اختصار کے ساتھ تمام ہوا آپس یہ دلائل جنہیں کہ اس عالم (رازی) نے اسباب پر قائم کیا کہ انسان اس دنیا میں کچھ کا نام نہیں ہے اور میں نے انہیں نقل کیا اور سابق الذکر آیت کی تفسیر جس میں آدم علیہ السلام کی اولاد سے عہد کا لیا جانا نہ دوسرے اور جو کچھ سب سے بعض علماء اسلام (خازن اور شعرانی جیسا کہ محل سے پیشتر منقول ہو چکا) کیجا سب سے کہا گیا ہے اور وہ مقرر ہے کہ اس اسلامی عالم (ابو طاهر) نے ان شہدوں کے رو کرنے کے لئے جو بحث پر وارد ہوتے ہیں بیان کیا اور اسکی نسبت یہ ذکر کیا کہ عقل اور شرع اس کے مخالف نہیں جب ہم ان سب کو خیال کر کے سمجھتے اور نظر دقیق سے دیکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ وہان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز ہے کہ ان اجزاء ارحمہ کی تفسیر انہیں ذلت کو ٹھہرائیں جسکی نسبت پیشتر گزر چکا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے تھے اور کتنے عہد لیا گیا تھا سو انکو یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ یہ ذرے ہر انسان کے کچھ حلی اجزاء ہیں اور باقی بدن جسے ہم مشاہدہ کرتے ہیں وہ زائد اجزاء کا بنا ہوا ہے جو کتنے ہاتھ اور تبدیل ہوتے رہتے ہیں پس حقیقی انسان جو مخاطب اور مکلف ہے اور جو دوبارہ زندہ کیا جائیگا جسے نعمت ملیگی یا جسے عذاب ہوگا یہ وہی ذرے ہیں جو ان کے میں جو ان میں حلول کرتی ہے اور انسانی نیکل جسکا مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ زائد اجزاء ہیں اور اعدادہ اور دوبارہ پیدا لیش کے متحقق ہونے کے باب میں ان کا کوئی اعتبار نہیں ان اجزاء زائدہ میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ وہ اچھینا عادیہ کے جائیں یا ان کے مثل اور اجزاء ملا دئے جائیں بلکہ اعدادہ کی تحقیق میں جسکا اعتبار ہے وہ صرف حلی اجزاء ہیں جن پر سوائے اسکے اور کوئی حالت ظاہری نہیں ہوتی کہ ریح ان سے نکل جاتی ہے اور زائدہ اجزاء ان سے جدا ہو جاتے ہیں اور بحث میں انہیں کیجا سب روح ٹوٹا دیا جائیگی اور زائدہ اجزاء انہیں کے ساتھ ملا دئے جائیں گے۔ اور پیشتر گزر چکا ہے کہ بعض لوگ روح کے بیان کرنے میں صرف اسی اکر تھا کرتے ہیں کہ وہ ایک موجودہ شے ہے۔ اسکی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے اور بعض اسکی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ وہ ایک لطیف شفا عاف اور بالذات زندہ جسم ہے اور کثیف اجسام میں اس طرح رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے جیسے کہ سبز لکڑی میں بانی۔

پس جملہ امور مذکورہ کی بنا پر اس مقام کی ایسی تفسیر کرنا ممکن ہے جس سے بعثت رسوال قبر اور کسی کی مثل اور شرعی امور پر جو شبہ وارد ہوتے ہیں سب رفع ہو جائیں اور کمزوروں کے خیالات پر لسانی سے محفوظ رکھے جاسکیں۔ پس یوں کہا جائے کہ اس سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو لطیف مادہ کے اجزاء فردہ سے جیسے کہ ایتھرا مادہ جس کے موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ایسی ترتیب اور ایسی کیفیت وضع فرمایا جو جس سے روح کی نسبت جتنے خواص ذکر کئے جاتے ہیں اور شرعی نصوص سے سمجھے جاتے ہیں سب حاصل ہو جائیں اور خواص یہ ہیں کہ وہ (روح) بنفہ اور خوردہ ہے یعنی اس کے ساتھ کسی دوسری شے کے ملائے کی ضرورت نہیں جس سے کہ وہ زندہ ہو جائے اور یہ کہ وہ صاحب ادراک ہے اور جب کسی جسم میں حلول کرے تو اسے بھی حیات۔ ادراک۔ اور زندہ شے کے اور باقی صفات سے موصوف کر دیتی ہے اور اس میں یہ سب خواص آجاتے ہیں۔

(جیسے مقناطیس کی حالت ہے کہ فولاد کے ساتھ رگڑ دینے سے اس میں لوہے کے کشش کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے) اور وہ (روح) باوجود ان سب باتوں کے ایک نہایت ہی چھوٹا فردہ ہے جسکو ہمارے حواس ادراک نہیں کر سکتے بہرہ اور اجزاء فردہ سے بہت ہی چھوٹے چھوٹے ذرے ایسی کیفیت پر بنائے ہوئے ہوں جو اپنے ساتھ روح کے متعلق ہونے کے قوت حیات۔ اور ادراک وغیرہ اس کے باقی خواص کو حاصل کر لیتے ہوں اور ان ذرات کے لئے خدا نے انسانی اعضا بھی بنا دیئے ہوں جیسے کہ ان حیوانات کے اعضا ہوتے ہیں جو مائیکر اسکوپ (خوردین) سے نظر آتے ہیں اور یہی اصلی اجزاء ہوں جنکا بیشتر ذکر ہو چکا ہے حضرت آدم علیہ السلام کی ہیکل کو ذرا بڑا فردہ سے بنایا ہوا اور ان کی اس ہیکل میں کہیں پرانے اس فردہ (جزر اصلی) کو بھی رکھ دیا ہوا اور احتمال ہے کہ وہ مقام تمام ہیکل میں سے قلب ہی ہو اور یہی قریب تر معلوم ہوتا ہے۔ (اور علم فرمایا لو جی صاحب والوں کی عبارت عنقریب آتی ہے جس سے اس کے لئے قلب ہی کا مرکز ہونا فہم کے قریب ہو جاتا ہے) بہرہ ان کی (آدم کی) ساری اولاد کے ذروں کو ان کی ہیکل کی پشت میں رکھ دیا ہوا اور ان میں ان کو طول ہی دروں کی گنجائش ہونا کوئی عجیب چیز امر نہیں کیونکہ پانی کے ایک چھوٹے سے قطرہ میں اتنے حیوانات مائیکر اسکوپ (خوردین) سے نظر آتے ہیں جنکا شمار روئے زمین پر کے سارے موجودہ آدمیوں کے برابر ہو گا جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں۔ پس اس سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا کہ ان کی پشت میں جمع بنی آدم کے ذرے جو دنیا کی مدت میں پائے جائیں گے سہاگئے ہوں۔ بہرہ خدا کے پاک نے آدم علیہ السلام کی روح کو ان کے فردہ (جزر اصلی) میں جو ان کی ہیکل کے اندر تھا داخل کر دیا ہوا اور وہ ان میں حلول کر گئی ہو۔ اور عجیب نہیں کہ قرآن شریف میں خدا کے اس قول سے (ونفخت فیہ من روحی احنی) میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی) اسی کی طرف اشارہ ہوا اور اس قول میں روحی (اپنی روح) سے مراد وہ روح ہو جس کے نئی طرح پر پیدا کرنے اور ان کی پیدائش کی حقیقت کے شناخت کے لحاظ سے خدا تعالیٰ مستغرق ہے۔ پس اس فردہ (جزر اصلی) میں اس روح کے حلول کرنے کے وقت حیات پیدا ہو گئی ہو اور پھر ساری ہیکل میں پھیل کر گئی ہو کیونکہ خدا کے پاک نے اس ہیکل کو اس استعداد کے ساتھ پیدا کیا تھا کہ اس کی پشت سے بنی آدم کے سارے ذرے کو نکالا ہو اور ان میں ان کی روحیں داخل کر دی ہوں جسکی وجہ سے وہ زندہ اور صاحب ادراک بن گئے ہوں اس کے بعد ان سے خطاب کیا اور عہد لے لیا ہو بہرہ ان کی روحوں کو لے کر کے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں لٹا دیا ہوا اور مسامات کی راہ سے ان میں

پس جملہ امور مذکورہ کی بنا پر اس مقام کی ایسی تفسیر کرنا ممکن ہے جس سے بعثت رسوال قبر اور کسی کی مثل اور شرعی امور پر جو شبہ وارد ہوتے ہیں سب رفع ہو جائیں اور کمزوروں کے خیالات پر لسانی سے محفوظ رکھے جاسکیں۔ پس یوں کہا جائے کہ اس سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو لطیف مادہ کے اجزاء فردہ سے جیسے کہ ایتھرا مادہ جس کے موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ایسی ترتیب اور ایسی کیفیت وضع فرمایا جو جس سے روح کی نسبت جتنے خواص ذکر کئے جاتے ہیں اور شرعی نصوص سے سمجھے جاتے ہیں سب حاصل ہو جائیں اور خواص یہ ہیں کہ وہ (روح) بنفہ اور خوردہ ہے یعنی اس کے ساتھ کسی دوسری شے کے ملائے کی ضرورت نہیں جس سے کہ وہ زندہ ہو جائے اور یہ کہ وہ صاحب ادراک ہے اور جب کسی جسم میں حلول کرے تو اسے بھی حیات۔ ادراک۔ اور زندہ شے کے اور باقی صفات سے موصوف کر دیتی ہے اور اس میں یہ سب خواص آجاتے ہیں۔

پس جملہ امور مذکورہ کی بنا پر اس مقام کی ایسی تفسیر کرنا ممکن ہے جس سے بعثت رسوال قبر اور کسی کی مثل اور شرعی امور پر جو شبہ وارد ہوتے ہیں سب رفع ہو جائیں اور کمزوروں کے خیالات پر لسانی سے محفوظ رکھے جاسکیں۔ پس یوں کہا جائے کہ اس سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو لطیف مادہ کے اجزاء فردہ سے جیسے کہ ایتھرا مادہ جس کے موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ایسی ترتیب اور ایسی کیفیت وضع فرمایا جو جس سے روح کی نسبت جتنے خواص ذکر کئے جاتے ہیں اور شرعی نصوص سے سمجھے جاتے ہیں سب حاصل ہو جائیں اور خواص یہ ہیں کہ وہ (روح) بنفہ اور خوردہ ہے یعنی اس کے ساتھ کسی دوسری شے کے ملائے کی ضرورت نہیں جس سے کہ وہ زندہ ہو جائے اور یہ کہ وہ صاحب ادراک ہے اور جب کسی جسم میں حلول کرے تو اسے بھی حیات۔ ادراک۔ اور زندہ شے کے اور باقی صفات سے موصوف کر دیتی ہے اور اس میں یہ سب خواص آجاتے ہیں۔



داخل کر دیا ہو جس طرح آنے نکالا تھا اور سی طرح تو امراض کے کپڑے بدن میں داخل ہو جاتے ہیں اور انہیں سے نکل آنے پر جیسے کہ آپ لوگ قائل ہیں۔

پھر ان روحوں کو عالم میں جہاں چاہا وہاں محفوظ رکھا پھر یہ ذرے حضرت آدم علیہ السلام کے مادہ منویہ میں جماع کے وقت ان کی جڑ کے رحم میں آنے لگے اور انکی زوجہ کے رحم میں حلول کر لے گئے۔ پس انکی ہیکلیں ان تھنوں سے منی کے ساتھ ملا کر بننے لگیں اور خدا اُس کو طرح پر شیخ کرتا رہا یہاں تک کہ ہیکل انسانی کی صورت بن گئی اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا پہلا ذرہ جو ان کی زوجہ کے رحم کی جانب منتقل ہوا تھا اُسکے ساتھ ہی وہ سب ذرے بھی منتقل ہو کر چلے آئے ہوں چکا سلسلہ تو اس ذرہ سے چلنے والا ہو گا پھر اس پہلے ذرہ کی ہیکل سے جو منی نکلی اُس کے ساتھ ہی یہ ذرے اسی طرح پر منتقل ہوتے رہے اور یہی کیفیت انکی اور ان ذرہ کی باقی اولاد میں جاری رہی اور اس دنیا کے ختم نام تک یہی کیفیت رہی۔ اور شاید اللہ تعالیٰ کے اس قول (وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي الْأَسْبَاطِ مِنْ أُولٰٓئِكَ نَفْسًا مِّنْ دُونِهَا وَلَقَدْ بَدَّلْنَا الْخَلْقَ لَعَلَّ يَفْقَهُوْنَ) کے تحت کچھ ایسی ہی ہیکلیں تھیں جن سے بعض کی تفسیر کے موافق اسی جانب اشارہ ہو پس اس قول کا یہ مطلب ہو جائیگا۔ آپ باپوں کی پشت اور ماؤں کے رحموں میں منتقل ہوتے رہے اور ہر ہیکل جب ایک محدود حد تک پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ روح کو ہر جہت پر تیار ہے پس وہ اپنے ذرہ میں حلول کرتی ہے اور اُس میں اُس ہیکل میں حیات اور حرکت کا سر لیا ہو جاتا ہے پس انسان روح اور اس ذرہ کے مجموعہ کا نام ہے اور اسی ذرہ کو پیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اہل اجزاء کہتے ہیں اور یہ تمام عمرانی رہتا ہے اور یہی بعد مرنے کے قح کے بعد کرنے سے حکم خداوند ہو جائیگا اور جسے کہ ہیکل بنی ہے وہ محض زاد اجزاء ہیں جو شب و روز بدلتے اور کم و بیش ہوتے رہتے ہیں پس جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کی موت کا ارادہ کرتا ہے تو اُسکے ذرہ سے اُس کی روح کو جدا کر دیتا ہے اس طرح پراس سے اور نیز اُس کی ہیکل سے جو زاد اجزاء سے بنی ہے حیات زائل ہو جاتی ہے اور اس ذرہ اور ہیکل دونوں کو موت آجاتی ہے اس کے بعد ہیکل مٹل ہونے لگتی ہے اور اسکا پراگندہ ہو جانا اور کسی دوسرے کی ترکیب میں داخل ہونا وغیرہ جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے ہوتا رہتا ہے اور وہ ذرہ زمین کی تہوں میں محفوظ رہتا ہے جیسے کہ سونے کے ذرے جو سیدہ اور مٹل ہونے سے محفوظ رہتے ہیں اور کسی حیوان کی ترکیب میں وہ داخل بھی ہو جاتا ہے تو وہ صرف انکی ہیکل کی ترکیب میں جو زاد اجزاء سے بنی ہے داخل ہوتا ہے اور تاہم وہ مٹل ہونے سے محفوظ رہتا ہے اور جب یہ ہیکل مٹل ہو جاتی ہے تو وہ ذرہ پھر اس سے علیحدہ ہو کر زمین کی تہوں میں محفوظ ہو جاتا ہے اور اس حیوان کے اہل اجزاء کی ترکیب میں داخل نہیں ہوتا غایت سے غایت اس ذرہ پر موت کی وجہ سے جو تغیر طاری ہوتا ہے وہ انکی روح کا اُس سے جدا ہو جانا اور انکی ہیکل کا مٹل ہو جانا ہے۔ اور جب خدا اس ذرہ کو زندہ کرنا چاہیگا تو انکی روح کو پھر اُس میں داخل کر دے گا پس انہیں حیات اور روح کے باقی خواص آجائیں گے اگرچہ اُس کی ہیکل مٹل کیوں نہ ہو گئی ہو۔ اور اُس موقع سے قبر میں سوال ہونے نعمت اور عذاب کے لئے جائے اور اسی کے مثل اور ان بزرخی امور پر جنکی نسبت شرعی انصواب وارد ہیں جو شبہ کئے جاتے تھے سب حل ہو گئے اور شریعت سے یہ جو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب امور قبل بعثت ہوتے ہیں انکی صورت بھی سمجھ میں آگئی پھر جب اللہ تعالیٰ حساب و کتاب کے لئے ساری خلق کو اکٹھا کرے گا تو ان انسانی ذروں کی ہیکلیں کو جو کہ زندہ اجزاء سے بنی تھیں دوبارہ بنایا گیا خواہ یہ ہیکل انہیں اجزاء سے بنے جسے کہ موت کے پہلے بنی تھی یا دوسرے اجزاء

عہ اور کہتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے منتقل ہونے کو سجدہ کرنے والوں میں ۱۲ مرتبہ

ہے کیونکہ دارو مدار توان اکی فردوں کے نہ بدلتے ہر سہ زائد ہزار چلے ہیں یا نہ ہیں۔

اور ان فردوں کو ان ہیکلوں میں داخل کر دیا اور چونکہ ان ذروں کے ساتھ روح متعلق ہو چکی ہوگی اسلئے اس میں اور ان ہیکلوں میں حیات قائم ہو جائیگی اور آخرت و قیامت میں لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے کہ اس دنیا میں تھے اور ساری مذکورہ باتیں ممکن ہے کہ انسان کے علاوہ باقی حیوانات میں بھی اسی تفصیل سے واقع ہوں۔ اور جب ہم اللہ تعالیٰ کی وسعت علم اور عظمت قدرت اور کائنات میں ان دونوں کے آثار کو خیال کرتے ہیں تو ہمیں ان مذکورہ باتوں میں سے کوئی شے بھی مستبعد نہیں معلوم ہوتی خواہ یہ ساری کارروائی ان قوانین قدرت کے ذریعہ سے جنکو اللہ تعالیٰ نے ان میں اسی غرض سے رکھ دیا ہو اور جنکے موافق یہ سارے اتصالات و انفصالات اور زائد ہزار کئے کائنات حاصل ہوئے ہوں۔ تمام پائے یا بلا کسی قانون کے اور اے اہل سائنس جب آپ ان باتوں میں جن کے آپ حیوانات کے غایت درجہ چھوٹے ہونے قطرہ ہر پانی میں ان کے بکثرت پائے جاتے ان کی حیات۔ حرکت اور اپنی ضروریات زندگی کے ادراک کرنے اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے بارہ میں مائیکروسکوپ (خوردین) کے ذریعہ سے تحقیقات کر کے قائل ہیں خود کرینگے تو آپ کو ظاہر ہو جائیگا کہ اس بات میں کوئی تعجب اور کسی قسم کا استحصال نہیں کہ انسان کے ذروں میں حیات اور سارے خواص حلول کریں اور یہ کہ جتنے خواص روح کی نسبت بیان کئے گئے ہیں وہ سب اس میں پائے جائیں اور جب آپ اس بات میں تامل کریں گے کہ انسانی ہیکل میں نہایت کثرت سے مسات موجود ہیں حتیٰ کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ ایک بالشت مربع میں چالیس لاکھ مسات پائے جاتے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان ذروں کے نکلنے اور انہیں دوا رہ داخل کئے جائے ہیں آپ کو ذرا بھی استنباط نہ ہوگا اور امراض کے کیڑوں کا جیسے کہ ملیریا میں بدن میں داخل ہونا اور ایک بدن سے دوسرے بدن میں متعدی ہو کر منتقل ہو جانا۔ اور ان کا دوران خون میں سرایت کر جانا یہ ایسے امور ہیں جو ہمارے بیان کو آپ کی عقلوں کے اور بھی زیادہ قریب کر دیتے ہیں۔ اور حقائق مذکورہ کی امثال جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں آپ کے علوم و اکثری کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔

پھر آپ لوگ قائل ہیں کہ مٹی میں کیڑے پائے جلتے ہیں جو نہ کے دونوں خصیوں سے نکلتی ہے اور اداہ کے تخم کو حاملہ کرتی ہے اور یہ کیڑے غایت درجہ چھوٹے ہوتے ہیں اور مائیکروسکوپ (خوردین) سے نظر آتے ہیں اور ایک کیڑا طول میں قیراط کے پانچ حصوں میں سے ایک حصہ سے لیکر چھ سو حصوں میں سے ایک حصہ تک کا ہوتا ہے۔ اور ایک کیڑے کے سر کا طول قیراط کے پانچ ہزار حصوں میں سے ایک حصہ سے لیکر چھ ہزار حصوں میں سے ایک حصہ تک کا ہوتا ہے۔ وہ اپنی ذروں کو اس جبر ہا کر جس سے ان کا مختلف سمتوں میں چلنے مٹی میں حرکت کرتے بہتے ہیں اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی حرکت مستقل ہے خارجی کیفیات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کہتی بشرطیکہ مٹی کے طبعی گاڑھے پن اور کثافت میں فرق ڈالنے پائے اور اداہ کے بدن کے اندر ان کی حرکت سات یا آٹھ دن تک قائم رہتی ہے اور باہر چھوٹے گھنٹہ تک اور ان کی حرکت کا کوئی سمت معلوم ہی نہیں ہوتا اور بعض علم فریالوجی جاننے والے کہتے ہیں کہ وہ تیرہ منٹ میں ایک قیراط مسافت قطع کرتے ہیں انکا بڑا فائدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریب قریب تمام حیوانات کی مٹی میں پائے جاتے ہیں اور اداہ کے برعکس یعنی تخم سے ان کا چھو جانا حاملہ کرنے کے لئے اشد ضروری ہے جیسا کہ علم فریالوجی کی کتابوں میں مذکور ہے۔ پس اس سے کوئی امر مانع ہو سکتا ہے کہ خالق

سجائے نہ مٹی کے انہیں کپڑوں کو نبی آدم کے فروں کا جو کہ آنے بھی چھوٹے ہوں حال بنایا ہو اور وہ انہیں مٹی میں لئے  
پہرے ہوں یہاں تک کہ اس کے تخم میں اٹکواتے ہوں اور انسانی ہیکل جو زائد اجزاء سے مٹی سے مادہ کے تخم کے نشوونما  
پالنے سے بننے لگتی ہو اور حقیقی انسان جس میں کہ روح حلول کرتی ہے اور اس میں اول نباتات آتی ہے پھر اس سے تمام ہیکل  
میں سرایت کر جاتی ہے وہی ہو جس کے حامل یہ مٹی کے کپڑے تھے اور جسے کہ انہوں نے مادہ کے تخم میں داخل کر دیا تھا اور  
اس کے ساتھ ہی وہ سب ذرے بھی داخل ہو جاتے ہیں جو اس کی اولاد میں پیدا ہونے والے ہوں اور اس کی ہیکل میں آتی ہے  
ہوں حتیٰ کہ اس کی مٹی میں نکلے ہوں اور اس کی فروں کی ہیکل میں منتقل ہوتے رہتے ہوں اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا رہا  
اور جب یہ کیفیت ہو جس سے عقل اور شعاع مانع نہیں تو پھر وہ ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بلکہ بجزرت عقول کا یہ قول تحقیق  
ہو جاتا ہے کہ ہر انسان اپنے باپ سے منتقل ہو کر اپنی ماں کے رحم میں آتا ہے مختلف اس بات کے جس کے آپ لوگ قائل ہیں  
کہ انسان صرف اپنے ماں کے تخم سے بنتا ہے اور باپ کی مٹی کی صرف حاملہ کردینے کے لئے ضرورت پڑتی ہے۔  
پس چونکہ آپ لوگوں نے فقط انسانی ہیکل کو دیکھ لیا اور اس کے سوا کسی چیز کی آپ کو خبر نہ ہوئی اس لئے آپ صرف اسی کے قائل  
ہو گئے اور لوگوں کی رسائی ہیکل کے سوا کسی اور شے کی طرف بھی ہوئی اس لئے وہ قائل ہوئے کہ اصلی انسان اپنے باپ  
سے جڑا ہو کر آتا ہے اور ماں سے صرف اس کو انسانی ہیکل دستیاب ہوتی ہے اور انسان کا اپنے باپ سے جڑا ہو کر آنا ایسا  
امر ہے جس کو کثرت لوگوں کی عقلیں مانتی ہیں اور باپوں کی اس قدر شفقت و میلان جو اپنی اولاد پر دیکھا جاتا ہے اس سے  
اس کی کسی قدر تائید ہو سکتی ہے۔

پھر علماء علم فراہم کرنے والے عمل قلبی کے نظام یعنی اس کی حرکت کے سبب میں اختلاف کیا ہے اور ان کی داری بنا ہی وہ ہیں تائی  
ہیں اور پھر خود ہی ان کو توڑا ہے آخر کار جس امر پر کہ قرار ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اس عمل کا سبب خود قلب ہی میں موجود ہے پھر  
انہوں نے کہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حرکت کا نظام ان عصبی گانڈھوں سے پیدا ہوتا ہے جو قلب میں موجود ہیں اس نظامی  
عمل کے حقیقی مرکز ہی میں مگر اب تک اس کا پتہ نہیں لگا کہ یہ عصبی مرکز منقطع اور منظم عمل کیوں کرتے ہیں دائمی عمل کیوں نہیں کرتے  
یعنی ان کی حرکت باقاعدہ اور رکنگ کر کیوں ہوتی ہے یا کیوں نہیں ہوتی ہوتی۔

پھر انہوں نے کہا ہے کہ کثرت تجربوں سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ قوت دافعہ جو قلب کے انقباضات سے پیدا ہوتی ہے ضرورت  
وہی دوران خون کے لئے کافی ہے یہاں تک کہ کلام ختم ہوا پس جب آپ اس قول میں غور کریں گے تو یہ بات آپ کے نزدیک ظاہر  
اور آپ کی عقلوں کے قریب تر ہو جائیگی کہ انسانی ذرہ کا مرکز تمام ہیکل انسانی میں سے قلب ہی ہے اور جب انہیں روح حلول کرتی  
ہے تو انہیں وہ حیات پیدا کر دیتی ہے اور وہ یہ منتظمہ حرکت کرنے لگتا ہے اس سے دوران خون پیدا ہوتا ہے پھر اس سے تمام  
ہیکل میں حیات سرایت کر جاتی ہے اور اس ذرہ اور روح کا چھوٹا ہونا اس امر سے مانع نہیں ہو سکتا کہ اس سے ہیکل انسانی کی  
حیات اور اس کے اعصاب و عضلات کے اعمال کے لئے کافی عمل پیدا ہو جائے کیونکہ بہتیرے ایسے نہایت ہی بڑے آلات  
ہیں کہ جب ان کو چھوٹا سا بچہ حرکت دیتا ہے تو اس سے ایسی حرکت پیدا ہو جاتی ہے جو بہت ہی بڑے آلہ کے گمانے کے لئے  
کافی ہو اور اس سے بڑے بڑے اعمال پیدا ہونے لگتے ہیں جس کے کرنے کے لئے نہایت ہی عظیم قوت کی ضرورت ہے اور

بیات تو انسان کے عمل میں پائی جاتی ہے تو پھر پہلا خیال تو کیجئے کہ خدا کے عمل میں آپ کے نزدیک کوئی استبعاد باقی نہ رہا ہے جو علم اور کمال قدرت رکھتا ہے جسے اپنی مصنوعات کو ایسی کیفیتوں پر پیدا کیلئے جسے خواص کو دیکھ کر فکر و دل کو حیرت مہی ہو جاتی ہے۔ اور عقلمیں اپنے آپ میں نہیں رہتیں۔

بحث سابق کا خلاصہ یہ کہ اس تقریر پر حقیقی انسان وہ فرد ہی ہے جو قاب میں حلول کئے رہتا ہے اور جس میں کہ روح حلول کرتی ہے پس اس میں حیات پیدا کر دیتی ہے پھر اس سے ساری ہیکل میں حیات سرایت کر جاتی ہے پھر یہ ہیکل محض سمات کا آدہ ہے کہ اس عالم میں یہ فرد اپنے اعمال پورے کرے اور اُس کے ذریعہ سے علوم و معارف حاصل کر لے اور یہی فرد اس روح کے جو آئیں حلول کئے رہتی ہے تمام تکلیفات شرعیہ کا مخاطب ہے اس کا اعادہ کیا جائیگا اس کا نعمت ملیگی اور اس کو عذاب ہو گا خلاصہ یہ کہ جتنے امور انسان کے حق میں وارد ہوئے ہیں سب اس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اس تقریر کی بنا پر جتنے مشبہات کہ شرعی اخبار جیسے کہ بحث قبر میں سوال ہوئے۔ ان میں نعمت یا عذاب کے لئے جانے۔ اپنی قبروں میں بعض لوگوں کے زندہ رہنے وغیرہ پر وارد کئے جاتے تھے سب کے سب ایک سرے سے ساقط ہو گئے جیسا کہ سچے طور پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ والہ اعلم۔

پس اگر کوئی کہے کہ شریعت میں ہم کچھ ایسی نصوص دیکھتے ہیں جو نفس ہیکل انسانی کے اعادہ کا ذکر کرتی ہیں یا ان کے بعض اجزاء کے اعادہ کی ان میں تصریح موجود ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔ (سن عجی العظام وہی یمیم قل یحییہا الذی انشأہا اول مرة) یعنی (لوگ تعجب سے پوچھتے ہیں) ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ گل چکی ہوں گی؟ (تو اے پیغمبر اُسے) آپ کہہ دیجئے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جسے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ پس یہ مضمون بحث اور اعادہ کی اس توجیہ کے ساتھ کیونکہ منطق ہو گا جس کو آپ نے ذکر کیا۔ تو میں کہوں گا کہ سابق الذکر توجیہ کا یہ مقتضی ہے کہ جس طرح اصلی اجزاء کے لئے کہ یہی انسانی ذرے ہیں بحث ہو گا جس کی کیفیت میں پیشتر بیان کر چکا ہوں اسی طرح انسانی ہیکل کیلئے بھی جو زائد اجزاء سے بنتی ہے بحث ہو گا لیکن پیشتر جو اشکالات بحث پر وارد کئے گئے تھے وہ میری تقریر سے اصلی اجزاء یعنی ذرات انسانی کے اعادہ کے اعتبار سے منفع ہو گئے پھر بعد اسکے کہ اصلی اجزاء کے اعادہ کی کیفیت طریق مذکور پر بیان کرنے کی وجہ سے یہ اشکالات منفع ہو چکے ہیں تو اب ہیکل انسانی کے اعادہ کے جانے پر جو زائد اجزاء سے بنتی ہے عام ہے کہ وہ زائد اجزاء بحیثیت اعادہ کئے جائیں یا ان کے مشابہ و سرے اجزاء بنائے جائیں وارد نہیں ہو سکتے اور شریعت نے جو زائد اجزاء ایچے ہیکل کے اعادہ کے جانے کی تصریح کی ہے اُس سے اسکے سوا اور اشکالات کا دفع کرنا مقصود ہے جو اصل جاہلیت کے خیال کے موافق اُن کے اعادہ کئے جانے پر وارد ہوتے تھے کیونکہ بحث کے ذکر کرنے کے وقت اُن کا خیال صرف ہی ہیکل کی جانب جکا وہ مشاہدہ کرتے تھے جانا تھا چنانچہ وہ کہتے تھے کہ ہڈیوں میں گل جانے کے بعد حیات کیسے ہو کر آئیگی اور یہ اجزاء جو زمین کے اندر پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے کیونکہ مجمع ہو جائیں گے پس نصوص نے ان کے انہیں اشکالات کو اس طرح دفع کیا کہ خدا قادر اور علیم ہے اس سے وہ عاجز نہیں ہو سکتا پس وہ ان ہڈیوں کو اسی طرح زندہ کر دے گا جیسے کہ تسبیح پہلی مرتبہ ان کو پیدا کیا تھا اس کا علم تمام وجود کو محیط اور اس کی قدرت تمام ممکنات پر حاوی ہے علیٰ ہذا القیاس ان کے اعتراضوں کے ایسے ہی اور یہی جوابات ہیں۔ اور یہ اعتراض توجیہ کے منافی نہیں ہوتا جو دوسرے سابق الذکر اشکالات کے دفع کرنے کے لئے اصلی اجزاء یعنی انسانی ذرے کے اعادہ کے جانے کے

فصل  
خلاصہ جو انسان کے  
ذرات زندہ  
کیے جاتے ہیں  
بارے میں  
ذکر ہوتا ہے

بارہویں پیشتر بیان کی گئی ہے پس چاہئے کہ دراز غور کر لیا جائے۔

لے صابو اور کچھ میں اس سے پیشتر شرح و بسط کے ساتھ بیان کر چکا ہوں اس کے بعد ذرا یہ بھی سن لیجئے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ یہی توحید اور اصلی اجزاء کے ذروں کے ساتھ اور زائد اجزاء کی سبیل کے ساتھ تفسیر اور اسکے علاوہ جو تفصیل میں سے اس مقام پر بیان کی ہے وہ سب پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تصریحاً موجود ہے یا انکے ذمہ بعثت کا اسی تفصیل و بیان کے موافق اعتقاد کرنا ضروری ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ علماء شریعت نے بیان کیا ہے کہ انسان کے جسمی اور فائدہ و قسم کے اجزاء ہوتے ہیں اور اسکے ذریعہ سے انہوں نے ان شبہوں کو رفع کیا ہے جو بعثت و فیروہ و دار و مردہ ہوتے ہیں اور میں آپ سے پہلے کہہ بھی چکا ہوں کہ شریعت کے بڑے بڑے جلیل القدر کثیر علماء (جیسے کہ امام ہاشمی۔ ابو ظاہر مصنف سراج نقشبوتی۔ شعرانی۔ خازن۔ اور ایسے ہی اور علماء کے کلام سے مستنبط ہوتا ہے کہ اس سے کوئی امر خارج نہیں ہو سکتا اگر اصلی اجزاء سے جنہیں انہوں نے اعتراضوں کے جواب دینے کے لئے ذکر کیا ہے یہی ذرے مراد ہوں جو اس نص قرآنی کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں مذکور ہیں جس میں آدم علیہ السلام کی اولاد سے عہد کے لئے جانے کا بیان کیا ہے اور یہ کہ جنہیں انہیں ذروں کے ساتھ ملکر حقیقی انسان کے افراد ہوں اور یہ کہ زائد اجزاء سے انسانی سبیل میں مراد ہوں اور انہیں علماء شریعت کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی انسان کا مقرر تمام سبیل میں سے صرف قلب ہی ہے پس یہ سبیل جو برابر بدلتی اور متغیر ہوتی رہتی ہے حقیقی انسان کے لئے اس عالم میں اسکے اعمال کی انجام دہی اور علوم و معارف کے حاصل کرنے کا ذریعہ اور آئہ قرار پاتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جس سے بعثت پر جو پیشتر اشکالات وارد کئے گئے تھے ان کا منفع ہونا آپ کے نزدیک بالکل ظاہر ہو جاتا ہے اور اس سے عقل و شرع کی کوئی مخالفت بھی نہیں لازم آتی۔ اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم شبہوں کے جواب دینے کے لئے انکے قائل ہو سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں اپنا اعتقاد درست رکھنے کے لئے صرف انہی کٹائی کافی ہے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ انسان کے روح ہوتی ہے جبکہ حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے اور ایسے ہی تمام حیوانات کے بھی۔ اور خدا انسان کو اسکے مرنے کے بعد ضرور دوبارہ زندہ کرے گا۔ اس سے حساب لیگا۔ پھر اسے نعمت۔ یا عذاب دیا گا اور یہ سب کچھ ایسی کیفیت پر ہو گا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے اور میں اسکی تفصیل کرنا ضروری نہیں ہے اسکو خدا ہی خوب جانتا ہے کیونکہ یہ امر عقلاً ناممکن ہے اور خدا کے علم و قدرت کی وسعت کے سامنے ایسی شے کا ہو جانا کوئی محال نہیں۔

پس اسے اہل سائنس اس مقام میں مداخلت کیجئے اور باریک بینی سے کام لیجئے کیونکہ آپ کو اپنے علوم میں کوئی شے ایسی نہ ملے گی جس سے تفصیل سابق میں کی ساری چیزوں میں سے کوئی بھی ناممکن ثابت ہوئی ہو جیسے انسان کے لئے روح کا ہونا وغیرہ۔

ہاں اگر میرے بیان کے بعد بھی کوئی شے کسی چیز کے ناممکن ثابت کرنے میں آپ کی مدد کر سکے گی تو سمجھ لیجئے کہ یہ وہی شے ہے جسے کہ عناد اور انصاف کا ترک کر دینا کہتے ہیں۔ سو اسکا کوئی علاج نہیں۔ اور اگر آپ کہیں بہت تسلیم کرتے ہیں کہ پیشینگی جملہ باتیں عقلاً ممکن تو ہیں لیکن پیروان محمد علی علیہ السلام جو اسکے واقع ہونے کے معتقد ہو گئے ہیں اسکا کیا باعث ہے تو میں کہوں گا کہ میرا وہی پیشتر والا جواب یاد کر لیجئے جسے کہ میں اسی کی نفی میں بیان کر چکا ہوں وہ یہ ہے کہ اس کا باعث اُنکے



لئے وہ شرعی نصوص ہیں جو انکے سچے رسول کی زبانی معلوم ہوئیں ان امور کی تصریح موجود ہے وہ سب ملکہ تاویل کو بھی محفل نہیں ہو سکتیں۔ پس جب تک یہ امور عقل پر منطبق اور اسکے حکم کی رو سے ممکن ہیں اس وقت تک انکے لئے اپنی ظاہری نصوص کو چھوڑنا اور کسی قسم کی تاویل کیجا نہ مال ہونا ہرگز جائز نہیں۔ علاوہ بریں خاصکہ بحث و حشر گو اسکی نسبت یہ مشہور ہے کہ اسکے امکان کی دلیل عقلی ہے جیسے انکی نظیروں کی اور اسکے وقوع خارجی کی دلیل نقلی اور وہ بھی شرعی نصوص ہیں۔

لیکن اگر ایک نبی سے کام لیا جائے تو اسکے واقع ہونے کی بھی عقلی دلیلیں ظاہر ہو جاتی ہیں اگرچہ وہ قطعی اور برائی نہ ہوں لیکن اطمینان محفل ضرور میں جھیں عقلیں مان جاتی ہیں اور انکے دلوں کی تسکین ہو جاتی ہے اور اگر ان بکو کیجانی طور پر دیکھا جائے تو عقل کے نزدیک بحث کے وقع ہونے میں درابھی شک و شبہ نہیں رہتا اسکے وقع ہونے کا پورا پورا یقین ہو جاتا ہے۔

پس بعض اسلامی علماء کے افادات میں سے جو کچھ میں اس موقع پر بیان کرتا ہوں اسکو سننے جمیں میں نے بغرض شیخ کے کہیں اپنی طرف سے کچھ بڑا ایسا ہے یا اسکا خوبی کے ساتھ اختصار کر دیا ہے۔

چنانچہ میں کہتا ہوں کہ ان امور پر کہ خدا نے عالم موجود سے وہ تمام صفات کا مدہ کے ساتھ متصف ہے انکی مخلوقات میں انکی اعلیٰ درجہ کی حکمت اور انتہا درجہ کا عدل پایا جاتا ہے۔ انپر انکی مہربانی اور رحمت بہت بڑی ہوتی ہے۔ قطعی دلیلیں قایم کر دینے کے بعد ایسے شخص پر جو اسکا اعتقاد کرتا ہو بلا شک و شبہ یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب خلق کو پیدا کیا اسکو عقل دی جس سے وہ نیک بد میں تمیز کر سکتے ہیں انہیں قدرت، عنایت کی جسکے سبب سے بھلائی و برائی کے کرنے پر قادر ہیں تو انکی حکمت و عدل کا مقتضا یہ ہے کہ انہیں بے ادبی اور برائی سے اپنا ذکر کرنے پر اجالت۔ کدب۔ اور اپنے نیک بندوں کی ایذا رسانی، خلاصہ یہ کہ جتنے بے اعتدال قبیح کام ہیں سب سے منع کر دے۔ اور انکو اچھے کام کرنے اور عمدہ اخلاق کے ساتھ متصف ہونے کی ترغیب دے جس سے انکی زندگی مقیم اور قائم رہے اور سب جانتے ہیں کہ ایسا اسکے کہ اچھے کام کو ثواب و جزا کے ساتھ اور برے کام کو عقاب و سزا کے ساتھ برقرار رکھا جائے یہ دونوں امور ہرگز چھوڑے نہیں ہو سکتے اور چونکہ جزا و سزا اس عالم دنیا ہی میں ہی پیشہ نہیں لجاتی اسلئے ضروری ہے کہ کوئی دوسرا عالم پایا جائے۔ جہاں یہ کام پورا ہو۔ اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ عقوبتوں میں چونکہ یہ بات موجود ہے کہ وہ عمدہ چیزوں کو پسند کرتی ہے اور خراب چیزوں کو ناگوار سمجھتی ہے اسلئے اسی سے محض ترہیب (ڈرنا)، و ترغیب (دلانا) کافی ہو جائیگی۔ کیونکہ نفس اور خواہش انسانی وہ لوں انسان کو اسبات پر ابھارتے رہتے ہیں کہ وہ جسمانی خواہشوں اور لذتوں میں پہنسا رہے اور جب عقل کے ساتھ یکساں لگی ہو تو اسکے لئے ضرور ہے کہ کوئی قوی مرجع اور کمال معادل پایا جائے اور یہ بغیر اسکے نہیں ہو سکتا کہ کرنے اور باز رہنے پر مدد

و عقیدہ جزا و سزا مرتب ہو۔

علاوہ بریں عقل صریح حکم لگاتی ہے کہ حکیم کی حکمت کا مقتضا ہے کہ نیکو کار اور بدکار میں فرق کرے سب کو ایک ہی کلڑی نہ ہانکے اور یہ فرق اس عالم دنیا میں معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ہم بہتیرے بدکاروں کو انتہا درجہ کی راحت میں پاتے ہیں اور بہترے نیکو کاروں کی بسے خلاف حالت ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس عالم دنیا کے بعد کوئی دوسرا عالم ہو جہاں کہ یہ فرق و امتیاز حاصل ہو پھر یہ دیکھئے کہ اگر لوگوں کے لئے خوف و حذر و حیرت نہ ہو تو عالم میں بڑی گڑبڑ مچ جاتی۔ بڑے بڑے فتنے برپا ہوتے

بحث و حشر  
واقع ہونے پر  
عقلی دلیلیں  
جو مقتضائے  
اطمینان محفل ہیں  
ف  
قیامت کی دلیل  
دلیل

ف  
قیامت کی دلیل  
دوسری دلیل  
ف  
مشکلات  
پہلے کی دلیل

نظام معاش میں بالکل خلل آجاتا۔ زندگی شکل ہوجاتی اور مکلف کو ان امور کی سجاوڑی کے لئے وقت ہی نہ ملتا جبکہ وہ دنیا گیرانہا  
اس لئے ضرور کوئی عالم جزا و سزا ہونا چاہئے تاکہ نظام عالم باقاعدہ اور فساد سے محفوظ رہے اور اگر کہا جائے کہ نظام عالم کے باقی  
بہنے کے لئے بادشاہوں کا خوف اور ان کی سیاست ہی کافی ہے اور نیز یہ کہ بد معاش لوگ اسکو خوب جانتے ہیں کہ اگر گڑبڑ  
مچائیں گے تو آپس ان کا ہی نقصان ہوگا اور دوسرے لوگ ان کے قتل کرنے اور ان کے مال و متاع کے چھین لینے کے درپے  
ہوں گے پس اس خیال سے وہ فتنہ انگیزی سے خود ہی احتراز کر بیٹھے تو ہم کہیں گے کہ محض بادشاہوں کا خوف اس کے لئے  
کافی نہیں ہو سکتا کیونکہ یا تو بادشاہ کو اس قدر قدرت حاصل ہوگئی ہوگی جس سے اسے رعیت کا کچھ خوف نہ ہو اور یا وہ ڈرتا ہوگا۔  
پس اگر رعیت سے نہیں ڈرتا اور اس کے ساتھ ہی اسے محاذ کا بھی خوف نہیں تو اس وقت وہ ظلم اور نہایت بُری طرح سے اپنی رعیت  
کی ایذا رسانی پر پیش قدمی کرے گا کیونکہ اسکی خواہشات نفسانی اسکی مقتضی قائم ہیں اور کوئی دینی یا اخروی مانع موجود نہیں۔  
اور اگر وہ خود رعیت سے ڈرتا ہوگا تو اس وقت رعیت اس سے بہت زیادہ نہ ڈرے گی پس بادشاہ کا خوف ان کو ظلم اور بُری باتوں سے  
روک نہ سیکر گا پس ثابت ہوا کہ بغیر اخروی خوف یا رعیت کے نظام عالم ہرگز پورا اور مکمل نہیں ہو سکتا۔

ف  
سبکی چھی  
بیت

پھر سنئے کہ جب کسی رحیم و حکیم اور عادل بادشاہ کی بہت بُری رعیت ہو اور ان میں بعض قوی اور بعض ضعیف پائے جلتے ہوں تو  
اسکی حکمت رحمت اور عدل کا یہ مقتضا ہے کہ کمزور مظلوم کا قوی ظالم سے انتقام لے اور اندر سجانہ و تلخالے تو بہت بڑا رحیم و حکیم  
اور عادل بادشاہ ہے اسلئے اسکی حکمت رحمت اور عدل کا بھی یہی مقتضا ہونا چاہئے کہ وہ اپنے مظلوم بندوں کا اپنے ظالم بندوں  
سے انتقام لے اور ظاہر ہے کہ یہ انتقام اس عالم دنیا میں تو حاصل ہوتا نہیں کیونکہ مظلوم باوقات مظلوم کو دیکھتے ہیں کہ وہ نہایت  
ذلت خواری، مقہوریت، اور آبروریزی کے ساتھ اپنی عمر گزار دیتا ہے اسکا مال چھین لیا جاتا ہے۔ اس کے خون کی کوئی پڑو کیا  
کیجاتی۔ اور ظالم کو دیکھتے کہ وہ اسلئے درجہ کی عزت اور قدرت کے ساتھ بسر کرتا ہے۔ پس اس عالم کے علاوہ ضرور کوئی دوسرا عالم  
ہونا چاہئے جس میں یہ عدل اور یہ انصاف ظاہر ہو۔

اور لیجئے اگر انسان کے لئے معاوضہ ہو تو انسان شرف اور مرتبہ تہ نگل حیوانات سے کیا گزار ہوگا۔ اور بیان اسکا یہ ہے کہ دنیا میں  
تمام حیوانات سے انسان کے لئے زیادہ ضرر رساں چیزیں موجود ہیں کیونکہ باقی حیوانات کی یہ حالت ہے کہ جب تک انکو کسی قسم کی  
تکلیف یا بیماری پہنچ نہ جائے اس سے پہلے پہلے ان کے دل میں اسکا خیال بھی نہیں آتا انکا جی بالکل صاف اور خوش رہتا ہے  
کیونکہ وہ غور و فکر تو نہیں کرتے رہا انسان چونکہ اسے عقل حاصل ہے اسلئے وہ ہمیشہ اپنے گزشتہ اور آئندہ احوال سوچا کرتا ہے  
پس بہتر ہے کہ گزشتہ احوال کی وجہ سے اسے طرح طرح کے غم و حسرت لاحق رہتی ہے اور اگر آئندہ احوال سے اسے طے طرح  
کا خوف لگا رہتا ہے پس ثابت ہو گیا کہ انسان کے لئے عقل کا ملنا دنیا میں بڑے بڑے ضرر اور سخت نفسانی آلام  
کا باعث ہے پس جہاں لذتیں سوائے ان میں کیا انسان اور کیا باقی حیوانات سب مشترک ہیں کیونکہ گویر کا کیرا گوہری میں خوش ہے  
جیسے کہ عمدہ سے عمدہ مٹھائیاں انسان کو لذت معلوم ہوتی ہیں پس اگر انسان کے لئے معاوضہ ہو جسکی وجہ سے اس کی سعادت  
ظاہر اور حالت مکمل ہو سکے تو پھر اسکا قائل ہونا پڑے گا کہ کمال عقل اس کے لئے علم و اہم کی زیادتی کا باعث ہو جائے اور کسی شے سے  
اسکی تلافی نہ ہو اور ظاہر ہے کہ جسکی یہ حالت ہو تو وہ ضرور بڑی ہی ذلت خواری، بد بختی اور شقت ہے سو دیں گہ غار ہوگا

ن  
سبکی چھی

اس سے ثابت ہوا کہ اگر سعادت اخروی حاصل نہ ہو تو انسان تمام حیوانات حتیٰ کہ غلیظہ کے کپڑوں سے بھی گھبرا جائے گا اور چونکہ یہ امر قطعاً باطل ہے اس لئے ہم کو معلوم ہو گیا کہ ضرور آخرت بھی کوئی چیز ہے اور انسان آخرت ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ دنیا کے لئے۔ ہاں یہ بات ہے کہ یہ عالم دنیا کو کیا نیک چلن اور شہریر کے درمیان میں امتیاز کر دیتا ہے تاکہ اول کو ثواب اور دوسرے کو عذاب دیا جائے کیونکہ جتنے مشریر ہیں ان کے لئے اگر یہی مناسب ہے وہ اپنے وجود کا شرہ اور حصہ دنیاوی لذتوں سے حاصل کر چکے ہیں چنانچہ اسی لئے دنیاوی لذتوں سے شہریروں اور بد چلنوں کو ہم مالا مال پاتے ہیں۔ اور نیک لوگ اکثر بے لطف رہتے ہیں۔

اور اسی نظام سے لے کر اہل سائنس آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ آپ کے مخالفوں میں سے اہل شریع کا آپ کی نسبت یہ قول شرک ہے  
لوگوں کا مذہب خصوصاً معاد کے انکار کے بارہ میں ایسا شر ہے جسکے مثل کوئی شریع نہیں، بالکل سچا ہے کیونکہ اس سے لازم  
آتا ہے کہ حلال اور حرام کوئی چیز ہی نہ ہو اور دنیا آباد ہی نہ رہ سکے۔ اور اگر آپ یہ جواب دیں کہ نظام عالم اس طرح کامل رہ سکتا ہے  
کہ انسان کو اپنے حقوق اور ان واجبات کی معرفت حاصل ہو جائے جو آپ کے ذمہ ہیں اور انکی یہ معرفت پورے پورے صحیح اور عام  
علم سے کامل ہو سکتی ہے تو میں کہوں گا کہ آپ کو اس جواب میں اس بات کا خیال نہیں رہا کہ خواہشات۔ شہوات۔ اور اپنے  
نفس کی محبت کا محض وہ قوانین جنکو علم قائم کرے گا ہرگز متقابل نہیں کر سکتے۔ آپس ضرور ہے کہ کوئی دوسرا مانع ہو جو نفوس  
کو ضرر رساں اشیاء سے باز رکھے اور کوئی ایسا مانع ہو جو طریقی خبر کی پیروی کرنے اور راہ شر سے اجتناب کرنے کو  
ترغیب دیدے اور وہ مرجع معاد اور جزائے اعمال کا یقینی اعتقاد ہے ورنہ جسے عقل ہو وہ اس امر کو غور کر دیکھے کہ جب  
انسان کو یہ اعتقاد ہو کہ وہ زمین کی گہاس کی طرح اٹھتا ہے پھر بلا اس بات کے کہ اسے کہیں جانا ہو وہ سر سے زائل ہو جاتا ہے  
اور اس کے وجود کا فائدہ یہی جو ان لذتیں ہیں جو مدت حیات میں اسے حاصل ہوتی رہتی ہیں تو علم نے اس کے لئے حقوق اور  
واجبات کی معرفت کے کیسے ہی کچھ قواعد کیوں نہ مقرر کر لئے ہوں لیکن جب اسے یہ قدرت حاصل ہوگی کہ وہ بلا کسی شخص  
کی اطلاع کے کسی کو قتل کر کے اس کا کڑوڑوں روپیہ کا مال لے لے یا کسی شریف کی آبروریزی کر کے بلا اس کے کہ کسی کو اس کی  
خبر ہو نہ نہایت ہی مرغوب لذت حاصل کر سکے تو کیا اس وقت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ یہ قوانین جنہیں کہ علم نے مقرر کیا تھا۔  
اس جرم کے ارتکاب سے اسکو باز رکھ سکیں گے؟ ہرگز نہیں۔ اور اس بات کا انکار کرنا محض دھینگا دھینگائی ہے۔

پس جو شخص اس بات کو پورے طور سے سمجھتا ہو گا وہ انسانِ ناقص تک کہ اسے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اسے نبی سے علائقہ ہے اور وہ معاذ کا اعتقاد رکھتا ہے کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا ہم تو اب بھی بعض بعض فرقوں کو دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ وہ معاذ کے محققینِ تامہ ان ہیں وہ وہ منہ اظہار ہوئے ہیں جنکا کچھ ٹھکانا نہیں۔

پس اسی پر قیاس کر لیجئے کہ اگر یہ اعتقاد انہیں تھا تو اس وقت ان کی کیا حالت ہوتی بلا شک اگر وہ خدا و اب رائی کے برابر ہے تو جب پہاڑی بجاتا۔ علماء میں جن فرقوں میں کجکل علم کا خوب چرچا ہو رہا ہے وہی شرور اور براہیوں سے زیادہ حصہ لیتے ہیں بلکہ جوں جوں علم کی ترقی ہوتی جاتی ہے ان میں روز افزوں برائیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ ہر اسکاری جس سے کہ لوگوں کو منسوب ضائع ہوتے ہیں اور باہم مدد اور ہمدردی کا شیرازہ کہلاتا ہے پہیلیتی جاتی ہے۔ قتل۔ خودکشی

مسکراؤ نشی کشیار کے استعمال سے عقلوں کو زائل کرنا اپنے علوم اور صنعتوں سے لوگوں کے مال چھیننا۔ دغا بازی کرنا۔ خوب دینا ایسے ہی بہت سے اور اخلاق و عادات جنسہ اجتماعی ہیئت کے نظام میں غلط واقع ہووے مہذب لوگ اختیار کرتے جاتے ہیں اور اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ جن علوم میں انہوں نے ترقی کی ہے انہیں اعتقاد معاد کا کوئی حصہ شامل نہیں۔ اور یہ خیال ہے کہ اگر معاد کا اعتقاد باقی لوگوں میں قائم نہ ہوتا تو یہ فرقہ ہلاک ہونے لگتے اور ہر سستی آنکھ نام و نشان مٹنے کا لگا لگ جاتا اور آپ کی جس بات سے دار و قطار روتی ہوئی عورت بھی ہنس پڑے وہ یہ ہے کہ جب آپ نے یہ خیال کیا کہ علم جب تک کہ تمام انسانی افراد میں پورے طور سے عام نہ ہوگا اسوقت تک نظام عالم کی درستی کا متکفل نہیں ہو سکتا تو علم کے اس امر کے واسطے متکفل ہونے کے لئے آپ نے یہ شرط لگا دی کہ وہ تمام اور عام ہو پر آپ سمجھتے تھے کہ ضرور کوئی نہ کوئی دن ایسا آئے گا۔ لیکن ہاں ہے یہ بہت ہی بعید۔ اور کیا عجیب کہ ہزار ہا سال کی ضرورت پڑے۔

پس معاد کے اعتقاد چھوڑنے اور اپنے علم سے واہی تباہی امیدیں رکھنے کا اعتبار سے آپ لوگوں کی مثال اُس احق طبیب کی سی ہے جو اپنے مریض سے جسے کوئی مرض قاتل لاحق ہو یہ کہتا ہو کہ تو بہتر کرنا چھوڑ دے اور جوجی چاک کہا یا کر اور میں لیتے لیتے برسوں کے بعد تجھے ایسی دوا لادوں گا جس سے تجھے بالکل شفا ہو جائیگی اس موقع پر تو یہ مشورہ مثل کہ تا تریاق از عراق آوردہ شود بارگزدیدہ مردہ شود پوری پوری صادق آگئی۔ علاوہ بریں یہ کوئی عقلمندی حسن تدبیر۔ اور دور اندیشی کی بات نہیں ہے کہ اگر آپ معاد کے منکر ہوں تو عام لوگوں میں اُس کی تشہیر بھی کریں۔ اور اپنے نوجوانوں کو اسکا سبق پڑایا کریں جب تک کہ جس علم کی نسبت آپ کا گمان ہے کہ صرف وہی نظام عالم کے محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہے آپ کو تمام اور عام نظر نہ آئے لگے ورنہ سمجھ لیجئے کہ آپ اپنے اس باطل مذہب (انکار معاد) کو شہرت دیکر عالم کی خرابی کے دروازے کھولتے ہیں علم لوگوں میں اُس خیال کے پھیل جانے سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں خدا غمناک ہے یہ خیال عام طور سے کیوں پہیلے لگا عقل سلیم تو اس سے صاف صاف انکار کرتی ہے خدا تعالیٰ ہمیں اور آپ دونوں کی ایسے امر کی ہدایت کرے جس میں مخلوق خدا کی بہتری ہو۔

اور میں آپ سے محض خیر خواہی کے طور پر کہتا ہوں کہ آپ ذرا دور اندیشی اور احتیاط سے کام لیں اور یہ خیال کر لیں کہ اگر آپ معاد کی تصدیق کر کے اُس کا سامان کر لیں گے پس اگر وہ واقعی امر ہو تو آپ کو نجات مل جائیگی اور اگر بالفرض باطل ہے تو آپ کا یہ اعتقاد رکھنے میں کوئی نقصان نہ ہوگا غایت سے غایت اس موقع پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جسمانی لذتیں آپ سے فوٹ جاتیں گی لیکن مافیل کے لئے تو ضروری ہے کہ ان لذتوں کی ذرا بھی پروا نہ کرے ایک تو اسلئے کہ یہ نہایت ہی ذلیل میں کہہ سکتے ہیں کہ کٹرے کٹرے یہاں تک کہ علینط کے کٹرے بھی مشترک ہیں اور دوسرے اسلئے کہ وہ خالی سے خالی الزوال اور منقطع ہونے والی ہیں پس ان کی حرص کرنا اُس شے کے بارہ ہیں احتیاط اور دور اندیشی سے کام نہ لینے کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا جسکے برے نتیجوں سے خوف و اندیشہ ہو۔

مذکورہ الصدر شرعی مسائل میں سے چنکا کہ آپ انکار کیا کرتے ہیں اب ایک مسئلہ اور باقی رہ گیا ہے۔ اور وہ آسمان سے

بارش کے نازل ہونے کا مسئلہ ہے۔ ایک گلاب کہتے ہیں کہ ہمارے علمی تجربوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بارش ان مقامات پر ہوتی ہے جہاں زمین اور سمندر کے درمیان سے اٹھنے والے بخارات کے سرد طبقہ (طبقہ زمہریہ) تک پہنچ جاتے ہیں۔ آپس وہاں سردی پانے کے باعث ہوتے ہیں۔ اور پھر وہیں پڑتے ہیں۔ اسی بارش کہلاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ شریعت کی وہ متواتر نصوص جو بارش کے بارہ میں درامعہ ہیں دو قسم کی ہیں بعض تو بارش کے آسمان سے نازل ہونے کی تصریح کرتی ہیں بعض تصریح کرتی ہیں کہ بارش بادل سے نازل ہوتی ہے۔ ہر لفظ سمار کا اطلاق عربی لغت میں چند معانی پر آتا ہے جیسا کہ کتب لغت میں موجود ہے سمار بولکہ بھی آسمان مراد لیتے ہیں جو ملائکہ کا مسکن ہے کبھی بہت کبھی وہ شے مراد ہوتی ہے جو کسی دوسری شے کے اوپر ہو کبھی بادل کبھی بارش۔ اور پھر ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قاعدہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ اسوقت تک اپنی شرعی نصوص کے ظاہری اثر اور معنی کا اعتقاد رکھتے ہیں جب تک کہ کوئی قطعی عقلی دلیل اس کے خلاف قائم نہ ہو جائے اور اگر کوئی ایسی دلیل قائم ہو جاتی ہے تو نصوص میں عقلی دلیل کے ساتھ تطبیق دینے کے لئے تاویل کر دیتے ہیں۔ اور اس کو ظاہری معنی سے دوسرے معنی کی طرف پھیر دیتے ہیں اسی بنا پر نزول بارش کے بیان میں جو سمار کا لفظ واقع ہوا ہے وہ اس کے ظاہری معنی کا اعتقاد کرتے ہیں یعنی یہی جسم مراد لیتے ہیں جو ملائکہ کا مسکن ہے جیسا کہ یہی معنی بکثرت شرعی اطلاقات میں مراد ہیں اور یہ مراد ہے کہ ان نصوص کو جسے کہ بارش کا سمار (آسمان) سے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے ان نصوص کے ساتھ جو بادل سے بارش کے نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں تطبیق دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا اس بات پر قادر ہے کہ بارش کو آسمان سے ان مقامات پر بھیجے جہاں سے بادل کہتے ہیں نازل کرے پھر اسے زمین پر نازل کرو ساری لئے شرعی نصوص کہیں تو اس مقام کو ذکر کرتی ہیں جہاں سے بانی اولائنزل ہوتا ہے اور کہیں اس مقام کو جہاں سے ثانیاً نزول ہوتا ہے۔ اور خدا سب سچوں سے سچا ہے اور اگر ان کے نزدیک آپ کا قول کہ بارش محض زمین اور سمندر کے بخارات ہی سے بنتی ہے ثابت ہو جائے اور کوئی عقلی دلیل اس پر قائم ہو جائے تو انہیں سابق الذکر قاعدہ کے موافق ان نصوص کی تاویل کرنا جائز ہو جائیگا جن سے بظاہر بارش کا آسمان سے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان نصوص میں لفظ سمار سے بھی بادل ہی مراد ہے (اس تاویل کو سورہ بقرہ کی تفسیر میں امام رازی نے ذکر کیا ہے اور شیخ شرنبلانی نے بھی مراۃ الفلاح میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے) یا میں کہہ جائے کہ جبکہ بارش ساری اسباب سے نازل ہوتی ہے اور مثلاً ان کے حرارت آفتاب سے جس سے کہ اجیزار بارش زمین سے سمندر میں اور دریاؤں سے بخار نکلتے ہو اور پھر پڑ جاتے ہیں اور سردی کی وجہ سے بادل بن کر برس پڑتے ہیں تو گو حقیقتاً بارش بادل ہی سے نازل ہوتی ہو لیکن آسمان کی جانب ہماری نسبت ہو جائیگی اور یہ نسبت باعتبار سبب کے صحیح ہے۔ اور اللہ تو

سبب الاسباب ہی ہے (اس تاویل کو حنفی افندی نے سورہ النبا کی تفسیر میں ذکر کیا ہے)

لیکن اس مسئلے میں اس بیان کے بعد بتائیے کہ اس مقام پر نصوص میں کونسا اشکال باقی رہ گیا جبکہ وہ نہایت ہی فریق تاویل سے عقل کے موافق ہو سکتی ہوں۔ چنانچہ اور بکثرت شرعی نصوص باقی ہیں جن کی نسبت یہ خیال ہے کہ اگر آپ اپنے مطلع ہوں تو شروع شروع میں ضرور ان کا انکار کرینگے کیونکہ آپ کو ان کی توجیہ تو معلوم ہوگی نہیں اور نہ آپ یہی جانتے ہوں گے کہ علماء شریعت نے ان کے معانی کی نسبت کیا کیا کہا ہے۔ اور ان کا کیا اعتقاد ہے۔ لیکن جب آپ پھر ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اس تاویل کے ساتھ  
جو شرعی نصوص  
میں مذکور ہیں  
معاوضہ ہمارے  
معاوضہ ہمارے  
واقعہ پیش کرتے  
ہوئے ہیں وہاں  
سبب الاسباب کی



اور حکماء سے دریافت کیے تو انکو کوئی شے بھی ایسی نہ ملے گی جو قانون عقل پر یا کسی جزا الفتح کے صحیح طور پر منطبق نہ ہو جانی ہو لیکن شرط یہ ہے کہ سلام کے  
 ان تہمات کے گنگو گپا کو جو شرعی قواعد پر گورے طور سے واقف ہوں اور ان اقوال پر حاوی ہوں جو ان جلیل القدر حکماء کی زبان کو شرعی نصوص کی  
 تفسیر میں نکلے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو بد و باتیں کرنا اس لئے تھے ورنہ ان بچاروں سے یہ کام نکلے گا جنہیں سوائے بنوم  
 حبادات اور احکام معاملہ کے کچھ معلوم ہی نہیں اور آپ انکو فاضل ترین علماء اور بختہ کار دانشمند و عظیم سمجھیں یہ لوگ تو آپ جیسے لوگوں کے  
 ایمان میں بسا اوقات سدا رہ سکتے ہیں کیونکہ شرعی قواعد سے وہ پورے طور سے واقفیت تو رکھتے نہیں اور نہ انہیں بھی خبر ہے کہ فقہ  
 شرعیہ اصول عقلیہ میں کیونکہ تعلیق دیکھائی ہے اور کہہ دیا جاتی ہے اسلئے وہ اپنی غفلت اور نادانانہ فہمی کی وجہ سے ایسا طرز اختیار کر کے جیسے  
 اپنے نزدیک تو اسلامی دین کی حمایت کر سیکے لیکن نتیجہ اسکا یہ ہو گا کہ بجا سے رغبت اور سلام سے افسوس ہوئے کے اکی تقریر سے الٹی لغزت  
 پیدا ہوگی۔ پس ایسے لوگ اسلام کے حق میں اسکے دشمنوں سے بھی زیادہ مغرت رساں ہیں۔

(میں نے انہیں بچاروں میں سے بعض کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اسلامی دین میں براعظم امریکہ کے وجود کا اعتقاد کرنا جائز  
 ہی نہیں کیونکہ اس سے زمین کا ٹول اور کردی ہونا لازم آتا ہے اور یہ امر اسلامی اعتقاد کے خلاف ہے؟ یہاں تک ان کی  
 نظریہ تمام ہوئی آپس خیال تو کیجئے کہ اس غریب نے اپنی نادانی کی وجہ سے سب مل اسلام کو امر محسوس اور شاہ کے مقابلہ کرنے کی  
 تکلیف دینا چاہی ہے اور اسکا سامان کیا ہے کہ اور قومیں اسلام کو مل لگی ہیں اور ان میں حاشا و کلا اسلامی دین ہرگز ایسا  
 نہیں وہ اسقدر سستی کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ اسلام تو ایسا دین ہے کہ دنیا پر کے دینوں میں سے ہی کو عقل میں  
 سب سے بڑا جگہ ملتی ہے اور اعتقادات باطلہ اور ایسی چیزوں کے ماننے سے جسے کہ عقول سلیمہ انکار کرتی ہیں سب سے  
 زیادہ ہی میں کنارہ کشی کی گئی ہے اس غریب بچارے کو اس تنگ طریق میں کلفت اٹھانے سے اس طرح خلاصی مل سکتی  
 تھی کہ امریکہ کے وجود سے جو فو اتر اور شاہد سے ثابت ہو چکا ہے انکار کرنا اور جب یہی بات ہی جیسا کہ اس کا گمان  
 ہے کہ امریکہ کے وجود کو ماننا زمین کی کردیت کو قطعی طور پر مسترد ہو جائیگا تو اسے مناسب تھا کہ اسلام کے جلیل القدر علماء  
 میں جو لوگ زمین کی محدودیت کے قائل ہیں جیسے کہ امام رازی انکے قول کو اختیار کرتا اور شریعت کی ظاہری نصوص کی جسے  
 کہ زمین کا پھیلا ہوا ہونا معلوم ہوتا ہے مناسب تاویل کر لیتا مثلاً اس نص قرانی کی تاویل میں جنہیں یہ ہے کہ والارض  
 بعد ذلک وحام فیہنہ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا، یہ کہتا کہ زمین کے پھیلانے سے مراد اس کی ظاہری سطح کو پھیل  
 دیا جس کے قابل بننا دینا ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے اور اب یہ اعتقاد شریعت میں اسوقت تک مضمر نہیں ہو سکتا  
 جب تک کہ ان علماء کے اقوال میں سے کسی قول کے ہی موافق ہو جو دین اور شرعی نصوص کے سمجھنے کے بارہ میں قابل  
 اعتقاد خیال کئے جاتے ہیں اور جب تک کہ تاویل کی صحیح وجہ میں سے کسی وجہ پر ہی منطبق ہو سکے۔ لیکن اس بچارہ کو اپنی ہمت  
 کہاں چرہ جان سکے وہ تو صرف ہکام کے چند لفظوں کو جانتا ہے اور ایکو بنگہار کرنا ہے کہنے کو تو وہ دین کا دوست ہے  
 لیکن نادان دوست اپنی نادانی اور عقل کی کمی سے دشمنوں کی سی راہ چلتا ہے۔ خدا ہم سب کو راہ راست پہ چلنے اور علم حق سے  
 مزین ہونے کی توفیق دے آمین)

یہ تو جو چکا اب سنئے کہ جب اس محمدی عالم کی گفتگو کا سلسلہ ماہ کے قدیم ماننے والے فرقہ کے ساتھ یہاں تک چوچا اور

ف  
 اس بات کا بیان کہ  
 کوئی حدیث ہے  
 بعض اوقات ان کو  
 کہتے ہیں کہ شاہ  
 کہہ کر کہ وہ اسلامی  
 دین کے خلاف نہیں  
 مانا جاتا کیونکہ ان  
 سے زمین کی محدودیت  
 ان ہی اہل بیت کا بیان  
 کہ زمین کی کثرت  
 مانا جاتا ہے مثلاً  
 کہ ان جلیل القدر  
 اہل بیت کا بیان  
 کی حفاظت پر عمل  
 چاہا اور ان کو سلام  
 خدا کر دیا

اُسے اپنے بیان سے جتنے شیعہ کہ انکو شریعت محمدیہ میں ہوتے تھے سب کو داخل کر دیا اور انہیں دکھلا دیا کہ عقل سلیم کی نظر میں ان کے مذہب کی کیا قدر و قیمت ہے تو وہ اپنی غفلت سے بیدار ہوئے بلند سے چونکے اور ان کی عقلوں کو تنبیہ ہوا۔ تاریکی سے ان کی فکروں کو خلاصی حاصل ہوئی اور اس عالم سے کہنے لگے اے ہمارے راہ نما اور ہمارے ساتھ خیر خواہی سے پیش آنے والے ہم تیرے غایت درجہ شک کر گذار ہیں تو نے جتنی دشواریاں ہمیں پیش آتی تھیں وہ داخل کر دیں اور ہمارے لئے رستہ صاف کر دیا لیکن اس سے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے جو مانع ہوا وہ داخل ہوا ابھی انکی تصدیق کے لئے جو متر متنعنی ہو وہ تو باقی ہی ہے۔ اور ہمارے نزدیک وہ متنعنی یہ ہے کہ جتنی دلیلیں بیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک قائم ہیں ہم دیکھیں کہ وہ سب صحیح اور انکے صدق پر بھی قطعی دلالت کرتی ہیں یا نہیں۔ تو اس عالم نے جواب دیا کہ یہ کام تو آپ کا ہے اور خدا کے فضل سے آپ پر آسان بھی ہے پس ان تمام دلیلوں میں انہوں نے غور کرنا شروع کیا اور ان میں اجماع اور تفصیلاً ہر طرح پر باریک بینی سے بحث کرنے لگے آخر کار بڑے غور اور فکر کے بعد انہیں ظاہر ہو گیا کہ ان دلیلوں کا جو حصہ کہ ہمارے بڑا درجہ ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر ایسے صاف طور پر دلالت کرتی ہیں جہیں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں خصوصاً سب کے سب ملکہ کیونکہ عقل سلیم اسکو محال سمجھتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی صحت پر دلالت کرنے میں ساری دلیلیں متفق ہو جائیں اور کچھ بھی وہ دعوے صحیح نہ ہو رہا سب دلیلوں کا اتفاقی طور پر متفق ہو جانا اسکو عقل تسلیم نہیں کرتی علاوہ بریں ان دلائل میں سے بعض دلیلیں ایسی بھی ہیں جنکے قائم کرنے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بھی غل نہیں اور انکے اتفاقی طور پر حاصل ہوجانے کا سوائے ہرٹ ہرٹی کرنے والے کے اور کون قائل ہو سکتا ہے؟ (ان دلائل کی تفصیل اس فرقہ سے گھنگو کرنے کے موقع پر سابق میں گذر چکی ہے جہاں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے تفتیش کرنے لگے ہیں اور انہیں بھی ان فرقوں پر رد کرتے وقت جو بیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل میں شک ڈالنے کے دیرے میں ایسا کلام آسکا۔ پس مناسب ہے کہ اپنے اپنے موقع پر سب کو دیکھ لیا جائے یہاں مکر بیان کرنے کی حاجت نہیں) پس اب اس فرقہ نے خدا کے پاس سے رسول جگر آنے کے دعوے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی۔ خدا کے وجود کا مقرر ہو گیا۔ اس کے رسولوں۔ اس کی کتابوں۔ بعثت و شرف اور جتنی چیزیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں سب کا مستند بن گیا۔ اور ایمان لے گیا۔ اور ایمان بھی ایسا جو شافی و کافی بیان و توضیح سے ثابت ہو گیا۔ پس اس فرقہ کے لوگ بیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے نہایت مکرم اور آپ کے پکے پیرو ہو گئے اور خدا سب چیزوں پر پورے طور سے قدرت رکھتا ہے۔

یہ تو بہ چکا اب سنے کہ سابق الذکر فرقوں میں سے ہر فرقہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنی قوم کے سردار نہیں تھے خواہ انکو دینی ریاست حاصل تھی یا صاحب حکومت و سیاست تھے لوگوں میں ان کی بات بھی چلی تھی دلوں میں ان کا رعب و واب بھی بٹھیا ہوا تھا۔ ان کے حکم کی نافرمانی اور ان کی رائے کی مخالفت کوئی نہیں کر سکتا تھا اقوال و افعال میں انکی پیروی کیجاتی تھی ساری قوم انکے تابع تھی اور جب وہ لوگوں پر انکے مال و متاع۔ تبر و اور ان کی جانوں پر زبردستی کرتے تھے تو انکی سرداری اور قومی عزت کا پاس و جاننا کر کے انکے ساتھ چشم پوشی کیجاتی تھی۔ پس جب وقت کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فہم نے فرمایا کہ اس فرقہ کے لوگ ایسے بھی تھے جو اپنی قوم کے سردار نہیں تھے خواہ انکو دینی ریاست حاصل تھی یا صاحب حکومت و سیاست تھے لوگوں میں ان کی بات بھی چلی تھی دلوں میں ان کا رعب و واب بھی بٹھیا ہوا تھا۔ ان کے حکم کی نافرمانی اور ان کی رائے کی مخالفت کوئی نہیں کر سکتا تھا اقوال و افعال میں انکی پیروی کیجاتی تھی ساری قوم انکے تابع تھی اور جب وہ لوگوں پر انکے مال و متاع۔ تبر و اور ان کی جانوں پر زبردستی کرتے تھے تو انکی سرداری اور قومی عزت کا پاس و جاننا کر کے انکے ساتھ چشم پوشی کیجاتی تھی۔ پس جب وقت کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

خدا کے پاس سے رسول بنکر آئے کا دعویٰ کیا اور سابق الذکر فرقوں کے ساتھ آپ کی گزری جو کچھ گزری پھر آخر کار ہوا  
نے اُن دلائل کے باعث سے جو ان کے نزدیک آپ کے صدق پر قیام ہوئیں آپ کے دعوے کی تصدیق کرنی تو ان  
رئیسوں اور سرداروں کے جی میں بھی آپ کے دعوے کی سچائی جاگزین ہوئی اور دلائل کے متفق ہونے کے باعث سے انہیں  
بھی پورا یقین آگیا لیکن ریاست اور قومی امتیاز کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گودن اطاعت کھینچ  
اور آپ کی تصدیق کے اقرار کر لینے سے انہیں مانع ہوئی اور اُن کے دل میں یہ گذرا کہ جب وہ آپ کی اطاعت اختیار کر لیں گے  
اور آپ کے مطیع بن جائیں گے تو اُن کی سرداری چہن چاہیگی اور وہ اپنے قومی امتیاز سے محروم رہ جائیں گے اور یا تو  
اور لوگ اُن کی اطاعت کرتے تھے اب انہیں خود اطاعت کرنا پڑیگی اور شریعت کے احکام بلا اُن کے کہ اُن کی کچھ رعایت  
کر کے کچھ فرق کیا جائے اُن پر جاری ہوں گے جیسے کہ اس شریعت کی شان ہے کہ تفصیل احکام کے لحاظ سے  
اُن کے سارے پیرو برابر سمجھے جاتے ہیں اور یہ کہ ان کو اپنی قوم کے اموال جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت حقاقت  
میں داخل ہو جائیں گے اس وقت تک نہ مل سکیں گے جب تک کہ وہ ایسا عمل نہ کریں جس سے عام لوگوں کو فائدہ پہنچ  
سکتا ہے اور یہ کہ اُن میں سے جو کوئی کسی کے مال یا آبرو یا جان کے معاملہ میں زیر کرتی کر لیا اُسے ساتھ سوائے اُس  
صورت کے کہ صاحب حق محافظ کر دے اور کسی صورت میں ذرہ برابر بھی سہولت نہ برتی جائیگی۔

پس ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی جو اُن کے دلوں میں جاگزین ہو گئی تھی اُس کو چھپا ڈالا اور ایسے  
امور کی تدبیریں سوچنے لگے جو آپ کے خلاف نشان ہوں اور آپ کے متبعین کو ہلاک کر دیں۔ پس انہیں انہما مقصد اس  
تدبیر سے بہت سہولت کے ساتھ حاصل ہوتا ہوا معلوم ہوا کہ اُن فرقوں پر شبہ کرنا شروع کریں جو آپ کے پیرو بن گئے  
تھے تاکہ آپ کی جانب سے اُن کے دل شکوک ہو جائیں سو وہ ان دلائل میں جن سے ان فرقوں نے استدلال کیا تھا طرح  
طرح کے احتمالات نکال نکال کر اور تاویلیں کر کے اُن کے دلائل کی تضعیف پر آمادہ ہو گئے تاکہ وہ دلیلیں اُن کی نظر  
میں یقینی نہ رہیں پھر اس وقت اُس کو یہ کہنا ممکن ہو کہ جن دلائل پر آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بارہ میں  
اعتماد کر لیا ہے وہ تو محض ظنی دلیل ہیں اور صرف انہیں ظنی دلیلوں کی وجہ سے آپ لوگوں کو ہرگز مناسب نہیں کہ آپ  
اپنی مال و نفس زمین اور وہ اعتقادات جن پر آپ کے باپ دادا تھے چھوڑ دیں اور گزشتہ رسولوں سے جو دین آپ کو حاصل  
ہوئے تھے اُن کے تارک بن جائیں کیونکہ ایسی حالت میں ظن پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

پس انہوں نے ان داہی تباری شہنوں اور باطل احتمالات کو اپنے دلوں میں مرتب کیا۔ اور اُس فرقہ کے پاس آئے جسے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت تصدیق کی تھی جبکہ آپ نے اپنے قرآن کو مقابلہ کے لئے پیش کیا اور فرمایا  
کہ تمام فصحاء و بلغاء اُس کی جیسی ایک سورت کے لائے بھی عاجز ہیں اور اُس فرقہ کے لوگ باوجودیکہ بڑے فصیح و  
بلغ تھے لیکن مقابلہ کرنے سے عاجز رہے اور اسی سبب سے انہوں نے آپ کے دعویٰ رسالت کی تصدیق کرنی  
پس اُن سے یہ لوگ کہنے لگے کہ ممکن ہے کہ اُنکو (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) ایسے درجہ کی فصاحت و بلاغت حاصل ہو گئی ہو جو آپ کو  
میں سے کسی میں بھی نہ پائی جاتی ہو اور یہ وجہ سے آپ لوگ اُن کے مقابلہ کرنے سے عاجز رہے ہوں ایسا تو بہت ہو کر آیا

اس فرقہ کے  
قرآن کے مقابلہ  
سے عاجز رہا  
صلی اللہ علیہ وسلم  
کے رسول بننے کی  
تصدیق کی تھی  
اور شہادت داد  
کرنا اور اُس فرقہ  
کو جواب دینا

کہ ہر فن کے جاننے والوں میں کوئی کوئی ایسا شخص ہوتا ہے جسے اس فن میں کمال و مستقامت حاصل ہوتی ہے جسے کہ اسی فن کے باقی جاننے والے اُسکے سامنے قرار کرتے ہیں کہ وہ ہمارا سرِ دار ہے اور ہم لوگ اُسکی گرد و کوہی نہیں پہنچ سکتے۔ پس اُس فن پر نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ اگرچہ فصاحت و بلاغت ایک ایسا فن ہے جسکی بنیاد اصلی اور فطرتی قابلیت اور استعداد پر ہے لیکن اُس میں کمال پیدا کرنے اور اعلیٰ درجہ پر پہنچنے کے لئے بہت کچھ مشق اور اُسکے طریقوں کے مہارت کی ضرورت ہے مثلاً اشعار کہنا انہیں روایت کرنا خطبوں کے لکھنے پڑھنے کی مشقت اٹھانا فصاحت سے سوال و جواب کرنا۔ بلحاظ اسے سبقت لیجائے کی کوشش کرنا کہ اُس کا قوی ملکہ پیدا ہو جائے اور اپنی فطرتی استعداد کے موافق کمال پیدا کر کے انہیں کے زمرہ میں داخل ہو سکے۔ علاوہ بریں کسی فصاحت و بلاغت کتنی ہی بڑے مرتبہ کو کیوں نہ پہنچ جائے لیکن یہ بھی فطرہ و استعداد ہے کہ اُسکی نوع میں سے اُس کی کوئی نظیر موجود ہو اُس کی صفت میں سے اُسکی کوئی مثال پائی جاوے گو وہ اُس سے کسی وجہ میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ فطرتی طور پر اس فن کی استعداد رکھتے تھے لیکن ہم نے امتداد دے پیدا لیش سے لیکر چالیس برس کی عمر تک کہ جو زمانہ تحصیل اور مشق کا ہے آپ کو کبھی اس فن کی مشق کرتے نہیں پایا جس سے آپ ایسے درجہ پر پہنچ جاتے اور نہ اس مدت میں آپ نے شعر کوئی یا اشعار کی روایت کرنے ہی کی تکلیف گوارا کی علاوہ بریں آپ کو خطبوں اور رسالوں کی جانب بھی کبھی کچھ توجہ نہ ہوئی اور نہ اس مدت میں سنبھلے ہی دیکھا کہ فصاحت سے سوال و جواب کرنے اور بلحاظ پر غلبہ حاصل کرنے کی آپ کو کبھی حرص ہوئی ہو اور وہ برابر ہمارے سامنے ہی رہے ان کا حال ہم سے پوشیدہ نہیں ہوتا اور کیوں نہ پوشیدہ رہ سکتا تھا حالانکہ جو شخص اس فن میں ذرا محنت کرے وہ ہم لوگوں میں ویسی ہی شہرت پالیتا ہے جیسے دن دو پہر کو آفتاب کیونکہ یہ فن تو ہمارے اعلیٰ درجہ کے منافخ میں سے ہے پس آپ کے چالیس برس کی عمر کو پہنچتے ہی دیکھتے کیا ہیں کہ آپ ایک فصیح کلام جسکا نام قرآن ہے لے آئے ہیں جسکی فصاحت و بلاغت نے ہمارے دانت کھٹے کر دیئے اور بالکل ہی محکمہ کر کے اورد ابن ثابت کو دکھایا اور یہ بھی ہے کہ جو طرز قرآن شریف میں فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اختیار کیا گیا ہے وہ بالکل انوکھا طرز ہے ہمیں کہیں اُس کی نظیر نہیں ملتی پس وہ نہ اشعار کے قبیل سے ہے نہ رجز ہی معلوم ہوتا ہے اور یہ خطبوں اور رسالوں کا طرز ہے اور نہ کوئی اور ہی نمونہ ملتا ہے جسکا اُس میں اقتداء کیا گیا ہو تا اور اسوجہ سے وہ اپنی خواہش میں اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ پہلا بتائیے تو ہسی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کے پاس اس طریقہ کی مشق کر لی جو اُسکے قرآن میں موجود ہے اور سارے ملک عرب میں کہیں اُسکا پتہ نہیں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ہی اس طریقہ کے موجد ہوئے ہوں اور پہلے میں ایسے درجہ پر پہنچ گئے جہاں اور کوئی نہیں پہنچ سکتا اشیاء کے موجدین میں تو عادتاً یہ امر دیکھا نہیں جاتا بلکہ عادت یوں جاری ہے کہ ہر موجد سے اسکی ایجاد بچہ کی طرح پہلے اُس سے صادر ہوتی ہے اور دوسرے لوگ اُسکی تربیت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے انتہائی درجہ پر پہنچ جاتی ہے یہاں تک کہ موجد اپنی ایجاد میں ایسے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائے کہ جسکے بعد کوئی مرتبہ نہ ہو اور وہاں تک کسی دوسرے کی رسائی ہی نہ ہو سکے انسانی موجدوں میں تو یہ بات کبھی دیکھی نہیں گئی بلکہ استقرار کے موافق یہ کہنا بھی کچھ مستبعد نہیں کہ سوائے اُس صورت کے کہ ایجاد ادا نہ دے درجہ کی اور مطلق ہوئے امر ممکن ہی نہیں ہے اُس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شعر کے گزشتہ زمانہ میں اس فن کی مشق نہ کرنا جسکی وجہ سے وہ ایسے درجہ پر پہنچ جاتا

جہاں کوئی نہ پہنچ سکے اور قرآن شریف کا اپنے اسلوب کے اعتبار سے انوکھا ہونا چاہی وجہ سے وہ فصاحت و بلاغت کے  
ایسے درجہ پر پہنچ گیا جس کے مقابلہ سے ہم لوگ عاجز رہ گئے یہ دونوں امراں اقبال کو سر سے پاگل کرنے میں جسے کہ  
آپ نے اس موقع پر نکالا ہے اور جس کے ذریعہ سے آپ نے ہمیں شک میں ڈالنا چاہا تھا آپس ہم لوگ بالکسی شک و شبہ  
کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کے دعوے میں ہمیشہ تصدیق کرتے رہیں گے اور رسالت کے قائل ہیں گے کہ قرآن کا  
جیسا کلام لانا انسانی قدرت میں نہیں ہے بلکہ وہ خدای کے پاس سے اترا ہے جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ ہے  
اس کے بعد یہ شک ڈالنے والے اس فرقہ کی جانب مائل ہوئے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اسوجہ سے تصدیق کی تھی کہ اسے  
آپ کے لائے ہوئے قرآن کو ایسی صفات فاضلہ پر مشتمل پایا جن سب کا کسی کلام میں مجتمع ہو جانا سوائے اس صورت کے کہ وہ خدا  
کے پاس سے آیا ہو کسی طرح ممکن نہیں۔ اور نیز اس فرقہ کی جانب جسے آپ کی اس سبب سے تصدیق کی تھی کہ آپ کی شریعت کی کتاب  
بالکل منتفی اور باقاعدہ ہے انہیں کل فضیلتیں پائی جاتی ہیں اور وہ اپنے پیروی کرنے والوں کی حالت کو باقاعدہ بنا دینے کی  
پوری پوری کھینچل ہے پس یہ لوگ ان دونوں فرقوں سے کہنے لگے ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوے  
رسالت سے پیشتر بلادروم کچا بختیار کے لئے دومرتبہ سفر کیا ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ وہاں آپ کو بعض راہبوں سے  
ملنے کا اتفاق ہوا ہے (پھر اراہب جو آپ کو شام کے راستہ میں جب آپ قریش کے تاجروں کے ساتھ تھے ملا تھا اور اُس وقت  
علامات سے اُس نے پہچان لیا تھا کہ آپ نبی آخر الزماں ہیں جیسا کہ سیر نبویہ میں منقول ہے) شاید آپ نے اس قرآن کو جس میں تمام  
یہ فضائل موجود ہیں انہیں سے نقل کر لیا ہو اور اُسے آپ یہ شریعت سیکھ گئے ہوں اور اپنے ہلا میں اگر مدعی رسالت بن گئے ہو  
اور اپنے دعوے کی تائید ہی قرآن اور شریعت سے کرنے لگے ہوں اور چونکہ آپ کے ہلا میں ایسے واقعہ کار لوگ موجود نہ  
تھے تاکہ جو کچھ آپ لائے ہیں اُس کے مثل وہ بھی لا کر آپ کا مقابلہ کر سکتے اسلئے آپ لوگ اس وہم میں پڑ گئے ہیں کہ جو کچھ آپ  
لائے ہیں وہ خدای کی جانب سے ہے انسانی کارروائی نہیں ہے۔ اسکا ان دونوں فرقوں نے انہیں یہ جواب دیا کہ قرآن کی  
ایسی تمام صفات فاضلہ پر مشتمل ہو چکی شرح اولیں امر کا بیان ہمارے استدلال میں گذر چکا ہے کہ ان سب کو سب  
یہ خطا ہو چکا اور یہ سیاست و کلی نظام کے باہر بھی ایسی کتاب میں ہرگز جمع نہیں کر سکتے اور یہ کہ ایسی شریعت جو عقائد حقہ اخلاق  
حسد اولیٰان جمادات پر مشتمل ہو جو سراسر حکم اور اسرار پر مبنی ہوں اور ہمیں ایسے احکام موجود ہوں جو تمام خلق کے حالات نظم  
اور باقاعدہ بنا دینے کی ذمہ داری کرتے ہوں علیٰ ذلہما اس اور دیگر امور کو بھی نہیں پائے جاتے ہوں جس کے پورے پورے بیان  
کرنے کے لئے تو بہت سی جلدوں کی ضرورت پڑے گی ہاں حالاً ان کا بیان پہلے گذر چکا ہے پس ان سب باتوں کی نسبت  
اگر بغرض محال یہ احتمال نکالا جائے کہ شاید آپ نے کسی دوسرے سے ان چیزوں کو سیکھ لیا ہو تو وہ بھی صحیح نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ  
اس کے لئے اتنی مدت مدیدی کی ضرورت پڑے گی جو برسوں کی متعدد ہلاؤں سے گئی جائے اسکے اگرچہ ان باتوں کا سہارا لے  
والا بہت ہی کامل حکمرانی میں سے ہو اور سیکھنے والا بھی اعلیٰ درجہ کا فکی ہی کیوں نہ ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے  
جتنی فکر ہم لوگوں میں گذاری ہے اس کی ساری مدت میں سے صرف چند ایام کے لئے تجارت قریش کی ہماری میں جو رہم کے  
شہروں میں بغرض تجارت جایا کرتے تھے ہم لوگوں سے علیحدہ رہے ہیں اور ہی مدت میں آپ کہ سے بلادروم نکلتے

ان باتوں سے قرآن کو  
دار کا جتنے قرآن کو  
صفات فاضلہ پر مشتمل  
پس ان باتوں سے  
اور ان باتوں سے  
دوسرے تصدیق کی  
نبی قرآن کو  
دینا اور خطرات  
کا شہادت اور ضرورت  
سے دوسرے  
پہنچنے کی ضرورت  
جانی جائے گی



بھی اور اُنے بھی اور تجارت کے سارے کاروبار بھی انجام دے پہلا اس عرصہ میں آپ کیونکر ساری باتیں سیکھ سکتے تھے اتنی مدت چل سکے لئے بھی کافی نہیں کہ آپ اپنی لائی ہوئی شریعت کے متعدد ابواب میں سے ایک باب کو بھی سیکھ سکتے سیکھنے کی دشواریوں اور اُنسکے لئے کافی زمانہ کے ضروری ہونے کو ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے علاوہ بریں جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے میں اسکا سیکھ لینا تو پڑے لکھ شخص پر بھی دشوار ہے اور بلا مدت مدید کے وہ بھی سیکھ نہیں سکتا چہ جائیکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو آدمی (ان چہ) محض تھے نہ لکھنے پڑے۔

پھر پہلا عقل کیونکر جو بزرگ سکتی ہے کہ آپ سب کچھ سیکھ لیتے باوجود یکہ اُنہی تھے اور اپنے شہر سے بہت تھوڑے ہی دن علیحدہ رہے تھے اور آپ کا آدمی ہونا جسکی نسبت آپ دعوے کیا کرتے ہیں اور اپنے قرآن میں بھی اپنی رسالت پر استدلال کرنے کے موقع پر خدا کا یہ قول ذکر کرتے ہیں (واکنت تنزل من قبلہ من کتاب ولا تخطئ بحدیثک اذا لا کتاب البطلون) جسکا ترجمہ یہ ہے اور تو اس سے پہلے کبھی کوئی کتاب نہ پڑھتا تھا اور نہ لکھتا تھا (اگر ایسا ہوتا تو ایسی حالت میں اہل باطل کو شک کی گنجائش ہو سکتی تھی) نہ کہ اب شک کا کوئی موقع ہے آپ کا یہ ایمانی اور اُن پڑہ ہونا صرف آپ کے دعوے ہی پر مبنی نہیں ہے بلکہ خود ہمارے نزدیک بھی بلا شبہ ثابت ہے اسلئے کہ آپ خبر ہم ہی لوگوں میں نشو و نما پایا ہے اور ہمیں کہی اسکا علم نہیں ہوا کہ آپ نے کتنے پڑھنے کی مشقت اٹھائی ہو اور نہ ہم میں سے کسی نے کبھی آپ کو دیکھا اور نہ ہم سے کبھی کسی نے یہ فعل کیا کہ آپ نے کسی دن ایک سطر بھی لکھی ہو۔ اور اگر آپ ایسی قوم میں رہ کر اس (کتابت) کو جانتے ہوئے تھے جمیں کہ سوائے محدود سے چند اشخاص کے اس فن سکھ جانے والے نہ تھے تو آپ کا حال اتنی مدت تک ہم سے چھپا نہ رہتا چاہے آپ چھپانے کا قصد ہی کیوں نہ کیے اور پہلا آپ (اگر جانتے ہوئے) تو چھپانے کا قصد ہی کیوں کرنے لگے تھے حالانکہ کوئی شے اسکی جانب کچھ داعی نہ تھی بلکہ اُنٹے اظہار کا داعی موجود تھا کیونکہ اس حوالہ اور بے پڑے لکھ گروہ میں تو یہ بڑا کمال تھا اور رسالت کو عقل پر گز نہیں تسلیم کرتی کہ آپ نے اس فن کے سیکھنے سے پہلے ہی اسکا پختہ قصد کر لیا ہو کہ میں اس فن کو حاصل کروں گا اور لوگوں کو اپنے اس حال کی خبر نہ ہونے دوں گا اور پھر یہی روم کے راہب سے اس قرآن اور اس شریعت کے سیکھنے میں اپنے اس فن سے مددوں کا اور اسکے بعد دعوی رسالت بنجاؤں گا پہلا کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنے نفس کے لئے پہلے ہی سے آپ نے ان سب باتوں کا بیڑا اٹھا لیا تھا اور پھر یہ بات پوری بھی ہو گئی کہ آپ نے اس فن کو حاصل کرنے اور خبر جو کچھ کہ آپ لائے ہیں اُنسکے سیکھنے کا حال لوگوں سے بالکل مخفی رہا اور آپ نے اسی بہرہ پر رسالت کا دعوے کر دیا رسالت کا تو سوائے اُس شخص کے کوئی قائل نہیں ہو سکتا جو ہٹ دھرمی پر کمر باندھ لے اور وہی باتوں کا مطیع بچا اور نہ ان سب باتوں کے عقل کسی ایسے سکھلائے لے کے بلا روم میں یا اور کہیں پلے جانے کی، ہی تو تصدیق نہیں کرتی جو تمام ان علوم و معارف پر جسپر کہ قرآن اور یہ شریعت مشتمل تھا وہی اور ان سب خوبیوں پر محیط ہو گیا ہو اور ہم پر اہل ایمان کے ساتھ مخالفت کرنے کے بعد یہ بات ظاہر بھی ہو گئی کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں روم کے تمام علماء کے پاس بھی اُنکا وجود نہیں ہے چہ جائیکہ اُن میں سے بعض کو سب کچھ معلوم ہوتا۔ بلکہ ہم نے تو اُن کو دیکھا ہے کہ مخالفت اور آپ کی لائی ہوئی چیزوں پر مطلع ہونے کے بعد آپ کی شریعت کی خوبی انظام سے بہت تعجب کرتے ہیں اور اُس میں سے جو

کچھ سیاست اور انکے ملکی انتظام کے موافق ہوتا ہے اقتباس کر لیتے ہیں پس کیسے ہو سکتا ہے کہ انکے علماء کے پاس یہ باتیں ہوتیں اور وہ اپنے لوگوں میں اسکو شائع نہ کرتے اور یہ سب کچھ مخفی رہتا یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انکو ظاہر اور آشکارا کیا تب وہ انہیں سے اقتباس کرنے لگے علاوہ بریں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی باتوں میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو عقائد اعمال اور اخلاق میں روم کے دین کے مخالف تھیں اور انکی اس قبیل کی باتیں آپ کے دین میں تھا درجہ دوم جن میں کجانی تھیں پس عقل کو نہ کر سکتا کہ وہ مان سکتی ہے کہ کسی راہب یا پیر سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھاتا ہو اور اسکو اسکی ضرورت ہی کیا پڑی تھی۔

علاوہ بریں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری لائی ہوئی چیزوں کے کسی روم کے راہب سے یہ کہہ لینے سے جو مبلغ پیشتر ذکر کئے گئے ہیں اگر اتنے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو ایک اور بہت قوی الخ بھی پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآن اور شریعت کو ایک ہی دفعہ نہیں لے آئے ہیں اور اپنے پہلے ہی دعوے میں لوگوں پر اس کو ظاہر نہیں کرتا ہے بلکہ ابتداً دعویٰ رسالت سے لے کر برابر تھوڑا تھوڑا کر کے لاتے رہے ہیں یہاں تک کہ آپ کا دین مکمل ہو گیا اور ان کو اور گروہوں میں پہل گیا جنہوں نے کہ آپ کی تصدیق کر کے پیروی اختیار کی تھی۔ پس آپ اپنے قرآن کی ایک دو آیتیں یا ایک دو سورتیں جیسے واقعات آپ کو اپنے اور اپنے مخالفوں کے مابین یا اپنے پیروی کرنے والوں کے درمیان پیش آتے جلتے تھے لایا کرتے تھے اور وہ آیتیں یا سورتیں کسی اور پر استدلال کرنے یا کسی شعبہ کے دفع کرنے یا کسی سوال کے جواب دینے وغیرہ پر مقتضائے حال کے موافق مشعل ہوا کرتی تھیں اور اسی طرح احکام شریعت بھی آپ حوادث و مشکلات و سوالات اور مصیحتوں کے موافق تھوڑے تھوڑے کر کے لوگوں کو پہنچایا کرتے تھے چنانچہ ان میں سے ہر شے کے مقابل میں آپ پسندیدہ احکام لایا کرتے تھے خلاصہ یہ کہ دعوے رسالت کی ساری مدت میں جو واقعات آپ کو پیش آتا جاتا تھا آپ ہر ایک کے مقابل میں قرآن اور شریعت میں سے اس کے مناسب و موافق حکم لایا کرتے تھے۔ اور یہ کیفیت ہم کو اور نیز ان کو جن لوگوں تک آپ کے اخبار اور حالات تو اتر بھیج کے ساتھ نقل ہو کر پہنچے ہیں ضرور معلوم ہے۔

اب اسوقت کہا جاسکتا ہے کہ روم کے کسی راہب کو یہ سارے زمانہ آئندہ کے حوادث اور واقعات جن کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے چلکر اتفاق پڑنے والا تھا اور جو کہ آپ کے پیروی کرنے والوں کے مابین یا آپ کو اپنے مخالفوں کے ساتھ پیش آنے والے تھے کس نے بتلا دئے تھے جسکی وجہ سے اسے معلوم ہو گیا کہ قرآن اور شریعت میں ان میں سے ہر ایک کے مناسب کیا احکام ہونے چاہئیں۔ پس آپ کو ہر سوال کا جواب جو آئندہ آپ کے روبرو ہونے والا تھا اور ہر شعبہ کا دفعیہ اور ہر واقعہ کا حکم جس کا آپ کو آئندہ ساری مدت میں اتفاق پڑنے والا تھا بتلا دیا اور آپ نے ہر شے کے لئے جو امر ضروری تھا اپنے اپنے وقت پر ٹھیک ٹھیک عقلوں کے اطمینان کے قابل لا دیا اور ہم مجملہ واقعات کے بعض ایسے امور بھی دیکھتے ہیں جس کی نسبت کسیکے دل میں اسکا خیال بھی نہیں گذر سکتا تھا کہ وہ آئندہ چلکر واقع ہوں گے اور آپ کو ان کا اتفاق پیش آئے گا اور جس شخص کو تمام ان واقعات پر جواب کو بعد دعویٰ رسالت کے ساری مدت میں پیش آئے ہیں واقفیت ہوگی یقیناً کہ ان سارے واقعات پر جواب کو اس مدت میں پیش آئے

تھے کسی رائے کا جسکی نسبت آپ کو گمان ہے جو حاوی ہو جانا اور ہر ایک کے لئے جو حکم ضروری تھا اسکا مستحضر کر لینا بلا  
 محال ہے سولہ گنا ویدیک کر رہے تھے اور کوئی اسکا قائل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر آپ کہیں کہ پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 میں بعض بعض شخص (خواہ سلمان فارسی ہوں یا اور کوئی) ایسے قوم کے موجود تھے جو علوم و حرافہ اور انتظامات کی میں شہرہ  
 افتاح تھے پس اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اذونات آپ کو پیش کرتے ہیں ان کے احکام  
 اور سوالات کہ آپ سے کئے جاتے ہوں ان کے جوابات اور جو اعتراضات اور شبہات آپ پر وارو کئے جاسکتے ہوں ان میں  
 ہر ایک کا دفعہ اور علاوہ اس کے جو کچھ موجب آپ کی ضرورت پڑا کرتی ہو اس وقت سب کچھ آپ ان شخصوں سے پوچھ  
 لیا کرتے ہوں پس جب کبھی ان امور میں سے کوئی امر آپ کو پیش آتا ہو تو آپ اس شخص کے پاس چلے آیا کرتے ہوں اور  
 اس سے دریافت کر لیا کرتے ہوں پس وہ جیسی حالت میں اس کے موافق بتا دیا کرتا ہو۔ تو ہم کہیں گے اس بات کا وہ ہم کو کتنی  
 چیزوں سے بالکل بچ رہے ہیں اول تو اسوجہ سے کہ یہ بات قطعی نہیں کہ ان سب بشمار کا سیکھنا یا لکھنا ایسا امر ہے  
 جو ایک آدمہ نشست یا چند نشستوں میں پورا نہیں ہو سکتا اور نہ ہی یہ انجام پا سکتا ہے بلکہ پورے طور سے صرف ایک وقت  
 تعلیم ہو سکتی ہے کہ جب سیکھنے والا سکھانے والے کے پاس ہوتا ہے اور اس کے ساتھ کرتا ہے اور اگر آپ ہوتا ہو تو لوگوں  
 میں یہ بات ضرور مشہور ہو جاتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلاں شخص سے علوم حاصل کیا کرتے ہیں اور یہ امر واقع کے خلاف ہے  
 دوسرے اسوجہ سے کہ اگر یہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ان علوم کا جو آپ کے قرآن و شریعت میں موجود ہیں سکھاتا  
 والا ہوتا تو غایت درجہ کا محقق اور بڑی صاحب فضل ہوتا لوگوں میں ہوتا ہوتا کیا جاتا حالانکہ یہ اشخاص پہلی نسبت آپ کو ان  
 گمان میں ہیں کہ شخص نہیں ہیں بلکہ لوگوں میں جن اشخاص کی معرفت واقفیت کی خاطر شہرت ہوئی نہیں ہو تو ان کا شمار نہیں ہو پیران محمد صلی  
 وسلم میں سے بہترین لوگ شرعی احکام پر حاظر رکھنے کے لحاظ سے ان شخصوں سے بدرجہا بڑے ہوتے تھے  
 اور وہ خود آئے اور آئے بھی کم درجہ کے لوگوں سے علوم حاصل کیا کرتے تھے اور اپنے ضروری امور سیکھا کرتے تھے اور  
 شاگردوں کی طرح ان سے ملنے کے ساتھ فروتنی سے پیش آتے تھے اور عقل اس امر کی ہرگز قصیدت نہیں کرتی کہ یہ اشخاص اس باب کے  
 ہوتے اور پھر بھی اپنا حال مخفی رکھتے۔

اور تیسرے اسوجہ سے کہ اگر یہی اشخاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھانے والے ہوتے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور  
 اپنے سارے پیروی کرنے والوں پر انہیں شخصوں کا رتبہ مقدم رکھنے میں مضطر ہوتے اور اگر آپ ان کی اتنی قدر و منزلت  
 میں کوتاہی کرتے تو ان کو کب جبر کرتا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بہتیروں سے ان کا درجہ گھٹا  
 تھا۔ حالانکہ ہمیں یہ شبہ اس طرح بھی بالکل ماقطع ہو جاتا ہے کہ سفر و ہم میں جب آپ راہب سے ملے تھے تو تمنا نہ تھی بلکہ قریش کے ابو  
 نوکس بھی آپ کے ساتھ تھے پس اگر آپ نے اس راہب سے جو کچھ سیکھا ہو گا وہ سہتوں کو ضرور تسلیم ہو گا۔ بہر حال  
 کے وقت ان میں سے کسی سے اس امر کو ظاہر کیوں نہ کر دیا کیونکہ ان میں سے کسی سے بہتر ہے ایسے تھے جو آپ کے اوپر ایمان نہ لائے  
 تھے۔ اور آپ کے مخالفوں کا ساتھ دیتے تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ وہ آپ کے کسی راہب سے کچھ

ہوا تھا اور پھر بھی خوش تھے انکو یہ امر ذرا ناگوار نہ تھا۔

چوتھے اسوجہ سے کہ ہم نے ان شخصوں کی قوم سے اس کے بعد میل جل کیا تو ہم نے ان علوم - احکام اور جملہ بہلایوں کی جامع شریعت کو جو سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے انکے پاس نہ پایا اور ان میں سے بہتر ہی چیزیں ایسی ملیں جنکا انکے یہاں اصلاً و نقلاً کچھ پتہ ہی نہ تھا بلکہ جسے خود انہیں دیکھا کہ آپ کی شریعت سے جو قوانین انکو اپنے انتظام ملے کے مناسب معلوم ہوتے ہیں اقتباس کر لیتے ہیں۔ پس یہ شخص جملہ علوم و معارف کو کہاں سے لے لے جس حال میں ان کی قوم ان سے محروم تھی۔ پس اسے شک و شبہ میں ڈالنے والو اس بیان نے مٹھا دے سارے ان احتمالات کو جو ہم نے ہم پر وارد کئے تھے باطل اور مہل ثابت کر دیا اسلئے ہم بلا کسی شک و شبہ کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی برابر تصدیق کرتے رہیں گے۔

اب یہ بہکانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کے پاس آئے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اس بات سے استدلال کیا تھا کہ اہل فصاحت و بلاغت نے قرآن شریف کے معارضہ سے اپنے عجز کا اقرار کر لیا اور کلام کی خوبوں کے واقفکاروں نے اس امر کی شہادت دی کہ قرآن شریف اتنی صفات فاضلہ پر مشتمل ہے کہ جن سب کا قرآن کی ایسی کتاب میں جمع کر دینا ہر کسی کا کام نہیں۔ اور بعض اہل فصاحت و بلاغت کا قرآن کے معارضہ سے عاجز ہونا اس دلیل سے ظاہر ہو گیا کہ وہ قرآن کا معارضہ تو نہ کر سکے بلکہ سوائے اسکے گہرا چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارٹنے کو منظور کر لیا جس کے باعث سے وہ مقتول ہوئے۔ انکے پیچھے قید کئے گئے۔ انکے شہر آجاڑے گئے انہیں جلا وطن ہونا پڑا پس انہوں نے آسان طریق کو تو چھوڑ دیا (اور وہ قرآن کا معارضہ کرنا تھا اگر انہیں قدرت ہوتی) اور رٹائی بھرائی کے طریق میں ہو سبب دشوار طریق تھا چلنا اختیار کر لیا پس یہ لوگ آئے کہنے لگے کہ تمہیں کیا معلوم کہ ان دونوں فرقوں نے جنہیں سے ایک نے قرآن شریف کے معارضہ سے اپنے عاجز ہونے اور دوسرے نے قرآن شریف کے اتنی صفات فاضلہ پر مشتمل ہونے کا اقرار کر لیا تھا اور یہ سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع بن گئے تھے انھوں نے یہ امر کسی غرض و غایت کے لئے کیا ہو جسکے حاصل کر لینا اسی اتباع کو انہوں نے ذریعہ قرار دیا ہو اور اسی لئے انہوں نے یہ اقرار کر لیا ہو اور اس امر کی شہادت دیدی ہوتا کہ یہ انکے لئے انکے لامست کرنے والوں پر حجت بچائے رہا وہ فرقہ جسے معارضہ کو تو چھوڑ دیا اور اپنے گہرا کو ترک کر کے جنگ پر آمادہ ہو گیا جسکی جو سے کچھ عرصہ سے اٹھنا پڑا۔ اسکی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ ایسا اوقات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے جنگ کی ابتداء کی ہو اور انش جنگ کے بارفروختہ ہو جانے کے باعث سے انہیں معارضہ کرنے کی فرصت نہ ملی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اتنی مہلت نہ لینے دی ہو اور اسی سبب سے وہ آسان طریق کو چھوڑ کر دشوار طریق پر چلے ہوں خلاصہ یہ کہ وہ اس پر مضطر کر دئے گئے ہوں پس اس فرقہ نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ آپ کا پہلے دونوں فرقوں کو حق میں یہ کہنا کہ شاید ان کا اقرار کرنا اور ان کا شہادت دینا اور پھر اتباع کر لینا کسی غرض و غایت پر مبنی ہو جسکے حاصل کرنے کا انہوں نے ارادہ ذریعہ قرار دیا ہو تو یہ ستر یا ستر بے سچی سچی بات ہے اسلئے کہ یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ عاقل

ان لوگوں میں  
جو قرآن پر اس بات سے  
معارضہ کرتے تھے  
ان کی حالت یہ تھی  
کہ وہ قرآن کی  
خوبوں سے  
عاجز ہونے پر  
مضطرب تھے

کے نزدیک سب سے مشکل کام اپنے دین کا چھوڑ دینا ہے جس میں اُسے دنیوی اور اخروی نجات کی امید ہو اور بعد اسکے تمام چیزوں سے دشوار تر یہ امر ہے کہ وہ اُن رسموں کو چھوڑ دے جن کا وہ خوگر ہو رہا ہے اور انہیں اپنے اسلاف پیشین سے سیکھا ہے حتیٰ کہ بعض کی تو یہ حالت ہے کہ باوجودیکہ انہیں اپنی رسموں کی بُرائی بھی معلوم ہو جائے تاہم اُن کا چھوڑنا انہیں نہایت ہی شاق ہوتا ہے اور اُن کا جی انہیں جسے ہی رہنے کو چاہتا ہے اس بنا پر عاقل اپنے دین کو اس وقت تک ہرگز نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ اُسے اپنے دین کے سوا کسی دوسرے دین میں نجات حاصل ہو جائے گا پھر پھر اہل حقین جو جگہ علیٰ ہذا القیاس وہ اپنی رسموں کو بھی خصوصاً موروثی رسموں کو سوائے اُس حالت کے کہ کوئی ایسا ہی قوی سبب پایا جائے نہیں چھوڑ سکتا اور ہم سمجھتے ہیں کہ ان دونوں فرقوں نے اپنے دین کو جس سے انہیں اپنی نجات کی امید تھی چھوڑ دیا اور اپنی اُن رسموں کے بھی تارک بن گئے۔ چکنے کہ وہ خوگر ہو رہے تھے اور اُن سب چیزوں کی نہایت شدت کے ساتھ مذمت کرنے لگے اور انہوں نے قرآن کے معارضہ سے اپنے چکر کا اقرار کر لیا اور اپنے محض اطلاع حاصل کرتے ہی بلا اسکے کہ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کچھ خوف ہوتا قرآن کے فضل کی شہادت دینے لگے کیونکہ اُن میں خود ہی یہ قوی قوی پاس و لحاظ موجود تھا اور انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مال و دولت کی حاجت نہ تھی (کیونکہ پہلے آپ کے پاس کچھ تہا ہی نہیں) بلکہ قبل اسکے کہ آپ کی حمایت کرنے والی جماعت قائم ہوئی ہوئی اور آپ کے ہاتھ کچھ مال آیا ہوتا یا اور کوئی مضطر کرنے والے سبب پایا جاتا وہ لوگ یہ شہادت دے چکے تھے اور قرآن کے فضل کا اقرار کر چکے تھے یہ بات آپ کے اور ان کے حالات اُن کے انہی کے کرنے کی کیفیت پر پوری پوری اطلاع حاصل کرنے سے بخوبی معلوم ہوتی ہے پس اگر انکو معارضہ کرنے سے اپنے عاجز ہونے اور قرآن کے اس قدر فضائل پر مشتمل ہو نہ کہ جتنے چاہنے والے انسان عاجز نہ ہوتے یقین نہ ہو گیا ہوتا تو وہ ہرگز یہ اقرار نہ کرتے اور کہیں اس کی شہادت نہ دیتے اور نہ وہ اتباع ہی کرتے جس کی وجہ سے انہیں اپنا دین جسکو وہ اپنے اعتقاد کے موافق باعث نجات سمجھتے تھے چھوڑنا پڑا اور اپنی رسموں کے ترک کرنے کی شفقت اٹھانا پڑی حالانکہ وہ عقیل و فہیم اور بخوف تھے۔

رہا فصحاء و بلغاء کے حق میں جن کا معارضہ سے عاجز ہونا اس طرح پر ظاہر ہوا کہ انہوں نے معارضہ کو چھوڑ کر جنگ کو منظور کیا جس کی وجہ سے انہیں بہت سے نقصانات اٹھانا پڑے یہ کہنا کہ بسا اوقات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے اُسے جنگ کی ابتدا کی ہو اور انکو معارضہ کی فرصت نہ ملی ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی مہلت نہ لینے دی ہو اس کی نسبت ہم کہتے ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معارضہ کے لئے اُنکو بلانا اور اُنکا باز نہ آنا ایک آدھ واقعہ یا اور اسی مدت میں ہوتا تو البتہ عقل آپ کے اس احتمال کو قبول کر سکتی لیکن یہ بات نہیں ہے کیونکہ اُنکے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین اس وقت تک ہرگز لڑائی واقع نہیں ہوئی جب تک کہ آپ نے قرآن کو معارضہ کے لئے اُن پر پیش نہیں کر لیا اور کہتے خزانہ اُسکی منادی نہیں کر دی کہ انسان اُسکے معارضہ سے بالکل عاجز ہے اور سپر ایک مدت گذر نہیں گئی اور مدت بھی کوئی تھوڑی نہیں بلکہ ایک قسم کی طویل مدت۔ علاوہ بریں اس زمانہ کے شروع شروع میں آپ کے استعد پر وہ بھی نہیں ہوئے تھے جس نے کہ لڑائی کی جگہ اسکے پھر اسکے بعد ہی کہ آپ کے اور اس فرقہ کے مابین آتش جنگ ہوئی



ہو چکی جب بھی آپ کو مہلت ہوئی آپ برابر قرآن کو مقابلہ کے لئے اُسکے سامنے پیش کرتے رہے اور انہیں اُسکے معارضہ کی تہا  
 بلائے رہے اور اُسکے اور آپ کے درمیان صلح بھی بہت ہو جایا کرتی تھی اور اوقات صلح میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو اُن  
 لوگوں کے ساتھ بار بار کجانی کا اتفاق ہوتا تھا۔ پس اگر انہیں معارضہ پر قدرت ہوتی تو انہیں ممکن تھا کہ مصالحت اور فرصت کے  
 زمانہ میں قرآن کا معارضہ کرتے اور جو کچھ وہ قرآن کے مقابلہ میں لائے اُسکو آپ کے پاس بھیج دیتے اور قبائل عرب میں اُس کو  
 شایع کر دیتے تو کوئی نہ کوئی انکا مددگار کھڑی ہو جاتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اُن لوگوں نے اسکا قصد ہی نہیں کیا نہ آپ کے  
 ابتدائے دعوے میں نہ وقت جنگ میں۔ نہ زمانہ صلح میں۔ اور اپنی فصاحت و بلاغت سے آپ کی اور آپ کے پیروی  
 کرنے والوں کی صرف توجہ کرنے پر مضطرب ہو گئے۔ رہا قرآن کا معارضہ سب بارہ میں تو اُنکے منہ سے ایک کلمہ بھی نہیں نکلا اور اگر  
 کسی نے قرآن کے معارضہ میں کچھ کہا ہوتا تو ہم پر غصہ نہ رہ سکتا اور مشرق سے لیکر مغرب تک ہر اُسے روایت کرنے والے  
 نقل کرتے اُسے یہ سارے احتمالات جسے آپ نے ہمیں شک میں ڈالنا چاہا تھا بالکل غلط اور باطل ہیں اُنکو سوائے اُس  
 شخص کے جسے تحقیق سے کچھ سروکار نہ ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرقوں کا جو معاملہ تھا اُس کی حقیقت حال  
 سے محض واقف ہو اور کوئی انہیں تجویز نہ کر سکتا۔ پس ہم ان سب دہائی احتمالات کو چھوڑتے ہیں اور اپنی پیشتر کی دلیل پر  
 اعتماد کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی بلا کسی شبہ کے برابر تصدیق کرتے رہیں گے اور اسکا اقرار کئے  
 جائیں گے۔

پھر یہ بہانے اور شبہ میں ڈالنے والے لوگ اُس فرقہ کی طرف جبکہ جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی اسوقت  
 تصدیق کی تھی جبکہ انہوں نے خوارق عادت اور طبعی قوانین قدرت کے مخالف امور آپ کے ہاتھوں پر ظاہر ہونے ہوئے شہادہ  
 کر لئے تھے۔ پس اُنسے یہ لوگ کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ خوارق عادت ظاہر کئے ہیں احتمال ہے کہ ایک  
 قسم کا جادو ہو جس انہوں نے ہم لوگوں کی نظر بندی کر دی ہو جسکی وجہ سے ہمیں ان چیزوں کے واقع ہونے کا خیال بند  
 گیا ہو۔ تو اُس فرقہ نے انہیں یہ جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کچھ حالت جادو گروں کی سی حالت نہیں ہے کیونکہ آپ کی کاکم  
 کرتے ہیں جبرائیلوں سے روکتے ہیں اور جادو گروں کی یہ حالت کبھی جاتی ہے کہ بدکار اور شہوت پرست ہوتے ہیں اپنے  
 رذیل اور اذوائے درجہ کے مقاصد حاصل کرنے کی غرض سے اعمال سحر کیا کرتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے امور  
 خارق عادت کا کرنا کسی اذوائے درجہ کی غرض کے لئے ثابت نہیں ہوتا وہ تو صرف اس غرض سے امور خارق عادت کو ظاہر  
 کرتے ہیں تاکہ جو شریعت آپ لائے ہیں۔ اُسکی پیروی کرنے میں عقلوں کو اطمینان حاصل ہو جائے اور آپ کی شریعت سرسبز  
 مسکرام اخلاق پر مشتمل ہے تمام برائیوں سے بچنے اور نیکیوں کے ساتھ آراستہ ہونے کا حکم کرتی ہے۔ پس آپ کی حالت  
 تو صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہونے۔ راہ مستقیم پر چلنے۔ خلق خدا کو حق بات کی ہدایت کرنے اور راہ صلاح اختیار  
 کرنے کے لحاظ سے بالکل انبیاء سابقین کی سی ہے اور آپ کے دعوے کی بھی خدا کی جانب سے اُسی طرح تائید ہوئی  
 ہے جیسے کہ گذشتہ رسولوں کے دعوے کے خارق عادت امور کے سرور کرنے سے جن پر کہ سوائے خدا کے اور کسیکو  
 قدرت نہیں ہے تائید کی گئی تھی۔ اور اُن خارق عادت کو سرور کر دینا خدا کی جانب سے اُس رسول کے دعوے کی تصدیق

ان لوگوں کا اس  
 فرقہ کی بات دار  
 ہونا جسے جادو  
 خوارق عادت کہتے  
 تصدیق کی تھی  
 اور اُس فرقہ کا  
 جواب دینا اور آپ  
 کی نسبت ح  
 ہونے کے خیال  
 سے ہونا۔

کے قائم مقام ہے گویا خدا یہ فرماتا ہے کہ ان امور میں میرا بندہ بچا ہے جو میری جانب سے وہ نہیں پہنچا لک ہے اور عالم کے عادی  
 قوانین قدرت کو لکھ سکے ہاتھ پر میرا خرق کر دیا اور ان عادی قوانین قدرت کے خلاف ظاہر کرنا میری جانب سے اس کے عوے  
 کی تصدیق ہے (سابق میں اسکی کافی طور پر توضیح ہو چکی ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں دیکھ لیں) علاوہ بریں بعض خارق عادت امور  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایسے بھی ظاہر ہوئے ہیں جنکی نسبت عقل ہرگز تصدیق نہیں کر سکتی کہ جادوگروں کو ان پر  
 قدرت ہو سکتی ہے جیسے کہ چاند کا شق ہو جانا جسکا تمام لوگوں نے خواہ وہ وہاں موجود تھے یا میدانوں میں سفر کر رہے تھے  
 سب نے چشم خود شاہدہ کیا تھا چنانچہ جیسے کہ اس امر کو ان لوگوں نے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے اور جن  
 نے کہ اسکی درخواست کی تھی دیکھا تھا اسی طرح ان مسافروں نے بھی اسکا مشاہدہ کیا تھا اور اگر خبر دی تھی جو دور دراز مقامات  
 سے وارد ہوئے تھے جنکا افق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس والے لوگوں کے افق کے ساتھ موافقت و مساوات رکھتا تھا  
 پس فرض کر لیجئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کی نظر بندی کر دی ہو یہاں تک کہ انھوں نے اس امر کا مشاہدہ کر لیا  
 کہ چاند شق ہو گیا کیا آپ کی قدرت میں یہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ آپ ان مسافروں کی بھی نظر بندی کر دیتے جنہیں سے ہر  
 فرقہ میدانوں میں جہاد مقام پر تھا اس بات کا سوا اسے اس شخص کے کوئی قائل نہیں ہو سکتا جو وہیں گیا دہشتگی کرے یا  
 اس امر سے محض ناواقف ہو کہ جادوگروں کو اپنے اعمال میں کہاں تک قدرت ہو سکتی ہے علاوہ بریں ہم نے بعد اسکے کہ  
 ان خوارق کے باعث سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی اور پورے طور سے آپ کی شریعت پر مطلع ہو گئے اور  
 آپ کے ساتھ خوب خلا و ملا بھی پڑا لیا اور آپ کے حالات میں نہایت باریک بینی سے غور کیا تو ہم نے آپ کی شریعت  
 میں سرتاپا اسی اور وہی تمام امور پائے جن پر عمل کرنے طے کو سر امر ہو دی اور پہلانی حاصل ہوا اور تمام نقصانات سے  
 وہ محفوظ رہے اور آپ کی شریعت اصل استقامت اور راستی میں گورسل سابقہ کی شریعت کے مثل نکلی لیکن تمام اہل کجالات  
 پر پورے طور سے حاوی ہونے کے لحاظ سے اُنہی بھی فوقیت لی گئی اور ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی ایسی  
 چیز نہیں دیکھی جس سے عقل انکار کرے یا آپ کی جانب سے دل میں کچھ شک پیدا ہو اور نہ آپ کی شان جادوگروں کی  
 سی معلوم ہوئی اور نہ آپ کا حال حیلہ بازوں ہی کا سا نظر آیا جو متاع دنیا کے صل حاصل کرنے اور اپنی شہوت رانی کے لئے  
 طع طرح کے حیلہ پہننے کیا کرتے ہیں بلکہ آپ کا تو یہ طریق ہے کہ لوگوں کو راہ راست کی ہدایت کرتے تھے اور یہ سکھاتے  
 تھے کہ وہ اپنے مالک کا شکر ادا کیا کریں کہ نہ والوں کے ساتھ سلوک سے پیش آئیں یتیموں اور سکیوں کو کہنا کہ مال  
 کریں اور باوجود اس کے آپ اپنے پیروی کرنے والوں پر پد شغیق کی طرح شفقت فرماتے تھے آپ کو ان کے مال دولت  
 کی ذرا بھی طع نہ تھی اور نہ انکی لذت چیزوں سے آپ کو کچھ میلان تھا بلکہ آپ پہلے رسولوں کی طرح (علیہ و علیہم الصلوٰۃ  
 والسلام) خود ہی ان پر احسان کیا کرتے تھے۔ پس جو کچھ ہم نے پیشتر بیان کیا اسکی بنا پر ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے دعوے کے سچے ہونے میں ذرا بھی شک باقی نہیں رہا اور آپ کا یہ بہکانا اور شک میں ڈالنا بالکل ہوا ہو گیا اور  
 ہر منصف کی نظر میں اسکا کچھ اعتبار نہ رہا اس لئے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی براہ تصدیق کرتے ہیں  
 اور جو کچھ آپ خدا کے پاس سے لائے ہیں اسی پر ایمان رکھیں گے خدا ہی توفیق کا مالک ہے۔

اس کے بعد یہ بہ کانٹے اور خشک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کی طرف آئے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق  
 پر اس سب سے مستدل کیا تھا کہ جو انبیائے سابقین کی کتابوں میں ایسے رسول کی علامتیں مذکور ہیں جسکو ان کے بعد  
 خدا پہنچنے والا تھا وہ سب علامتیں آپ پر منطبق ہو گئی تھیں پس اس فرقہ سے یہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کو کیا معلوم کہ یہ  
 علامتیں کسی ایسے رسول پر منطبق ہو چکی ہوں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کرنے سے پہلے ہی گزر چکے ہوں  
 تو اس فرقہ نے انہیں یہ جواب دیا کہ ہم نے ان رسولوں کے حالات کی تواریخ سے بحث کر کے دیکھا ہے جو محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے پیشتر اور ان کتابوں میں ان علامتوں کے وارد ہونے کے بعد ہوئے پس آپس آپس تو اس میں سے کوئی  
 بھی ایسا رسول نہیں ملا جس پر ساری علامتیں منطبق ہو جائیں اور اگر کوئی ایسا ہوتا تو رسولوں کی ساری تاریخیں اس کے  
 ذکر سے خالی نہ ہوتیں اور اس کی خبریں بھی ہم تک ضرور نقل کی جاتیں اگرچہ بعض قصص کی کتابوں میں ہیں کیوں نہ انکا ذکر ہوتا  
 کیونکہ ایسے شخص کا بالکل اس طرح ذکر ہرگز نہیں ہرٹ سکتا۔ ہاں بعض انبیاء ایسے پاسے گئے ہیں جنہیں بعض بعض علامتیں  
 پائی گئی ہیں لیکن ان سے پیشتر کوئی ایسا نہیں ہوا جس میں یہ سب کی سب علامتیں موجود ہوتیں اور ہم نے سب سے مستدل  
 کی تقریریں اسکی توضیح کر دی ہے (پس وہیں دیکھ لینا چاہیے) پھر یہ لوگ کہنے لگے ہمیں یہ کیا معلوم شاید خدا کی جانب  
 سے آئندہ کوئی رسول آئے جس پر ساری علامتیں منطبق ہو جائیں اور ان کتابوں میں جس شخص کی خبر دی گئی ہے اس  
 سے وہی مقصود ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ علامتیں اتفاقی طور پر منطبق ہو گئی ہوں اگرچہ ان سب علامتوں کا وہ مقصود  
 میں مجتمع ہو کر پایا جانا نہایت ہی مستبعد ہے لیکن تاہم عقل اسکو محال بھی نہیں سمجھتی۔ پس اس فرقہ نے ان لوگوں کو  
 یہ جواب دیا ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ جس خدا کی جانب یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ اس نے رسولوں کو بھیجا اور آپ کرنا ہیں اور  
 وحی نازل کیں وہ خدا نہایت ہی علیم و حکیم ہے اسلئے جتنی آئندہ ہونے والی باتیں ہیں ان سب کا علم بھی اسے ضرور ہونا  
 چاہئے۔ پس جب اسے یہ معلوم تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ ہوں گے اور رسالت کا دعویٰ کرینگے اور ساری  
 علامتیں آپ پر منطبق ہو جائیں گی اور وہ مقصود نہ ہوں گے بلکہ جو مقصود ہوں گے وہ ان کے بعد آئیں گے تو ضرور تھا کہ  
 اپنی حکمت کے مقتضا کے موافق وہ ہمو اس پر ضرور آگاہ کر دیتا چاہے ان کتابوں میں صرف اتنا ہی کیوں نہ کہہ دیتا کہ  
 آئندہ ایک شخص مدعی رسالت پیدا ہوگا اور میرے رسولوں کی کتابوں میں جو علامتیں مذکور ہیں وہ سب اس پر منطبق  
 ہو جائیں گی لیکن وہ میری مراد نہ ہوگا بلکہ میری مراد صرف وہ شخص ہوگا جو اس کے بعد آئے گا اور چونکہ خدا کے سبحانہ کی جانب  
 سے اس قسم کی کوئی اطلاع وارد نہیں ہوئی ہے اسلئے لازم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی یقیناً مراد ہوں اور ان  
 علامات کا وہ شخصوں میں پاسے جانے کا احتمال جسکی نسبت تم کہتے ہو کہ عقل اسے محال نہیں سمجھتی تو اس تقریر سے  
 ظاہر ہو گیا کہ وہ بلا شک محال ہے کیونکہ اس سے یہ قاعدہ تھا لے کا آئندہ کے واقعات سے جا مل اور نا واقف  
 رہنا لازم آئے گا یا یہ ماننا پڑے گا کہ خدا کے اعمال حکمت کے خلاف بھی ہوتے ہیں اور وہ اپنے بندوں کو دیکھ کر  
 میں ڈالا کرتا ہے اور یہ تمام چیزیں محال ہیں (جیسا کہ یہ امر جہاں خدا کی صفات کا بیان ہوا ہے ثابت ہو چکا ہے)  
 پس جو شے محال کو مستلزم ہے وہ بھی محال ہوگی۔ اس بنا پر ان علامتوں کے دو شخصوں میں پاسے جانے کو عقل

ان لوگوں کا اس  
 فرقہ کے پاس  
 علامتوں کی کتابیں  
 ساری تاریخیں  
 اسکی توضیح  
 کر دی ہے  
 اسلئے  
 جتنی آئندہ  
 ہونے والی  
 باتیں ہیں  
 ان سب کا علم  
 بھی اسے ضرور  
 ہونا چاہئے۔



اُس شخص کو سچا سمجھا تھا جسے بادشاہ نے بہجھا تھا اور اس موقع پر اسکا کچھ اور بیان کر دیا جائیگا کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ ایک سوئی سی سی چند مہینے تاگوں کا مجموعہ ہوتی ہے جس میں سے ہزار کو ایک چھوٹا سا بچہ بھی تہنا منقطع کر سکتا ہے لیکن ان سب لوگوں کا مجموعہ جسے سی کہتے ہیں اُسکے قطع کرنے سے قوی سے قوی شخص بھی عاجز ہے اور یہی کیفیت اُس حالت میں بھی ہے اگر کسی مجمع سے ایک جماعت اکثر جس میں کہ وہ ایک تقریر کرنے والے کے پاس حاضر تھے جس نے اُن میں تقریر بیان کی تھی نکلے اور اُن میں سے ہر شخص یہ خبر دے کہ مقرر اُتنا تقریر میں مہر گر پڑا اور اُس کا سر ہیٹ گیا۔ پس اس صورت میں اُن میں سے ہر شخص کی خبر علیحدہ علیحدہ اگرچہ ظنی ہے ہر ایک میں احتمال ہے کہ اُس نے جھوٹ کہہ دیا ہو لیکن اُن سب لوگوں کی خبر مجموعی طور پر ضرور یقین کو مفید ہے عقل اس بات کو محال سمجھتی ہے کہ اتنی بڑی جماعت کی جماعت نے جھوٹ بولنے پر اتفاق کر لیا ہو لہذا ہر ایک اُن میں سے ایک سچا خیال کا آدمی ہو اور کوئی ایسا جامع بھی نہ پایا جاسکے جو اتنے بہت سے لوگوں کو اس جھوٹی خبر کے تراش لینے پر اکٹھا کر دے۔ اور ایسا ہی اس وقت بھی ہے جبکہ ایک جماعت کی جماعت یہ کہے کہ حاکم اپنے سفر سے اس شہر میں لوٹ آیا ہے پس کوئی تو یہ کہتا ہو کہ سینے کج او سکے بعضے نوکروں کے پاس دیکھا ہے کہ اُسکے کپڑے آگئے ہیں کوئی کہتا ہو کہ میں نے اُس کے خاص خادموں کو جو اُسکی خدمت میں رہا کرتے ہیں دیکھا ہے کہ وہ آگئے ہیں کوئی یہ کہتا ہو کہ میں نے اُسکے عزیز لڑکے کو جسے کہہ دیا سفر اور کیا حضر بیٹہ اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اُسکی عادت ہے کہ کبھی اس سے جلا نہیں ہوتا وہ بھی اگیا ہے کوئی کہتا ہو کہ میں نے توپیں سر پہنے کی آواز سنکر بعض توخانہ والوں سے اس کا سبب پوچھا تھا تو وہ کہتے تھے کہ کج شہر میں حاکم وارد ہوا ہے اسی لئے توپیں سر پہنی ہیں کوئی کہتا ہو کہ میں نے اُسکے اہل عمل کو دیکھا ہے کہ کشتی سے اترتے وقت امیر کو سلام کرنے اور اُس سے ملاقات کرنے کے لئے جلدی جلدی جاتے تھے اور انہیں سے یہ خبر بھی مجھے معلوم ہوئی ہے اسی طرح کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ اور نہیں ہے ہر ایک نے ایک ایسی دلیل بیان کی کہ جب اُسے مجددانہ دیکھا جائے تو ظنی ہے لیکن عقل ایسے موقع پر ہر دلیل کو علیحدہ علیحدہ لحاظ نہیں کرتی بلکہ سب کو مجموعی طور پر دیکھتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ ساری دلیلیں اتفاقی طور سے ایک ہی بات پر ہرگز اکٹھا نہیں ہو سکتیں اور یہی وجہ ہے حاکم کی آمد کا قطعی طور پر یقین کر لیتی ہے پس یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ان دلیلوں میں سے ہر دلیل چاہے ظنی ہی کیوں ہو لیکن سب ملکر ضرور یقین کو مفید ہوں گی اور مجموعی طور پر اُن سے بلاشبک قطعی علم حاصل ہو جائیگا۔ آپ لوگوں کو یہ کہنا تھا کہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فطرتی تیزی اور قوت بیانہ کے زور سے ہر فرقہ کے لئے لفظی دلیل قائم کر دی ہو اور اُسکو یقینی دلیل کے پیرایہ میں مزین کر کے ظاہر کر دیا ہو تو اس بات کا وہ شخص قائل ہو سکتا ہے جسے اُن دلائل کی حقیقت سے کچھ واقفیت ہی نہ ہو جن پر کہ ان فرقوں نے اعتماد کیا ہے کیونکہ اُن میں سے اکثر دلیلیں ایسی ہیں جنکے حصول میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو ذرا بھی دخل نہیں پس کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ آپ ہی نے اُن دلیلوں کو قائم کیا ہو اور یقین کے پیرایہ میں انہیں مزین کر دیا ہو بلکہ خود تو کہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیونکر ممکن تھا کہ آپ فصحا و بلغاء میں قرآن کے سارے عجز کو پیدا کر دیتے اگر خود قرآن ہی سچا نہ واقع ہوا ہوتا (اور جو شیعہ اس پر وارد ہوتے ہیں اُن کا جواب اُس موقع پر گذر چکا ہے جہاں پیشتر اسی فرقہ سے گفتگو ہوئی ہے پس چاہئے کہ وہیں دیکھ لیا جائے)



فرض کر لیجئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو علامتیں رسول سالقہ کی کتابوں میں اخلاق اور افعال اختیاریہ کی قبیل سے مذکور ہیں اپنے میں پید کر لی ہوں مثلاً یہ کہ آپ کی سے محبت اور گناہ سے عداوت رکھیں گے۔ انصاف سے حکم کریں گے کھار سے محاربہ کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ تو کیا آپ کو اپنے میں جسمانی علامتیں پیدا کر لینا بھی ممکن تھا مثلاً یہ کہ آپ کے دونوں ٹالوں کے مابین آپ کے پادشاہ کی علامت ہوگی اور یہ کہ آپ قومی ہوں گے۔ اور کیا ان علامتوں کا پید کر لینا بھی آپ کے اختیار میں تھا کہ جو اختیاریہ نہ تھیں بلکہ عالم میں اقبال مندی میں جکا شمار ہے جیسے کہ فرقوں کا آپ کے ماتحت ہونا۔ اور پد آیا کا بادشاہ ہوں کے پاس سے آپ کے پاس وار و ہونا۔ مالداروں کا آپ کی اطاعت کرنا۔ اور صحرا کا آپ کے ذکر کے ساتھ اپنی آواز بلند کرنا۔ اور صحرا سے مراد وہ دیار ہیں جنہیں قبیلہ سکونت پذیر تھے اور آپ کا (ایلیٹ) پتھر (کے مانند) ہونا جسے محاروں نے روکیا ہوا فروہ کوٹنے کا سر بلگیا ہو۔ اور آپ کو فرقوں پر حکومت ملنا۔ جسٹہ کا آپ کے سامنے آگھٹنا کے بل گر پڑنا عین کے بادشاہوں کا آپ کے پاس قربانیاں لیکر آنا اور ان فرقوں کا آپ کے ساتھ فروتنی و اطاعت۔ شاہ آنا۔ آپ کو سب کا سونا دیا جانا۔ روسے زمین پر آپ کا اور آپ کے پیروی کرنے والوں کا زراعت کثیر کیے شل ہونا آپ کی سلطنت کا دن بدن بڑھتا جانا۔ آپ کے غلبہ کے بعد تینوں کا ٹوٹ جانا اور زمین پر ڈال دیا جانا۔ اور جن بادشاہوں سے آپ کا محاربہ ہوا جو پرندوں کا آئنے گوشت کو کھانا۔ آپ کے پیروی کرنے والوں کا بادشاہوں کو طوق و زنجیروں میں باندھ کر لے چلنا اور گرہ سینا۔ خدا کا ان سے قوم نبی اسلام لے کر بغیرت دلانا۔ ایک جاہل قوم سے انکو غیرت دلانا اور غضب ناک کرنا۔ ان علامتوں کا الطباق اس فرقہ کی گفتگو میں گذر چکا ہے جسے ان علامتوں سے استدلال کیا تھا ایس وہیں دیکھنا چاہئے پس ہماری تقریر سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ جتنے احتمال تم لوگوں نے ہمیں شک میں ڈالنے کے لئے وار و کئے تھے ناممکن ہیں عقل سلیم جو تحصیل خالی ہوا انکی ہرگز تصدیق نہیں کر سکتی اس لئے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی ہر کسی شبہ کے برابر تصدیق کرتے رہیں گے۔

پھر یہ بہکانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کی طرف جھٹکے جو طبعی اور مادہ کا قدیم ماننے والا فرقہ تھا پہلے سے  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتی تھی اور آپ کا پیرو بن گیا تھا اس لئے کہ محمدی عالم نے اس فرقہ کے لئے ایسے دلائل  
بیان کر دیئے تھے اور ان کی تشریح کر دی تھی جو خدا لئے عالم اور وحی سے انکار کرنے کے بارہ میں اس کے مذہب کے  
بطلان پر اور نیز اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین صحیح اور عقل کے موافق ہے اور اس کے احکام  
یعقینی ہیں اور اس کے ساتھ ہی جتنے شبہے کہ طریقی تصدیق میں آنکر سد راہ ہو سکتے تھے ان سب کو اس نے دفع کر دیا  
تھا پس ان بہکانے اور شک میں ڈالنے والے لوگوں نے بعد اسکے کہ مذاکرات اور مباحثات پر اطمینان حاصل کر لی اس  
فرقہ اور محمدی عالم کے مابین واقع ہوئے تھے یہ دیکھا کہ جتنے شبہوں سے اس فرقہ کو شک میں ڈالنے کی انہیں امید  
ہو سکتی تھی ان سب کو اس محمدی عالم نے اپنے مباحثوں میں دفع کر دیا ہے اور سب کا بطلان ظاہر کر دیا تو یہ لوگ اپنا  
منہ لیکر گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے لئے اس فرقہ کے ساتھ سوائے اسکے اور کچھ خائیش باقی نہیں رہی کہ ہم اس فرقہ  
والوں کو اس عالم کی گفتگو کے بارہ میں مشکوک بنادیں جسکی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرنے

[illegible]

میں ان کی تسکین ہو گئی ہے پس اُن سے کہنے لگے کہ شاید اس عالم کی قوت بیانیہ اور قوت استدلال جبری ہوئی ہو اور اُس کی نظر و سنج ہو مبہماتوں کے مختلف اسلوب و طرز اور اُن کے ہر طرح کے پہلوؤں سے کامل واقفیت رکھتا ہو اُن سے اپنی جادو بیانی کے نثر سے آپ لوگوں کی عقلوں کو بھالیا ہو یہاں تک کہ آپ کو یہ خیال بند ہو گیا ہو کہ جو کچھ آپ کے خیالات اور مذہب میں اُس کی شریعت کے مخالف ہے وہ باطل ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین صحیح و حق ہے پس آپ کو چاہئے تھا کہ آپ اپنے مذہب پر جمے رہتے اور اپنے اعتقادات کو جو بڑے بڑے چوتھے علوم پر مبنی تھے محض اس عالم کی گفتگو اور مباحثہ کی وجہ سے نہ چھوڑ بیٹھتے تو اس فرقہ نے اُن لوگوں کو یہ جواب دیا کہ ہم لوگ دانشمند ہیں ہمیں مناظروں میں کامل دستگاہ حاصل ہے جو شخص ہم سے مناظرہ کرے ہم اُس کے مقابلہ میں پوری پوری فطانت سے کام لے سکتے ہیں اُس لئے ہم ہرگز ایسا خیال نہیں کر سکتے کہ یہ محمدی عالم بلکہ اس سے کوئی بہتر نہ ہی ہر اسی کیوں نہ ہو ہمارا سلسلہ دلائل میں رنگ آمیزیاں کرنے اور ہم پر اُن کو ملتیس کر دینے کی قدرت رکھتا ہو اور کسی امر یا مباحثہ اور غلط بات سے ہماری عقلوں کو تسکین دے سکتا ہو جتنی چیزوں میں اُن سے ہم سے مناظرہ کیا ہے اور اُن سے ہماری عقلوں کی تسکین کر دی ہے ان سب میں اُن سے وضع طور پر عقلی بیان کا طرز اور عقل صریح کے مقصدا کے موافق روش اختیار کی ہے چنانچہ پہلے تو اُن سے ہمارے لئے صحیح دلیل سے جو حقائق کائنات کی نسبت ہماری تحقیقات پر مبنی ہے مادہ عالم کا حدوث ثابت کر دیا پھر عالم کے پیدا کرنے والے خدا کے واجب الوجود ہونے اور اُن کے اُن صفات کے ساتھ موصوف ہونے جن پر کہ کائنات میں اُس کے آثار و دلائل کرتے ہیں ہمارے لئے دلیل قیام کر دی اور جتنے شبہ اس خدا کے وجود کی تصدیق کرنے سے ہمارے لئے مانع ہو سکتے تھے سب کو دفع کر دیا اور واضح طور پر اس کی مثالیں بیان کر کے ہم کو سمجھا دیا اور ہماری عقلوں کو اس امر پر متنبہ اور بیدار کر دیا کہ کائنات کی تفصیل اور اُن کے اسرار و حکم سے جتنے مباحث کی تدوین ہمارے علوم کی کتابوں میں پورے پورے بیان کے ساتھ ہوئی ہے اس خدا کے پاک کے وجود پر اس کی عظمت صفات اور وفور حکمت پر ہم استدلال کریں پھر اُن کے بعد اُن سے ہمارے لئے مابین اُن امور کے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں وارد ہوئے ہیں اور ہمارے علوم میں جو امور بظاہر اُن کے خلاف تھے اُن میں باہم تطبیق دیدی یہاں تک کہ شریعت میں جو چیزیں وارد ہوئی ہیں اُن سے ہمارا گریز کرنا جائز نہ ہو پھر ہم لوگوں کے اعتقادات پر اعتماد کرنے کے باعث سے خصوصاً انسان کے لئے بحث کے منکر ہونے سے انسانی دنیا میں جو نقصانات اور قبا حقیقتیں پیدا ہوتی ہیں اُن سے ہمیں کھلم کھلا دکھائیں۔ پھر اُن کے بعد ہم نے اُن دلیلوں میں غور کیا جن پر ان فرقوں نے اعتماد کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور پیروی اختیار کر لی تھی تو ہمیں یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ سب لیلیں صحیح اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر یقینی دلالت کرتی ہیں خصوصاً سب کی سب مجموعی طور پر جتنے اس قدر وفور کے ساتھ اتفاقی طور پر مجتمع ہو جانے کا ہرگز احتمال نہیں ہو سکتا۔ پس اس وقت ہمارے لئے پورے طور سے حق ظاہر ہو گیا اور حق کے ظاہر ہونے کے بعد بجز جان بوجہ کہ کجی اختیار کرنے کے اور کیا رہ گیا اور ہم لوگ تو ہمیشہ لوگوں میں اُس کے دعوے بگڑتا رہا کرتے ہیں کہ صاحب ہم تو آزاد و چال کے ہیں ہمیں جہاں کہیں حق ملتا ہے ہلا تکلف قبول کر لیتے ہیں پھر بعد ان سب باتوں کے

بھی ہم کیونکر حدیثیں لکھیں اور احادیث کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں خصوصاً حدیثیں لکھیں کسی جسکا نتیجہ ابدی بخشنے اور اپنے آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خسران میں ڈالنا ہو پس بعد اسکے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور پیروی اختیار کرنے کے سوا ہمارے لئے اور کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے ہم نے کمال درجہ کے ایمان اور پکے یقین کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی اور آپ کے پیرو بن گئے سو آپ لوگوں کا اس محمدی عالم کی گفتگو میں ہم کو شک نہ لانا کچھ فتنہ نہیں ہے سکتا آپ کو اور آپ کی خیر خواہی کو ہمارا اسلام ہے آپ اپنی خیر خواہی سہنے دیجئے اور ہمارے پاس سے تشریف لے جائے۔

اب اسوقت یہ پہلے کہ اور شک میں ڈالنے والے لوگ ان فرقوں کے پاس سے غیب میں کرتے ہوئے خالی ہاتھوں لوٹ  
آئے اور ان کا کچھ مدعا حاصل نہ ہو سکا۔ خدا فساد یوں کی کارروائی کو اس نہیں لگنے دیا کرتا۔  
یہ تو جو چکا اور کھنکھنے کے منجملہ تمام جاہل کے جتنے کہ مابین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسالت کرنے کے پہلے ہوئے تھے  
ایک ایسا فرقہ بھی تھا جس کے خیالات نہایت ہی پست تھے عقل کندی تھی اور تعصب میں ایسا کڑا تھا کہ چاہے پہاڑ ٹل جائے  
لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی سے ذرا نہ ٹکے اور وہی مرنے کی ایک ٹانگ گایا کرے پس جب اس فرقہ نے محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم کا دعویٰ سنا اور ان تمام فرقوں کو آپ کی پیروی کرتے دیکھا تو اپنے سوراختیار سے یہی اچھا سمجھا کہ اپنے  
معتقدات اور رسوم پرانہ دہندہ تعصب کے ساتھ جمے رہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی بلا کسی  
لیل اور سند کے صرف یہ کہہ کر تکذیب کیا کریں کہ صاحب ان اعتقادات اور رسوم پر تو ہم نے اپنے باپ داداوں  
کو پایا ہے ہم تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کو جو سب سے انہیں سے کچھ بھی نہیں چھوڑ سکتے اور پہلا کیونکر چھوڑیں  
حالانکہ ہمارے سلاف اسی پر رہے اور برسوں سے ہم بھی اسی پر عمل کرتے چلے آتے ہیں خلاصہ یہ کہ وہ اپنی اسی پست  
خیالی اور اپنی اسی ہٹ دھرمی پر اصرار کیا کرتے پس اس فرقہ کے لوگ نہایت ہی کمینہ طراز اور خطرناک طریق کی پیروی کے  
ساتھ اپنی فحاشی میں بہتے اور انہوں نے امر صواب کا اتباع نہ کیا اور عقلمندوں کی طرح اپنی اختیار کی ہوئی باتوں کے  
بارہ میں گفتگو کرنے سے کنارہ کش رہے انہوں نے اپنے خیالات کی جاہلانہ طور پر حمایت کی۔ پس خسران کے غلابا  
میں جا گرے۔ اور ذلت و خواری کے سب سے نیچے طبقہ میں اتر گئے خدا نے پاک اس عناد اور سرکشی میں انکو ہرگز سزا  
نہ رکھے گا قیامت کے دن اُن سے ضرور انتقام لے گا۔

اور اگر کہا جائے کہ اس فرقہ کے خیالات تو بالکل پست اور یہ تو عقل کا کند تھا جیسا کہ ابھی تم نے ذکر کیا پس شاید خدا کے نزدیک اُن کا یہ غدر چل جائے اور وہ یہ کہہ دیں کہ اے ہمارے رب جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا دعویٰ کیا تھا تو ہمیں اتنی سمجھ ہی نہ تھی جس سے انکے دعوے کی توضیح کرنے تک ہماری رسائی ہو سکتی۔ اس لیے ہم انکی تکذیب پر اصرار کرتے رہے تو میں کہوں گا اُنکے خیالات کا پست اور عقلوں کا کند ہونا اسوجہ سے نہیں تھا کہ انکی اصل خلقت میں کسی قسم کا نقصان تھا اور اُن کی عقلوں میں کوئی فطری ضعف تھا جسکی وجہ سے وہ مجذونوں اور حیوانات کے درجہ پر اتر جائیں یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تکذیب پر جمے رہنے اور اُس کی تحقیق نہ کرنے میں

ایک شخص نے فرمایا کہ  
کیا میں اپنے دوستوں کو  
اپنے گھر سے باہر لے جاؤں  
تو ان کے دل نہ ٹوٹ جائیں؟  
اس پر اس نے کہا کہ اگر  
ان کے دل نہ ٹوٹ جائیں تو  
میرے دل کی کیا بات ہے؟

خدا کے نزدیک معذور سمجھے جائیں اور تکلیف شرعی اور خداوندی احکام کی تعمیل جس کا خدا نے بندوں کو اپنے رسولوں کی زبان سے مکلف بنایا ہے اسے سادہ نظر ہو جائے بلکہ یہ عقل کی گندی آن میں اسوجہ سے تھی کہ وہ شہوات میں غرق تھے لذات کے خیال میں لگے رہتے تھے مرغوبات دنیوی اور اپنی ہواؤں میں بہتے رہا کرتے تھے اسی لئے غور و تحقیق کا طریق انکو باطل معلوم ہوا اور غوری دولت پر مائل ہو گئے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ ہم انہیں مرغوبات کی تحصیل اور بار بار دنیوی مقاصد کے اپنے مقابل و مخالف سے قہار کر کے دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے خود فکرت سے کام لیتے ہیں بڑے ہوشیار لال کرتے ہیں۔ اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے بڑے محقق اور باریک بین بنتے ہیں ایک ایک سوئی کے لئے بھی بڑی بڑی فکریں کرتے ہیں۔ لیکن جب انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوائے سنا تھا تو اس کے بارے میں غور و تحقیق کرنے سے انہیں کوئی نفع پیش آگیا تھا ہی نہ کہ وہ اپنی شیخی اور ہوائے نفسانی میں بہتے تھے دنیا کے فانی پر مائل ہو رہے تھے پس قانون انصاف کے موافق قیامت کے دن وہ خدا کے انتقام کے شحق ہوں گے سوائے انصاف کے آپترنگا برابر بھی ظلم نہ ہو گا اسی طرح آپ بہتیرے لوگوں کو دیکھیں گے جو لذات اور فانی مرغوبات حاصل کر رہے ہیں بہتے ہوئے ہیں اپنے عقائد کی فصیح اور عبادات و معاملات کے سیکھنے سے اپنے آپ کو انہوں نے بھل چھوڑ رکھا ہے اسکی ذرا پردہ انہیں کرتے اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ شریعت بہتیں ان چیزوں کے سیکھنے کی تکلیف دیتی ہے اور اسکا حکم کرتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہماری عقلوں میں اس کے سمجھنے کی طاقت ہی نہیں ہے انکو جان ہی نہیں سکتیں ہم اتنی سمجھ اور فکر کہاں سے لائیں جو ایسی باتوں میں غور کر سکیں حالانکہ مرغوبات دنیوی کے حاصل کرنے اور اپنی اذیتوں پر اپنے مخالفوں سے جھگڑنے میں آپ کو وہ بڑے دقیق فلاسفر اور محقق حکیم نظر آئیں گے پس اگر وہ اپنی عقلوں کو جو خدا نے انہیں عنایت کی ہیں اس قدر علم کے سیکھ لینے کی طرف متوجہ کرتے جتنا کہ خدا نے اپنے فرض کیا ہے تو وہ اپنے سیکھنے کی قابلیت اور سمجھنے کی ضرورت استدعا دیتے لیکن کاہلی اور شہوات میں بہتے رہتے اور ہر وقت متاع دنیا کی تحصیل میں انہیں مدہوش و سرگرداں بنا رکھا ہے اپنے ظاہر کو عمدہ عمدہ لباس سے آراستہ کرتے ہیں اپنے شکم کو طح طرح کے کپڑوں سے سیر کرتے ہیں اور ان کی عقلوں کو دیکھنے کے سچے علوم اور محارف حقہ کے زبور سے بالکل خالی ہیں پس وہ شریعت محمدیہ کی نظر میں کسی طرح معذور نہیں ٹھہر سکتے خدا اسے قیامت کے دن ان امور کی نسبت ضرور پوچھے گا جن چیزوں کے سیکھنے کا اسے انہیں حکم دیا تھا اور اسوقت اپنی کوتاہی کی وجہ سے طرح طرح کے عذاب کے مستحق ہوں گے۔

اسی نسبت مخالف نہ  
وہ عقلی اور علمی  
کا بڑا مضبوط  
رہا اور ان کے عقائد  
کیلئے اس کے لئے  
اور ان کے عقائد  
شریعت کی کوتاہی اور  
رکاوٹ کی وجہ سے  
کے لئے اس کے لئے  
اور ان کے عقائد  
کے لئے اس کے لئے  
اور ان کے عقائد  
کے لئے اس کے لئے

علیہ السلام ان فرقوں کے ساتھ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے جہالت۔ نادانی۔ اور گمراہی کی وجہ سے انکار کیا کرتے تھے۔ آپ کی برابر یہی کیفیت رہی کہ آپ ان کے لئے اپنے دعوے کے صدق پر برہین و دلائل قائم کیا کئے۔ اس لئے کہ وہ عقل و فصیحیت پیش کرتے رہے حتی الامکان ان کی تالیف قلب میں کوشاں رہے انکو راہ حق کی ہدایت کرتے رہے ایسی ہی دجوری رسالت کے ہوئے آپ کو ایک مدت گزر گئی اور آپ کو سوائے اس کے اور کچھ حکم نہ ملا کہ آپ انکو معصیت بتائی کرتے رہیں اور نہایت خوبی کے ساتھ انے مناظرہ کیا کریں لیکن جب عقول سلیمہ اور انظار صحیحہ کے نزدیک یہ بات ظاہر ہوئی

اور نہ ہر چہ کہ ان لوگوں کے ساتھ دلیل و برہان سے کام نہ چلے گا انہیں نصیحت لطف و بخشش کی اور انکو ہدایت کرنے کا کوئی  
 قرعہ نہ ہو گا بلکہ انہوں نے اپنی گمراہی میں پڑے ہوئے اور دین حق اور راہ راست کی پیروی قبول نہ کرنے اور اپنے نفس  
 کے ساتھ بدسلوکی کرتے رہنے سے گذر کر یہ طریقہ اختیار کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کی ایذا رسانی  
 میں کھینچ تابی نہیں کرتے تھے انہیں جب کبھی موقع ملتا تھا تو ان کے ساتھ منکاری و دغا بازی سے پیش آتے تھے ان کے  
 دین کے سہمہ میں ڈرگا لگاتے تھے ان کے لئے نئی نئی ضرر رساں باتیں ایجاد کیا کرتے تھے ان کے ساتھ شریروں اور  
 فساد یوں کا سامنا کرتے تھے تو پھر اس وقت خدا نے آپ کو اجازت دی کہ آپ اپنے اعدا را اور جھگڑو دشمنوں سے  
 جواب الکل کفہ طبعیت اور ناجحہ میں جہاد کریں اور بجائے ترغیب کے مجبوراً ترہیب سے کام لیں اور اس طرح پر ان کی ایذا رسانی  
 اور فساد کو دفع کریں اور سرکشی و عناد کی جڑ ہی کاٹ دیں اور ایسا تو بسا اوقات ہوتا ہے کہ نیکوں کی سلامتی کے لئے  
 شہریروں کی بیخ کنی پر جہاد کی جاتی ہے اور اگر کسی کا کوئی عضو مریض ہو جاتا ہے تو ہلاکت سے بچانے کے  
 لئے اس کا وہ عضو قطع کر دیتے ہیں لیکن خدا نے جہاد کو ایسے حدود پر مقرر فرمایا ہے جس سے رفیق و آسانی  
 کی بھی گنجائش باقی رہتی ہے اور شفقت و انصاف ہاتھ سے جلنے نہیں پاتا اور صورت انکی یہ ہے کہ مخالفین کو  
 پہلے اسلام اور خدا تعالیٰ کی توحید اور جتنی چیزیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں ان سب کی تصدیق کیجا نہ  
 موظنت حسنہ کے ساتھ دعوت دیجاتی ہے پس اگر انہوں نے قبول کر لیا تو بہت اچھی بات ہے پھر تمام مسلمانوں  
 کی طرح وہ بھی سمجھ جاتے ہیں اور اگر انکو قبول نہ ہوا تو پھر اگر وہ مشرکین عرب میں سے ہوئے جتنے نعت میں شریعت  
 محمدی نازل ہوئی ہے اور انکو کسی آسمانی کتاب یا دین کا شبہ بھی نہ ہوا بلکہ وہ بت پرست یا آتش پرست یا انہیں  
 کی طرح اور کوئی نکلے تو ان کے لئے حکم ہے کہ قتل کے ہائیں دجیسا کہ یہ حکم موسوی شریعت میں ساتوں فرقوں کے  
 حق میں تھا اور وہ فرقے جیشین ہیں اور جیگا ان کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ سفر کشمار میں ہے اور نیز ہی شریعت  
 میں مرتد اور بتوں کے لئے جانور فوج کرنے والے اور بتوں کی عبادت کی ترغیب دینے والوں کے حق میں بھی یہی  
 حکم تھا) اور اگر وہ مشرکین عرب میں سے نہ ہوئے تو ان سے کہا جاتا ہے کہ جزیہ اور اطاعت قبول کر کے صلح کر لیں  
 اگر انہوں نے اسے قبول کر لیا تو ان کی جائیں مسلمانوں کی جانوں کی طرح ان کے مال مسلمانوں کے مالوں کی طرح انکی  
 آہر مسلمانوں کی آہر کی طرح محفوظ ہو جاتی ہے ان حقوق میں فراہمی کوتاہی گوارا نہیں کیجا سکتی چاہے وہ ذرا ہی سی  
 بات کیوں نہ ہو یہاں تک کہ ان کی غیبت کرنا انکو گالی دینا یا کسی ادنیٰ لکڑ کر دینے والی شے سے ایذا پہونچانا ہرگز  
 جائز نہیں ہاں اگر کوئی ایسی ہی شہرہی وجہ پائی جائے جس سے مسلمانوں کو بھی سزا دیجا سکتی ہو تو انہیں کے مثل  
 انہیں بھی سزا دیجا تیگی جیسے مثلاً آداب کی غرض سے۔

اور اگر انہوں نے جزیہ دینا اور اطاعت کرنا بھی قبول نہ کیا تو پھر اس وقت ان سے محارہ کیجا جاتا ہے مسلمانوں کو انکا مال  
 اور انکا خون صلح ہو جاتا ہے وہ انکو غلام بنا سکتے ہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ان ساتوں مذکورہ  
 فرقوں کے علاوہ اور فرقوں کے حق میں یہی حکم تھا اور پھر جہاد کی کچھ حدیں بھی مقرر ہیں کہ ان سے تجاوز کرنا جائز نہیں



چنانچہ حکم ہے کہ بچے اور عورتیں نہ قتل کی جائیں اور نہ وہ اشخاص جو گوشہ گیری کو اپنے نزدیک عبادت سمجھ کر گوشہ گیر ہو گئے ہیں (یعنی راسخ) ان اگر ان میں سے کسی کی جانب سے یہ اندیشہ ہو کہ وہ مسلمانوں کی ہلاکت کا باعث ہو گا چاہے صرف طرح طرح کی تدبیریں ہی بنا کر کیوں نہ ہو تو وہ نہیں چھوڑا جاسکتا۔

اور شرائع سابقہ کے ماننے والوں میں سے جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہو گئے تھے ان میں سے بعض بعض نے شروع شروع میں جہاد کو نازیبا سمجھا تھا اس لئے کہ انہیں جانبین تلف کی جاتی ہیں۔ مال لوٹ لیا جاتا ہے۔ انسان کو غلام بنایا جاتا ہے۔ لیکن بعد اسکے کہ انہوں نے انصاف سے کام لیا اور شریعت محمدی کا شرائع سابقہ سے مقابلہ کے دیکھا تو انہیں کوئی چیز ایسی نہ ملی جو ان امور میں سے اس شریعت میں مصوبہ بھی جاسکے اور یا شرائع سابقہ کے ہر کام کے علاوہ کوئی نیا حکم پایا جاتا ہو۔ بلکہ کوئی چیز ایسی جو شرائع سابقہ میں نہ تھی اور یہاں پائی جاتی ہے اگر بیگی تو یہ ہے کہ اس میں بہت سی تحقیقات اور آسانیاں کر دی گئی ہیں جو پہلے نہ تھیں چنانچہ شریعت محمدیہ میں مشرکین عرب اگر ایمان نہ لائیں تو جہاں انہیں قتل کرنے کا حکم ہوا ہے اسکے ساتھ یہ بھی حکم ہے کہ ان کے بچے اور عورتیں قتل کی جائیں ان کا قتل کرنا حرام ہے بخلاف موسوی شریعت کے کہ اس میں فرقہ پختیشین وغیرہ سات فرقوں کے حق میں جبکا ذکر سفر استثنائیں ہے یہ حکم نہ تھا بلکہ ان کے لئے اس شریعت میں یہ حکم تھا کہ ان میں سے جتنے ذی حیات ہوں خواہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں یکے کے سب قتل کئے جائیں اور اسی موقع پر مذکور ہے کہ ان ساتوں فرقوں کی تعداد بی اسرائیل میں سے زیادہ تھی پس خدا نے بنی اسرائیل کی سلامتی کے لئے جو ایماندار تھے ان سب کے قتل کا یہ حکم دیا اور ان کے ہلاک کرنے کے بارہ میں نہایت شدت کے ساتھ امر فرمایا چنانچہ سفر عدد میں ارشاد ہے کہ اس زمین کے سارے بسنے والوں کو ہلاک کر دو اور پھر اگر تم اس زمین کے سارے بسنے والوں کو ہلاک نہ کرو گے تو جو لوگ ان میں سے باقی رہ جائیں گے وہ تمہارے لئے مہاری انہوں میں تیخوں کے مثل اور تمہارے پہلوؤں میں نیزوں کے مثل معلوم ہوں گے اور اس زمین میں جہیں تمہاری سکونت ہوگی تم پر ظلم کر بیٹھے اور پھر ان کے ساتھ جو معاملہ کرنے کا میں نے ارادہ کیا تھا وہ تمہارے ساتھ کروں گا رہا ساتوں فرقوں کے علاوہ اور فرقوں کے حق میں موسوی شریعت کا حکم وہ شریعت محمدی ہی کی طرح ہے کہ مخالف پہلے صلح کی جانب ہلائے جائیں گے۔ پس اگر اسکو منظور کریں اور اطاعت قبول کر لیں خواہ ایمان لا کر یا جزیہ اختیار کر کے تو بہت بہتر ہے اور اگر وہ اسکو منظور نہ کریں تو ان کے محاربہ و مقاتلہ کیا جائے پھر جب آپر خطر بآبی حاصل ہو تو ان کے مرد قتل کئے جائیں عورتیں اور بچے گرفتار کر کے لڑکی و غلام بنائے جائیں ان کے جانور اور مال و متاع سب لوٹ لیا جائے اور مجاہدوں کو تقسیم کر دیا جائے جیسا کہ سفر مذکور میں ہے (اسلامی کتابوں میں یہ مشہور ہے کہ غنیمت میں جو کچھ حاصل ہوتا تھا وہ پہلی استوں کے لئے حلال تھا بلکہ اسکا جلا دینا آپر واجب تھا ذرا یہ غور کرنے کی بات ہے پھر موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد انہیں احکام پر جو توجہ نہ دے یہ ممکن ہے کہ اگر انہم سابقہ میں بھی حکم ہوا یہ کہ بہت قلیل حصہ مجاہدین کا حق ہو باقی جلا دیا جاتا جو مخالف جاری شریعت کے کہ اس میں مجاہدین

میں تھے یوشع علیہ السلام چلتے رہے اور انہوں نے لاکھوں ہی کو قتل کر ڈالا جیسا کہ ان کی کتاب کے پہلے باب سے لیکر  
 گیارہویں باب تک کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے اور ان کی کتاب کے بارہویں باب میں اس کی تصریح موجود ہے کہ انہوں  
 نے کفار کے بادشاہوں میں سے اکتیس بادشاہ قتل کئے اور بنی اسرائیل کو ان کی مملکت پر تسلط حاصل ہو گیا۔ اور سفر تثنیہ  
 سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام ساری بستی کو لٹا کر ڈالتے تھے اور اہل ہام سورہ جزا اور علقہ میں سے کسی  
 مرد یا عورت کو زندہ نہیں چھوڑتے تھے ان کے جانور اور مال و متاع کو لوٹ لیتے تھے اور سفر مذکور میں ہے کہ موات کے رہنے  
 والے داؤد علیہ السلام کے غلام ہو گئے تھے اور ان کو خراج دیا کرتے تھے اور انہوں نے عافار سے ایک ہزار سات سو  
 سوار اور بیس ہزار اسکے پیادے لئے اور قبیلہ آرام میں سے ہائیس ہزار کو مارا اور یہ کہ انہوں نے مدیانون کے سات سو  
 گھوڑوں اور چالیس ہزار سواروں کو قتل کر ڈالا اور یہ کہ انہوں نے ان قوموں کو جو قرینہ رایہ میں رہتی تھیں گرفتار کر لیا اور ان کو  
 سے حیر ڈالا اور لوہے کے موسلوں سے انہیں کچلا اور پتھروں سے ان کے ٹکڑے کر دیے اور اسی طرح بنی شون کے سارے  
 قریوں کے ساتھ کارروائی کی اور اول سفر ملوک سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیا علیہم السلام نے ان لوگوں میں سے جو اسکا  
 دعوے کرتے تھے کہ ہم لوگ بھل کے بنی میں چار سو پچاس آدمیوں کو بیچ کر ڈالا اور پھر بھی داؤد علیہ السلام نے اپنے  
 تمام اعمال کو نیکیوں میں سے شمار کیا اور منجملہ ان کے اعمال کے ان کے جہادات بھی تھے اس لئے کہ انہوں نے زبور کے  
 اٹھارہویں باب میں کہا ہے اور میرا رب مجھے میری نیکی کے مثل جزا دے گا اور میرے ہاتھ کی باکی کے مثل مجھے  
 بدلا دیگا اس لئے کہ میں نے رب کے رستوں کی حفاظت کی ہے اور میں نے اپنے خدا کے ساتھ کفر نہیں کیا اس لئے کہ  
 اس کے سارے احکام میرے گے ہیں اور اس کے عدل کو میں نے اپنے سے دور نہیں ہونے دیا اور میں بلا عیب  
 اس کے ساتھ رہوں گا کیونکہ اس نے میرے گناہ سے میری حفاظت کی ہے اور خدا کے اس بات کی شہادت دیتی  
 ہے کہ ان کے جہادات اور جملہ نیک افعال خدا کے نزدیک مقبول ہیں کیونکہ اس نے اول سفر ملوک میں اس طرح کہلے  
 میرا بندہ داؤد ہے جس نے میری وصیتوں کی حفاظت کی اور پورے دل سے میری اطاعت اور میرے سامنے نیک  
 عمل کئے اور پولس نے ان انبیاء کے لئے شہادت دی ہے کہ کفار سے جہاد کرنے کے بارے میں ان کے اعمال  
 نیک تھے گناہ کے قبیل سے نہ تھے اور ان کا منشا قوت ایمان اور حق کے وعدوں کو حاصل کرنا تھا نہ تنگدلی اور  
 ظلم اگرچہ ان میں سے بعض کے افعال ظاہر نہایت ہی شدید قسم کے ظلم معلوم ہوتے ہیں خصوصاً بچوں کا قتل کرنا  
 جو گناہ سے بالکل بے لوث ہے اس لئے کہ اس نے رسالت عبرانیہ میں اس طرح کہا ہے اور میں کیا کہوں اس لئے کہ میرے  
 لئے وقت تنگ ہے اگرچہ جدعون - باراق - شمسون - یشتاح - داؤد - سموئیل اور ان انبیاء کا حال بیان کروں جنہوں  
 نے ایمان مالک پر غلبہ حاصل کیا۔ نیکی کے کام کئے سچے وعدے حاصل کئے۔ شیروں کے منہ بند کروئے  
 آگ کا اور ٹہنڈا کر دیا۔ تلوار کی دھار سے نجات پائی ضعف سے بچے رہے۔ جنگ میں بڑے شدید ہو گئے۔ بیگانوں  
 کے لشکروں کو شکست دی۔ اور اگر کوئی منہ پرٹ یہ کہے کہ داؤد کے جہادات تو سلطنت اور مملکت حاصل کرنے  
 کے لئے تھے تو ہم کہیں گے کہ ایسی بات دین کی کمی سے ناشی ہے کیونکہ داؤد علیہ السلام کا ان لوگوں کو خصوصاً

خدا کی عاقبت  
میں سے کچھ نہیں  
اور نہ خدا کی عاقبت  
میں سے کچھ نہیں  
اور نہ خدا کی عاقبت  
میں سے کچھ نہیں

عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا دو حال سے خالی نہیں یا تو خدا کے نزدیک پسندیدہ اور ان کو حلال ہو گیا خدا کے نزدیک بوجھل اور آپس حرام ہو گا پس اگر پہلی صورت ہو تو ثابت ہو گیا کہ پہلی شریعتوں میں خدا ہی کی جانب سے جہاد شروع تھا اور اگر دوسری بات ہو تو لغو و بالہ یہ لازم آتا ہے کہ خدا نے ان کے حق میں جھوٹی شہادت دی جس کو ہم سفر ملوک سے پہلے نقل کر چکے ہیں اور نیز اس بنا پر اپنے بارہ میں خود انہیں کا قتل چھوڑنا ہو جائیگا اور ان کے حق میں پولس کی شہادت کافی ٹھہریگی اور یہی بات ہے جسکو ہر وہ شخص جو ان کتابوں کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہو گا جہنم سے یہ احوال نقل کئے گئے ہیں ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا اور یہ بھی لازم آئے گا کہ ہزاروں بے گناہوں اور غیر واجب القتل لوگوں کا خون ان کی گردن پر بہا حالانکہ ہلاک کرانے کے لئے ایک نیک آدمی کا خون بھی کافی ہے تو پھر انکو آخرت میں کیونکر نجات مل سکتی ہے مختصر یہ کہ اگر ہمارے لئے خدا کے نزدیک جہاد کے مشہور ہوئے اور شریعت خداوندی کے موافق مخالف کو قتل کرنے کی دلیل سوائے اس کے دیکھی ہوئی کہ جیسے علیہ السلام اپنے نزول کے وقت وصال اور اسکے لشکر کو قتل کرینگے جیسا کہ اہل انساؤنٹی کی جانب دوسرے خط کے دوسرے باب میں اور شہادت کے نوں باب میں اسکی تصریح موجود ہے تو جب بھی ہمارے لئے یہی کافی دوائی دلیل ہے۔

جب ہم خدا کی عادت کی جانب نظر کرتے ہیں جو کہ فاعل مختار ہے اور جسکے افعال ظلم کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے سارے اعمال سراسر عدل و حکمت ہی پر مبنی ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے پاک کی یہ عادت ہے کہ وہ کھڑکے مہض رکھتا ہے اور آخرت میں یقیناً اُس کی سزا دیگا اور اسی طرح وہ گناہ کو بھی مہض رکھتا ہے اور کبھی کبھی کفار اور گنہگاروں کو دنیا میں بھی سزا دیتا ہے چنانچہ کبھی کفار کو علی العموم عرق کر کے سزا دیتا ہے جیسا کہ لوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تھا۔ پس اُن میں سے سوائے نکستی والوں کے اور کوئی نہ بچا اور کبھی خاص طور پر کسی کو عرق کر کے سزا دیتا ہے جیسا کہ فرعون اور اسکے لشکر کو اسنے عرق کر دیا اور کبھی دفعتاً ہلاک کر کے سزا دیتا ہے جیسا کہ اُسے جس رات بنو اسرائیل مصر سے نکلے تھے اہل مصر میں سے تمام انسان اور چوپایوں کی سب سے بڑی اولاد کو ہلاک کر دیا جیسا کہ سفر خروج میں ہے اور کبھی گنہگاروں کو برسا اور شہروں کو لٹ کر سزا دیتا ہے جیسا کہ لوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تھا کیونکہ اسنے سادوم اور عامورہ اور ان کے گرد و لاج کے بسنے والوں کو اسی طرح ہلاک کیا تھا اور کبھی بیماریاں پہنچ کر سزا دیتا ہے جیسا کہ اسدودیلوں کو اسنے بواسیر سے ہلاک کیا جیسا کہ پہلے سفر سموئیل میں مذکور ہے۔ اور کبھی فرشتہ کو پہنچ کر سزا دیتا ہے جیسا کہ اشوریوں کے لشکر کے ساتھ ہوا کیونکہ ایک رات میں فرشتہ نے اُن میں سے ایک لاکھ پچاسی ہزار کو قتل کر ڈالا جیسا کہ سفر ملوک ثانی میں مذکور ہے اور ایسے ہی گناہگاروں کو بھی کبھی دہنسا کر اور کبھی آگ سے جلا کر سزا دیتا ہے جیسا کہ اسنے قورح۔ وانان۔ اور ابیم وغیرہ کو ہلاک کر ڈالا جبکہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی۔ پس زمین بہت گئی اور قورح۔ وانان۔ اور ابیم اور ان کی عورتوں اور بچوں کو اور اُنکے مال و متاع کو لٹل گئی۔ پہر ایک آگ نکلی اور وہ ڈوبائی سو مردوں کو کھا گئی جیسا کہ سفر عدد میں مذکور ہے۔ اور کبھی دفعتاً ہلاک کر کے سزا دیتا ہے جیسا کہ قورح کی ہلاکت کے دوسرے دن جب بنو اسرائیل نے مخالفت کی تو اسنے چودہ ہزار سات سو کو ہلاک کر ڈالا۔ اور اگر بارون علیہ السلام مردوں اور زندوں کے درمیان نہ کھڑے ہو جاتے اور قوم کے لئے ہتھیار

نہ کرتے تو اس دن پروردگار کے غضب سے سب ہلاک ہو جاتے جیسا کہ سفر مذکور سے معلوم ہوتا ہے اور جیسا کہ اس نے  
 پچاس ہزار ستر آدمیوں کو اہل بیت شمس میں سے اس بنا پر ہلاک کر ڈالا کہ انہوں نے خدا کے تابوت کو دیکھا تھا جیسا کہ پہلے  
 سفر مسمومیل سے معلوم ہوتا ہے۔ اور کہیں موزی سانپوں کو ہر جگہ سزا دیتا ہے جیسا کہ بنو اسرائیل نے جب دوسری مرتبہ اسے  
 علیہ السلام کی مخالفت کی تھی تو اس نے ان پر موزی سانپوں کو بھیجا تھا اور انکو کاٹ کاٹ کر مارتے تھے چنانچہ ان میں سے بہتر  
 مرتبہ جیسا کہ سفر مذکور سے معلوم ہوتا ہے پس اس فرقہ نے بعد اسکے کہ جہاد کے بارہ میں شریع سابقہ کے احکام اور کفار  
 کے بارہ میں انبیاء کے اعمال اور کافروں اور گنہگاروں کے ساتھ خدا کی عادت وغیرہ میں غور کر کے دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ  
 جب یہ بات ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی شریعت کو ہمراہ لے کر خدا کے پاس سے رسول بن کر گئے ہیں اور یہ بات قطعی دلائل  
 سے پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے تو ان کی شریعت میں جہاد کی مشروعیت اور اپنے مخالفین کو قتل کرنے کے مال متاع  
 کو لوٹ لینے اور انکو غلام بنانے کے بارہ میں افہام کوئی چیز محبوب نہیں ہے سکتی خصوصاً جس حال میں کہ ان کی شریعت کے  
 جہاد میں بہ نسبت جہاد شریع سابقہ کے ہم سہولت اور تخفیف بھی پائے ہوں پس آپ کی شریعت شریع سابقہ کے مخالف  
 نہیں ہے اور نہ ہی ہے کہ خدا کے نبیوں کی شریعت کے ساتھ جو لوگ کفر یا گناہ کر کے مخالفت سے پیش آتے ہیں۔  
 ان کے ساتھ جو خدا کی عادت جاری ہے اس کے خلاف اور مضاوا آپ کی شریعت میں کوئی حکم ہو پس ہر شخص جو وحی کی تصدیق  
 کرتا ہو اور خدا کے پاس سے انبیاء پر شریع کے نازل ہونے کا یقین رکھتا ہو اس کے ذمہ واجب ہے کہ مشروعیت جہاد کے  
 بارہ میں خاصہ محمدی شریعت ہی پر مشتبہ اور صحن کو اپنے دل میں جگہ نہ دے رہا وہ شخص جو خدا کے عالم کا وجود ہی نہ مانتا ہو  
 اور نہ شریع کے نازل ہونے کا قائل ہو تو اس سے یوں گفتگو کی جائیگی کہ پہلے خدا کے عالم یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود پر استدلال  
 کیا جائے گا خدا کی وحی ثابت کرنا پڑیگی (جیسا کہ اسی فرقہ کے مناظرہ میں یہ ہو چکا ہے) پھر بعد اسکے کہ آپ حجت قائم کر دی  
 جائیگی اور وہ شریع کی تصدیق کا التزام کر لے گا تو اسکی بھی وہی حالت ہو جائیگی جو دوسرے اہل ملت کی ہے جو اس ملت  
 کی تصدیق کرتے ہیں پس آپ ہم اس شخص کے مقابلہ میں ثابت کر دیں گے کہ جو کچھ خدا نے شریع میں مشروع اور مقرر  
 کیا ہے وہ ضرور حقین ہے اور اسوقت اسے معلوم ہو جائیگا کہ جہاد کے بارہ میں محمدی شریعت شریع سابقہ کے مخالف نہیں  
 ہے بلکہ آپس میں بہت سی تحقیقات اور ہولتیں موجود ہیں جو شریع سابقہ میں نہ تھیں جیسا کہ اس کا بیان پیشتر گذر چکا ہے  
 پھر بعد اسکے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین شایع ہو گیا اور آپس جہاد مشروع ہو چکا تو ایک اور فرقہ کو یہ ہم سوا کہ یہ دین محض تعالٰی  
 کے زور سے قائم ہوا ہے اور اسی سے پہلے ہے اور یہ بات ایسی ہے جس سے جی میں شک پیدا ہوتا ہے اور آدمی کو یہ کچھ  
 کا موقع ملتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے پیرو ہیں وہ لوگ قتل سے دم کا رو بنیں اہل ہونے کے لئے مجبور کئے  
 گئے ہیں لیکن باوجود اس خیال کے اس فرقہ نے انصاف کو نہیں چھوڑا اور اسے ضروری سمجھ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 دین کی ابتدائی کیفیت کا پورا پورا حال دریافت کیا تو ان کے نزدیک غایت درجہ کی تعینش اور دقیقہ اور اس دین کی اجمالی حالت  
 کی تاریخ کے پچھنے سے یہ بات تحقیق ہو گئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلے پہل جب عرسے رسالت کرنے کے لئے ہوئے  
 تھے تو اسوقت تک تمنا اور بے یار و باز تھے نہ آپ کو کسی قسم کی حکومت حاصل تھی اور نہ آپ کا کنبرہ ہی ایسا ہی قدرت تھا

نہ  
 بعض لوگ ان کو  
 بخدا سے قائم ہے  
 اسکا رد اور اسکا  
 ثبوت کے بارے میں  
 بحث کرنا لازم ہے  
 لا ینکسر

جس کی حمایت کا آپ بہرہ ور کرتے بلکہ جمہور کے مابین جب آپ دعوے رسالت کر کے کھڑے ہوئے تھے تو آپ کے کنبہ اولاد کو باقی مخالفوں پر غلبہ حاصل ہو جانا اور ان سب کے مقابلہ کی تاب لاسکنا تو حجاز باخود انہیں لوگوں نے آپ کے دعوے کی سب سے پہلے کذیب کی اور آپ کے سخت دشمن ہو گئے اور آپ کے کنبہ کے شریر لوگ آپ کی ایذا رسانی اور آپ کو سبک دینے پر تیار اور آمادہ ہو گئے لیکن تاہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے پر برابر جہم سے اور ایذا رسائی کی ایذا دہی پر صبر کیا کے خلق خدا کو حق کی جانب بلانے اور ان کے لئے دلائل قاطعہ کرنے میں مشغول رہے اپنے دین کی ذیلیاں بظاہر کرتے رہے اور جس طریق پر وہ لوگ تھے انکی نمایاں دکھلاتے رہے یہاں تک کہ خدا کو جبکی ہدایت منظور تھی ان کے نزدیک حق بھی ہو گیا پھر حضور سلیم آپ کے دین کو قبول کرنے اور آپ کی شریعت کو مستحسن خیال کرنے لگیں اور جماعتیں کی جماعتیں آپ کی پیروی کو اختیار کرنے لگیں اور اس وقت آپ کو سیکے ایک قطرہ خون کے گرانے کا بھی حکم نہیں پایا گیا تھا اور آپ اپنے قرآن کی تلاوت کرتے تھے جس میں خدا کا یہ قول موجود تھا (لا اکرہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی) یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے ہدایت گمراہی سے تمیز ہو چکی ہے۔ اور یہ قول جس میں یہ و ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے (یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضربکم من ضل الا اہتدیتم) یعنی اے ایمان والو تم اپنے نفسوں کی خبر لو جب تم ہدایت قبول کر چکے تو جو گمراہی میں ہو گیا وہ (اور اس کا گمراہی میں رہنا) اہتار سے ہے نہ ضرر رساں نہیں ہو سکتا اور خدا کا یہ قول (و من کفر فلیہ کفرہ) یعنی جسے کفر کی اسکا کفر ہی پہنچا اور اس کے مثل اور اتنی بھی موجود نہیں۔ اور جس زمانہ میں آپ نے اس طریقہ کا التزام کر رکھا تھا اور ہر باد شروع بھی نہیں ہوا تھا تب ہی ایک جم غفیر آپ کا پیرونگیا تھا جیسا کہ آپ کے حالات کی تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ابوذر اور ان کے بہائی انیس اور ان کی والدہ (رضی اللہ عنہم) یہ سب اس زمانہ کے شروع ہی میں اسلام لے گئے تھے اور جب اپنے قبیلہ میں لوٹ کر گئے تھے تو ابوذر رضی اللہ عنہ کی دعوت اسلام کی وجہ سے غفار کا آواہ قبیلہ کا قبیلہ مسلمان ہو گیا اور آپ کی بعثت کے ساتویں برس قبل اسکے کہ آپ مدینہ کی جانب ہجرت کرتے اور ہجرت شروع ہوتا آپ کے متبعین میں سے نراری مرد و عورتوں کے کہ سے حبش کی جانب مشرکوں کے ستانے کے باعث سے ہجرت کر گئے تھے اور کچھ مسلمان مکہ میں باقی رہ گئے تھے اور کوئی بیس آدمی بھران کے نصرانیوں میں سے مسلمان ہو چکے تھے اور ایسا ہی صنعا و ادوی بعثت کے دسویں برس کے قبل ہی مسلمان ہو گئے تھے اور طفیل بن عمرو دوسری بھی ہجرت سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور یہ بہت بڑے شریف آدمی تھے ان کی قوم ان کی اطاعت کرتی تھی اور بعد اسکے کہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے اور انکی دعوت اسلام کے باعث سے ان کے والد اور والدہ دونوں مشرف باسلام ہو گئے اور مدینہ منورہ میں ہجرت سے پہلے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے عہد کی مدت سے ایک دن میں نبی اکرم کا قبیلہ کا قبیلہ اسلام لے آیا اور اس قبیلہ کے مردوں اور عورتوں میں سے کوئی ایسا باقی نہیں رہا جو مسلمان نہ ہو گیا ہو ہاں صرف ایک عورت بن ثابت رہ گئے تھے بعد کو اسلام لائے۔ اور ان لوگوں کے اسلام لانے کے بعد مصعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو دعوت اسلام کیا کرتے تھے یہاں تک کہ انصار کے مکانوں میں سے کوئی مکان ایسا نہ رہتا جس میں متعدد مسلمان مرد اور عورتیں نہ موجود ہوں ہاں مدینہ کے دیہاتوں میں سے کچھ کچھ



کے رہنے والے آئینہ اسوقت اسلام لانے سے باقی رہ گئے تھے۔ اور جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی جانب ہجرت کی تو  
 بریدہ اہلی نے اپنی قوم کے سرداروں سمیت مدینہ کے راستے میں آپ کی اطاعت قبول کی اور اسلام لے آئے۔ حبش کا  
 بادشاہ نجاشی بھی ہجرت کے قبل ہی مسلمان ہو چکا تھا۔ ابونہد، بنہم، بنہم، اور چار اور آدمی ہجرت کے پہلے ہی شام سے قاصد  
 بنکر آئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے اسی طرح اور بہتر اسلام لائے چکے تھے۔ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی۔ (رضی اللہ عنہم) اور  
 ان کی طرح اور لوگوں کا جو آپ کے مشاہیر متبعین ہیں سے ہیں ہجرت کے قبل ہی اسلام لے آئے ایک مشہور بات ہے کہ جب  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی صحیح صحیح تاریخیں تھا ہوں گے دیکھنے سے سارے مذکورہ ہر معلوم ہونے میں جس کا  
 جی چاہتا ہے دیکھ لے۔ پس منصفانہ غور و تامل سے یہیں معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قبل اسکے کہ آپ  
 مدینہ طیبہ ہجرت کر کے جائیں اور آپ کی شریعت میں جہاد و مشروع ہو کہ سے لے کر مدینہ تک پہل چکا تھا عقول سلیمہ اسکو  
 قبول کر چکی تھیں صحیح طبیعتیں اس کو اچھا سمجھتی تھیں حالانکہ اسوقت تک کسی قسم کے خوف اور ہراس کا نام و نشان تک نہ تھا  
 تو پھر آپ ہی دیکھ لیجئے کہ اسلام پر یہ تہمت کیونکر لگ سکتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تلوار سے قائم ہوا ہے اور  
 آپ کی شریعت زہر دہی پر مبنی گئی ہے اتنے بڑے بہتان کا وہ شخص تو ہرگز قابل نہیں ہو سکتا جس کی طبیعت میں ذرا بھی انصاف  
 پایا جاتا ہو اور جو شخص اس بات کی طرف نظر کرے گا کہ آپ کے باقی زمانہ میں اور پہلے اس کے بعد بھی آپ کے دین میں ہلکا سی خوف کے  
 لوگوں کی فوجیں کی فوجیں برابر داخل ہوتی رہیں اور آج تک داخل ہوتی چلی جاتی ہیں بلکہ باوجودیکہ لوگوں کو یہ بھی خوف ہوا کہ دین کے  
 دشمن اسلام لانے کے بعد ستمائیں گے تاہم وہ اسلام لانے سے باز نہیں رہے تو آپ تو اس امر کا خیال کرنے سے  
 یہ تہمت سرے سے مٹ جائیگی لیکن شرط یہ ہے کہ طبیعت میں انصاف ہو اور عقل سے آزادی کے ساتھ کام لیا گیا  
 ہو۔ ہاں جب پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد کثیر اور وافر ہو گئی اور یہ بات ظاہر ہوئی کہ نصیحت اور دلیل کی قوت ان  
 مخالفوں میں جو باقی رہ گئے ہیں کارگر نہیں ہو سکتی اور مخالفوں کے ساتھ نرمی اور بردباری کا معاملہ ہمیشہ کرتے رہنا انکی  
 کشمکش کو بڑھاتا رہیگا اور دین میں اس کے پیروی کرنے والوں کو مشوش نہ لائے رکھیں گے۔ اور انکو جرات نہ لایا گا کہ مسلمانوں کو  
 خوب ستمایا کریں تو اسوقت اس مصلحت سے آپ کے دین میں جہاد و مشروع ہوا اور انہیں ایسے عدل کے موافق حدود  
 مقرر کر دئے گئے جسکی وجہ سے ایذا رسائوں کی تکلیف دہی سے نجات مل سکے اور سنگدلی کی حد تک ذہن نہ پہنچنے  
 پائے چنانچہ یہی دیکھئے جو لوگ دین محمدی کی پیروی نہ کریں اسلام لائے ہی پر اکتفا کرتے رہے کہ وہ سلطان اسلام کی اطاعت  
 اختیار کر لیں اور اپنے مال میں سے کچھ دیا کریں تاکہ اہل دین کو دولت اسلام قائم رکھنے میں مدد پہنچتی رہا کرے اور انکی دنیاوی  
 ضرورتیں رفع ہوتی رہیں اور اہل اسلام جو ان لوگوں کی جنہوں نے کچھ دینا قبول کر کے سلطان اسلام کی اطاعت قبول کر لی ہے محتاج  
 کریں تو وہ مال اسکے مقابلہ میں بھی ہو جائے رہا ان کا آخرت کا معاملہ تو اسلام اسے پروردگار عالم کے سپرد کرتا ہے یا کبھی اسلام  
 آپ جو شریعت محمدی کا اتباع نہیں کرتے غلامی کا حکم عائد کرتا ہے تاکہ اسی طرح انکی ایذا رسانی کی غلطی مٹے اور اہل اسلام کے  
 کچھ دنیاوی کام نکل جائیں۔

اور بعض شرایع سابقہ کے مابین دین محمدی میں غلام کے جائز اور مشروع ہونے سے یہ دیکھ کر نفرت کرنے لگے کہ

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جہاد اور مشروع ہونا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ مسلمانوں کو کچھ دینا قبول کر کے سلطان اسلام کی اطاعت قبول کر لی ہے

انکی وجہ سے غلام پر بڑی روک ٹوک لگ جاتی ہے خصوصاً اسلئے کہ انہوں نے بعض ممالک میں غلاموں کو دیکھا کہ طرح طرح کے نظم جھیلے ہیں اور جیسا کہ یہ رسم کچھ زمانہ سے یورپ میں جاری تھی جس کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا اور بعض ممالک امریکا میں تک جاری ہے) چنانچہ ان ممالک میں غلاموں کو مار پڑتی ہے ان کی امانت کیجاتی ہے ننگے بھوکے رکھے جاتے ہیں چوپایوں کی طرح قید رہتے ہیں انہیں ایسے ایسے مشقت کے کام لئے جاتے ہیں جسکی وہ طاقت نہیں رکھتے گویا کہ نوع انسانی میں ان کا شمار ہی نہیں خاص کر کچھ وہ سیاہ رنگ کے بھی ہوں۔ اور یہ کہ ان کا آزاد کرنا دین کے کاروبار میں شمار نہیں کیا جاتا اور سوائے شاذ و نادر حالت کے ان کو کوئی آزاد نہیں کرتا اور وہاں ان کی حالت اتنی درجہ کے حیوانات سے بھی بدتر ہوتی ہے۔ پس ان لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ دین محمدی بھی شاید غلامی کو مازودان سب خرابیوں کے جائز رکھتا ہے اور غلام کے ساتھ ایسے ہی برے طور سے پیش آنے کی اجازت دیتا ہے اور شرائط سابقہ میں غلامی کے مشروع ہونے سے انکو کچھ سہو بھی ہو گیا۔ لیکن باوجود اس خیال کے انہوں نے اپنا رخ بدلا اور دین محمدی میں غلامی کے مشروع ہونے کی کیفیت میں نہایت تدقیق کے ساتھ غور کرنے لگے اور ان باتوں کو انہوں نے نہایت نال کی نظر سے دیکھا جن پر کہ غلامی کے مشروع ہونے کی کیفیت مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں کہ اہل دین کو ان کی دنیاوی ضرورتوں کے برآئے میں کچھ مدد ملے۔ اعدائے دین پر غلامی کے جائز کرنے سے ان کی ایذا رسانی سے نجات حاصل ہو۔ اپنے مخالفوں کی خدمت کرنے سے ان کی شوکت ٹوٹے۔ انکی پختا دفع ہو اور ساتھ ہی اسکے مسلمانوں کو بہت کچھ حسنین بھی کی گئی ہیں جسکے موافق غلام کی راحت محفوظ رہے۔ اور غلام اپنی زندگی بسر کرنے میں اپنے مولے کے مساوی رہ سکے اور اس طرح ہر گروہ وحشی بھی ہو گا تو ہمیں تہذیب اور تمدن آجائینگا اور شریعت محمدیہ ان سختیوں اور بدسلوکیوں میں سے جھگو بعض بعض قومیں اپنے غلاموں کے ساتھ برتا کر گئی ہیں کچھ بھی نہیں رکھتی نہایت سختی سے ان کی ممانعت کرتی ہے اور اخروی سزا سے ڈراتی ہے اور باوجود اسکے لوہا ہر مل کا وعدہ کر کے غلاموں کی آزاد کرنے کی ترغیب بھی دیتی ہے چنانچہ انہیں بہت سے ایسے وسائل مشروع کئے جہاں مقتضایہ ہے کہ غلام بکثرت اور عام طور پر آزاد کئے جائیں۔ ان کی غلامی کی مدت کم ہو جائے اور انہیں غلام اور اس کے مولے کے مابین اگرچہ آزادی کے بعد ہی کیوں نہ ہو ایسا علاقہ قائم کر دیا ہے جو علاقہ نسب کے مانند ہے۔ ہمیں سفید و سیاہ کا کوئی فرق نہیں کیا جاتا اور ان لوگوں کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس شریعت کے لسنے والوں نے یہ بات دیکھ کر کہ شریعت غلام کے ساتھ سادہ اور احسان کے ساتھ پیش آنے کی ترغیب دیتی ہے بہت سے ایسے طریقے اختیار کئے ہیں جن کا نتیجہ یہ ہے کہ غلاموں کے ساتھ نیکی اور سلوک کا برتاؤ کیا جائے اور یہ کہ بسا اوقات غلاموں کو غلامی کی بدولت ایسی نعمت ملتی ہے کہ اگر وہ غلامی میں داخل نہ ہوتے تو اس کا ملنا انکو ممکن نہ ہوتا۔ پھر انہوں نے شرائط سابقہ کی تفصیل کی دیکھ یہاں کی تو انہوں نے ان کتابوں میں جو شرائط سابقہ کی جانب مسموہ کیجاتی ہیں اسکا بھی تعریف پائی کہ غلامی ان میں بھی مشروع تھی پس دین محمدی میں غلامی کی مشروعیت پر جو ان کا اعتراض تھا اسوقتیہ انہوں نے اسکو واپس لیا اور کہنے لگے کہ جب اس میں کے ماننے والے اپنے نزدیک قطعی دلائل کیوجہ سے اس امر کا یقین کر رہے ہیں کہ ان کا دین خدا کی جانب سے مشروع ہے اور ان کے دین نے اپنے مخالفوں کا غلام بنانا انکے واسطے اسلئے مباح کر دیا ہے کہ وہ ان کج خدمت سے نفع اٹھائیں مخالفوں کی



یہ ہے (اور تم میں سے کوئی) (اپنے غلام کو) یہ نہ کہے کہ میرا بندہ بلکہ یہ کہا کہ میرا چھوڑا۔ میری چھوڑی میرا غلام اور وہ اپنے  
 شخصیت ہوتے وقت جو رسول اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام ہے وہ آپ کا یہ قول ہے (الصلوٰۃ دماغک یا کلمۃ یعنی نماز اور اپنے کلمہ  
 (غلام و لونڈی) کا بڑا خیال رکھنا) پس اہل انصاف غور کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں نماز کی وصیت کی ہے  
 جو کہ دین کا ستون ہے اور جس پر آپ کی آنکھوں کو دنیا میں ٹھنڈک حاصل ہوا کرتی تھی چنانچہ آپ نے فرمایا ہے (و جعلت قرة  
 عینی فی الصلوٰۃ یعنی نماز میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے) اس کے ساتھ ہی ساتھ اس وصیت کو بھی ذکر کیا ہے  
 جو آپ نے اپنے پیروی کرنے والوں کو مالیک (غلام اور لونڈیوں) کے بارہ میں فرمائی ہے۔

اور ناظرین یہ بھی دیکھ لیں کہ اپنے اپنے اصحاب سے استقال کے وقت جو آخری کلام کیا ہے وہ یہی دونوں باتوں (نماز اور مالک  
 مالیک) کی وصیت ہے پس یہ امر غلاموں کے بارہ میں پوری پوری وصیت کر جانے پر دلالت کرتے ہیں بالکل کافی و کافی ہے  
 اب سبارہ میں کسی اور چیز کے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں اور مالیک یعنی غلام و لونڈیوں کو تکلیف دینے سے ممانعت تو شرعی  
 نصوص میں ایک مشہور بات ہے یہاں تک کہ وار و ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا غلام آزاد کر دیا تھا اسے  
 اسے اپنی لونڈی کے ساتھ پا کر اس کے ناک۔ کان۔ کاٹ ٹٹے تھے اور اس کے دلاؤ سرکاری کر دیا اور مسلمانوں کو اس کی امانت کی  
 وصیت کر دی اور اس کے بعد آپ نے مسلمانوں کے بیت المال سے اس غلام کا نفقہ مقرر کر دیا اور آپ کے خلیفہ (عمر بن خطاب  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک شخص کی لونڈی کو آزاد کر دیا تھا جس نے اسے گرم توہ پر بٹھا یا تھا جس کی وجہ سے اس کے سر پر  
 جلگے تھے اور آپ نے اس شخص کو خوب پٹوایا اور ایسے بہت سے واقعات ہیں جن میں اپنے غلاموں پر سختی کرنے والوں کو  
 سخت سزا دی گئی ہے۔ اور غلاموں کی ایذا رسانی کے بارہ میں قیامت کے دن کی وعیدیں تو مشہور ہی ہیں۔

باقی رہی مالیک (یعنی غلاموں اور لونڈیوں) کے آزاد کرنے کی ترغیب تو اس بارہ میں تو شرعی نصوص اس اشاعت سے ہیں جن کا  
 کچھ شمار ہی نہیں اور یہاں ہم سیدہ ربیعہ پر اقتصار کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو اس کے آگے بچا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم کا یہ حال تھا کہ آپ مالیک کے آزاد کرنے کی برابر ترغیب دیا کرتے تھے اور شرعی نصوص میں وار و ہوا ہے کہ جو شخص  
 ایک جان کو بھی آزاد کر لگا خدا اس کے ہر عضو کے مقابلہ میں آزاد کرے والے کے ہر عضو کو لگا سے رہائی دے گا  
 یہاں تک کہ اس کو شکر مرد یہ پسند کر لے لگا کہ وہ کسی مرد کو آزاد کرے تاکہ اس کے پورے پورے اعضا رہائی پائیں اور عورت یہ چاہے  
 کہ وہ کسی عورت کو آزاد کرے تاکہ اس کے پورے پورے اعضا رہائی پائیں (ایسا ہی عضو و جواہر منیفہ میں بروایت حماد مذکور ہے  
 اور حماد نے ابراہیم سے روایت کی ہے اور ایسی حدیث کا حکم مرفوع حدیث کا سا حکم ہے۔ اور دوسرے لفظوں میں یہ حدیث

عن شریعت کا کافی ہے کہ کیا آزاد کر دے غلام یا لونڈی جب مر جائے تو اس کے قریب مندرج اس کا کوئی وارث ہو تو اس وقت اس کی میراث ہی آزاد کرنے والے کو ملتی  
 اور یہ کوئی اور چیز نہیں ۱۲ مترجم مرفوع و حدیث کھلائی ہے جس کا سلسلہ بروایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصریح ہو چکا ہے اور حدیث کا سلسلہ روایت  
 صحابی تک پہنچ کر سکوت کیا گیا ہے اس کو موقوف کہتے ہیں۔ اور یہ قول حدیث کا قاعدہ ہے کہ اگر صحابی کسی ایسی بات کی خبر دے جو بلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے ہوئے فیماس سے نہیں معلوم ہو سکتی تو گو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کی تصریح کی ہو تاہم وہ حدیث اس حدیث کے مثل نہیں ہوتی۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کی تصریح بھی کر دی گئی ہو یعنی حدیث مرفوع کے مثل ۱۲ مترجم

اس طرح مروی ہے جو شخص کسی رقبہ یعنی غلام یا لونڈی کو آزاد کرے خدا تعالیٰ اس کے ہر عضو کے مقابلہ میں آزاد کرنے والے کے  
 اعضاء میں سے ہر عضو کو ایک سے رہائی دیتا ہے یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کے مقابلہ میں اس کی شرمگاہ کو۔ اور اللہ تعالیٰ  
 کے قتل (کشتہ) کی تفسیر میں مروی ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے عرض کرنے  
 لگا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے (آپ نے فرمایا جان کا آزاد کرنا اور گردن کا  
 چھوڑنا) اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ دونوں امر ایک نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ جان کا آزاد کرنا یہ ہے کہ تو بلا کشت  
 غمبے اسکو آزاد کرے اور گردن کا چھوڑنا یہ ہے کہ تو اس کی قیمت میں مدد کرے (ایسا ہی تفسیر رازی میں ہے) یعنی اگر آزاد کرے  
 اپنے غلام سے کچھ روپیہ لے کر آزاد کر دینے کا وعدہ کر لیا ہو تو کوئی شخص غلام کو روپیہ دیکر اس کے آزاد کرانے میں معاون بن جائے  
 اور سب بارہ میں بہت سی تفصیلات بہری پڑی ہیں۔

رہا یہ امر کہ شریعت محمدیہ سے ایسے وسائل اور ذرائع مقرر کئے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ غلام بکثرت اور عام طور پر آزاد  
 کئے جائیں اور ان کی غلامی کی مدت کم ہو جائے سو وہ یہ ہیں کہ اس کے آزاد کرنا بہت سی جاتیوں کا مشروع میں کفارہ قرار دیا ہے  
 جیسے کہ کسی کا دھوکے میں قتل کر ڈالنا۔ جرمضان کا روزہ پلا عذر توڑ ڈالنا۔ قسم کھا کر اس کے خلاف کرنا۔ اور شریعت نے بعض  
 ممنوع چیزوں سے رہائی پانے کا ذریعہ بھی آزاد کرنے کو قرار دیا ہے جیسے کفارہ ظہار کا اسلئے کہ جو اپنی عورت سے ظہار کرتا ہے  
 اس کے لئے جب تک کہ وہ کفارہ نہ ادا کر دے اپنی عورت کے پاس جانا یا اس کے مقدمات جیسے بوسہ وغیرہ لینا ہرگز جائز نہیں اور  
 کفارہ میں جس چیز کا اول مطالبہ کیا جاتا ہے وہی آزاد کرنا ہے بہر حال وجودیکہ مطلقاً آزاد کرنا شریعت میں محسن ہے اور اگر آپ کو  
 کا بھی وعدہ ہے لیکن تاہم بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس قدر محنت نہیں کر سکتے کہ غلام آزاد کر کے اپنے ہاتھ سے اس قدر  
 مال جانے دے سکیں تو شریعت نے ان کا لحاظ کر کے مکاتبت کو مشروع قرار دیا ہے اور مکاتبت یہ ہے کہ آقا اپنے غلام کے  
 ساتھ اس بات پر متفق ہو جائے کہ اگر غلام اتنا مال ادا کر دے گا تو وہ آزاد ہو جائیگا پس اس وقت آقا کو مال حاصل کرنے کی سہولت  
 کے لئے اپنے غلام کو آزادی دینی پڑیگی۔ اور جب وہ غلام اس قدر مال جتنے پر شرط ٹھہری تھی ادا کر دے گا تو آزاد ہو جائیگا اور شریعت  
 نے آزادی کے لئے ایک اور عقد بھی مشروع کیا ہے جسے عقیقہ مال کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آقا اپنے غلام سے  
 کہے کہ ہزار روپے پر مثلاً تو آزاد ہے پس اگر غلام اسے قبول کر لے گا تو فوراً آزاد ہو جائیگا۔ اور اس کے ذمہ آٹھ روپوں کا ادا کرنا  
 ہوگا جتنے پر شرط ٹھہری ہے اور نیز شریعت نے اس شخص کے حال کا لحاظ کر کے جسے غلام سے خدمت لینے کی مدت اچھڑوڑ  
 میرگی عریض کرنے کو مشروع کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آقا اپنے غلام کو اپنے بعد آزادی دیدے پس بچوں کہے کہ میرے لئے  
 کے بعد تو آزاد ہے پس ایسی حالت میں غلام کا بیچنا۔ ہرے کرنا۔ کسی کو خیرات میں اسکا دیدینا۔ رکن رکینا ممنوع ہو جاتا ہے اور وہ

ف  
 وہ مال جو غلام کی  
 آزادی کے لئے  
 مشروع ہے

عہ یعنی کسی گردن کا چھوڑنا ۱۲ مترجم  
 عہ ظہار شریعت میں اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی عورت کو اپنی ماں بہن وغیرہ (جن کے ساتھ سے نکاح کرنا حرام ہے) کے کسی ایسے عضو  
 سے جس کی طرف سے دیکھنا جائز نہیں مثلاً بیٹہ یا شرمگاہ وغیرہ تشبیہ دیکر اپنے اوپر حرام کرے مثلاً یوں کہے کہ تو میرے اوپر میری ماں کی پشت یا  
 شرمگاہ کے مانند حرام ہے ۱۲ مترجم



اپنے آقا کے مرنے کے بعد فوراً آزاد ہو جانا ہے اور شریعت نے وصیت بالعتق بھی مشروع کی ہے اور یہ بھی ملحوظ کیا ہے کہ غلام کے بعض بعض مالکوں کو آزادی کے مذکورہ اسباب میں سے کسی کا بھی اتفاق نہیں پڑتا اور نہ نہیں آزاد کر کے ثواب حاصل کرنے کی ایسی رغبت ہی ہوتی ہے لیکن ایسا اوقات وہ کسی نفع کے حاصل کرنے کی غیبت یا کسی مصرت رساں شے سے خوف کے وقت خدا سے یہ امید کر کے نیک کام کر گزرے ہیں کہ اسکے سبب سے ان کا مقصد حاصل ہو جائیگا اسلئے اس نے آزاد کرنے کی مذمت کو مشروع کیا ہے کیونکہ امید ہے کہ ان دونوں چیزوں میں سے کسی کے حاصل ہونے کے وقت وہ مذکور چیزیں یا ایسے لوگ جو اپنے آپ کو کسی کام کے کرنے یا اس سے باز رہنے کو لازم کرنا چاہتے ہیں تو ایسا اوقات اپنے اور پر ایسی شرط لگا لیتے ہیں جس کا کرنا ان پر نہایت دشوار ہوتا ہے تاکہ جس امر کا انہوں نے التزام کیا ہے اسے پورا کر سکیں اس لئے اس نے آزاد کرنے کے حلف کو مشروع کیا ہے کیونکہ شاید جس چیز کا انہوں نے التزام کیا تھا اس کے خلاف کر گزریں اور اسی بہانہ سے ان کے غلام کو آزادی بخائے پس جب کوئی تامل کرنے والا امور مذکورہ میں غور کرے تو اس سے معلوم ہو جائیگا کہ ان سے مقصود یہی ہے کہ اتنے اسباب میں سے کسی نہ کسی سبب سے غلام کو ایسے طریق پر آزادی بخا جو شریعت میں پسندیدہ ہو۔ اور یہ خدا کا انعام ہے کہ اس نے غلاموں کی آزادی پہلے اور ان کی غلامی کی مدت کم کرنے کی چیز سے اس نے ایک فیصلے مقرر کر دیے پھر چونکہ شریعت نے موسیٰ کو لونڈی کے نفس کا مالک بنایا ہے اسلئے اس کی شرمگاہ کا ہی اس کو مالک قرار دیا ہے اور اس کے لئے یہ بات مباح کر دی ہے کہ وہ لونڈی کو ستر پہ بنائے بیٹھے اس سے صحبت کیا کرے کیونکہ شریعت کو یہ منظور ہے کہ اس کی نسل معطل نہ رہے اور اپنے مولے کی حمایت میں رہنا اس کی اولاد کو اختلاط نسب سے محفوظ رکھے پس اس وقت وہ اس کی زوجہ ہی کی طرح ہوگی اس کی اولاد کا نسب محفوظ رہیگا بخلاف زنا کے کیونکہ انہیں یہ بات نہیں پہنچے ان رعایتوں کے جو اس لونڈی کے ساتھ اس بات کے مقابلہ میں کہ مولے کو اس کے ساتھ صحبت کرنا جائز ہے کی گئی ہیں اور وہ رعایت بخلاف وسائل آزادی بھی ہے اور وہ یہ امر ہے کہ شریعت نے ایسی لونڈی کے لئے جو اپنے مولے سے بچہ جنمی ہو چاہے وہ بچہ جس کے اعضاء ظاہر ہو گئے ہوں کم دنوں کا ہی کیوں نہ ساقط ہو گیا ہو یہ حکم کیا ہے کہ وہ سنبلاہ اور ام ولد ہو جاتی ہے یعنی اس وقت مولے پر اس کا بچپا۔ جب کہ زنا۔ رزن رکھنا۔ اور اسی قسم کے اور تصرفات سب ممنوع ہو جاتے ہیں اور اس کے مرنے کے بعد وہ بالکل آزاد ہو جاتی ہے پس اس حکم میں غور کرنا اس امر کی قطعاً دلیل ہے کہ شریعت کو لونڈیوں کے ساتھ کیا کچھ رعایت منظور ہے اور ان کے حالات پر کہاں تک نظر ہے۔ اور آزادی کے بکثرت وسائل ہیں جس میں کہ صلہ رحم بھی ہوتا ہے اور قرابت منہ دل میں سے باہر دم و حشمت بھی دفع ہوتی ہے شریعت نے یہ بات مشروع کی ہے کہ جو شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ ملوک اس شخص پر آزاد ہے اور غلاموں کے ساتھ محبت اور شفقت کی رعایت میں سے یہ امر ہے کہ شریعت ماں اور اس کے چھوٹے بچہ کے درمیان یا اسے اور اس کے باپ کے درمیان یا ایسے دو شخصوں کے درمیان محرمیت کا علاقہ پایا جاتا ہو اور ان میں سے ایک بڑا اور دوسرا کم سن ہو یا اسی طرح کے عہد ذی رحم محرم سے ایسا عہد ہو جسے جس کے ساتھ ہم جنی پریش کا علاقہ پایا جاتا ہو اور اس سے اسکے عورت ہونے کی قدر پر نکاح نہ ہو سکتا جو جیسے باپ یا بیٹی کا مالک ہو جائے تو یہ بیٹا یا بیٹی آزاد ہو جائے گے ۱۲ ترجمہ

دو چھوٹوں کے درمیان ان میں سے کسی ایک کو دوسرے شخص کے ہاتھ سے بیچ وغیرہ کر کے جلائی ڈال دینا اور ایک کو دوسرے کے  
علیحدہ کر دینا مکروہ و ناگوار سمجھتی ہے خلاصہ یہ کہ اس عادل شریعت نے آزاد کرنے پر رغبت دلانے والی۔ غلامی کی مدت  
کم کرنے والی۔ اور غلاموں کے لئے رحمت و شفقت کی ضروری کرنے والی اشیاء میں سے کوئی شے ایسی نہیں چھوڑی  
جس کی ترغیب نہ دلائی ہو اور اس کے لئے متعدد ابواب نہ کھول دیے ہوں۔ آپس جو انتظام اس لئے غلامی کے بارہ میں کیا ہے  
انہیں سچے طور پر بخور کرنے سے ہم یہی پاتے ہیں کہ اس نے غلامی کو صرف بقدر ضرورت مشہور و مجاہد کیا ہے۔ اور اسے بظاہر  
کو بھی اس کے انداز پر رکھا ہے اور اس میں ایسے اسلوب کا لحاظ کیا ہے جس سے خالصین کی شوکت ٹوٹ جائے اور ان کی پریشانی  
سے نجات ملے اور پیروان شریعت کا کام چلے ان کو نفع حاصل ہو اور غلام کی راحت بھی محفوظ رہے اور اس سے تمام ضرر رساں اشیاء  
مٹ جائیں اور اس سے دشواریوں سے بچ جائیں نجات حاصل ہو اور حق الامکان اس سے حرج دور رہے۔

رہا یہ امر کہ شریعت محمدیہ نے غلام کے لئے اس کے اور اس کے مولے کے مابین ایک قسم کا رشتہ و قرابت قائم کی ہے پس ان  
آپس کا یہ ہے کہ اس نے غلام کے آزاد ہونے کے بعد ان دونوں کے مابین ولاہ کا حکم کیا ہے۔ اور اس ولاہ کے احکام میں سے یہ  
امر ہے کہ جب وہ آزاد کردہ غلام کسی جنایت کا خطا مرتکب ہو جس سے دیت (خون یا مال) لازم آئے تو وہ دیت اس کے لئے اور  
عصبات مولے سے حصہ رسد ہی لیتی ہے تو گویا یہ غلام اپنے مولے کا بیٹا یا بہن یا بھائی ٹھہرا اور یہ امر آزاد کردہ غلام کی رعایت و نظر  
دیکھ جانے کے ثبوت میں بالکل کافی و دافی ہے کیا ان سارے امور مذکورہ کے بعد بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلمان غلام  
کو خصوصاً ان میں سے جو شیعوں کو انسان نہیں شمار کرتے بلکہ آدمیت کے درجہ سے گھٹا ہوا شمار کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہرگز  
نہیں۔ ان کی شریعت ان کو آدم اور جواری ہی کی اولاد سے شمار کرتی ہے لیکن ہاں ان کے ساتھ ایسے معاملے کی بھی اجازت دیتی ہے  
جس سے ان کا شر دفع ہو اور تمام ان کو رحمت و شفقت سے محروم نہیں کرتی۔ ان کی اس ردگ ٹوک کی مدت کم کرنے میں ذرا  
کو تاہی روا نہیں رکھتی۔

رہا یہ امر کہ پیروان شریعت محمدیہ نے اس پر نظر کر کے کہ ان کی شریعت غلاموں کے ساتھ سلوک و احسان سے پیش آنے کی  
ترغیب دیتی ہے بہت سے ایسے طریقے اختیار کئے ہیں جس کا نتیجہ غلاموں کے ساتھ نیکی اور احسان سے پیش آنا ہوتا ہے  
اور یہ کہ بسا اوقات ان کو وہ نعمتیں غلامی کی بدولت حاصل ہو جاتی ہیں جن کا حاصل کر لینا اگر وہ غلامی میں داخل نہ ہوتے تو کسی  
طرح ناممکن نہ تھا پس یہ بات ان امور سے جو مسلمانوں میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں بالکل صحیح و ظاہر ہو جاتی ہے اور وہ امور یہ  
ہیں کہ ان کا اپنے بڑوں اور آزاد کردہ غلاموں پر وقاف کو وقف کر دینا۔ ان کے لئے میراث کی وصیت کر جانا وغیرہ چنانچہ بہت سے  
غلام ان احسانات اور میراث کی بدولت اپنے مولے کی اولاد سے بھی زیادہ مالدار ہو گئے ہیں اور بہتوں نے اپنے مولے

سے ولاہ قرابت کو کہتے ہیں شریعت کا حکم ہے کہ اگر کوئی شخص غلام کو آزاد کر دے تو ان دونوں میں ایک قسم کی قرابت قائم ہو جاتی ہے جس کا ثمرہ یہ ہے  
کہ اگر غلام مثلاً کسی عظیم مالدار کے قریب (عصبہ) کی طرح اس کے مولے اور اقارب مولے کو دنیا ہوگی اور  
اگر غلام مر جائے اور اس کا کوئی عزیز وارث نہ ہو تو اس کی میراث اس کے مولے کو ٹیکگی ۱۲ مترجم

غلام کی کویت  
غلامی کے بارے میں  
شریعت محمدیہ  
جو غلاموں کے  
ساتھ نیکی  
اور احسان سے  
پیش آنا ہوتا ہے

کی لڑکیوں سے شادی کر لی بلکہ بہتیرے مولے ایسے بھی ہیں جو غلام کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیتے ہیں بلکہ انکو اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے ہیں یا اپنی بیٹی انکو بیاہ دیتے ہیں اور بہتیرے ایسے بھی غلام ہیں جو امیر یا سلطان بن گئے ہیں (جیسا کہ شاہانِ مصر جنگی شہرت عالمگیر سے اور کافر خشیدی کی نسبت تمام لوگوں کو یہ بات معلوم ہے) اور بہتیرے آزاد کردہ غلام مرثیہ جاد اور شمس علیہ جیسے کہ قصار اور افتاز تک بلکہ مرتبہ اجتناب تک پہنچ گئے ہیں (اس بارہ میں آپ کو عطار بن ابی رباح کا حال معلوم ہو جائے گا) ہے جو کہ فقہ کے ایک جلس القدر امام ہیں غلیفہ آن کی دیانت کی تمنا میں رہا کرتا تھا اور دروازہ سے انکو پیش قدمی کر کے لیتا تھا اور اپنے پہلو میں نشست کے لئے جگہ دیتا تھا اور یہ امر اس بات کے بیان کرتے ہیں کہ غلاموں کو غلامی کی بدولت کیا کچھ نعمتیں مل جاتی ہیں کہ اگر وہ غلام نہ ہوتے تو انکو ہرگز نصیب نہ ہوتا بلکہ وہ اپنے دشمنی شہروں میں اپنی اپنی موٹی چھوٹی حالت میں پھر رہتے اب کیا اسکے بعد بھی کہا جاسکتا ہے کہ شریعت محمدیہ غلاموں کو آدمیت کے مرتبہ سے گرا ہوا اعتبار کرتی ہے اور انہیں انسانیت کے حقوق نہیں دیتی ایسے بہتان سے خدا کی پناہ ۱۔

اور اگر کہا جائے کہ ہم تو بعض مسلمانوں کو سمجھتے ہیں کہ اپنے غلاموں کے ساتھ وہ ایسی ایسی سنگدلی کا معاملہ کیا کرتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ ہاں بعض ایسے احسن بھی تو ہیں جو عادل اور مہربان شریعت کے احکام کو چھوڑ کر اپنی اولاد کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں جبکہ شریعت ہرگز پسند نہیں کرتی اور نہ شفقت و رحمت اسکی اجازت دیتی ہے لیکن ایسے لوگ بہت نادر اور قلیل الوجود ہیں۔ تو کیا ان سنگدلوں کو دیکھ کر یہ کہا جائیگا کہ سارے مسلمان اپنی اولاد سے ایسی ہی بری طرح سے پیش آتے ہیں اور اس سے یہ نتیجہ نکال لیا جائیگا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسا کام ہی نہ کریں جس سے نیچے پیدا ہوں۔ بلاشبہ یہ بہت بڑا نتیجہ بنیادی دلیل سے پیدا ہوا ہے کیونکہ یہ بات تو ہر عقل مند جانتا ہے کہ احکام صرف عام اور شریک فعل پر مبنی ہوا کرتے ہیں قلیل اور نادر الوجود اور پریشانی نہیں ہوتے بلاشبہ بعض مہذب و متعین ممالک میں جو ذرہ ذرہ اور غلاموں پر ایسی ایسی سنگدلیاں سنی جاتی ہیں جس سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور یہ انہیں متحان اور مہذب لوگوں میں شیان ہیں جو انسانی ہمدردی اور شفقت پر چڑھیں ہونے کے دعوے مارا کرتے ہیں اگر یہی معاملہ مسلمانوں میں اپنے غلاموں کے ساتھ عام طور پر رائج ہوتا اور ان کی شریعت کی انہیں اجازت ہوتی تو البتہ شریعت محمدیہ میں غلامی کے برا سمجھنے کی ظاہر وجہ ہو ہی سکتی تھی لیکن یہ بات ہرگز نہیں ہے چنانچہ پوری تلاش و استقرا اور اسلامی تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے اور جو شخص مابوہل قائم کے ہوئے محض متعصب اور خود غرض اشخاص کی اشاعت اور غیر محقق لوگوں کی خبروں پر اعتماد کر کے اسکے خلاف کہتا تو سمجھ جیئے کہ وہ شخص مسلمانوں پر اور ان کی شریعت پر بدگمانی کر کے غلط اور جھوٹی تہمت لگا کر بہتان باندھتا ہے۔ خدا ہم کو ایسے افکار بہتان اور جھوٹ سے بچائے۔ ہم پناہ میں رہے جس سے انسانی شرافت پر ہٹے لگے۔

رہا یہ امر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے پہلے جو شریعتیں تھیں ان میں بھی غلامی مشروع ہے اور جو کتابیں ان شرائع کی جانب منسوب کی جاتی ہیں ان میں اس کی تصریح موجود ہے اسکے بیان کے لئے قوریت کی بکثرت آئیں جو اپنے مخالفوں کے غلام بنالینے پر دلالت کرتی ہیں کافی ہیں منجملہ اسکے کتاب استنار میں ہے کہ جب تو کسی قریہ کے پاس اس سے مقابلہ کرنے کو جائے پہلے اسکو صلح کی طرف بلا لیں اگر وہ قبول کرے اور تیرے لئے دروازے کھول دے تو جسے فرقہ اس میں ہوں گے وہ

غلاموں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا جو ان کی شریعت کی اجازت دیتی ہے لیکن ایسے لوگ بہت نادر اور قلیل الوجود ہیں۔ تو کیا ان سنگدلوں کو دیکھ کر یہ کہا جائیگا کہ سارے مسلمان اپنی اولاد سے ایسی ہی بری طرح سے پیش آتے ہیں اور اس سے یہ نتیجہ نکال لیا جائیگا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسا کام ہی نہ کریں جس سے نیچے پیدا ہوں۔ بلاشبہ یہ بہت بڑا نتیجہ بنیادی دلیل سے پیدا ہوا ہے کیونکہ یہ بات تو ہر عقل مند جانتا ہے کہ احکام صرف عام اور شریک فعل پر مبنی ہوا کرتے ہیں قلیل اور نادر الوجود اور پریشانی نہیں ہوتے بلاشبہ بعض مہذب و متعین ممالک میں جو ذرہ ذرہ اور غلاموں پر ایسی ایسی سنگدلیاں سنی جاتی ہیں جس سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور یہ انہیں متحان اور مہذب لوگوں میں شیان ہیں جو انسانی ہمدردی اور شفقت پر چڑھیں ہونے کے دعوے مارا کرتے ہیں اگر یہی معاملہ مسلمانوں میں اپنے غلاموں کے ساتھ عام طور پر رائج ہوتا اور ان کی شریعت کی انہیں اجازت ہوتی تو البتہ شریعت محمدیہ میں غلامی کے برا سمجھنے کی ظاہر وجہ ہو ہی سکتی تھی لیکن یہ بات ہرگز نہیں ہے چنانچہ پوری تلاش و استقرا اور اسلامی تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے اور جو شخص مابوہل قائم کے ہوئے محض متعصب اور خود غرض اشخاص کی اشاعت اور غیر محقق لوگوں کی خبروں پر اعتماد کر کے اسکے خلاف کہتا تو سمجھ جیئے کہ وہ شخص مسلمانوں پر اور ان کی شریعت پر بدگمانی کر کے غلط اور جھوٹی تہمت لگا کر بہتان باندھتا ہے۔ خدا ہم کو ایسے افکار بہتان اور جھوٹ سے بچائے۔ ہم پناہ میں رہے جس سے انسانی شرافت پر ہٹے لگے۔

کر بیٹے اور تیرے غلام نہیں گئے بچہ جزیہ دینگے۔ اور سفرِ مدد سے ماخوذ ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عجب بارہ ہزار آدمیوں کو اہل مدین کے بخارہ کے لئے بھیجا تھا تو ان پر وہ لوگ غالب آئے تھے اور ان میں سے سارے مردوں اور پانچ بادشاہوں کو قتل کر ڈالا تھا اور ان کی عورتوں بچوں اور مویشی سب کے سب کو گرفتار کر لیا تھا۔ دیہاتوں۔ اور شہروں کو آگ سے جلا ڈالا تھا پھر جب وہ لوگ واپس آئے تو موسیٰ علیہ السلام غضبناک ہوئے اور کہنے لگے تم نے عورتوں کو کیوں زندہ رکھنے دیا پھر ہر لڑکے (مذکورہ) اور ہر شوہر و یدہ عورت کو قتل کرنے اور کنواری لڑکیوں کے باقی رکھنے کا حکم کیا پس ان لوگوں نے ویسا ہی کیا جیسا موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا تھا اور غنیمت میں چہ لاکھ بچہ ہزار بکریاں۔ بہتر ہزار گائیں۔ کچھ ہزار گدھے۔ بتیس ہزار کنواری لڑکیاں تھیں پس یہ آیت اس شریعت میں دشمنوں کے یہاں تاک کہ لوگوں اور شوہر و یدہ عورتوں کے قتل کے جائز ہوئے والانت کرنے کے ساتھ ہی غیر شوہر و یدہ عورتوں کو بڑی بنا لینے پر بھی دلالت کرتی ہے اور سفرِ مدد میں ہے اور عوار کے لئے داد علیہ السلام کے حکم کے خلاف دیتے تھے اور تھوڑا سا کچا بپولس کے پہلے خط کے چھٹے باب میں تصریح موجود ہے کہ وہ تمام لوگ جو غلام ہیں راہ روشن کے نشان کے نیچے ہیں پس انہیں چاہئے کہ اپنے سرداروں کو پورے اکرام کا مستحق سمجھیں تاکہ خدا کے نام اور اس کی تعلیم پر بہتان نہ مالد جائے اور جتنے سردار مسلمان ہیں وہ انکو حقیر نہ سمجھیں کیونکہ وہ بہانی ہیں بلکہ چاہئے کہ ان کی بہت زیادہ خدمت کریں اسلئے کہ جو فائدے میں شرکت رکھتے ہیں وہ مسلمان اور پیارے ہی لوگ ہیں اسکی تعلیم سے اور ہی کا وعظ کہہ انتہی۔

اس نص سے شریعت عیسوی میں غلامی کا ثابت و برقرار رہنا سمجھا جاتا ہے اور یہ کہ غلاموں کو پورے اکرام کے ساتھ اپنے مالکوں کو تکلیف دی گئی ہے اگر انکے مالکوں کو ان کا غلام بنالینا اس شریعت میں مشروع نہ ہوتا تو انکو انکی اطاعت و خدمت کا ہرگز حکم نہ کیا جاتا اسلئے کہ شرائع سے جو بات معلوم ہوتی ہے اس کے موافق مکلف کو ایسی چیز کے کرنے کا حکم نہیں کیا جاسکتا جو خدا تعالیٰ کے نزدیک معقوت و منغوض ہو۔ اور اس سے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ اپنے اپنے مالکوں کی اطاعت واجب ہے چاہے وہ ایماندار بھی نہ ہوں کیونکہ پہلے عموماً کہا گیا پھر ایماندار مالکوں کی اس امر کے ساتھ تخصیص کر دی گئی کہ وہ انکو حقیر نہ سمجھیں اور ان کی بہت زیادہ خدمت کریں اور اگر غلام بنانا اس شریعت میں جائز و مباح نہ ہوتا تو وہ شریعت مسلمانوں کے غلاموں پر ان کی رعایت اور زیادہ خدمت لازم کر کے لوگوں کو اپنا غلام بنانے رکھنے پر مسلمانوں کو برقرار نہ رکھتی چنانچہ یہ سب امور ظاہر ہیں اور تنطیس کچا بپولس کے خط کے دوسرے باب میں یہ تصریح موجود ہے "اور غلام اپنے مالکوں سے بستی سے پیش آئیں انکو تمام چیزوں میں راہی رکھیں انکے خلاف کوئی بات نہ کہیں انکے ساتھ اچکا پن نہ کریں بلکہ پوری پوری نیکی کے ساتھ امانت سے پیش آئیں تاکہ وہ ہمارے مخلص یعنی اللہ کی تعلیم کو تمام امور میں مزین کریں انتہی۔ اور یہ نص افادہ میں پہلی نص کے قریب ہی فریچہ اور لپٹے اس قول "انکو تمام چیزوں میں" کے ظاہری عموم کے موافق پہلی نص پر اس بات کو اور ہرانی ہے کہ غلاموں کے ذمہ اپنے مالکوں کی اطاعت واجب ہے یہاں تک کہ ایسے امر میں بھی کہ وہ خدا کی نافرمانی ہی کیوں نہ ہو جیسے کہ مثلاً جب مالک اپنے غلام کو زنا کا حکم کرے لیکن شریعت محمدیہ میں اپنے مالک کی ایسے امر میں اطاعت کرنا غلام پر واجب نہیں ہے کیونکہ انہیں یہ قاعدہ ہے کہ خالق کی نافرمانی کے ساتھ کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔ پس غلام پر واجب ہے کہ

خدا کی نافرمانی کے علاوہ اور امور میں اپنے مولے کی اطاعت کیا کرے مگر ہاں جب آپس پر زبردستی کی جائے اور اسے قتل وغیرہ کی جہکی دیکھئے تو اس وقت اس بارہ میں اس کا حکم غیر ملوک شخاص کا سا ہے یعنی اگر آپر ایسی زبردستی کی جائے تو بعض گناہ زبردستی کی وجہ سے اس کے لئے متبع ہو جاتے ہیں اور بعض متبع نہیں ہوتے جیسا کہ اس شریعت میں اس کی تفصیل کی گئی ہے اس موقع پر جو کچھ مذکور ہوا ہے وہ نص بالا میں اس قول "تمام چیزوں میں" سے جو ظاہری عموم سمجھا جاتا تھا اس کے موافق بیان کیا گیا لیکن ہاں اگر یوں کہا جائے کہ پولس کے خط میں جو نص موجود ہے اس کے قول "تمام چیزوں میں" سے جو عموم سمجھا جاتا ہے دوسری نصوص سے اس کی تخصیص کر لی گئی ہے اور وہ نصوص شریعت عیسوی کی جہاں جہاں ایسا منسوب کی جاتی ہیں ان میں اس موقع کے علاوہ اور مواقع مذکور ہیں اور پولس کے پہلے خط کے دوسرے باب میں مذکور ہے اے خادمہ پوری میریت کے ساتھ اپنے مالکوں کے لئے پست ہو جاؤ نہ فقط نیک اور نرمی کرنے والوں ہی کے لئے بلکہ سختی سے پیش آنے والوں کے لئے بھی انتہی۔ اور اس نص نے اگرچہ لفظ کے اعتبار سے غلاموں کو ذکر نہیں کیا بلکہ غلاموں کو ذکر کیا ہے لیکن اس کا قول "مالکوں کے لئے" یہ قرینہ اس امر کو معین کرتا ہے کہ غلاموں سے غلام ہی مراد ہیں اور اس نص میں اطاعت واجب کی گئی ہے یہاں تک کہ سختی سے پیش آنے والوں کے لئے ہی اور اگر غلام اس قرینہ کا اعتبار نہ کیا جائے تو ہمیں اپنا مطلب ثابت کرنے کے لئے پہلے ہی کی دونوں نص بالکل کافی ہیں۔ پس جب اس قوم کے لئے جو شریعت محمدیہ پر غلامی کے بارہ میں اعتراض کرتی تھی امور مذکورہ الصدر ظاہر ہوئے اور انکو اس شریعت میں غلامی کے مشروع ہونے کی سختی اس کے حدود اور شریعت کی وہ عنایتیں اور رعایتیں جو اسے غلاموں کے ساتھ مد نظر رکھی ہیں معلوم ہوئیں جنکی وجہ سے غلاموں کی راحت محفوظ رہتی ہے بلکہ کبھی کبھی انکو بہت سی نعمتیں حاصل ہو جاتی ہیں اور چونکہ غلامی کی شدت کی کمی کا باعث ہو جاتی ہیں اور انہوں نے موسوی و عیسوی شریعت کی ان نصوص میں بھی غور کیا جو غلامی کے مشروع ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور یہ بتلائی ہیں کہ غلامی ان دونوں شریعتوں میں موجود تھی تو اس وقت وہ کہنے لگے کہ شریعت محمدیہ پر اس بارہ میں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ عدل کے موافق حکم ہے آپس میں دو ضرروں میں سے اچھے فوج کا ضرر اختیار کیا گیا ہے اور یہ قاعدہ عقل کے موافق ہے اور اس میں شفقت و رحمت اور انسانیت کی حتی الامکان رعایت مد نظر رکھی گئی ہے اور ہمیں ضرورت کو اسی کے انداز پر رکھا ہے پس اس بیان کے بعد ہر منصف اور وحی و شریع کے قصد پر کرنے والے کے لئے کوئی اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

رہا دشمنوں کا مال چھین لینا اور ان پر خراج (ٹیکس) مقرر کرنا سو آپس میں بھی اعتراض و جواب کے اعتبار سے ویسی ہی گفتگو ہو سکتی ہے جو غلامی کے بارہ میں کی گئی اس لئے اب تطویل کی حاجت نہیں معلوم ہوتی بلکہ غلامی اور جہاد کے مسئلہ کی بابت جو دلائل اور شرائع متقدمہ کی نصوص مذکور ہوئیں وہی کافی ہیں انہیں سے اس بارہ خاص میں مستقل گفتگو کرنے سے استغناء ہو جاتا ہے چنانچہ یہ امر سچے طور پر غور کرنے سے بخوبی ظاہر ہے۔ خدا اس کی توفیق دے۔ کیونکہ وہی توفیق کا مالک ہے۔

پھر بعد اسکے کہ شریعت محمدیہ میں جہاد مشروع ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخالفوں کے ساتھ محاربہ اور ایسا سا شروع کیا جو خدا نے اس بارہ میں مشروع کیا تھا تو آپ ان میں سے بعضوں کو انکی ایذارسانی کے موقع کرنے اور اپنے

شریعت محمدیہ کے ساتھ معاملہ اور ان کے ساتھ جہاد کی بات



اور دین کی حفاظت و نصرت کی غرض سے قتل کرنے تھے اسلئے کہ یہ تمام امور بغیر ان کے قتل کے پورے نہیں ہو سکتے تھے اور بعضوں کو غلام بناتے تھے بعضوں پر خراج (ٹیکس) مقرر کرتے تھے اور ان سے اطاعت کا عہد لیکر انکو صاحب ذمہ بناتے تھے اس طرح ہر کہ جو حقوق لقمہ حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو حاصل ہوا انکو بھی دے جائیں اور جن امور سے مسلمانوں کو ضرر پہنچ سکتا ہے (یعنی خلاف قوانین تعزیرات اسلام کے عمل کرنے کی صورت میں) اور وہ سزا کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ انہیں امور سے وہ بھی سختی فرماتے تھے۔ اور ان کی حمایت و حفاظت اور ان کے حقوق کی مراعات و نگہداشت مسلمانوں پر واجب ہو جاتی تھی۔ جان۔ آبرو اور مال کے اعتبار سے ان کی ایذا رسانی حرام ہوتی تھی اور آپ انہیں یہ شرط لگا دیتے تھے کہ شریعت کے چند ایسے احکام کا بھی اہتمام کریں جنکے باعث سے دوسروں کے حقوق پر ان کی افراط پر دازی اور فحش سے حفاظت رہے۔ اور انکو ان کے دین پر رہنے دیتے تھے اور اپنے اعتقاد کے موافق انہیں اپنی مذہبی رسمیں ادا کرنے کی عام اجازت ہوتی تھی لیکن ایسے طریق پر جس سے دین محمدی کی شان و شوکت محفوظ رہے اور ان کے پیروی کرنے والوں کے خیالات کو براگندہ کی نہ لاحق ہونے پائے اور ان کا اخروی اور قیامت کا معاملہ خدا کے سپرد کرتے تھے اور غلامی یا خراج کو آپ وقت آپ کو مقرر کرتے تھے جبکہ آپ یہ دیکھتے تھے کہ یہ امر ان لوگوں کی ایذا رسانی کے دفعیہ کے لئے کافی رہے اور یہ کہ جو کچھ خراج آپ مقرر کیا گیا ہے ہر وان شریعت کے لئے ہی نفع کا باعث ہو گا اور اپنے دشمنوں کے ساتھ بخار بہ کر لے نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حال کنوئیں پر کے ڈول کی طرح تھا کہ کبھی ان کے ہاتھ اور کبھی ان کے گلے بھی آپ انہیں غالب لاتے تھے اور کبھی وہ لوگ مسلمانوں پر اور یہ بات خدا کی منجملہ عادات کے ہے کہ ان سے اپنے رسولوں کے بارہ میں بڑا کرنا لیکن آخر کار خدا کی جانب سے پوری پوری آپ ہی کی مدد ہوتی تھی اور آپ ہی فوجیاب ہوا کرتے تھے (اور انجام نیک تو متقیوں کے لئے ہے ہی) یہاں تک کہ بہت سے شہروں پر آپ کا تسلط ہو گیا اور متعدد قبائل آپ کی اطاعت میں سرنگوں ہو گئے اور خدا نے اپنے دین کو اتنی دینوں پر غالب کر دیا اور وہ ہر بر غالب رہا اور ہمیشہ ریگیا اور اگر انکو سیغنی غلبہ کسی زمانے میں نہ بھی ہو تبم لہل ویران اور بچنے عقلوں کے اسکو سختی شمار کرنے کے اعتبار سے تو اس کا غلبہ کہیں نہیں گیا ہے۔

پھر آپ کے دین کے بعض دشمن قلعوں اور دوسروں میں پناہ گزین ہو گئے تھے اور آپ ان کے لئے ہمیشہ موقع کے منتظر رہتے تھے اور ان کی ہدایت پر حرمیں ہو کر برابر ان سے دلائل کے ساتھ مراسلہ کرتے رہتے تھے اور اپنے اتباع کو انکی وصیت کیا کرتے تھے کہ ایسے طریق پر جو ان کے معاملہ میں مشروع ہے جب کبھی موقع اور وقت لے انکو برابر دعوت اسلام کرتے رہیں اسکو چھوڑیں نہیں۔ اور یہ حکم قیامت تک جاری رہیگا۔

پھر بعض شیعوں نے ظاہر تو یہ کیا کہ وہ آپ کے دین کے متبع اور پیروان دین اور اس کے نصرت کرنے والوں کی ٹری میں منہمک ہیں اور واقعی بات یہ تھی کہ وہ اپنے دلوں میں تکذیب کو چھپائے رکھتے تھے اور اس پر برا بھلا کہنے والا امر ان کے لئے باتو تھے تھا اور ان غیبتوں کی طرح تھی جو خدا نے آپ کے اور آپ کے اتباع کے ہاتھوں پر فتح دی تھیں پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم شروع شروع میں باوجودیکہ آپ کو ان کی حقیقت حال اور بدینی کی پوری اطلاع تھی تاہم انکو اپنے اتباع کے زمرہ میں شمار کر لیتے تھے اور ان کے مخفی خیالات اور رادوں کو فاش کر کے انہیں رسوا نہ کرتے تھے اور نہ انکو ضرر پہنچاتا اور رکھتے تھے

جو لوگ آپ کو برا بھلا کہتے اور دشمنی کرتے انکا حکم ازاد نہ تھا بلکہ انکو سزا دینی تھی اور عذاب الیم

اِس خیال سے کہ کہیں دشمن یہ بات نہ شلیح کر دیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیروی کرنے والوں کو اپنی تصدیق کے بارے میں جھوٹا سمجھتے ہیں اور انکے اخلاص میں شک کرتے ہیں اور انکو اپنے اغراض ہر کے لئے مار ڈالا کرتے ہیں اور یہ ایسی بات تھی جس سے لوگوں کو شکرِ حضرت پیدا ہوتی اور جو لوگ متوجہ بھی ہوتے انکے ارادے بھی پھر جاتے خصوصاً جبکہ دین اپنے نشوونما کی ابتدائی حالت میں تھا۔ لیکن جب شوکتِ اسلام کو قوت ہوئی اور اُسکے بہت سے مدد کرنے والے ہو گئے اور اُسکا نوچ جاگیا اور یہ بات عام طور پر ظاہر ہو گئی کہ اپنے صحاب کے ساتھ آپ کا معاملہ محض خیر خواہی اور خالص شفقت پر مبنی ہے اور ان باطل اشاعت کی کوئی گنجائش نہ رہی تو اسوقت آپ کے مولے و مالک (خدا) نے ان منافقوں اور دوزخی لوگوں کی فضیحت۔ سرزنش۔ ملامت کی اور اس امر کی آپ کو اجازت دیدی کہ آپ اپنے مخلص پیروی کرنے والوں کو اپنے اور انکے مکہ سے ڈرایا کریں پھر اس کے بعد یہ لوگ منقسم ہو کر دو فرقے بن گئے بعض نے تو جب اہل دین سے مخالفت کی اور اس پاک و سادہ دل شخص کی حقیقت پر مطلع ہوئے اور انہوں نے اپنے باطل اعتقادات اور اُنکے درجہ کی عادات و رسوم کا شریعت سے مقابلہ کیا تو انکی نیت خالص اور دل صاف ہو گیا اور گو پہلے منافقانہ ایمان لائے تھے لیکن پھر حقیقی مومن بن گئے اور پھر اُنکا شمار بھی بہترین اتباع اور بڑے بڑے انصار میں ہونے لگا اور بعض خوف کی حالت میں عداوت کا گھونٹ پی پی کر اپنے لُغاف پر جھمکیا ہے اور ان لوگوں نے اگر اپنی جانوں کو توار کی دھار سے بچا بھی لیا تو کیا ہوا آخرت میں اُن کو دردناک عذاب آٹھانا ہی پڑے گا۔

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے لوگوں کی یہ علامت قرار دی ہے جو انکے لُغاف کا عنوان اور فروماگی کی دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ منافق جب کوئی بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ خدا تعالیٰ سے ہم دین۔ دنیا۔ آخرت سب کی حفاظت اور سلامتی کی دعا مانگتے ہیں۔

ن  
وہ لوگ جو اسلام کے  
مکمل ہو جائیں گے  
بعد رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے  
جو کچھ چاہیں گے  
وہ اللہ اور اسکی  
رحمت سے

یہ تو ہو چکا اب سنئے کہ جب خدا تعالیٰ اپنے نازل کئے ہوئے قرآن کریم اور آپ کی استوار سخت سے جملی اُنسے اپنے رسول پاک کی جانب وحی کی تھی اپنے دین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر پورا کر چکا خدا آپ کو آپ کی شان کے مناسب ہماری جانب سے جڑائے خیر و برکت تو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپ نے رفیقِ اعلیٰ کو اختیار کر لیا۔ خدا نے سچانے اپنے دین کو پورا کر کے ہمارے ادھر بہت ہی بڑا احسان کیا اور ہم کو بہت بڑی بزرگی سے سرفراز کر دیا چنانچہ اپنے آپنے بالکمال رسول پر اس روز جو ہمارے لئے عید اکبر تھا اپنے اس قول کو نازل فرمایا اَیُّوْمَ اکملت لکم دینکم و تمتم علیکم نعمتی و رضیت لکم لا سلام دیناً یعنی آج کے دن میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر چکا اور تمہارے لئے اپنے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔ یہ کیسی کامل نعمت ہے اور کتنا ذی فضل احسان ہے پس ہم اسکے عطا کرنے والے خدا کے پاک کی حمد اور اسکا شکر کرتے ہیں جیسی حمد و شکر کا وہ سزاوار ہے اور سارے محامد اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جسے ہم کو اسکی ہدایت کی اگر اللہ ہرگز توفیق ہم ہرگز ہدایت نہ پاسکتے تھے۔ اور اس آیت کریمہ کا نازل ہونا بلا شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی خبر دینا تھا جیسا اُس بات کو آپ کے صدیقِ اکبر اس آیت کو سنتے ہی سمجھ گئے اور دسٹے لگے کیونکہ فوراً پھر سے اُنکے لئے یہ امر ظاہر ہو گیا تھا اور مومن خدا کے نور سے دلچسپ رہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جہاں جانا اور دنیا میں آپ کا وجود شریف تبلیغ دین کی حکمت کے لئے تھا چنانچہ

دین کامل ہو چکا تو بعد اسکے دار فناء سے دار بقا کی جانب کہ وہی دار قرار ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے سوا  
اور کیا رہ گیا پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا سے خوشی خوشی تشریف لے گئے اور حال یہ ہے کہ آپ نے راہ راست نکلا دیا  
جو کچھ خدا کے پاس سے لائے تھے سب اسکے بندوں کو آپ نے پہنچا دیا براہ راست کی بغیر غواہی میں رہے انکو ایسے روشن  
رہستہ پر چھوڑ کر گئے جس کی رات بھی دن کے مانند ہے انکے دلوں میں اپنی ایسی محبت جاگزیں کر گئے ہیں جسکو کبھی کہنگی عارض  
ہی نہ ہو اور ایسی الفت جو کبھی نہ جائے ان لوگوں کی روحیں بھی آپ پر فدا ہیں ہر زبان آپ کی حمد و شکر کی ثنا خواں ہے  
پس خدا تعالیٰ آپ کو تمام امت کی جانب سے جزائے جزا سے اور آپ کو وسیلہ اور درجہ رفیع و عالی دار البقار میں غایت فرما  
اور آپ کے مولے سبحانہ کی جانب سے آپ پر اور آپ کے ذی کرامت کنبہ والوں پر جو کہ ہدایت کے انوار ہیں اور آپ کے  
ذی عظمت صحابہ پر جو کہ تبارکی کے چراغ ہیں اشرف صلوات اور ازاں کی تحیات جب تک رات و دن آتے جاتے رہیں اور  
نہاں کا دورہ ہوتا رہے نازل ہوا کریں۔ اللہم آمین

اور چونکہ یہاں پر اگر ہمارا اصل کلام ختم ہوا اور خدا نے بقدر امکان دین اسلام کی حقیقت اور حقیقت کے بیان کرنے میں ہر کوشش  
غایت فرمائی اسلئے ہمیں مناسب ہے کہ ہم اپنے آخری کلام میں ایک خاتمہ اور ایک تنبیہ لکھیں خدای تعالیٰ توفیق دے و الا ہے  
خاتمہ تو اس امر کی تحقیق میں ہے کہ دین محمدی اپنے عقائد (کہ جسکو اصول کہتے ہیں) اور احکام سمیت (جسکا کہ نام فروع ہے)  
قرآن شریف اور ان احادیث بنویہ سے ماخوذ ہے جو ہمارے پیشوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ان اصول و فروع  
میں سے کوئی شے ان دونوں مآخذوں سے علیحدہ نہیں ہے اور یہ دونوں مآخذ بلا شک دین کے پورے پورے شکل  
ہیں اور دلیل اس کی وہی آیت ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں من محمدی کے کامل ہونے کی تصریح کرتی  
ہے اور عقائد اگرچہ شمار میں آسکتے ہیں کہ الفاظ سے ان کا صراحتاً یا قریب قریب صراحت کیا گیا ہے کہ دین اسلام فروع اس قدر ہیں  
اگر صراحتاً یا قریب قریب صراحت کے الفاظ نہ ہو تو بتا دیجئے گا کہ اس قدر الفاظ کی حاجت پڑتی ہے جلدیں کی جلدیں جو جانینی اور اسکے ثبوت میں کیا کم  
ہے کہ نئے نئے کواذات زمانہ کے لئے سے فروع ہی نئے نئے ہو جاتے ہیں پس قرآن شریف اور احادیث کریمہ نے  
بقدر کفایت عقائد اور بہترین فروع کی تصریح کر دی ہے اور کچھ قواعد کلیہ و ضوابط بتلائے ہیں جو فروع و مسائل کے جم  
غفیر کو شتمل ہیں یا ان میں سے بہترین امور پر اشارت یا کنایات دلالت کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ دین  
محمدی میں چھٹی چیزوں کی حاجت ہے قرآن اور احادیث میں صراحتاً یا کنایات سب کی سب موجود ہیں اور چونکہ ان سب کا  
سمجھ لینا امت میں سے ہر شخص کا کام نہیں اسلئے خدا تعالیٰ نے ان دونوں عظیم اصولوں سے احکام کے نکال  
لینے اور عام اسکے لئے شائع کروانے کے لئے دو اور طریقے مشروع کئے ہیں چنانچہ ان دونوں طریقوں میں ایک طریقہ  
محمدیہ کا کسی امر پر اجماع و اتفاق کر لینا ہے یعنی ان لوگوں کا اجماع کر لینا جو دین کی کافی معرفت اور شناسائی رکھتے ہیں کیونکہ انکا  
اجماع خطا سے محفوظ اور معصوم قرار دیا گیا ہے اسلئے کہ وہ لوگ سوائے ایسے امر کے جس کو انہوں نے مخصوص قرآن اور  
احادیث سے سمجھ لیا ہوگا اور کسی امر پر ہرگز اجماع نہ کریں گے اگرچہ انہوں نے اپنے مآخذ کی تصریح نہ کی ہو اور دوسرا طریقہ ایسے شخص  
کا اجتہاد ہے جس کو خدا نے دین میں فہمید غایت کی ہو اور قرآن عظیم اور احادیث رسول کریم کے احکام کی سمجھ عطا فرمائی ہو پس خدا

فائدہ اس بات سے کہ  
میں کہ اسلام کا  
قرآن و حدیث کا  
امت اور امت کی  
نہیں

تعلیل لے لیے شخص کو اجتہاد کی اجازت دی ہے جو اجتہاد کی قابلیت رکھتا ہو اور یہ منصب ایسے لوگوں کو عطا فرمایا ہے جن کا فضل امت میں ظاہر ہو چکا ہو۔ پس امت نے ان دونوں مآخذوں (قرآن اور احادیث) سے انہیں دونوں طریقوں کے ذریعہ سے احکام استنباط کرنا شروع کئے یہاں تک کہ احکام دین کی تصریح سے ان کے لئے احکام اجتہاد یہی کافی ہو گئے اور ان کو اپنی عبادات، معاملات، آداب و حدود میں جتنی چیزیں لازم تھیں سب دستیاب ہو گئیں۔ پھر علماء امت نے ان صفات سے بحث کی ہے جنگا و جود ایسے شخص (مجتہد) میں ضروری ہے اور جن کی وجہ سے وہ اجتہاد اور قرآن و احادیث سے حکام استنباط کرنے کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے پس انہوں نے ان کو ان شرائط میں منحصر پایا جن کا آگے بیان ہوتا ہے۔

پہلی شرط تو یہ ہے کہ یہ شخص قرآن شریف کے علم پر حاوی ہو اس طرح پر کہ اسکے لغوی اور شرعی معانی سے واقف ہو۔ لغوی معانی سے تو اس طرح پر کہ (الفاظ) مفردات اور مرکبات کے معانی اور ان کی خصوصیتوں سے واقفیت رکھتا ہو جو ان میں معانی کے سمجھنے کے اعتبار سے پائی جاتی ہوں۔ اور اسکے لئے کئی علموں کی حاجت ہوگی۔ اول تو علم لغت کی جس سے وہ معانی معلوم ہوں گے جتنے لئے عربی لغت کے (جہیں کہ قرآن نازل ہوا ہے) الفاظ مفردہ وضع کئے گئے ہیں۔

دوسرے علم صرف کی جس سے عربی لغت کے الفاظ مفردہ کی بنا اور اسکے معنیوں کے احوال معلوم ہوتے ہیں۔ تیسرے علم نحو جس سے عربی لغت کے الفاظ مفردہ کے وہ حالات جو مرکب ہونے کے وقت انکو لاحق ہو کر رہتے ہیں اور نیز اس وقت ان کے بنی اور حرب ہونے کی کیفیت اور اسکے ایسے معانی پر دلالت کرنے کا حال جو ترکیب پیدا ہو جایا کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے۔

چوتھے علم معانی جس سے کلام عربی کے وہ حالات معلوم ہوتے ہیں جن سے وہ کلام مقتضائے حال (یعنی موقع و محل کے مقتضا) کے مطابق ہوتا ہے۔

پانچویں علم بیان جس سے ایک معنی کو مختلف طریقوں سے ادا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس امر میں یہ قیمیم ہے کہ ان علوم مذکورہ کو اسے سنبھال لکھ کر حاصل کیا ہو یا اپنے سلیقہ سے اُن سے واقفیت رکھتا ہو جیسا کہ مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال تھا۔ رہا قرآن کے شرعی معانی کا جاننا سو اس طرح پر ہے کہ ان معانی سے واقفیت رکھتا ہو جو احکام شرعیہ میں ٹوٹا ہوا ہے مثلاً خدا تعالیٰ کے اس قول میں (او جارا احد منکم من الخائط) میں یہ حالت ہو کہ خائط سے مراد حدیث ہے (یعنی بدن سے کسی نجاست کا لگانا جو ناقض وضو ہے) اور یہ کہ حکم کی علت زندہ انسان کے بدن سے نجاست کا لگانا ہے اور نیز وہ شخص (مجتہد) قرآن شریف کے اقسام جو اصول فقہ میں مذکور ہوتے ہیں جانتا ہو یعنی خاص۔ عام۔ مشترک۔ مجمل۔ مفسر۔ محکم۔ مطلق۔ مقید۔ جیج۔ کنایہ۔ ظاہر۔ نصی۔ تشابہ۔ دال بعبارتہ۔ دال بشارتہ۔ دال باقتضائہ۔ دال بدلائلہ۔ مفہوم معتبر۔ امر و نہی کا مقتضا اور اسکے علاوہ وہ امور جن کا علم اصول میں ذکر ہوتا ہے کہ جو علوم و مینیہ میں سے بہت ہی عظیم علم شمار کیا جاتا ہے اور ان اقسام کا محض جاننا ہی کافی نہیں بلکہ اس کو یہ بھی معلوم ہو کہ فلاں شے خاص ہے اور فلاں عام ہے اور یہ ناسخ ہے اور وہ منسوخ ہے۔

عفاً عن لغت میں اس میدان کو کہتے ہیں جو دست ہو اور اس سے پانچواں سے کنایہ کیا جاتا ہے لے کر ثبوت زمینی میں قضاائے حاجت کے لئے بیٹھتے ہیں ۱۱ کنائی بنی الارباب۔

دیگرہ وغیرہ۔

اور یہ اخیر (یعنی نامح و منسوخ کا جاننا) مخصوص کے مزل کی تاریخ سے واقفیت رکھنے پر موقوف ہے اس طرح ہر کہ فلاں شخص پہلے نازل ہوئی پھر فلاں اسکے بعد نازل ہوئی اور یہ امور معانی کے جاننے کے مغایر اور انکے علاوہ ہیں۔ لیکن امور مذکورہ کے مواقع کا اس طور پر جان لینا کافی ہے کہ حکم کے طلب کرنے کے وقت انکی طرف رجوع کرنے پر قدرت ہو یہ نہیں کہ نہانی یاد ہوں۔ اور اس موقع پر قرآن سے مراد بھی اسقدر ہے جس کو معرفت احکام سے تعلق ہے۔

اجتہاد کی دوسری شرط یہ ہے کہ وہ کم سے کم اس قدر احادیث سے واقف ہو جسقدر کہ احکام سے تعلق رکھتی ہیں اور وہ بھی اس طرح ہر کہ متن احادیث کو جانتا ہو یعنی انکے لغوی اور شریعی معنی سے واقفیت رکھتا ہو جیسا کہ قرآن کے بارہ میں گذرا اور انکے خاص و عام وغیرہ اقسام کو پہچانتا ہو جنکی نظیر قرآن کے بیان میں بھی گذر چکی ہے۔

اور ان احادیث کی سند کا بھی علم رکھتا ہو اور مراد اس سے احادیث کے ہم تک پہنچنے کا طریق ہے خواہ وہ قوت ہو یا مشہوریت ہو یا آحاد ہو اور انکی حدیث کے راویوں کے احوال کی معرفت بھی مستدرج ہو جائیگی۔ کہ وہ معطل ہیں یا مجروح ہیں اور یہ بہت ہی وسیع علم ہے ہمیں صحیح تاج سے مطلع ہونے کی بڑی ضرورت ہے لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور محدثین کے مابین ایک طویل زائد حامل ہو گیا مسئلے راویوں کے حالات سے بطور خود واقف ہونا تو بہت ہی مشکل ٹھہریگا پس ان اللہ کی تعزیر اور تخریج پر اکتفا کیا جائیگا جو علم حدیث کے امام مائے گئے ہیں اور ان پر اسبارہ میں وثوق کیا گیا ہے۔

اجتہاد کی تیسری شرط وجہ قیاس کو جاننا ہے یعنی اس طریق کو جسکے ذریعے سے مجتہد احکام کو مستنبط کرتا ہے ان شرطوں کے شرائط۔ انکے احکام اقسام اور یہ کہ ان میں سے کونسی قسم مقبول ہے اور کونسی مردودان سب کو جانتا ہو جیسا کہ کتب اصول میں بیان کیا گیا ہے۔ اجتہاد کی چوتھی شرط یہ ہے کہ ان مسائل کو جانتا ہو جنہیں ان علماء اسلام کا اجماع ہو گیا ہے۔ جنکا اجماع معتبر ہے تاکہ اپنے اجتہاد میں اسکے اجماع کی مخالفت نہ کرے۔ اور یہ تو سہی جانتے ہیں کہ مجتہد کا ایماندار ہونا۔ عادل ہونا شرائط میں سے ہونا چاہئے اس بارہ میں کلام کے طویل کرنے کی کوئی حاجت نہیں مسئلے کہ یہ تو ظاہری ہے۔ پس جب کسی شخص میں یہ ساری شرطیں کامل طور سے پائی جائیں تو اسے جائز ہے کہ قرآن اور حدیث سے شرعی احکام کا استنباط کرے اور دوسرے لوگوں کو جو اجتہاد کی قابلیت نہیں رکھتے۔ اس کی تقلید اور پیروی کرنا اور اسکے استنباط کئے ہوئے احکام پر

اس قوت سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث کے روایت کو سننے والے ہر ذمہ دار میں اس قدر ہوں کہ عقل سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا یا دماغ حال ہیج ہوں علم مشہور سے مراد یہ ہے کہ وہ حدیث حدیث کو نہ پہنچتی ہو لیکن کسی مرتبہ میں راوی تین سے کم نہ ہوں تین یا تین سے زیادہ ہی رہتے ہوں۔

سے آحاد سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں قوت کے شروط نہ پائے جاسکتے ہوں۔ پھر غیر آحاد کی قیاس میں ہیں پہلی قسم مشہور ہے۔ دوسری جز جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے راوی کسی مرتبہ میں دوسرے کم نہ ہوں ہوں تیسری قسم عرب ہے جس کا کسی مرتبہ میں ایک راوی رہ گیا ہو ۱۲ منجستہ الفکر۔



عمل کرنا جائز ہے۔

پھر علماء اہل سنت نے اس بات پر اعتقاد کیا ہے کہ مسائل اجتہاد میں خدا کے نزدیک حق ایک ہی امر ہے اور بعد اسکے کہ مجتہد نے حق کے ظاہر کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف کر لی ہے اگر حق ایک ایسی رسانی ہو جائے تو اسے وہاں ملتے ہیں۔ اور اگر پوری کوشش صرف کرنے کے بعد بھی وہ حق سے چوک جائے تو وہ مخدور ہے اور اسے اپنی کوشش اور محنت کا اجر ملے گا اسلئے کہ اسے نہ صرف اپنی کوشش کو صرف کرنا تھا سو وہ کر چکا اور چونکہ امر حق کی دلیل خفی تھی اسلئے وہاں تک ایسی رسانی نہ ہو سکی ہاں اگر امر صواب تک پہنچانے والی دلیل ظاہر ہو لیکن مجتہد اپنی کوتاہی اور تقصیر اور اجتہاد میں کوشش و ہمت نہ کرنے کی وجہ سے امر صواب تک نہ پہنچ سکا تب البتہ سختی و عقاب ہے اور بعض سلف سے جو آپس میں ایک دوسرے پر مسائل اجتہاد میں طعن کرنا منقول ہے تو وہ اس بات پر مبنی ہے کہ طعن کرنے والے کے گمان میں طریق صواب ظاہر تھا اور یہ سب کچھ مسائل فرعیہ کے باب میں ہے اسلئے کہ ان میں غلبہ ظن کافی ہوتا ہے اور عمل کرنے کے لئے اسی کا حاصل ہو جانا مقصود ہے رہا حصول عقائد میں اجتہاد کرنا تو ایسی خطا کرنے والا یا تو منہ زار یا جائیگا یا وہ گمراہ سمجھا جائیگا یا وہ کافر قرار دیا جائیگا کیونکہ عقائد کے باب میں مطلوب ہونا ہے کہ قطعی دلیلوں سے یقینی علم حاصل ہو جائے نہ کہ صرف ظنی۔ اور صحیح یہ ہے کہ اگر ایسا شخص جو استدلال پر قادر ہو اگرچہ وہ دلیل اجمالی ہی سے کیوں نہ استدلال کر سکتا ہو جب کسی عقیدہ میں کسی دوسرے کی تقلید کر لے گا تو استدلال کے ترک کرنے کی وجہ سے ضرر گنہگار ہو گا اگرچہ یہ دوسرا شخص جس کی اس نے عقیدہ میں تقلید کی ہے امام ابو حنیفہ، نفعان رحمۃ اللہ علیہ ہی کیوں نہ ہوں یعنی اگر کسی شخص کے پاس کسی عقیدہ کی قطعی دلیل موافق قواعد شرعیہ کے موجود ہے چاہے وہ اجمالی ہی دلیل کیوں نہ ہو تو اس کو ہر گز جائز نہیں کہ محض دوسروں کی تقلید میں اس عقیدہ کے خلاف کہنے لگے اور اپنی قطعی دلیل کے مقتضا کو چھوڑ دے پس اس موقع سے آپ کو ان لوگوں سے نہایت تعجب معلوم ہو گا جو بلا کسی یقینی دلیل کے بہت سی باتیں محض اسوجہ سے یقین کر لیتے ہیں کہ علم افلاک کے فلاں جہانے والے علمایا بوجی کے فلاں جہانے والے نے یوں کہا ہے یا وجود یکہ یہ باتیں عقیدہ اسلامیہ یا ستواتر نص شرعی کے ظاہر کی مصادم و مخالف ہوتی ہیں ایسے رسوا کرنے والے جہل سے خلا کی پناہ۔ ہاں جب اس مخالف کا قول ہمارے نزدیک قطعی دلیل سے ثابت ہو جائے تو اس وقت بیشک ہمارے ذمہ تاویل کر کے دونوں میں تطبیق پانا ضروری ہے جیسا کہ گذر چکا ہے۔ (یہ جو کچھ گفتگو اجتہاد پر کی گئی ہے سب کی سب اجتہاد مطلق کے بارہ میں ہے اور یہ مضمون تنقیح اور اس کے حواشی سے ماخوذ ہے اور اس کے ساتھ بغرض توضیح کچھ میں نے ٹھہرا دیا ہے۔ رہا اجتہاد عقیدہ یعنی کسی خاص مسئلہ میں اجتہاد کرنا سو آپس یہ گفتگو نہیں ہے۔)

اور اسی مقام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں اختلاف مذاہب کی کیا وجہ ہے چنانچہ آپ کہیں گے کہ کچھ لوگ امام ابو حنیفہ نفعان بن ثابت کا اتباع کرتے ہیں کچھ لوگ امام مالک بن انس کا کچھ لوگ محمد بن ادریس شافعی کا کچھ لوگ امام احمد بن حنبلہ کے طریق کو کہتے ہیں ماحول کے لحاظ سے قائم کیا جائے اور کسی میں جو فروع کے اعتبار سے طریق قائم کر لیا جائے اسے مذہب کہتے ہیں پس حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ ان سب کا دین ایک ہی ہے یعنی اسلام اور مذاہب مختلف ہیں۔ اور کبھی لفظ مذہب دین کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے ۱۲

مسائل اجتہاد میں  
طعن کرنا جائز ہے  
اور اس کے خلاف  
کچھ لوگ کہتے ہیں  
کہ طعن کرنا  
مطلوب نہیں ہے  
لیکن یہ بات  
مطلوب نہیں ہے  
بلکہ طعن کرنا  
مطلوب ہے

جہنم کا (رضی اللہ عنہم طرہ ضائع) اور وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک ایسے درجہ پر پہنچ گیا تھا کہ وہ مطلقاً اجتہاد کر سکے اور شریعت محمدیہ کی نصوح قرآنہ اور احادیث بنویہ سے جہاں تک کہ اس کا اجتہاد پہنچے اور جہاں تک کہ اس کے کمال علمی اور اجتہاد سے اس کو رسائی حاصل ہو سکے موافق احکام استنباط کیا کرے اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی ہے کہ ان میں سے ہر ایک ہر ایک طریقہ پر چلتا تھا اور امر صواب کے دریافت کرنے میں پوری کوشش سے کام لیتا تھا۔

پس ان ائمہ کے اتباع کرنے والے ان مسائل پر عمل کر کے ان کی تقلید کرتے ہیں جو ان ائمہ نے استنباط کئے اور شریعت سے سمجھتے ہیں۔ اور وہ اس تقلید میں خدا کے نزدیک ضرور نجات پانے والے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجتہدین کو اجتہاد کرنے کی اور مقلدین کو تقلید کرنے کی اجازت دی ہے چنانچہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے (فاسئلوہم الذکر ان کنتم لاتعلمون) اور مجتہدین ہی ایسے لوگ ہیں جنکی بات بچتہ ہوتی ہے اور دین میں معرفت رکھتے ہیں۔ پھر جب کسی مقلد سے اس شخص کے بارہ میں دریافت کیا جائیگا جو اس کے امام کے علاوہ کسی دوسرے امام کی تقلید کرتا ہے تو وہ یہی کہے گا کہ خدا کے نزدیک اس کو نجات ملیگی کیونکہ اس نے ایسے مجتہد کی تقلید کی ہے جس میں اجتہاد کی پوری پوری شرطیں پائی جاتی ہیں۔ اور اجتہاد اسلام میں ان چار مجتہدوں کے علاوہ جنکا بھی ذکر ہوا صحابہ تابعین اور اسکے بعد کے لوگوں میں سے بہت سے مجتہد تھے (رضی اللہ عنہم اجمعین) لیکن ان کے اس قدر پیروی کرنے والے نہ ہوئے جو ان کے اقوال کو بطریق تواتر یا اور کسی صحیح طریق پر جس پر وثوق کیا جاسکے نقل کرتے اس لئے ان کے مذاہب صفحہ عالم سے منکئے باقی رہے یہ چاروں مجتہد سو بتوفیق خداوندی اسکے پیروی کرنے والے علمائے اعلام ہوئے جنھوں نے ان کے اقوال کو اس زمانہ تک بطریق تواتر یا ایسے طریق پر جس پر وثوق ہو سکے نقل کیا ان کو یاد رکھا اور کتابوں میں ان کو مدون کر دیا کہ وہ کچھ کہنے کے بعد دیگرے۔ بعض بعض سے بالمشافہ اور بذریعہ رس و تدیس کے ان کے مسائل کو حاصل کیا۔ یہ وجہ سے ان کے مذاہب باقی رہے اور آج تک ان کے پیروی کرنے والے پائے جاتے ہیں اور ان مقلدین میں سے ہر فرقہ دو سے فرقہ کو طعن نہیں کرتا اور نہ ان کو گمراہ و فاسق کہتا ہے۔ اور ہر شخص کو جائز ہے کہ ان اماموں میں سے جس کی چاہے تقلید کرے اور کسی کی تقلید کرنے کے بعد بھی اسے جائز ہے کہ ایک امام کی تقلید چھوڑ کر انہیں میں سے کسی دوسرے امام کی تقلید کرنے لگے اور یہ امر اسکے دین میں معصوب نہ شمار کیا جائیگا جبکہ یہ انتقال اور ایک امام کو چھوڑ کر دوسرے کی تقلید کرنے لگنا کسی صحیح شرعی غرض سے ہو مسلمانوں کے احوال پر جو کہ ان اماموں کے پیرو ہیں اطلاع رکھنے والا جن امور کا مشاہدہ کرتا ہے اسے یہ باتیں بالکل ظاہر ہو جاتی ہیں جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ یہ سب آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں چنانچہ حنفی مذہب کا آدمی شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کی عورت لے آتا ہے یا اسکے بالعکس ہوتا ہے ان سب کی سجدیں بھی ایک ہوتی ہیں ان کا خلیفہ بھی ایک ہے ایک دوسرے کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ان میں باجمہ کوئی ایسی شے نہیں معلوم ہوتی جس سے ذرا بھی عدوت یا طعن سمجھا جاتا ہو۔ اور وہ یہ دیکھتا ہے کہ حنفی شافعی بجا تا ہے اور کبھی بالعکس بھی ہوتا ہے نہایت سخاوت یہ ہے کہ ہر متبع اپنے امام کے مذہب کی رعایت

خدا تعالیٰ نے غرض رہے اور نہیں بھی غرض کر دے ۱۲

مسئلہ اگر تم کو معلوم نہ ہو تو ایسے لوگوں سے پوچھ لو جنکی بات بچتہ ہوتی ہے ۱۲

کرتا ہے جس کی پیروی اس نے اختیار کی اور اسی پر عمل کرتا ہے اور دوسروں پر جو ان مذہب میں سے اپنے امام کے مذہب پر عمل  
 کرتے ہیں انکار نہیں کرتا پس چاروں مذہب کے اعتبار سے جو مسلمانوں میں شایع ہیں ان کی مذکورہ حالت کو اور یہ ایسی حالت ہے  
 کہ ان کے اصول شرعی پر پورے طور سے منطبق ہو جاتی ہے جو اس بات کو نہ جانتا ہو وہ اب اسے خوب طرح جان لے۔  
 پہر جب شرائط سابق الذکر میں غور کیا جاتا ہے جنکا موجود ہونا کسی شخص کے مجتہد بننے اور تہجد و بیہوشی جلنے کے لئے ضروری  
 ہے تاکہ وہ شرعی احکام کے استنباط کرنے کے لائق سمجھا جاسکے تو ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گو ان سب شرائط کا لوگوں میں  
 مجتمع ہو کر پایا جاتا ہے آج تک عقلاً ممکن رہا اور آئندہ زمانہ میں بھی رہیگا لیکن بعض علماء اعلام اس بات کے قائل ہو گئے ہیں جیسا کہ علماء  
 حنفیہ سے منقول ہے کہ چار سو پچاس (۴۵۰) صاحب الصلوٰۃ والجماعۃ) سے اجتہاد کا (یعنی اجتہاد و خلق کا) دروازہ بند ہو گیا۔  
 اور کبھی اوقات بعض لوگوں کے خیال میں یہ آتا ہے کہ ان علماء کا یہ حکم مگانا درست نہیں ہے کیونکہ ان کا جاسکتا ہے کہ جب تک  
 یہ بات ہے کہ اجتہاد کی شرائط مذکورہ کا تحقق ہو کر کسی شخص میں پایا جاتا ہے آج تک عقلاً ممکن رہا اور آئندہ بھی رہیگا تو اس امر سے کونسا  
 مانع ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ کے بعد بھی کوئی مجتہد جامع شرائط مذکورہ پایا جاسکے حتیٰ کہ زمانہ موجود میں بھی۔ لیکن اگر تدقیق نظر  
 سے دیکھا جائے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان علماء کا یہ کہنا بالکل صواب کے موافق نہیں ہے اور مقتضائے مصلحت دینی ہے  
 اور یہ قول ان علماء کی باریک بینی۔ وقت نظری اور زمانہ اور اقلبات زمانہ کے احوال کی معرفت اور اس امت محمدیہ کی شان میں  
 جو خداوندی اسرار میں ان کی واقفیت بہت سی اور اسی سے ناشی ہے اور بیان اسکا یہ ہے کہ یہ علماء جو چوتھی صدی ہجری سے  
 باب اجتہاد کے سدود ہونے کے قائل ہیں انہوں نے قرون ثلاثہ (یعنی تینوں زمانوں کے لوگوں کے حالات) میں غور  
 کیا اور وہ زمانہ صحابہ۔ زمانہ تابعین۔ زمانہ متبعین کے لوگ ہیں جنہوں نے دیکھا کہ ازمنہ ثلاثہ کے لوگ بتوفیق الہی  
 علوم شرعیہ کی تحصیل پر پورے طور سے مجاہد پڑے تھے اور مواد اجتہاد کے حامل کرنے پر بڑے حریص تھے قرآن کو کم  
 اور جو تفسیریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں ان سے اور احادیث نبویہ۔ آثار صحابہ اور فتاویٰ صحابہ وغیرہ سے  
 انہوں نے بخوبی واقفیت ہم پہونچائی تھی اور ان کے احکام کے مستنبط کرنے میں وہ جان توڑ کوشش کرتے تھے۔ علاوہ برائی  
 قبیل کے اور دوسری بھی انہوں نے اپنی کوشش کو صرف یکجا تھا جسکی وجہ سے اس زمانہ کے علماء اس لائق ہو گئے کہ  
 ان میں سے بہترین سے مرتبہ اجتہاد پر پہونچ جائیں خصوصاً جبکہ ان کا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ہی قریب  
 ایک کچھ دلوں کے یا ایک کچھ دلوں کے قریب ہوا اور یہ خدا تعالیٰ کی بہت بڑی عنایت کا ظہور ہوا کہ اسے اس زمانہ کے  
 لوگوں کو اس قابل بنادیا کہ وہ دین کے بارے میں جتنی چیزیں کی حاجت ہو سکتی تھیں سب کی سب ہی زمانہ میں مکمل اور تام ہو گئیں  
 چنانچہ قرآن شریف جمع کر لیا گیا اسے بہترین لوگوں نے یاد کر لیا کسی قسم کی تبدیل و تغیر کی گنجائش باقی نہیں رکھی گئی تمام احکام  
 سے حفاظت کا پورا پورا سامان ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بڑی احتیاط سے جمع کی گئیں اور کتابوں میں  
 مدون کر دی گئیں انکی تحصیل میں دور دورہ ممالک کے سفر اختیار کئے گئے علماء امت میں سے جنہیں اجتہاد کی قابلیت  
 تھی وہ ان دونوں عظیم مملوں (قرآن و حدیث) سے احکام استنباط کرنے پر ہمہ تن مجاہد پڑے یہاں تک کہ اس میں انہوں  
 نے اپنی پوری کوشش صرف کر دی اور دینی احکام کے اعتبار سے امت کی ضروریات میں سے سوائے ایک آدھ نادار امر

مذہب حنفیہ پر  
 مذہب شافعیہ پر  
 مذہب مالکیہ پر  
 مذہب حنبلیہ پر  
 مذہب رافضیہ پر  
 مذہب اہل بیت پر  
 مذہب اہل حق پر  
 مذہب اہل باطل پر  
 مذہب اہل حق پر  
 مذہب اہل باطل پر  
 مذہب اہل حق پر  
 مذہب اہل باطل پر

جسکے وقوع کا اتفاق قوموں کی قوموں میں کہیں اتفاقی طور پر ہو سکتا ہے کوئی شے باقی نہیں ہی اور نہایت بہتر اور استوار طریق پر دین کا کام پورا ہو گیا اور یہ ساری کارروائی قرآنِ شریف میں ہوئی۔ پس اسکے بعد کے لوگوں کے لئے صرف یہ کام رہ گیا کہ وہ انہیں احکام کو مدون کریں۔ انکو شایع کریں۔ اور امت کو وہی احکام پہنچاویں۔

پھر اس زمانہ کے بعد سے جو کچھ علوم و دینیہ کی تحصیل کا ذوق و شوق اس سے پہلے عام طور پر پایا جاتا تھا انہیں کسی شرح ہوئی۔ اور اس بارہ میں لوگوں کی ہمتوں میں فتور نا شروع ہوا اور دن بدن اس فتور میں زیادتی ہی ہوتی گئی یہاں تک کہ پہلے زمانوں میں یہ فتور اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ اور یہ ایسا امر ہے کہ جو اسلامی تاریخ سے ادنیٰ درجہ کی بھی واقفیت رکھتا ہو گا وہ اس سے ہرگز انکار نہیں کر سکتا چنانچہ آجکل کے بڑے سے بڑے علماء کو ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ان علوم مذکورہ میں سے جو مجتہد کے لئے مشروط ہیں انکو بعض میں کمال حاصل ہوتا ہی ہے تو اور دوسرے علوم میں وہ قاصر رہتے ہیں اور اگر انہیں تو یہ ہر بلا ہے کہ وہ علماء دین سے کون شخص ہے جسے ہم ان آیات میں قرآن کے تمام علوم پر حاوی خیال کر سکتے ہوں یعنی وہ قرآن کے معانی بخوبی اور شرح کی معرفت ہی رکھتا ہو علوم عربیہ نحو صرف۔ معانی بیان وغیرہ کا ہی ماہر ہو قرآن کے اقسام مذکورہ خاص عام وغیرہ سے بھی واقف ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ قرآن میں کونسا قول کونسی قسم میں داخل ہے اور باہم ایک دوسرے میں کیا فرق ہے اور انہیں کون نام کون منسوخ ہے اور وہ قیاس ہی اسے معلوم ہوں اور جن مسائل پر کہ امت کا اجماع ہو چکا ہے انکی بھی آیت خبر ہو اور احادیث نبویہ کے متعلق متن اور سند کے اعتبار سے جو علوم ضروری ہیں انکو بھی جانتا ہو جیسا کہ مجتہد کی شرطوں کے بیان میں اسکا ذکر ہو چکا ہے اور اگر کوئی شخص ان تمام شرطوں پر حاوی ہونے کا دعویٰ ہو تو اسے دلیل سے ثابت کرنا چاہئے۔

کذبہ شواہد الامتحان

کل من یعی بما لیس فیہ

اور میرا خیال ہے کہ جو شخص اس امر سے واقف ہو گا کہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے۔ ابو یوسف۔ محمد۔ زفر جن۔ وغیرہ انہیں کے ایسے لوگوں نے جب اجتہاد مطلق کا دعوے نہیں کیا تو وہ شخص ضرور اس مرتبہ کے دعوے کرنے سے شرم لگا خصوصاً جبکہ وہ اس زمانہ کے لوگوں میں سے ہو۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ اس زمانہ میں قرآن و حدیث کی تفاسیر کی کتابیں اور انکی شرح اور کتب اسماہ نزول اور نسخ و منسوخ اور ایسے ہی اور علوم کی کتابیں جو مرتبہ اجتہاد کے لئے کن عظم ہیں بکثرت ملتی ہیں پس اس سے کونسا امر مانع ہے کہ اس زمانہ میں بھی ان علوم سے جو مجتہد کے لئے مشروط ہیں کوئی ماہر ہو جائے اور انہیں کتب مذکورہ پر اعتماد کر لے اور یہی علوم جو مرتبہ اجتہاد کے کن عظم ہیں انکے لئے یہ کتابیں پوری کھیل ہیں اور اس بنا پر تو ظاہر ہی معلوم ہوتا ہے کہ صدر اسلام کی نسبت جبکہ یہ کتابیں مدون نہیں ہوئی تھیں اس زمانہ میں اجتہاد بہت آسان ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں یہ سب کچھ پایا جاتا ہے لیکن در سفینہ نہ در سینہ۔ اور مجتہد کے لئے اگرچہ یہ شرط نہیں ہے کہ ان علوم پر اتنا حاوی ہو کہ سب کچھ اسکے سینہ ہی میں موجود ہو لیکن اتنا ضرور ہے کہ ان میں سے ہر شے کے مرجع اور اصل میں سے اتنا ماہر ہو کہ کسی علم کا مرجع اور اسکی اصل اسکے نزدیک مخفی نہ رہے یہاں تک کہ حاجت کے وقت بلا تکلف اس کی جانب مراجعت کر سکے اور اگر انصاف سے

مہ ترجمہ ہر شخص جو اپنی نسبت کسی ایسے صوف کا دعوے کرے جو انہیں نہ تو شواہد امتحان انکی ملکہ یہ کہتے ۱۲ ترجمہ



دیکھا جائے تو اس زمانہ میں کوئی شخص ایسا ہی نہیں پایا جاتا ہے جو اس صفت کے ساتھ موصوف ہو۔ پہلا بتلا ہے وہ کون  
شخص ہے جو اس زمانہ میں ان ساری شرطوں کو پورے طور سے حاصل کر کے ہر حکم کے استحقاق کرنے کے لئے مستعد ہو  
اور ان کتابوں میں سے ہر حکم کے مرجع کی جانب مراجعت کرنے پر قدرت رکھتا ہو اس طرح ہر کہ اسکے ذریعہ سے اسے ہر مانع و مفسد  
آیت اور ہر مانع و منسوخ حدیث کی جو کسی آیت یا حدیث سے منسوخ ہوئی ہو معرفت تک رسائی حاصل ہو اور تواریخ و شہادت  
اور احادیث و مراتب حدیث سے پوری واقفیت رکھتا ہو اور تمام اجتماعی مسائل کو بھی جانتا ہو اور اسکے علاوہ آقا و ائمہ  
واقف ہو جو پہلے گذر چکے خلاصہ یہ کہ جو لوگ چوتھی صدی ہجری سے اب اجتہاد کے مسدود ہو جانے کے قائل ہیں انکے  
قبول کی صحت پر براہین قاطعہ کہ ان کو تو طوالت طلب ہے اسکے لئے اس باب میں ایک خاص تالیف کرنے کی ضرورت ہے۔

لیکن میں اس موقع پر علامہ ابن الحجج کا کلام جو میں نے مدخل میں بھیجا ہے نقل کروں گا جس سے اس مقام کی توضیح ہو جائیگی اور ہر منصف شخص کو جو جو خدا سے بری ہوسکے حاصل ہوگی میں نے ان کی طویل تقریر کو دفع تشویش کی غرض سے کچھ مختصر کر لیا ہے علامہ موصوف (رحمۃ اللہ تعالیٰ وارضاه) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول (خیر القرون قرنی غم الذین یلیونہم ثم الذین یلوہم الحدیث) پر گفتگو کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام تینوں مذکورہ زمانے کے لوگوں کے بارہ میں ہے یعنی انکے غالب حالات کے لحاظ سے کہا گیا ہے درہ ان میں ایسے فرقہ کے لوگ بھی تھے جنکی پیروی انہیں کچا سکئی اور آپ نے صرف اہل علم مراد لئے ہیں (پھر علامہ موصوف نے کہا ہے) اور شائع علیہ السلام کی محنت کو دیکھو کہ ادروں کو نہیں صرف انہیں تین زمانوں کے لوگوں کو کیسے اپنے قول میں فضیلت کے ساتھ خاص کیا ہے اگرچہ اور زمانہ کے لوگوں میں سے بھی بہتروں میں خیر و برکت پائی جائے وجہ یہ ہے کہ ان زمانوں کے لوگوں میں ایسی فضیلت موجود ہے کہ انہیں اور زمانہ کے لوگ انکی برابری نہیں کر سکتے اور وہ یہ ہے کہ خدا نے انکو اعلیٰ کلمۃ اللہ اور اپنے دین کی اقامت کے ساتھ خاص کیا ہے پس اول قرن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں کے علم کا تو پوچھنا ہی کیا ہے اسکے علاوہ ہی خدا نے انہیں ایسی خصوصیت بخشی ہے اور ایسی فضیلت عنایت کی ہے کہ کوئی شخص

انہی (صحابہ رضی اللہ عنہم) کو کہہ رہی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو یہ خصوصیت بخشی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والے تھے آپ کے حالات اور آپ کے اوپر قرآن شریف کے تازہ بتاؤہ نازل ہونے کا شاہد ہوتے تھے اور یہ کہ قرآن کی آیتیں جو تھوڑی تھوڑی نازل ہوا کرتی تھیں انکو برابر یاد کرتے جاتے تھے اس طور پر خدا نے انکو قائل بنا کر دیا تھا کہ انہوں نے قرآن کو پورا پورا یاد کر لیا۔ ایک حرف بھی اس سے ضائع نہیں ہوئے یا ایس انہوں نے قرآن کو کیا کر دیا اور اپنے بعد والوں کے لئے آسانی کر گئے اور یہ کہ انہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھا اور ایسا کہ چاہئے تھا انہوں نے انکو خطا غلطی۔ سہوا و غفلت وغیرہ سے بچائے رکھا اور احادیث کی حفاظت میں یہاں تک کوشش کی کہ انکو کسی حدیث میں شک ہو جانا تھا تو وہ اسکو قطعاً ترک کر دیتے تھے اور ہر کہی بیان کی جتنے تھے حالانکہ وہ قرن اول سے نہیں ہیں یعنی صحابی نہیں بلکہ تبع تابعی ہیں پھر جب انکی یہ حالت تھی تو قرن اول کے لوگوں (صحابہ)

۱۲۔ ہمارے ان لوگوں کو کہ لوگ بہترین بہرہ لے سکتے ہیں کہ بعد لے لیں ۱۲۔ شرح صحابی انس رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے والے ہیں ان کے لئے یہ سب سے بہتر ہے۔



کی نسبت آپ کی خیال کرینگے حالانکہ دین میں سب سے بہتر وہی لوگ پاس ملتے ہیں اور ضبط و حفظ کے لحاظ سے تو ان کی  
تعمیر و تعمیر کا احاطہ ہی ممکن نہیں ہو سکتا ہی نہیں سمجھا خدا اپنے نبی کی امت کی جانب سے انکو جزائے فیروے۔ ہمیں کوئی  
شک نہیں کہ انہوں نے خلوص کے ساتھ دعوت اسلام کی اور دین میں جو نقص نکالے گئے انکو دلیل سے دفع کیا یا اس سوجہ  
رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو شخص کسی کی پیروی کرنا چاہے اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی پیروی اختیار  
کرنا چاہئے کیونکہ اس امت کے لوگوں میں ان کا دل سب سے زیادہ پاک و نرا ان کا علم سب سے زیادہ عین تھا ان میں تکلف سب  
سے کم تھا انکی خصلتیں نہایت استوار تھیں انکا حال سب سے بہتر تھا خدا نے انکو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت  
اور اپنے دین کی اقامت کے لئے انتخاب کیا ہے انکے فضل کو پہچاننا اور انکے قدم بقدم چلو کیونکہ وہ راست پر تھے انہی  
پس جب یہ پاک نفس لوگ اپنی راہ چلے گئے تو انکے جانشین تابعین (رضی اللہ عنہم) ہوئے اور جو حدیثیں متفرق تھیں  
انکو انہوں نے جمع کیا اور بعض بعض نے ایک ایک حدیث اور ایک ایک مسئلہ کی طلب و تحقیق میں مہینہ دو مہینہ کی راہ  
سے کی اور امر شریعت کو نہایت کامل طور پر منضبط کر دیا احکام اور تفاسیر کو حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) اور حضرت ابن عباس  
رضی اللہ عنہ عنہما کے ایسے صحابہ سے حاصل کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کرتے تھے کہ جب تک کہ میں تم لوگوں میں ہوں  
مجھ سے پوچھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ یہ ترجمان قرآن ہیں  
پس جو شخص ایسے ایسے لوگوں سے ملا ہو سمجھ لے کہ اسکا علم و عمل کیسا کچھ ہو گا اس کی حالت کیسی ہوگی پس اس دین کی  
اقامت اور نیراس اعتبار سے قرن ثانی والوں کو بھی فضیلت کا طائر حصہ ملا کہ انہوں نے صاحب شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
کے پیچھے والوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا چنانچہ اسی لئے وہ اپنے بعد والوں سے بہتر تھے ہر ایک کے جانشین انکے اتباع  
کرتے والے ہوئے اور وہ لوگ تبع تابعین (رضی اللہ عنہم) کہلاتے ہیں ان میں بڑے بڑے فقہار پیدا ہوئے جنکی کو لوگ  
تقلید کیا کرتے تھے اور افتات میں انہیں کی جانب رجوع کرتے تھے اور وہ تمام مشکلوں کو حل کر دیتے تھے پس انہوں نے قرآن  
کو محمد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر طرح کی سہولت ہوئی اور حدیثیں ہی انکو منضبط اور محفوظ لیں۔ بہتر انہوں نے جو حدیثیں متفرق تھیں انکو  
جمع کیا اور شریعہ کے موافق قرآن اور احادیث میں حکام کی جستجو اور دیکھ بہاں کرنے لگے قرآن و احادیث کے فوائد انہوں نے استخراج  
کئے اور ان سے قواعد و احکام کو مستنبط کیا انکو عقلی و نقلی اور بیان کیا انہیں کتابوں میں مدون کر کے لوگوں کے لئے سہولت  
کر دی۔ فروع کو مہول سے استخراج کر کے اور فروع کو انکی اصل کی طرف راجع کر کے تمام مشکلات کو بیان کر دیا اور اصل کو فروع  
متمیز کر دکھایا۔ پس اپنی حالت نہایت منتظم اور باقاعدہ ہو گئی اور انکے سبب سے امت محمدیہ کے لئے دین میں غیر عظیم نے  
قرار پڑا۔ پس ان لوگوں کو بھی اقامت دین کی حیثیت سے یہ خصوصیت حاصل ہو گئی کہ وہ صاحب شریعت (محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم) کے پیچھے والوں کے دیکھنے والوں سے ملاتی ہوئے اور باوجود اسکے ان لوگوں نے یہ بھی کیا کہ اپنے بعد والوں  
کے لئے دین میں کوئی ایسی شے نہیں چھوڑی جس میں کسی کی اصلاح کی حاجت ہو یا وہ اسکی تکمیل میں مشغول ہو پس جتنے لوگ  
انکے بعد آئے گئے وہ باعتبار غالب انہیں کے مقلد و تابع رہے اگر ان کے بعد والے لوگوں کے لئے کوئی فقہی امر یا کوئی  
فائدہ انکے خلاف ظاہر ہوا ہو تو وہ سب کا سب قابل رد ہے اس سے پہری مراد یہ ہے کہ جو احکام پہلے مقرر ہو چکے

ہیں ان میں سے کسی میں بھی نہیں کریں تو وہ بالاجمل قاتلِ رِدِیہ باقی رہے وہ فوائد جو ان کے بعد والوں نے استخراج کئے  
ہیں اور وہ احکام کے متعلق نہیں ہیں تو وہ سب مقبول ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کے بارہ مرتبہ  
فرمایا ہے (اُس کے عجائب ختم نہ ہوں گے اور وہ بکثرت ہیر ہیر کرنے پر بھی پرانا نہ ہوگا) یعنی بار بار پڑھنے سے اس کا لطف  
جائے گا نہیں بلکہ ہر بار نیا لطف آئے گا پس قرآن اور حدیث کے عجائب قیامت تک ختم نہ ہوں گے ہر زمانہ کے لوگ ضرور اس سے  
ان فوائد کثیرہ کو حاصل کرتے رہیں گے جو خداوند تعالیٰ نے ان میں مخصوص کر رکھے ہیں اور جن پر کہ انکو مشقت کیا ہے حالانکہ  
امت کی برکت قیامت تک مستمر رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (میری امت بارش کے مثل ہے پانی نہیں  
معلوم ہو سکتا کہ یہیں سے کون زیادہ نافع ہے پہلی یا چھٹی) یعنی خیر و برکت دو ٹولے اللہ اور احکام کے بیان کرنے کے اعتبار  
سے نہ یہ کہ وہ احکام میں سے کوئی نیا حکم نکالیں گے ہاں اگر کوئی نادر الوقوع واقعہ ہو جو ان بہتدین پیشین کے زمانہ میں قاتل  
و فاعل بیان کسی اعتبار سے کبھی پیش ہی نہیں کیا پس اس وقت یہ واجب ہو گا کہ ان کے حیرت انگیز بیان کردہ قواعد کے موافق جو ان سے  
ثابت ہیں اور جنہیں کہ انہوں نے احکام میں برتا ہے اس واقعہ کے حکم میں غور کیا جائے گا پس اگر یہ حکم ان کے مقرر کردہ اصول کے  
موافق ہو گا تو البتہ مقبول شمار کیا جائے گا ہر جب وہ بھی پاک نفسی کے ساتھ اپنے راستہ چلے گئے اور ان کے بعد والے نے  
تو انہیں دین میں کوئی ایسا کام نہ ملا جس کی درستی میں وہ مشغول ہوتے اور انکو ان کے ساتھ اختصا حاصل ہوتا بلکہ انہوں نے دین کے  
کام کو نہایت ہی کامل حالت پر پایا پس سوائے اسکے اور کوئی امر باقی نہ رہا کہ جو کچھ پہلے لوگ مدون مستنبط اور استخراج کر گئے  
تھے اور جو کچھ وہ فوائد بتلا گئے تھے ان کی حفاظت کی جائے پس اس وجہ سے دین کی اقامت انہیں قرونِ ثلاثہ کے ساتھ  
مخصص کی گئی جنکا کہ حدیث میں ذکر ہے سوائے اسکے اور کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی چنانچہ اس وقت سے قرونِ ثلاثہ کے لوگ  
اپنے بعد والوں سے بہتر نہیں رہے اور ان کے بعد والوں کو دینی بہلای اور بہتری اس وقت تک کبھی نہیں حاصل ہو سکتی جب  
تک کہ وہ انہیں قرونِ ثلاثہ کا اتباع نہ کریں جنکے لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتری کی شہادت دی ہے  
اسی باعث سے ان کے بعد والے ان کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے اور نہ ان کی نیکیاں اس پایہ کی ہو سکتی ہیں پس آپ کے قول (خیر القرون  
قرنی ثم الذین یلوہم ثم الذین یلوہم) کا مطلب ظاہر ہو گیا۔ علامہ ابن حاج کا کلام جو انہوں نے اپنی کتاب (مکمل  
میں لکھا تھا یہاں تک ختم ہو گیا

اب میں کہتا ہوں کہ جو شخص اس جلیل القدر عالم کے کلام میں غور کرے گا اور نظر انصاف سے دیکھے گا اُس کے نزدیک اس  
قول کی صحت جو علامہ نے خفیہ سے منقول ہے کہ اجتہاد کا دروازہ چوتھی صدی ہجری سے بند ہو گیا ہے ظاہر ہو جائیگی  
اور اُس کے راز اور خداوندی حکمت کو وہ سمجھ جائے گا۔ خدا کا اس بات پر ہزار ہزار شکر ہے کہ ان علماء اعلام نے اس قول کی  
تفسیر کر دی جسکے نہایت کافی و روانی بیان سے تائید ہوتی ہے اور یہ کہ سلاطین آل عثمان کو خدا نے اپنی پسندیدہ شے کی  
توفیق دی کہ انہوں نے اپنی مسلمان رعایا میں اس قول کو نافذ کروا دیا اور اس زمانہ میں جس میں کہ درج و پرتیز نگاری کی کمی اور  
ع (لا تفتنی عما تبت علیہ کثرة التوبۃ) عہ انتی مثل المطر لا یرى آت الفع اولہ و آخرہ حدیث کے الفاظ بھی یا اس کے قریب



اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں اچھے کاموں کا حکم کرتا اور بُرے کاموں سے منع کرتا ہے اور انکے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور اپنے ناپاک اشعار کو حرام کرتا ہے اور انکا بوجھ اور وہ بیڑیاں جو انکے اوپر تھیں انکے لئے اتارتا ہے پس جو لوگ اسپر ایسا نہ لائے اور (جنہوں) نے کہ اس کا ساتھ دیا اور انکی مدد کی اور فوکی پیروی اختیار کی جو انکے ساتھ اتارا گیا اگر (سو) وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن شریف میں موجود ہے (وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ) آپ اگر انکے علاوہ اور تیس قرآن شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے اتباع کے واجب ہونے پر دلالت کرنے والی نہ بھی ہوں تو یہ کیا کم ہیں یہی کافی وافی ہیں اچھا اور سب جانے دیجئے یہ تو بتائے کہ کیا ہم قرآن شریف کو سوائے احادیث کی مدد کے اور کسی طرح پر بھی کمال طور سے سمجھ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

اور نیز آیات کے علاوہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں جو آپ سے صحیح طور پر ثابت ہیں اس امر کی تصریح کر دی ہے کہ ہمارے ذمہ جو احادیث آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لائے ہیں انکا لینا ہی ضروری ہے اور صرف قرآن پر اقتصار کرنا اس بات کو مستلزم ہو گا کہ ہم اپنے دینی احکام میں قاصر ہو جائیں کیونکہ تمام احکام کو فقط قرآن شریف سے سمجھ لینے تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی چنانچہ جو احادیث اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ان میں سے بعض یہاں مذکور ہوئی ہیں۔ ابو داؤد میں عریاض بن ساریہ کی روایت سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو نماز پڑھائی پھر آپ نے ہماری جانب رخ کیا اور ہر کو نہایت لطیف نصیحت فرمائی کہ انہیں انگلیں پھڑپھڑیں اور ہم لوگوں کے دل ڈر گئے پھر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نصیحت تو ایسی ہے جیسے کوئی خست کرنے والا نصیحت کرتا ہے۔ پس آپ ہمیں کیا نصیحت کئے جاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں خدا ڈرنے اور اپنے حاکم کے احکام بسر و چشم ماننے کی وصیت کرتا ہوں چاہے وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ جو تم میں سے زندہ رہے گا وہ عقرب ایک بڑا اختلاف دیکھ کر گاپس تم لوگ میرے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقہ کو چھین کر حملہ لے کر راہ راست دکھائی ہے اپنے اوپر لازم کر لو اسکیے ساتھ متسک کرتے رہو اور اسکو (نہایت مضبوطی سے) اپنی دائروں سے پکڑو اور نئے نئے امور سے بچتے رہو کیونکہ (دین میں) ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی فتنہ میں ہے۔

اور ابو داؤد اور ترمذی میں مروایت مقلد و حنفی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں کچھ نہیں کہتا وہ تو صرف جی رکنائے کرتا ہے جو اس پر ہوا کرتی ہے ۱۲ عس فی ابی داؤد عن العریاض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان قال صلی اللہ علیہ وسلم فأتی یوم تم قبل علینا یوحی فوعدنا موعدة یلیغة فوفت فیہا العیون ووجلت منها القلوب فقال علی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کان ہذا الوعدة موعدة فما تعد لنا قال اوصیکم بتقوی اللہ واطاعة وان کان جسدکم شیئاً فانه من بعث منکم فیسیر فی اختلاف فاجتنبکم بسنتی وسنة اخلفاء الراشدین المہدیین متساویہا وعضوا علیہا بالنواخذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدث بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة الا انکم ایتوا من عندی فی ابی داؤد وترمذی عن المقداد رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا والی اوتیت الکتاب وشدہ حد الا یوشک علی شعبان علی اذکیت فیتول علیہم بہذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ما حرم اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لکما حرم اللہ الحدیث ۱۲

لے فرمایا سنیے ہو مجھے (جدا کی جانب) سے کتاب (قرآن شریف) دی گئی ہے اور اُس کے ساتھ اُس کے مثل (اور کچھ بھی ہے) سنیے ہو عقرب کوئی شکم شیر شخص (مغرور اور غافل سے گنایا ہے جو اپنی خواہش نفسانی میں مہلک ہو پس شکم سیری کے ساتھ اُس کا مقید کرنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس قول مردود کا یہی باعث ہے اور انہیں یہ یقینہ ہے کہ شکم سیر ہو کر کہا نا حاققت اور غفلت کا سبب ہے اور اسیدو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکم سیر ہو کر نہیں کہا یا شفا میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے والد (ابو بکر صنی اللہ عنہ) کی روایت سے مروی ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم مبارک کبھی پرنہ ہوا) اپنی سند پر ٹھیک کہے گا کہ اس قرآن کو نو پس جو کچھ انہیں ہتھیں حلال ملے اُس کو حلال جانو اور جو کچھ انہیں تم حرام پاؤ گے حرام سمجھو اور بلا شک اللہ کے رسول کا حرام کرنا ویسا ہی ہے جیسا کہ اللہ کا حرام کرنا احادیث اور ابوداؤد میں بروایت عواضل بن ساریہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں کپڑے پہنے پہر فرماتے لگے کیا تم میں سے کوئی شخص اپنی سند پر نکلیہ لگا کر یہ سمجھتا ہے - یہ گمان کرتا ہے کہ جو کچھ قرآن میں ہے سو اُس کے اللہ نے کچھ حرام نہیں کیا پس لو کہ بیشک میں نے (اچھی باتوں کا) حکم کیا اور نصیحت کی اور بہت سی شہادتیں پراگاہ کر دی کہ وہ قرآن کے مثل بلکہ اُس سے بھی زیادہ ہیں اور بلا شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ حلال نہیں کیا کہ بلا اذن اہل کتاب کے گھر میں داخل ہو جاؤ اور نہ یہ کہ انکی عورتوں کو مارو اور نہ یہ کہ تم انکی پہل کہا جاؤ جبکہ وہ تم کو جو کچھ ذمہ داری ہے دیتے ہیں اور اُس کے علاوہ اور بہت سی حدیثیں بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اگر ہم ان سب کو نقل کریں تو بہت طوالت ہو جائے اور جس قدر ہم نے نقل کر دی ہیں (منصف کے لئے) اتنی ہی کافی ہیں۔

اور اگر ان قاصرین کو اس باطل حکم کے لگانے اور اس فاسد رائے کے دینے میں کہ امت محمدیہ کو جو کچھ قرآن سے سمجھا جائے صرف اسی پر اقتضار کرنا لازم ہے اور جو کچھ احادیث سے مفہوم ہو اُسے ترک کر دینا ضروری ہے۔ یہ سبب ہے کہ جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ غلط منسوب کی گئی ہیں ان میں بعض ضعیف حدیثیں ہی باقی جاتی ہیں جن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہو نہ کیا اس مرتبہ کا ثبوت نہیں ہے جو ان احکام کے لئے معتبر ہو اسی طرح ان میں بعض موضوع حدیثیں بھی ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اسبب کی نسبت بھی نہیں ہے اور اس امر سے ان لوگوں کے گمان کے موافق مطلقاً احادیث سے اعتماد اٹھ جاتا ہو تو اُس کے جواب میں ہم اُن سے کہتے ہیں کہ آپ کا یہ شبہ بالکل ساقط الاعتبار ہے اسلئے کہ یہ بات مخفی نہیں کہ دین محمدی صحت اور مرقع علیا اعلام نے چھپر کر احادیث کی روایت اور اُن کے راویوں کی سوانح عمریاں اور حالات و تہذیب و تمدن کے بارہ ہر دو سا کیا جاسکتا ہے اور جو حدیثیں ان احادیث میں سے کوئی ایسی حدیث نہیں چھوڑی جسکی انتہت یہ نہ بیان کر دیا ہو کہ اس حدیث کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہو نہ کیا کس مرتبہ کا ثبوت ہو جو وہ کسی طرح جملہ احادیث کی صفات - اقتسام اور اُن کے راویوں کے احوال پر اتم اور کامل طور پر

مسند فی الشفا عن عائشہ (رضی اللہ عنہا) وعن ابیہا (رضی اللہ عنہ) لم یکن فی جوف النبی صلی اللہ علیہ وسلم قطۃ ۱۲

مسند فی ابی داؤد عن العواضل بن ساریہ رضی اللہ عنہ قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یحییٰ احکم منکم علی بارئۃ یظن ان اللہ تعالیٰ

لم یجرم شیئاً الا ان فی ہذا القرآن الا درانی قد مررت وعظمت ونبہت عن شہار انہا مثل القرآن او ان اللہ تعالیٰ لم یحل لکم ان تملوا بہت اہل الکتاب

الاباؤن ولا تخرسوا بل ہم ولا اکل شمار ہم واولا اعطو کم الذی علیہم ۱۲



او انہوں نے احاطہ کر لیا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے لئے علیحدہ اونہوں نے ایک خاص فن مقرر کیا ہے جس کا نام فن مصطلح الحدیث ہے اور اس میں بہتیری کتابیں اور رسالے تالیف کئے ہیں متحد قضاہ نظم کئے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے احادیث کے راویوں کی سوچ عمروں کے بارہ میں کیا ہے چنانچہ اس کے لئے بھی ایک جدا فن مقرر کیا ہے جس کا نام فن تقدیل و تخریج ہے بعد اس کے انہوں نے ہر حدیث کے مرتبہ سے آگاہ کر دیا ہے جس کا کتب احادیث میں برابر ذکر کیا جاتا ہے اور نیز اس امر پر کہ احکام کے بارہ میں اُس کا کیا حکم ہے یعنی اُس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ انہوں نے اس کا بیان کر دیا ہے کہ فلاں فلاں احادیث متواتر اور مشہور ہیں جن پر کہ اعتقادات اسلامیہ اور احکام شرعیہ کے بارہ میں اعتماد کیا جاسکتا ہے اور فلاں فلاں احادیث صحیح و حسن حدیثیں ہیں جن پر کہ صرف احکام کے بارہ میں اعتماد ہو سکتا ہے اور یہ کہ فلاں فلاں ضعیف حدیثیں ہیں جن پر کہ امور مذکورہ میں سے کسی کے بارہ میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا لیکن ہاں فضائل اعمال میں اُنکو لے سکتے ہیں یعنی اگر اُن میں کسی عمل کا بیان ہے اور شریعت کے خلاف نہیں کوئی امر نہیں پایا جاتا تو اُس پر عمل کے کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں اُسکا عمل کر لینا جائز ہے۔ یہی موضوع احادیث کی ہی انہوں نے تخریج کر دی ہے کسی چیز میں ہی اعتماد نہیں کیا جاسکتا بلکہ اُنکو پڑھنے والے پر یہ بیان کر دینا واجب ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیکر آپ کی جانب سے جوٹ کہہ دی گئی ہے اُسکو ہرگز نہ لینا چاہئے اور جو کتابیں ان بیانات کی تکمیل و استیفاء اور حدیث کے مرتبہ کے تمیز کرنے کے بارہ میں تالیف کی گئی ہیں وہ علماء امت میں پہلی ہوتی ہیں یہاں تک کہ اُن پر ان حقائق میں سے کوئی شے بھی مخفی نہیں۔ پس بعد ان سب باتوں کے کیا نقصان ہو سکتا ہے اگر احادیث بنوہ پر ہی اعتماد کیا جائے جیسے کہ قرآن پر کیا جاتا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کا ثبوت اعتبار سے جو مرتبہ ہو اُسکو اسی پر رکھا جائے علاوہ بریں یہ خیال فرمائے کہ لوگوں کی خبروں اور باتوں میں جھوٹی اور سچی سب طرح کی خبریں ہوتی ہیں تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ لوگوں میں چونکہ جھوٹی خبریں بھی موجود ہیں اسلئے ہمیں چاہئے کہ کسی خبر کی ہی تصدیق نہ کریں ورنہ ہرگز نہیں ایسی بات کا سوائے نادان کے اور کوئی قائل نہیں ہو سکتا بلکہ امر صواب یہ کہ ہم اس کے جواب میں کہیں کہ ہمیں چاہئے کہ ہم جھوٹی خبروں سے بحث کریں تاکہ ہم انہیں چبان کر رد کریں اور اپنا اعتماد نہ کریں اور اسی طرح سچی خبروں سے بھی بحث کریں یہاں تک کہ ہم انکی شناخت کر کے انہیں لے لیں اور اپنا اعتماد کریں چنانچہ اسی طرح علماء امت نے ہی ان احادیث کے ساتھ ہی معاملہ کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں اُن سے بحث و تدقیق کی یہاں تک کہ انہیں اُن احادیث پر واقعیت حاصل ہو گئی جسکی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل صحیح ہے پس انہوں نے اُنکے ثابت ہونے سے لوگوں کو بھی آگاہ کر دیا اور خود بھی اپنا اعتماد کر لیا اور اسی طرح جو احادیث اس کے خلاف تھیں اُن سے ہی دُشمن ہو گئے اور اُن سے ہی انہوں نے لوگوں کو آگاہ کر دیا اور جس مرتبہ کی وہ تھیں اُنکو اسی مرتبہ پر رکھا یعنی اُن میں سے بعض کی نسبت تو یہ حکم لگایا کہ اپنا احکام کے بارہ میں ہرگز اعتماد نہ کیا جائے (جیسا کہ حدیث ضعیف کا حکم ہے) اور بعض کی نسبت

مطلقاً ترک کر دینے کا حکم کیا (جیسا کہ حدیث موضوع کا حکم ہے) اور اگر یہ قاصرین کہیں کہ ہمیں اس طرح احادیث کے مراتب پر کہاں واقفیت ہو سکتی ہے اور ہم کیونکر چچان سکتے ہیں کہ ان میں سے کونسی اعتماد کے قابل ہیں اور کون ناقابل بقوت ہم اُن سے کہیں گے کہ اس وقت دینی حیثیت سے آپ کا عام لوگوں میں شمار ہو گا کیونکہ چورین کے علماء ہیں وہ اسکو بخوبی جانتے ہیں اور پھر انہیں سے کوئی شے بھی مخفی نہیں ہے اسلئے آپ لوگوں کو لازم ہے کہ ایسی ہرگز جرأت نہ کریں اور اپنے دینی امور میں ایسے علماء کی طرف رجوع کریں جو اہل ذکر و معرفت ہیں اور ان امور سے ایسے ہی واقف ہیں جیسا کہ انکی واقفیت کا حق ہے اور اگر ان قاصرین کا یہ شبہ ہو کہ جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں۔ ان میں ایسی حدیثیں بھی پائی جاتی ہیں جنکا ظاہر قانون عقلی اور ان امور کے خلاف ہے چہر کہ عقلی قطعی دلیل قائم ہے اور جنکا پتہ زمانہ حال کے قانون کی تحقیقات و انکشافات سے نکلے ہے اور اس سے انکے گمان کے موافق خلاصی کی صرف یہ صورت ہے کہ قرآن پر انحصار کیا جائے اور تمام احادیث بنویہ کو چھوڑ دیا جائے۔ آپس میں کہتا ہوں کہ انکا یہ شبہ مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ بڑا اور بالکل ہی لچر ہے اور ان کا اس شبہ سے متشکک کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دین محمدی کی حقیقت کے سمجھنے سے بالکل ہی غافل ہیں اور یہ اسلئے کہ شریعت محمدیہ کا قاعدہ ہے جیسا کہ علماء اعلام سے نقل کر کے ہم پیشہ تریان کر چکے ہیں کہ مسلم کو پر واجب ہے کہ قرآن اور حدیثوں کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ظاہری ہی معنی میں جہتاً تک کہ کوئی عقلی قطعی دلیل انکے ظاہر کے خلاف نہ ہو اور اگر عقلی قطعی دلیل ایسی قائم ہو جائے جو ظاہر ثابت یا حدیث کے منافی معلوم ہو تو ہمیں اس ظاہر ثابت یا حدیث کی تاویل کرنا چاہئے اور اسکو کسی ایسے معنی کی طرف راجع کرنا چاہئے جسکا اس عبارت سے احتمال ہو سکتا ہو چاہے وہ معنی بعد ہی کیوں نہ ہوں تاکہ اس نص مشہور علی اور اس قطعی عقلی دلیل میں تطبیق ہو جائے اور جو شخص قرآن شریف اور تمام احادیث بنویہ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں تلاش کر لگا تو اسے ان میں کوئی ایسی شے نہ ملیگی جسکا ظاہر قطعی عقلی دلیل کے مخالف ہو اور اس کے مناسب تاویل ممکن نہ ہو اور انہیں اور اس دلیل میں تطبیق نہ دی جاسکے۔ باقی ہیں وہ نصوص جن میں تاویل کی گنجائش نہیں اور انکے معانی متعین ہیں تو ان میں سے کوئی شے بھی قطعی عقلی دلیل کے مخالف نہیں پائی جاتی اور نہ یہ ممکن ہے کہ کوئی قطعی عقلی دلیل انکے مخالف قائم کیا اور جس کا گمان اس کے خلاف ہو اسے بیان کرنا چاہئے خلاصہ یہ کہ ان قاصرین کے لئے امر صواب تو یہ تھا کہ اس شبہ کی وجہ سے احادیث بنویہ کو ترک کرنے کے عوض علماء امت سے ہر حدیث کی تطبیق پوچھتے جس کا ظاہر انہیں کسی عقلی قطعی دلیل کے خلاف معلوم ہوتا تھا اور وہ اس کی نہایت استوار طریقہ پر تطبیق بیان کر دیتے اور اسوقت اپنی یہ بات ظاہر ہوجاتی کہ دین اسلامی کی نصوص میں سے حقیقت اور نفس الامر کے اعتبار سے کوئی شے بھی عقل کے مخالف نہیں اور بعض نصوص میں جو ظاہر مخالفت کا خیال گذرتا ہے اسکی وجہ یا تو فہم کا تصور ہے یا علم کی کمی ہے یا کسی محنت الہی کی وجہ سے وہ نص ہی درجہ سطح تشابہات) ایسے طرز پر داند کی گئی ہے جس سے بظاہر مخالفت معلوم ہوتی ہے اب وہ حکمت یا قویہ کہنے کے شرعی نصوص سے جس طرح کہ اس قسم کی آیات میں وہ لوگ بھی تطبیق کی کوشش کرتے ہیں سوا اس امر میں قرآن و حدیث دونوں مشترک و مساوی ہیں ایک کو قبول کر کے دوسرے کو ترک کر دینا محض زبردستی ہے۔ ۱۲۔ مترجم

کے سمجھنے میں علماء کی آزمائش اور امتحان کرنا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ حق کی تلاش اور امر صواب تک رسائی کے لئے وہ کہاں تک کوشش و اجتہاد کرتے ہیں اور یا اسکے سوا کوئی اور حکمت ہو۔

اور میں ایک ایسی کتاب کی تالیف شروع کرنے والا ہوں جس میں میرا ارادہ ہے کہ تمام آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کا جبکا ظاہر و باطن عقلی اور اکتشافات و تحقیقات جدیدہ یقینہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے بتوفیق خداوندی ذکر کروں اور قاعدہ متقدمہ کی بنا پر قانون عقلی کے موافق ان میں سے ہر ایک کی مناسب تاویل کر کے تطبیق دوں خدا تعالیٰ و سبحانہ سے میری یہ دعا ہے کہ مجھ پر اپنا احسان کرے اور اس کے تمام کریمکی توفیق دیکر اپنے دین کی جیسے یہ خدمت لے لے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی شے کی جس میں حق پایا جانا ہو ہدایت کرے اور ہمارے دلوں کو ایمان پر اور زبانوں کو صدق پر قائم و دائم رکھے اور جس امر میں اسکی رضا مندی اور اس کے برگزیدہ رسول کی خوشی ہو اسکی ہمیں توفیق دے اور بطفیل ہمارے سردار سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارا خاتمہ بالآخر کرے اور سبکو سعادت و ابدی عنایت کیلئے۔ اللہم آمین۔

باقی رہی تہنیت اس کا بیان یہ ہے کہ میں اس رسالہ کے ناظرین سے امید کرتا ہوں کہ جہاں کہیں بادی النظر میں ان کی سمجھ میں یہ آوے کہ میں نے خطا کی ہے اور چوک گیا ہوں تو جس مقام کی میں تقریر کر رہا ہوں اسکے پورے طور پر سمجھنے سے پہلے میرے خطی ٹھہرانے میں جلدی نہ کریں بلکہ سیاق و سباق یعنی اسکے اقبل و ابعد کو خوب دیکھ رہاں ہیں اور یہ ہی تدبیر رکھیں کہ میں نے اس رسالہ کو کس غرض سے تالیف کیا ہے اور نہیں کیا و مبالغہ اختیار کیا ہے اور کس کیفیت پر اسکی ترتیب دی ہے یہ جو حق بات ان کے نزدیک ظاہر ہو اس کا حکم لگائیں کیونکہ جب تک میرا ان آدمیوں میں شمار ہے جو خطائے معصوم و محفوظ نہیں اسوقت تک میں پہلا اپنے لئے خطائے محفوظ و معصوم رہنے کا کیونکر دھوئے کر سکتا ہوں حالانکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر اپنے اور اپنے پیغمبر کے کلام کے کسی شخص کے لئے خطا و لغزش سے محفوظ و معصوم رہنا تجویز نہیں فرمایا غایت سے غایت میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے بقدر اپنی کوشش اور طاقت کمال صواب کی جستجو میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا پس اب جو کچھ ہمیں حق ہو تو اسکی جانب بتوفیق خداوندی اور بہ برکت و ولایت صلی اللہ علیہ وسلم جکی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کے خدام میں ایک میں بھی ہوں میری رہنمائی ہوئی ہے اور جو کچھ ہمیں ہوا چوک ہوئی تو وہ میری ذمہ داری کی کوتاہی میری کم علمی اور میرے فکر ضعیف کے باعث ہے اور میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ میری لغزشوں پر مواخذہ نہ کرے گا اور جبکہ قصہ میرے کلام کی جانچ پڑتال کرنے اور میری غلطیاں نکالنے کا ہوتا ہے اختیار ہے لیکن اسے اتنا لازم ہے کہ نیت کو خالص کر کے اس پر پیش قدمی کرے کیونکہ میرا تالیف کا محض اسلامی بنیاد پر کج مذمت بجا لانا ہے اسلئے اگر جانچ پڑتال کرنے اور غلطیاں نکالنے والا اسی بن کا پیر و پیوستہ ہے پہلے یہ دیکھ لینا چاہئے کہ خدا و رسول کی خوشنودی اور رضا کس شے میں ہے اور پھر اس کے بعد جو کچھ اسے کرنا ہو کرے۔

پھر میں اس رسالہ میں اگرچہ بعض فلسفی مباحث میں گہس پڑا ہوں لیکن اس سے میرا یہ قصہ ہرگز نہیں ہے کہ دین تک

اس بات پر توجہ نہ کریں  
رسالہ کو اگر کوئی عام  
بادی النظر غلط معلوم  
ہو یا جو اسکی غلط فہمی  
ذاتی غلطیاں نہ ہوں  
اور نہ اس کی وجہ سے  
میرے سالکوں کو گمراہی  
اور غلطی کی گمان ہے  
تو اسکی غرض کا نفاذ

فلسفیت کو دخل دوں بلکہ میں نے یہ طرز اسلئے اختیار کیا ہے کہ فلاسفوں کی عقل کو تکین حاصل ہوا ہے اور یہ امر ظاہر ہو جائے کہ اسلامی دین نے اپنے متبعین کو محض ایسے ہی عقاید عہد کے یقین کرنے کی تکلیف دی ہے جو قانون عقلی صحیح پر بالکل منطبق ہیں اور صرف ایسے ہی احکام کی بجا آوری کا مکلف بنایا ہے جن کا مزہ سراسر دین و دنیا کی بہتری ہی بہتری ہے۔

علماء کلام ہی کو دیکھئے کہ اسی غرض کے حاصل کرنے کے لئے فلاسفہ کے ساتھ مباحث فلسفہ کی تشبیح کرنے کے کیسے کچھ درپے ہوئے ہیں۔ پس میں کوئی ایسی نئی راہ نہیں بتا ہوں جس پر کہ اسلامی اسکے علم پر چلے ہوں اور جو شخص سب بات سے واقف ہو گا کہ فنون فلسفہ جدیدہ کی کتابیں اور خود یہ علوم اس زمانہ کے لوگوں میں کس قدر شائع ہو رہے ہیں خصوصاً ان لوگوں میں جو دین اسلامی کی حقیقت پر گامی حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے وہ جدید فلسفہ کے شواہد اور آؤدگیوں سے جیسے کہ نئی نئی تحقیقاتیں موجود ہیں اسلامی عقائد کو محفوظ رکھنے کی غرض سے اس طریق کے اختیار کرنے اور اس پر چلنے کو ضرور سخت سمجھیں گے اور یہ وہ فلسفہ اور تحقیقات جدیدہ ہیں جن کا پتہ ان علماء متقدمین کے زمانہ میں نہ لگا تھا جنہوں نے کہ فلسفہ قدیم کے شواہد اور آؤدگیوں سے اسلامی عقائد کی حفاظت میں کوئی کسر نہیں رکھی۔

پھر میں بعض بعض مباحث میں اپنے مقابل کے ساتھ رخائے عنان سے پیش آیا ہوں اور اسے میں نے یہ اختیار دیا ہے کہ جہور نہ ہی اس امت کے بعض علماء کے اقوال ہی پر وہ اعتماد کر لے اور اس سے میری صرف غرض ہے کہ میرے مقابل کو آسانی ہو اور وہ بسہولت دین میں داخل ہو سکے کیونکہ اسکا دین میں داخل ہونا گو وہ علماء اسلام میں سے بعض ہی کے قول پر کیوں نہ ہو اسکے لئے اہل اسلام کے زمرہ میں شمار کئے جانے کے لئے کافی ہو گا اور ایمان سے وہ محروم نہ رہے گا۔ پس یہ امر اس کے لئے اس مہلک مخالفت سے جس پر کہ وہ پہلے تحفظات کا باعث ہو جائے گا۔ امام غزالی ہی کو دیکھئے انہوں نے اپنی کتاب تنہا فت الفلاسفہ میں مخالفین کے لئے بعض معتزلیوں ہی کے قول پر کیوں نہ ہو الزام حجت کو کافی سمجھا ہے اور یہی پرکٹفا کیا ہے کیونکہ معتزلہ (کیسے ہی کیوں نہ ہوں) مسلمانوں کی شمار سے تو خارج نہیں ہیں۔ انکا کلیہ قانون اسلام پر موقوف ہے جیسا کہ موافق میں ہے اور قول متحد کی بنا پر ان کا نال کار بھی نجات ہے۔

اور سب کو جاننا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو احکامات کی اجازت دی ہے کہ وہ اپنے اس قول کے ساتھ خطاب کریں (وَأَنذَرْتُكُمْ دَیْلَی اَوْفٰی ضَلٰلِیْ سَبِیْلٍ) حالانکہ جس طریق پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی ہدایت ہوئے میں آپ کو ذرا ہی شک نہ تھا۔ اور یہ تو صرف مباحث اور دلیل کی سماعت پر کیا ہے اپنے مقابل کو نال کر لینے کا ایک خطابی طرز ہے اس سے یہ ہوتا ہے کہ دلیل اسکے سامنے بسہولت بیان کر دی جاتی ہے پھر وہ اسے سمجھ لیتا ہے اور اس طرح وہ دلیل حق پر اسکو تسلیم کر لیتا ہے اور عقیدہ حاصل

ہو جاتا ہے۔ رہا اسلامی دین میں یہ اعتقاد جسکو سلفہ دل میں لیکر غلط کے حضور میں حاضر ہوتا ہوں۔ اور جس کی نسبت میری دلعسے کہ خدا اسی پر میرا انجام بخیر کرے وہ یہ ہے کہ جتنی چیزیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں ان سب کا جس طرح کہ سلفہ صاحبین یعنی صحابہ اور تابعین اعتقاد کرتے تھے اسکے موافق اعتقاد جازم کے ساتھ میں ہی معتقد ہوں جو طریقہ کہ اہل سنت و جماعت کا ہے۔ اور خصوص شرعیہ کے اعتقاد میں تقویٰ کی بابت بھی نہیں کے مذہب پر ہوں چنانچہ میرا اعتقاد ہے کہ خصوص شرعیہ میں سے ہر نص حق ہے عقل صحیح کے مخالف نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی اس سے محال لازم کر سکتا ہے اور جو کچھ خدا نے اس سے ارادہ کیا اسی پر ایمان لاتا ہوں اور مشابہات کے معانی میں سے کسی خاص معنی کی تفسیر کا علم خدا کے حوالہ کرتا ہوں لیکن جو وقت میری گفتگو اور میرا مقابلہ ایسے شخصوں سے ہو جو ان خصوص شرعیہ میں سے کسی پر معترض ہوں یا ان سے ایسے معانی کا اعتقاد کرتے ہوں جو اصول دین کے خلاف ہیں اس وقت میں خلفا رضی اللہ عنہم کا طریقہ اختیار کرتا ہوں اور ان خصوص کی جن کا ظاہر عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہو ایسی تاویل کر دیتا ہوں جس سے ان میں اور عقل میں موافقت ہو جائے جیسا کہ اس قاعدہ کا بیان پیشتر ہو چکا ہے اور یہ بات صرف اسلئے کیجاتی ہے تاکہ مخالف کی تسکین ہو جائے اور اسکو یہ الزام دیا جائے کہ نص کو اس تاویل سے سمجھ لینا ممکن ہے اور ہلاک کرنے والی مخالفت کو وہ اس طرح پر ترک کر سکتا ہے اور حقیقی اعتقاد ایسی خصوص میں ہی ہے کہ اس نص کے ضرور کوئی صحیح معنی عقل صحیح کے موافق ہیں اور اس معنی کو یقینی طور پر معین کر کے ہم نہیں بتا سکتے بلکہ اس کی تفسیر کا علم خدا کے حوالہ کرتے ہیں جیسا کہ پیشتر گذر چکا ہے یہی میرا مذہب ہے جسکا میں التزام کرتا ہوں۔ اور یہی میرا مختار ہے۔ پس ہر مقام پر میرے کلام کو اسی پر محمول کرنا چاہئے۔ اور خدا توفیق دے گا۔ پہر میں نے اس رسالہ کے تحریر کرنے میں جتنے الامکان ایسے طریقہ کا التزام کیا ہے جو عام لوگوں کی فہموں کے مناسب ہو اور جسکو وہ بھی سمجھ لیں جتنے کہ بعض بعض مواقع پر جب مرجع دور ہو گیا ہے یا کسی قسم کا آئینہ خشار کیا تو میں نے عبارت کی عبارت کو بغرض آسانی نہ کر دیا ہے اور بعض عام لوگوں کے الفاظ بھی میں نے استعمال کئے ہیں اور علاوہ۔ بریں بعض اور امور ایسے ہیں جنسے کہ ان علماء کی بالفیات جو نہایت خوش اسلوبی اور عمدگی سے تالیف کرتے ہیں خالی نہیں گی۔ اور یہ سب کچھ میں نے صرف اسلئے اختیار کیا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو اور مقام کی توضیح ہو جائے شاید خدا تعالیٰ میرے دینی اور سہشت میں شریک بہائیوں کو اس رسالہ سے نفع بخشے پھر انکسار ضحیف اور عجز کے ساتھ خدا کے سامنے زاری کرتا ہوں اور صاحب شریعت مطہرہ و ملت منورہ مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل کرتا ہوں کہ خدا میرے عمل کو قبول فرماوے اور اپنے بندوں کو اس سے نفع دے اور میری نیت کو لوجہ اللہ خالص کر دے اور ہمارے موئے لئے امیر المومنین اور خلیفہ رب العالمین سلطان بن سلطان عبدالحمید خاں بن سلطان عبدالحمید خاں کی دولت کی تائید اور نصرت

عہ نقویں سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی مراد نہ معلوم ہر جیسے کہ حروف متلفعات یا کیلکی اصل مراد نہ معلوم ہو لیکن اسکی کوئی خاص کیفیت نہ ہو بشریت کی جانب سے بیان نہ کی گئی ہو جیسے قیامت میں خدا کی رویت پر دلالت کرنے والی خصوص تو ایسی صورت میں اپنی طرف سے کچھ تفسیر نہ کرنا اور تفسیر خدا کے حوالہ کر کے اسکا اجمالی اعتقاد کر لینا جتنا کہ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲ مترجم۔



کرے اور انہیں (نافع خلائق) امور کی توفیق دے اور عین عنایت اور اپنی محافطت کے عرصے انکی حفاظت کرے خدا ہی سے حیر وجود کا فیضان ہے۔ آمین یا رب العالمین۔

## ترجمہ کتاب مصنف عالم

خدا تعالیٰ نے مجھے یوم مبارک جمعہ کی صبح کو آفتاب نکلنے سے پہلے اس رسالہ کے تمام کتب کی توفیق دی اور یوم سعید ایک ہزار تین سو چھ ہجری کے ماہ شوال کی پہلی تاریخ یعنی عید الفطر کا مبارک دن تھا جسے خدا نے فریضہ عید کے ادا کرنے کے بعد اپنے مسلمان بندوں کے لئے باعث راحت و فرحت گردانا ہے اور جسے کہ سال حج کے مبارک عبادت کے مہینوں کی آمد پر سبب ہجرت و مسرت قرار دیا ہے اس خدا کا ہزار ہزار شکر ہے جس کے فضل و احسان کی بدولت نیک کام انجام کو پہنچتے ہیں اور اس کے تمام انبیاء اور سیدین خصوصاً افضل رسل محمد مصطفیٰ بنی امی پر جن کی ہر دولت ہمیں راہ ہدایت دیکھنا نصیب ہوئی اور ان سب کے آل و صحابہ پر ہزاروں درود اور لاکھوں سلام نازل ہوں۔ خرو عوانا ان الحمد للہ رب العالمین فقط

شکر صد شکر ٹھکانے لگی محنت میری  
مٹے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری

## خاتمہ از مترجم

۲۰ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ یوم شنبہ وقت ظہر مدرسہ جامع العلوم کا پتھر میں احقر خادم علماء کرام و فضلاء عظام عاجز  
اجتہاد علی غنی عند مدرس سوم عربی مدرسہ مذکور کے ہاتھوں یہ ترجمہ تائید خداوندی اور توجہ مولیٰ و مولائی و استاذی متہدی  
و سندی جناب حافظ قاری شاہ مولوی محمد شرف علیہ صاحب نطلہ العالی ختم ہوا خدا اسکو قبول فرماوے اور اپنے بندوں  
کو اس سے نفع بخشے اور عاجز مترجم کو زیادہ سمجھ سے محفوظ اور اسکی نیت کو شوائب نفسانی سے خالص رکھے۔ آمین

تقریظ منشی بے بدل فاضل اجل جناب مولوی محمد انعام اللہ خان صاحب

مدرس فارسی مدرسہ جامع العلوم کا پتھر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خدا گر چہ صد عقدہ داند کشود خدا و نبی را نیارد ستود  
ہماں بہ کہ از دل بجای آورم خدا را اسجد و نبی را درود

آلہ عجیبی نہ رہے کہ اس پر پسند ترجمہ اسائن اس کی فضل اور تہذیب جامع علوم عقلی و نقلی و متمدنی جناب مولوی سید  
 اسحاق علی صاحب ترجمہ ارشاد فیض مینا دار حضرت اقدس قلمدار کعبہ مجمع اسرار الہی منہج فیوض انشاہی محدث معارف غنی و جلی  
 استاد ذی و مرشد ذی و مولائی جناب حافظ قاری حاجی مولانا شاہ محمد شرف علی صاحب ثناء ذی عم فیض کی بابرکت دعا اور  
 توجہ سے مدرسہ جامع العلوم کا پندرہ حفظ اللہ تعالیٰ عن الفتن والشور کے درجہ فاضل میں جمادی الاخریٰ ۱۲۹۶ھ کی  
 چودہویں تاریخ کو دوسرے دن فجر کی نماز کے بعد فوراً بمقدار ناچیز و خاکسار محمد انعام اللہ علیہ عنہ کے ہاتھوں اختتام کو پہنچایا  
 نقل اور تہذیب کی حالت میں جو اس نفیس ترجمہ کو اول سے آخر تک دیکھنے کا اتفاق ہوا تو معالیٰ لطیفہ اور مضامین عجیبہ کا ایک نیا  
 اور بے نظیر گنج پایا حق تو یہ ہے کہ جس طرح مصنف کتاب نے اس تصنیف سے اپنے پیچشموں میں گویا خرق عادت کر دکھایا ہے  
 اسی طرح مترجم کا حال نے بھی باغاورہ ترجمہ اور فقہیم مضامین مطالب کی داد و کد اپنا رتبہ بڑھایا ہے مصنف کے سچے اجمال اور نفیس مضامین  
 عربی کی عبارتوں کو چودہویں پشیدہ اور ستونچو وہ (دار و گنجائش) والو پیر اس اردو کے زبانیاں محاورہ ترجمہ و سبب ظاہر و باہر سو گوارا  
 مکتور و ناب ستوری ندارد چودہ ہندی سہ روزان برآرد

انصاف پسند ناظرین جسوقت اسکو ملاحظہ فرمائیں گے اور تحقیق و تدقیق سے ہر ایک بحث کو پراورالامال بایں گے تو قوی  
 امید ہے کہ کچھ دل کسی وقت اسکی مفارقت کو گوارا نہ کریں گے

ہیں دعوئی کہ کردم شایدے ہست

اب اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ صاحب طبع کو بہت جلد صحت کے ساتھ اس ترجمہ کو طبع کرنے کی توفیق دیکر فیاض انعام  
 کا مقبول بنائے اور مصنف اور ترجمہ اور حضرت اقدس مولانا مرشدنا شاہ محمد شرف علیہ صاحب کو جو اصل میں اس ترجمہ کے باعث  
 ہوئے ہیں اور نیز اس ناچیز اور خاکسار نافل (محمد انعام اللہ) اور ان مخدوم و مکرم کو جو اسکو چھپوائیں گے جو اسے غیر عطا و مال  
 ایمان کے ساتھ اس دار فناء سے دار بقا میں لیجائے اور بہت بڑے بڑے مراتب سے سرفراز کرے

چہڑے سفید و چہ بخت سیاہ نگرید محروم زین بارگاہ

امین ثم امین کا تب الحروف خاکسار محمد انعام اللہ غفر اللہ له ولوالدیہ وجميع اہلباہ وسائذہ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و  
 آلہ وصحابہ اجمعین الے یوم الدین فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آختر حمیدیہ میں مولف رسالہ حمیدیہ کا عقد و ازدواج عورتوں کے پردہ اور طلاق کے بارہ میں ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا تھا تنقید فائدہ  
 کے لئے اسکا ترجمہ ہی اس کے ساتھ کر دیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و الصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ و علیٰ آلہ وصحابہ اجمعین۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے خدا کی رحمت کا محتاج حسین البحر طریسی

ناظرین کچھ دست میں عرض کرتا ہے کہ اسلام کے ہم مسائل میں سے تعدد و ازواج و عورتوں کے پردہ اور طلاق کا مسئلہ ہے اور چونکہ اس اثنا میں کئی مسئلہ کی کتاب ان مسائل پر نکتہ چینی کے بارہ میں میری نظر سے گذری ہے اور اس شخص نے اس میں پہلے کے دونوں مسئلوں سے تعرض کیا ہے چنانچہ خاص کر پہلے کی نسبت اس نے یہ کہا ہے کہ تمام ممالک میں مرد و شماری کے اعتبار سے مردوں کی تعداد عورتوں سے کچھ تھوڑی ہی زیادہ ہوتی ہے اور عجب نہیں کہ غایت بیزاری و رنجیت آجی نے جو یہ رعایت مد نظر رکھی ہے اس کی یہ وجہ ہو کہ مرد بہ نسبت عورتوں کے زیادہ ہلاک ہوتے ہیں کیونکہ ان کے موت کے اسباب وادانگہ زائد ہیں جیسے کہ سفر کی مشقتیں اٹھانا بحری خطروں کو چھیلنا لڑائیوں کی مصیبتیں برداشت کرنا وغیرہ وغیرہ اور (مرد و عورت کی) اس نسبت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خداوندی حکمت نے مرد کے لئے ایک زوجہ سے زیادہ جائز نہیں رکھی ہیں اس لئے زوجات کا تعدد امر طبعی کے خلاف ہے اور ہمیں کی ایک سے زیادہ شادیاں کرنے پر جیسا کہ یہ بھاری پاک شریعت کا حکم ہے اور اس بات پر کہ یہ حکم نظام طبعی کے خلاف ہے اس مؤلف نے جھونک (تقریض کی) ہے اور اس کتاب میں اس مؤلف نے خاص کر دوسرے مسئلہ کی نسبت یہ کہا ہے کہ حق اور انصاف کی بات نہیں ہے کہ عورت کی حقارت کی جائے یا اس پر ظلم روا رکھا جائے یا اس کو لکھا یا پرہیز کیا جائے یا اس کے ساتھ بدگمانی نہ کر کے اس کو گہر نہیں بند کر دیا جائے جسے کہ قیدی بند کئے جاتے ہیں باوجودیکہ مردوں کا گناہ میں پھنس جانا بہت قریب ہے اور یہ سب سنگدلی کی باتیں ہیں اور ہمیں عورتوں کے پردہ اور ان کے گہروں کے اندر نہ ہونے کے بارہ میں ہماری حادول شریعت کے حکم پر جھونک (تقریض) کی ہے اس لئے کہ جہنم جا کر اس معاملہ میں جو حقیقات ہو اس کو عقلی قانون کے موافق ہم بیان کر دیں کیونکہ مؤلف مذکور کو شرعی احکام تکسین نہیں لاسکتے اس لئے کہ وہ شریعت کے لئے نئے دلائل میں سے نہیں ہے سوچنے پر ان کا ایسا طرز اختیار کیا ہے جس پر عقل کو تکسین ہو سکے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ مؤلف مذکور نے ایک چیز تو یاد رکھی اور بہت سی چیزوں سے قطع نظر کر لی ان کا خیال بچھا اور بیان اس کا یہ ہے کہ اگر ہم تسلیم ہی کر لیں کہ مردوں اور عورتوں کی تعداد قریب قریب ہے اس کے بعد بھی یہ امر محض نہیں کہ خداوندی حکمت کا مقتضایہ ہے کہ مرد و عورت کے مابین نوع انسانی کا والد و تناسل ہوتا رہے اس کے افراد بڑھتے رہیں اور اس طرح ہر نوع جب تک خدا کو منظور ہو باقی رہے اور اگر اب نہیں ہے تو اس کی نقیض ثابت ہوگی اور ہمارے ذمہ واجب ہوگا کہ مختلف ذریعوں سے والد و تناسل کی تقلیل اور ان کے نیست و نابود کرنے میں کوشش کریں حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے اب یہ دیکھئے کہ والد و تناسل مرد کے حاملہ کو لے اور عورت کے تخم سے انجام پاتا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ مرد میں حاملہ کرنے کی ہمیشہ صلاحیت باقی رہتی ہے اگرچہ سو برس کا کیوں نہ ہو جائے اور اس عمر کو پہنچ جانا ممکن بلکہ موجود ہے کوئی تاویلات نہیں یہاں تک کہ بعض حکما اس کے قائل ہیں کہ اگر ان کو موت جلدی نہ آگیرے تو اس کی خلقت اور قدرتی ساخت کا مقتضایہ ہے کہ سو برس تک زندہ رہے (بلکہ مشہور قویہ ہے کہ انسان کی عمر طبعی ایک سو بیس برس کی ہے) رہی عورت جس پر نکتہ چین کے بارہ اٹھانے وضع حمل کی مصیبت برداشت کر لے اور دودھ پلانے سے انکی ثوت ضائع ہو جاتی ہے اور ان سب باتوں کی استیوقت وہ تحمل ہو سکتی ہے جبکہ اس کا جسم اس قدر قوت کو پہنچ جاتا

لہذا خداوندی حکمت اس بات کو مقتضی ہوئی کہ عورت میں بچہ جننے کی استعداد سن اطفال سن بلوغ سے لے کر پچاس برس  
 کے سن تک ہے (جیسا کہ بعض کا قول ہے اور اردوں کی رائے ہے کہ پچیس برس کی عمر تک انہیں بچہ جننے کی قابلیت  
 رہ سکتی ہے) اور یہاں سے چونکہ انکی طبعی قوت داخل ہونا شروع ہوتی ہے اسلئے باری تعالیٰ اعلیٰ کو اس سے روک دیتا  
 اور اس کا خون حیض منقطع کر دیتا ہے جو کہ جنین کی غذا ہے اور مقتضائے لطف و احسان رحم سے جس سے بچہ بنتا ہے  
 اسکو محروم کر دیتا ہے پس عورت میں بچہ جننے کی قابلیت کل پینتیس برس رہتی ہے اسلئے کہ اکثر وہ پندرہ برس میں  
 ہوتی ہے اور جب یہ بات ٹھہری تو اب ہم کہتے ہیں کہ عورت اپنے بچہ جننے کی قابلیت کی مدت میں حسب بلوغ مرد کے  
 پاس رہیگی خواہ انکی عمر کا کوئی زمانہ کیوں نہ ہو تو مرد میں حاملہ کرنے کی باہر استعداد باقیگی اور وہ اس امر سے قاصر نہ رہیگی  
 ہاں اگر کوئی غیر طبعی و عارضی سبب ہو جائے تو مدت ہی دوسری ہے رہا مرد اسکی یہ حالت ہے کہ جب وہ عورت کے  
 پاس دونوں کے بلوغ ہو جانے کے بعد زوجہ اور ایک ہی عورت کا ہو رہے تو بسا اوقات اسے اپنی عمر کی کچھ مدت  
 نسل سے معطل رہنا پڑے گا اپنی قلم پڑی کا کوئی نتیجہ حاصل نہ کر سکیگا بیان اسکا یہ ہے کہ اگر دونوں کا ایک دوسرے  
 کے پاس رہنا دونوں کے ابتداء بلوغ سے فرض کیا جائے تو عورت کے سن ایس تک دونوں سے والد و تناسل  
 ہونا ممکن ہے اور اس کے سن ایس کو پہونچنے کی مدت پچاس برس ہیں پس اگر دونوں ساٹھ برس تک زندہ رہیں گے تو  
 مرد پر عورت دس برس معطل رہیگی یعنی عورت کی وجہ سے مرد کو دس برس تک نسل سے معطل رہنا پڑیگا اور اگر دونوں  
 برس جنیں گے تو مرد پر بیس برس معطل رہیگی اسی طرح یہاں تک کہا جاسکتا ہے کہ اگر دونوں برس زندہ رہیں گے تو مرد  
 پر اسے پچاس برس تک معطل رہنا پڑے گا۔ اور اب اسی اسوقت ہی کہا جاسکتا ہے جبکہ مرد و عورت دونوں ہم سن  
 ہوں اور عورت سن ایس کو پہونچ گئی ہو اور اسوقت کسی وجہ سے دونوں میں مقارنت ہوئی ہو اور جب یہ صورت  
 لیجائے کہ سن کے اعتبار سے دونوں میں مخالفت ہو تو مرد کو عورت سے بڑا فرض کرنے کی بنا پر غالب یہ ہے کہ  
 عورت اسوقت ہی مرد پر معطل ہی رہے گی جسے کہ اگر یہ بھی فرض کیا جائے کہ جسوقت عورت اور مرد میں مقارنت ہوئی  
 ہے اسوقت مرد پچاس برس کا اور عورت پندرہ برس کی تھی اور پہر دونوں کی عمر سو برس کی ہوئی تھی عورت مرد پر  
 پندرہ برس تک معطل رہیگی۔ لیکن اگر عورت عمر میں مرد سے بڑی فرض کیا جائے تو اب مرد کا بہت بڑا نقصان ہو گا  
 اور اسوقت معطل رہنے کا زمانہ مرد و عورت کے سن کے فرض کرنے کے اعتبار سے متفاوت نکلے گا اور زیادہ سے  
 زیادہ جو یہاں تصور ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی سبب سے اسوقت مرد و عورت میں مقارنت ہوئی ہو جبکہ مرد  
 پندرہ برس کا اور عورت کا سن ایس سے کچھ پہلے ہو پس اگر یہ عورت اس مرد سے ایک بچہ جنکا کرے جو جاگیگی تو مرد  
 کی سو برس کی عمر فرض کرنے کی بنا پر عورت پچاس برس تک اس پر معطل رہیگی پس اگر مرد کے لئے ایک سے زیادہ  
 عورتوں کے ساتھ مقارنت کے مباح کرنے کے سوا ایسے اس تفاوت کے اور کوئی سبب مقتضی نہ ہی ہوتا تھا ہی  
 یہ بالکل کافی تھا اسلئے کہ یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ مرد اپنی تولید کی قابلیت کے زمانہ میں عورت پر ایک دن ہی معطل  
 نہیں ہوتا اور وہ بہت پہلے برسوں تک اس پر معطل رہتی ہے پس مرد کے لئے ایک سے زیادہ مقارنت مباح کر دینے

اسے جو معطل رہنے کا احتمال تھا اس کا تدارک کرنا ممکن ہو گا۔

اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ بنظر اسکے کہ خدا نے بخلاف عورت کے مرد ہی کو کمانے کی قوت اور اس کے شہدائے قتل کی طاقت عنایت کی ہے لہذا مرد ہی اہل دجیال کا خبر گیراں قرار دیا گیا ہے اور عورت کے نان و نفقہ کا سامان بھی اس کے ذمہ ہے اور اس کے مقابل میں عورت کے متعلق یہ کام کیا گیا ہے کہ وہ خانہ داری کا انتظام اور ولاد کی پرورش کرے اور یہ بات انسان کے لئے ایک طبی امر کی طرح ہو رہی ہے اور بعض جو اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ نظام خداوندی اور اس طریق کے خلاف چلتے ہیں جس کے ساتھ عام طور پر طبیعتیں مائل ہو رہی ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ محتاج اور ایسے لوگ جو زوجہ کے نان و نفقہ کے بار اٹھانے سے قاصر ہیں بہ نسبت مالداروں کے جو اس کی قدرت رکھتے ہیں اکثر مالک میں بکثرت ہیں اگرچہ بعض بعض مالک میں سب قریب قریب درجہ کے مالدار بھی موجود ہیں۔

پس جو مالک پہلی قسم کے ہیں انہیں کوئی شک نہیں کہ وہاں کے بہترے محتاج آدمی عورت کے نان و نفقہ کے بار اٹھانے کے خوف سے شادی نہیں کرتے بلکہ عادل شریعت جب وہ اپنی نسبت یہ جانتے ہوں کہ نان و نفقہ سے عاجز ہونے کے باعث سے وہ عورت کی حق تلفی کرینگے تو انکو شادی کرنے سے روکتی اور منع کرتی ہے اور بعض ائمہ کے نزدیک تو جبکہ خداوند عورت کے نان و نفقہ سے عاجز ہو تو اس ظلم کے دفع کرنے کے لئے جسکو عقلیں ناگوار سمجھتی ہیں حاکم کو یہاں تک حق حاصل ہے کہ ان دونوں میں تفریق کر دے اور ان آیات میں ہم ایسے عاجز مردوں کی زیادہ تعداد دیکھتے ہیں اور اگر ان کے ساتھ فوجی آدمیوں کو بھی ہم ملا لیں تو مجرم مردوں کی تعداد میں اور اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ فوج میں نوکری کرنے والے اس خوف سے شادی کرنے سے باز رہا کرتے ہیں کہ فوجی کام کی انجام دہی کے زمانہ میں انہیں اپنی زوجہ کو بلا کسی خبر گیراں کے چھوڑنا پڑیگا پس جب مرد کے لئے ایک عورت سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنا جائز نہ رکھا جائیگا تو وہ عورتیں جو ان مجرم مردوں کے مقابلہ میں بچیں گی تو والد و تناسل سے معطل ہیں گی اور جو خداوندی حکمت نوع انسانی کی زیادتی اور اس کے ازوادی کے باقی رکھنے کے بارہ میں تھی وہ باطل ہو جائیگی۔ لیکن جب مرد کے لئے یہ بات مباح کر دی جائے کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کر سکے تو جو لوگ نان و نفقہ پر قدرت رکھتے ہوں گے تو وہ عورتوں کی اس تعداد میں سے جو نسل سے معطل ہونے کو نہیں ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کر سکیں گے اور عورت ان بچاریوں میں جو والد و تناسل کی استعداد باقی رہتی ہے وہ ضائع نہ جائیگی اور نظام خداوندی مختل ہونے سے محفوظ رہیگا اور بغیر اسکے ان مصیبت زدہ عورتوں کی اسی طرح عمر گذر جائیگی اور نوع انسانی کو اسے فترہ حاصل نہ ہو سکیگا جو کہ یادگار رہ سکے۔

دوسری قسم کے مالک یعنی جہاں کے رہنے والے قریب قریب برابر درجہ کے مالدار ہیں ممکن ہے کہ وہاں ہر مرد ایک سے بھی عورت سے شادی کرے اور وہاں کی عورتوں میں سے کوئی معطل نہ رہنے پائے اور ایسے مقامات میں نہ وہ خود ہی ایک سے زیادہ شادی نہ کر سکے گا اس لئے کہ جب وہ شادی کرنا چاہیگا تو اسے فاضل عورت ملے ہی گی نہیں کیونکہ حساب کی رو سے تعداد ختم ہو چکی۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس تفصیل کا تو یہ مقتضایہ ہے کہ صرف پہلی قسم کے



ممالک کے رہنے والوں کے لئے ایک سے زیادہ عورتیں مباح کر دیجائیں نہ کہ دوسری قسم کے۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ بات  
 معلوم ہے کہ ممالک محتاجی اور الداری کے اعتبار سے ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتے بلکہ زمانہ کے دوران میں ہر ملک  
 پر دونوں قسم کے حال آتے جاتے رہتے ہیں اور اسکا مضبوط کرنا اور اس کے لئے زمانہ کی کوئی حد مقرر کر دینا ممکن نہیں  
 اور بالضرر اگر اسکا انضباط ممکن ہو اور اسکی کوئی حد مقرر بھی کی جاسکے تو جب اس معترض کے کہنے کے موافق حکم  
 دیا جائیگا تو نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ ہمیشہ اختلاف رہے اور زمانہ کی ہر مدت میں حکم اپنی حد سے بدلنا رہے اور بسا اوقات  
 یہاں تک نہ پہنچ جائیگی کہ ایک سال تو مرد کے لئے بہتیری عورتوں سے شادی کرنا جائز کر دیا جائے اور اس کے  
 بعد والے سال میں اس سے روکنا پڑے یا اس کے بالعکس معاملہ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ ملک ایک ہی سال میں مالدار ہو جائے  
 اور پھر عروج بھی بخلے یا اسکا الٹا معاملہ ہو اور خداوندی احکام اس مرتبہ کے نہیں ہو سکتے کہ آئے دن بدلائیں اور  
 ان میں تبدیل و تغیر کے ایسے ابواب نہیں کھل سکتے جس سے خود غرض اور شہوت راں انسان ان احکام کو کہیں بگاڑ  
 پس تقریر سابق سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ مولف مذکور کے قول کے خلاف متعدد زوجات کا جائز ہونا ہی اطمینان اور عقل سلیم  
 کے موافق ہے۔ رہا الزواج کا چارہ میں منحصر کر دینا اس سے مولف مذکور نے کچھ تضرع نہیں کیلئے لیکن اب ہم اس  
 تقریب میں اسکی حکمت بھی ذکر کئے جیتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ اس حکم میں ایک شرعی حکمت ہی ہے مگر اس کے ذکر کا یہ  
 موقع نہیں کیونکہ مولف مذکور ہماری شریعت کے ماننے والوں میں سے نہیں ہے یہاں تک کہ شرعی حکمتوں سے  
 اس کے خیالات کو تسکین حاصل ہو سکے ہاں اسکی عقل حکمت ایسی ہے جو اس کے امور مالوفہ کے طرز پر ہے اور اسی سے مولف  
 مذکور کی تسکین ہو سکتی ہے بیان اسکا یہ ہے کہ ہم پیشتر ذکر کر چکے ہیں کہ نان و نفقہ سے عاجز آدمی شادی کرنے سے باز رہا  
 کرتا ہے اور جو اسپر قادر ہو تا ہے وہ اسپر پیشقدمی کرتا ہے۔ اور ہمیں کوئی شک نہیں کہ تلاش و دستبرد سے کسب حاش  
 کے چارہ ہی قسم کے عادی فیصلے نکلتے ہیں حکومت تجارت، صناعت، زراعت۔ پس گویا باری تعالیٰ نے ہر سبب  
 کے مقابلہ میں ایک ایک ذریعہ جائز رکھی پس جب کسی مرد کو سارے اسباب میسر آجائیں گے تو وہ چار عورتوں کو کہہ سکیگا  
 اور جب ان ذرائع میں سے کوئی ذریعہ اس سے مفقود ہو جائے تو وہ تین ہی عورتوں پر اقتصار کر لیکر اعلیٰ ذرا القیاس  
 یہاں تک کہ جب کسی سے سارے ذرائع مفقود ہو جائیں تو وہ شادی نہ کرے اور یہ امر الداروں کے حوالہ کرے  
 اور جب کسی کو ایک ہی ذریعہ سے اس قدر فراغت نصیب ہو جائے کہ دوسرے ذریعہ کے قائم مقام ہو سکے بلکہ اس  
 سے بھی زیادہ ہو تو وہ بقدر اپنی وسعت کے شادیاں کر سکیگا۔ اب اگر آپ تفریکہ مشتبہ اس تقریر کو سمجھ گئے ہوں گے  
 تو آپ پر اسکا ارادہ ہی کھل جائیگا کہ مرد کو لونڈیوں میں سے چار سے زیادہ عورتوں کو سربہ بنانا (یعنی انکو جمل کے لئے  
 متعین کر لینا) کیوں جائز کیا اسلئے کہ ایسی عورتیں جس ملک میں کہ لائی جاتی ہیں وہاں ان کے مقابلہ میں مردوں کی  
 تعداد نہیں پائی جاتی۔ پس جس حالت میں کہ نادار لوگ ان کے مالک بننے کی قدرت نہیں رکھتے اور الداروں کے لئے ہی  
 ان میں سے کئی عورتیں جائز نہ ہوتیں تو وہ نسل سے محطل ہو جاتیں پس الداروں کے لئے لونڈیوں میں سے کئی عورتیں  
 جائز کر دینا عین حکمت ہے اور اسقدر بیان چھوٹنے والا آدمی کے لئے بالکل کافی معلوم ہوتا ہے۔

کہ ان دونوں میں تو ایک نسل کی استعداد موجود ہوتی ہے لیکن ان دونوں کے آگے تناسل متوافق نہیں ہوتے پس جب دونوں میں مفارقت ہو جائیگی تو ان میں سے ہر ایک کو ممکن ہو گا کہ کسی دوسرے سے مقارنت کر کے نسل حاصل کر سکے اور اپنی تولید کی استعداد کے شر سے محروم نہ رہے۔ اور یہاں پر ہم اس امر کی طرف رجوع ہوتے ہیں جبکہ ہم پہلے کہہ رہے تھے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں جب مرد اس عورت کو طلاق دینے میں توقف کرنا چاہے جو کہ اس سے حاملہ نہیں ہوئی تو اسے (مقدور اذواج کی بنا پر) ممکن ہو گا کہ اس بات کے ظاہر کرنے کی غرض سے کہ حمل کا مانع کسی وجہ سے ہے کسی دوسری عورت سے مقارنت کرے پس اگر وہ مانع زوجہ کی جانب سے ظاہر ہو تو اس صورت میں اگر وہ چاہے تو اسے ہر دستور عقد میں باقی رہنے دے اور اس فضل و احسان کو جو اس کے اور زوجہ کے مابین گذر ہو لے لے لے کر اس کے طلاق دینے سے کیا فائدہ (کیونکہ وہ دوسرے سے مقارنت کر کے نسل تو حاصل کر ہی نہیں سکتی اس لئے کہ اس میں سبب مانع عمل موجود ہے اب اس کے حق میں یہ خاوند اور دوسرا شخص دونوں برابر ہیں اس لئے اگر خاوند چاہے تو اسے اپنے پاس رہنے دے) اور اگر یہ ظاہر ہو کہ حمل کا مانع خود اسی خاوند ہی کی جانب سے ہے تو اسے اس عورت کو اپنے پاس رکھنے کا اختیار ہے اور ہم قانون سابق کے مقتضا کے موافق یہ نہیں کہتے کہ اسے اس وقت طلاق دینا واجب ہے تاکہ وہ دوسرے سے مقارنت کر سکے کیونکہ اس عورت میں استعداد تولید کا پایا جاتا ہی متیقن نہیں ہے بلکہ ہمیں شک ہے کیونکہ ممکن ہے کہ عورت میں ہی تولید موجود نہ ہو اور احکام شک پر مبنی نہیں ہوا کرتے۔

پھر کبھی طلاق کے جائز کئے جانے کا ایک اور راز ہم اور ضروری سبب پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خاوند زوجہ میں نفرت پیدا ہو جائے اور اس کے بہت سے اسباب ہیں مثلاً یہ کہ کسی مبین مرض کا لاحق ہونا۔ بد صورت ہو جانا۔ آگے تناسل کا معطل ہونا۔ عورت کا اپنے خاوند کی اولاد کے نسب محفوظ رکھنے کے بارے میں اس طرح اس سے خفا کرنا کہ اس کو خاوند ظاہر کر سکتا ہو اور حاکم کے رویہ پر ثابت کرنا اسے ممکن نہ ہو پس اگر طلاق ممنوع ہوگی تو اس حالت میں دونوں کی زندگی تلخ ہو جائیگی اور دونوں کے دونوں اپنی تمام عمر اس تلخی کا مزہ چکھتے رہیں گے اور ان دونوں کی آنکھوں میں فساد اور بے چینی کے دروازے کھل جائیں گے لیکن جب طلاق جائز ہوگی تو دونوں اس تلخی اور اس بے لطفی سے چھٹکارا پانیکا مقصد کرینگے اور حیائی کے ارتکاب سے بچیں گے بننے سے محفوظ اور پاک و صاف رہ سکیں گے۔

باقی رہا یہ امر کہ طلاق صرف خاوند ہی کے ہاتھ میں ہونی چاہیے کی عورت کے اختیار میں کیوں نہ ہوئی اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرد کی عقل عورت سے زیادہ درست اور ثابت ہوا کرتی ہے اور عورت کے خیالات و فاسی بات میں فوراً بدل جایا کرتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اگر علی العموم مسلم ہے اور پہلے یہ گزر چکا ہے کہ عورت کے نمان و نفعہ کی مرد کی تکلیف دی گئی ہے پس جب عورت اسے کسی قسم کی نفرت پیدا ہو جائیگی تو مرد کے نزدیک یہی امر ہو گا کہ جہاں تک ہو سکے اس کو برداشت کر لے اس نظر سے کہ اسکی عقل ثابت اور قوی ہے اور نیز اسے یہ خوف بھی لگا ہو گا کہ جو کچھ اس نے عورت پر خرچ کیا ہے کہیں ضائع اور برباد نہ ہو جائے پس اسوجہ سے اسے طلاق دینے اور اسکی مفارقت اختیار کرنے سے

سے المقدور باز رہیگا۔ رہی عورت چونکہ وہ ان دونوں باتوں سے (یعنی قوت عقل اور خوف ہلاک نفقہ خالی ہے) بہت قریب ہے کہ جب ذرا بھی کوئی نفرت کا باعث پایا جائیگا تو وہ بلا مال طلاق دینے اور اسکی مفارقت اختیار کر لینے پر آمادہ ہو جائیگی اور اسکو چھوڑ دوسکے کو ہاؤ ہوٹہ ہوگی۔ پس اسکی واسطے خداوندی حکمت کا یہ مقصد اسکا طلاق مقرر ہی کئے تاکہ میں رہے نہ کہ عورت کے قبضہ میں اور یہی عین حکمت ہے پس سمجھدار سوائے اس حالت کے کہ وہ بالکل مضطر ہو جائے طلاق دینے پر کبھی پیشقدمی نہ کریگا۔ رہا بعض سو قوفہ نکاحی بات میں طلاق دینے پر پیشقدمی کرنا سو یہ بات حکم شرعی اور نظام عقلی کے خلاف ہے اور خدا اسکو پسند نہیں کرتا جیسا کہ اللہ اعلام نے اسکی تصریح کی ہے مصنف کے لئے اسقدر بیان بالکل کافی ہے اب ہم اس زمانہ کے متقدم (سویا لڑکا فرقوں کے کچھ حالات جس سے کہ ہماری تقریر کی تائید ہوتی ہے ذکر کر کے اسے کلام کو ختم کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ فرقے جو شہاد ہمارے شریعت سے مباح کی ہیں انکو مستحسن شمار کرنے لگے ہیں چنانچہ ان فرقوں میں سے بعضوں نے دو شادیاں جائز کر دی ہیں لیکن دوسری زوجہ اور اسکی اولاد کی بڑی بڑی بد نصیبی ہے کیونکہ نہ اسکو یہ لوگ مذہبی زوجہ شمار کرتے ہیں اور نہ اسکی اولاد مذہبی اولاد سمجھی جاتی ہے پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ متعصب مولف فرقوں کے لئے یہاں کیا کج کاریاں اور بعض مالک میں طلاق بھی جائز کر دی گئی ہے جیسا کہ اخباروں میں یہ بات شائع و نال ہو چکی ہے۔ جملہ توصیفی شنا کا خدا ہی مستحق ہے جس نے ہماری شریعت کو ایسا بنایا کہ عقلیں اس کے احکام کو اچھا سمجھتی ہیں اور اس کے نظام معقول کی پیروی کرتی ہیں ہم ان مولف صاحب اور انہیں کے ایسے اور صاحبوں سے امید کرتے ہیں کہ انہی کتابوں میں ایسی باتوں سے تعرض نہ کیا کریں جیکو ان کے پیروں (اہل اسلام) کے خیالات سے تعلق ہو بلکہ اس کے علاوہ اپنے علوم کو شوق سے بیان کریں اور فخر کریں ورنہ یہ یاد رکھیں کہ مقدس شریعت کے احکام خداوندی حکمت اور نظام عقلیہ پر مبنی ہیں ان کی ضعیف رائیں ان میں غلط نہیں ڈال سکتیں اور اس کے اس کثرت سے حامی کار لوگ موجود ہیں جو اس پر سے اعتراضات دفع کر سکتے ہیں۔ اور قیامت تک نفع دیتے رہیں گے۔ اچھا اللہ رب العالمین

مقطب ۴۰ رجب الثانی ۱۲۸۵ ہجری کو نگاہ یہ ترجمہ صاحب سے ختم ہوا۔ نقلم خاک را محمد افضام الدہستانی عند

تقریظ حضرت اقدس مولانا مفتی علی صاحب صاحب

بسم اللہ و حامداً علیہ

للمحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست آمد آخر زبیر پروردہ نقلم بہ چہرہ  
دیکھوں دل چاہتا تھا کہ کوئی ایسی کتاب جمع کیجائے جس سے ان خیالات کی اصلاح ہو جو جو دنیا کی فحش  
علوم و مینیہ کے بعض انجوانوں کو تعلیم فلسفہ جدیدہ سے اسلامی فروغ و اصول میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اسی کتاب

میں اتفاقاً ایک کتاب حمید یہ نام نظر سے گزری جو اس غرض کی تکمیل کے لئے کافی دوائی ثابت ہوئی چونکہ وہ عربی زبان میں تھی اسلئے اپنے ہموطن بہائیوں کے لئے اردو میں اس کا ترجمہ ہونا مناسب معلوم ہوا چنانچہ بفضل خداوندی عزیزی جیسی مولوی سید اسحاق علی کابیری سلمہ اللہ تعالیٰ بالفیض انھنی و ابلی کے ہاتھوں یہ کام بخیر و خوبی اتمام کو پہنچا اور اول سے آخر تک میری نظر سے گذرا اصل ترجمہ کی خوبی کا بیان کرنا شاید بانی شاعرانہ پر محمول ہوا اسلئے اہل انصاف فہم کے ملاحظہ اور اصل ترجمہ کی تطبیق پر یہ کہو حالہ کیا جائے انشاء اللہ آخر کو بیٹا اختیار دل چاہتا ہے کہ صفت ہم کہنے سے چھپو نہیں گے یا خرق عادت کہلایا ہم اسلئے احسن جمیع المسلمین خیر الخیر اور جعل عقیبا ہا خیرا من الابدان اب خدا تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ یہ ترجمہ چھپ جائے اور ہر طالب علم عربی و انگریزی مدارس کا اس سے منفع ہو اور ان سب کے لئے یہ سرمایہ ہدایت و ارشاد ہو سکے یا رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

کاتب المحرور و ناچیز امیر شرف علی تہا نوری غفرلہ ولوالدہ یہ ۲۸ - ۱۵ - ۱۳۵۰ ہجری

تمام شد

صفحہ	کالم	سطر	غلط	صحیح
۱	اول	۲	پہلا فرقہ لوگون کا شاہی خط پہا نکر اس کی سفارت	پہلا فرقہ اور اس کا شاہی خط پہان کر سفارت
"	"	۳	دوسرا فرقہ شاہی الخ	دوسرا فرقہ اور اس کا شاہی الخ
"	"	۴	تیسرا فرقہ لوگون کا الخ	تیسرا فرقہ اور اس کا الخ
"	"	۵	چوتھا فرقہ الخ	چوتھا فرقہ اور اس کا الخ
"	"	۶	پانچواں فرقہ الخ	پانچواں فرقہ اور اس کا الخ
"	"	۷	چھٹا فرقہ اس کے الخ	چھٹا فرقہ اور اس کا سفیر کے بلائے ہوئے
"	"	۸	آٹھواں فرقہ گذشتہ	آٹھواں فرقہ اور اس کا گذشتہ
"	"	۹	نصفین کرنے کی	نصفین کرنے کو
"	"	۱۰	دلیل قرار دیکر ایک فرقہ کا استدلال الخ	دلیل قرار دیکر استدلال الخ
"	"	۱۱	تمام	اس کا تمام
"	"	۱۲	ایک فرقہ	دسواں فرقہ
"	"	۱۳	ایک متعصب	گیارھواں متعصب
۱	کالم دو	۱۴	جائز	جائز
۲	کالم اول	۱۵	ایک نیا	نیا
۳	"	۱۶	تین	"
۴	۲	۱۷	زکوٰۃ ادا کرنے	زکوٰۃ ادا کرنے
۵	۱	۱۸	کھولنے ادا کرے	کھولنے ادا کرے
۶	۲	۱۹	سیاست بدن	سیاست بدن
۷	"	۲۰	یہ امر	یہ امر
۸	"	۲۱	تعدد	تعدد



# غلام احمد رحیل کتاب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷	۲۵	غیبت	غیبت	۱۷	۲۵	الجزیر	الجزیر
۳	۲۸	مقرر ہونا	مقرر ہونا	۳	۲۸	الجزیر	الجزیر
۹	۱۱	حق سبحانہ	حق سبحانہ	۹	۱۱	انحرک زینین	انحرک زینین
۱۰	۵۱	اسن دمان بھی	اسن دمان بھی	۱۰	۵۱	ڈو	ڈو
۱۷	۵۵	واجب	واجب	۱۷	۵۵	آیت قرآن	آیت قرآن
۱۴	۵۹	اور اپنا	اور اپنا	۱۴	۵۹	احکام میں	احکام میں
۲۰	۶۳	حالت	حالت	۲۰	۶۳	بنی اسرائیل کے	بنی اسرائیل کے
۲۲	۶۴	بکھنے	بکھنے	۲۲	۶۴	سلح کیلئے والے (دھاتیہ) سلح کے بسنے والے	سلح کیلئے والے (دھاتیہ) سلح کے بسنے والے
۲۹	۷۴	اجازت	اجازت	۲۹	۷۴	اردن	اردن
۲۹	۷۷	ایک عورت	ایک عورت	۲۹	۷۷	انجرت فی العرب (دھاتیہ) النبی فی العرب	انجرت فی العرب (دھاتیہ) النبی فی العرب
۳۰	۷۷	حکمت	حکمت	۳۰	۷۷	شہرون بین	شہرون بین
۳۱	۷۷	معلوم ہوتا	معلوم ہوتا	۳۱	۷۷	ممبر	ممبر
۳۱	۸۰	ایسا ہی سبب	ایسا ہی سبب	۳۱	۸۰	فقیری	فقیری
۳۵	۸۱	اس شخص کے ساتھ ہونے	اس شخص کے ساتھ ہونے	۳۵	۸۱	اس شخص کے ساتھ ہونے	اس شخص کے ساتھ ہونے
۳۶	۸۱	مقتضی	مقتضی	۳۶	۸۱	مقتضی	مقتضی
۱۱	۸۱	اس کے جانب	اس کے جانب	۱۱	۸۱	اس کے جانب	اس کے جانب
۱۱	۸۱	خلاط	خلاط	۱۱	۸۱	خلاط	خلاط
۱۱	۸۱	لازم (دھاتیہ)	لازم (دھاتیہ)	۱۱	۸۱	لازم (دھاتیہ)	لازم (دھاتیہ)
۲۶	۸۱	خدا کے	خدا کے	۲۶	۸۱	خدا کے	خدا کے
۱۱	۹۲	ورع	ورع	۱۱	۹۲	ورع	ورع
۲۰	۹۲	خصوصیت	خصوصیت	۲۰	۹۲	خصوصیت	خصوصیت
۱۱	۹۲	خرب شتم	خرب شتم	۱۱	۹۲	خرب شتم	خرب شتم

صفحہ	سطر	خط	صحیح	صفحہ	سطر	خط	صحیح
۱۰۰	۳	جس کی وجہ	جس کی وجہ سے	۱۵۵	۵	منزل	منزلہ
۱۰۷	۹	عقل بھی	عقل ہی	۱۵۶	۴	مثلاً آنکھ	مثلاً آنکھ پر
۱۱۲	۲۱	دونوں عناصر مرکب	دونوں ایسا سے مرکب	۱۵۸	۲۱	چھینک	چھینک
۱۱۶	۷	یا احداث	یا احداث	۱۵۸	۲۱	منافقہ	منافقہ
۱۱۶	۱۳	ثبات	ثبات	۱۵۸	۲۱	منزل	منزلہ
۱۱۸	۱۹	جسم	جسم	۱۵۸	۳	اور ان کے اور ان کے منافق	اور ان کے اور ان کے منافق
۱۱۹	۳	جسم	جسم	۱۵۸	۴	غور و فکر	غور و فکر
۱۲۰	۱۹	اسی	اسی	۱۵۸	۱۹	مگر	مگر
۱۲۰	۱۲	اور ان اسباب	اور ان اسباب	۱۵۸	۲۷	نکلتا ہے	نکلتا ہے
۱۲۰	۳	ان کا یہ قول	ان کا یہ قول	۱۵۸	۲۷	اس سے قبل ہی	اس سے قبل ہی
۱۲۲	۲۲	قادر	قادر	۱۵۸	۲۷	نہ پایا کہ اس سے قبل ہی	نہ پایا کہ اس سے قبل ہی
۱۲۵	۲۶	وجہ	وجہ	۱۵۸	۱۱	میں	میں
۱۲۶	۷	اکا کو یہ میل تک	اکا کو یہ میل تک	۱۵۸	۱۶	یہ ہوا	یہ ہوا
۱۳۳	۱۶	مسترس	مسترس	۱۵۸	۱۸	سمجھتی	سمجھتی
۱۳۵	۶	گنگ	گنگ	۱۵۸	۲۵	منزل	منزلہ
۱۳۷	۱	نہیں	نہیں گئی	۱۵۸	۲۷	مختلف	مختلف
۱۳۸	۱۳	گلتا	گلتا	۱۵۸	۱۳	آہستہ ہو کر	آہستہ ہو کر
۱۳۹	۱۲	ابا بیل	ابا بیل	۱۵۸	۱۵	پانی	پانی
۱۴۰	۵۵	اسے	اسے	۱۵۸	۱۵	ہو سکتی	ہو سکتی
۱۵۰	۱	ادھر کوئی	ادھر کی کوئی	۱۵۸	۲۷	ہٹ دھری	ہٹ دھری
۱۵۱	۵	قرینہ	قرینہ	۱۵۸	۲۷	پانی	پانی
۱۵۱	۹	قرینہ	قرینہ	۱۵۸	۷	چھوٹا جابر نہیں	چھوٹا جابر نہیں
۱۵۱	۲۰	قرینہ	قرینہ	۱۵۸	۲۷	بدار (حاشیہ)	بدار
۱۵۱	۱۱	جانا	جانا	۱۵۸	۲۷	سو جو	سو جو
۱۵۲	۱۷	بہین	بہین	۱۵۸	۱۱	معتقد ہو جائیں	معتقد ہو جائیں

امیدوارم که در روزانه اخبار دلی

علاوہ ان کے ہر قسم کی کتابیں قرآن مجید ہمارے مطبع سے بکھائی جاسکتی ہیں





10-222

DUE DATE

292

27 MAR 70

8 MAY 73

1 JUL 70

4 AUG 70



7.11.9.





0501

[illegible]

۲۹۷ - ۲۹۸ - ۲۹۹ - ۳۰۰

4/1/2020

DATE	NO.	DATE	NO.
------	-----	------	-----